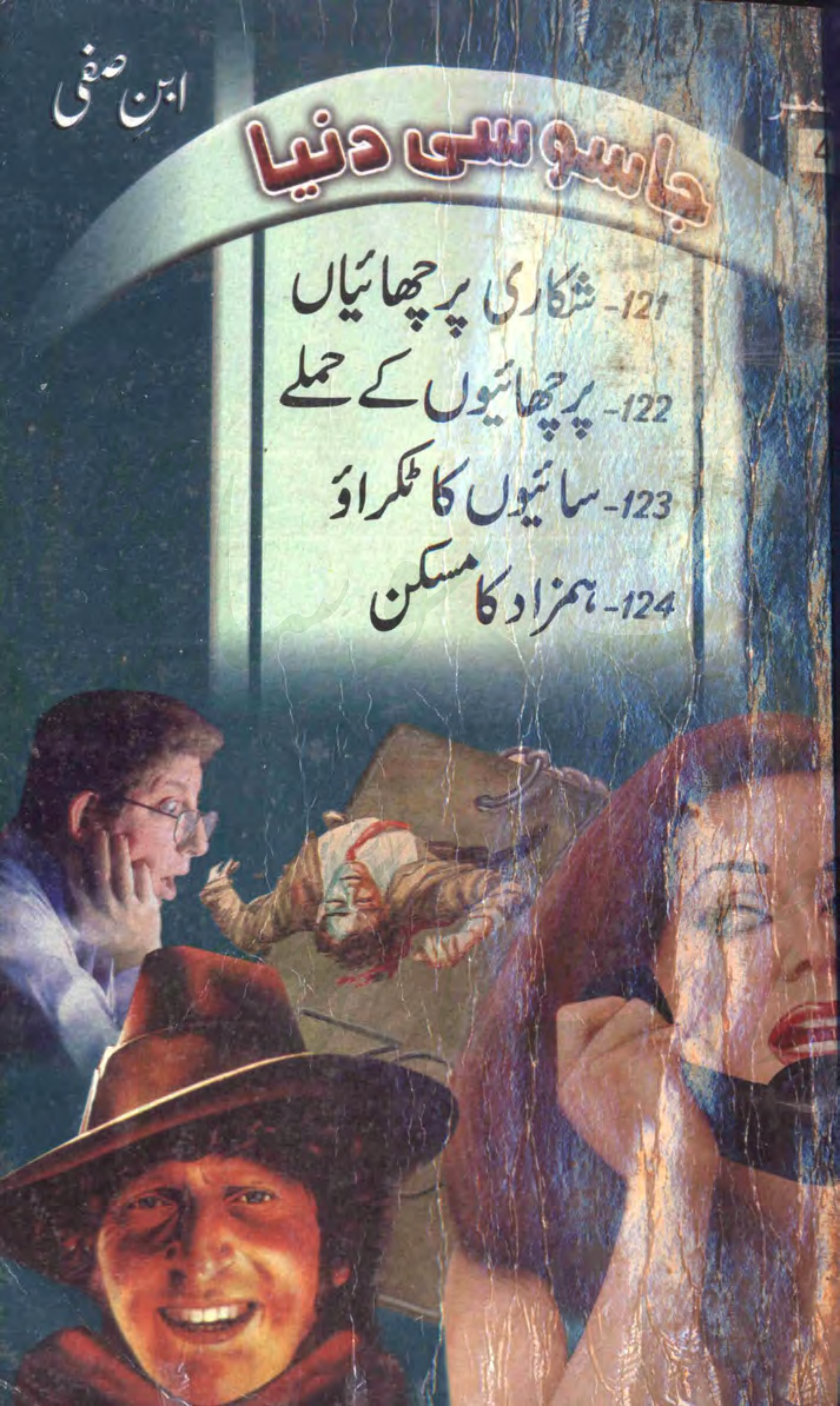

ابنِ صفی
جاسوسی دنیا
121- شکاری پرچھائیاں
122- پرچھائیوں کے حملے
123- سائیوں کا ٹکراؤ
124- ہمزاد کا مسکن

جاسوسی دنیا نمبر 121

شکاری پرچھائیاں

(پہلا حصہ)

پیشرس

آپ کی یہ خواہش پوری کی جا رہی ہے کہ جاسوسی دنیا کا بھی ایک مہماتی سائنس فک
پیش کیا جائے۔ لہٰذا اس طویل کہانی کا پیش خیمہ ''شکاری پرچھائیاں'' کے نام سے ملا
فرمایئے۔ فی الحال اس کی طوالت کے بارے میں کچھ بھی عرض نہیں کرتا۔ ویسے کوشش
ہوگی کہ اس سلسلے کی ہر کڑی دلچسپ سے دلچسپ تر ہو۔ ''شکاری پرچھائیاں'' سے متعلق ا
رائے ضرور لکھیے گا۔

اس بار میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ پیشرس میں اور کیا لکھوں۔ کوئی ایسا خط بھی پیش نـ
نہیں ہے... لیکن ٹھہریئے! ہے ایک خط...... نوعیت کے اعتبار سے دلچسپ بھی ہے...... آ
میرے پاس ان حضرات کے خطوط بھی تو آتے ہیں۔ جنہوں نے میری کتابوں کی ایجنسیا
لے رکھی ہیں۔ ایسے ہی ایک صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

''جناب عالی! آخر آپ اپنی کتابوں کی قیمت پیسوں میں کیوں لکھواتے ہیں کیا قیمت تین روپے نہیں لکھی جا سکتی۔ آخر ''تین سو پیسے'' لکھوانے میں کیا حکمت پوشیدہ ہے۔ آپ نہیں جانتے کہ اسکول کے لڑکے مجھے اس سلسلے میں کتنا پریشان کرتے ہیں۔ لے آتے ہیں پورے تین سو پیسے اور میں بیٹھا گنا کروں۔ کچھ کہو تو کہتے ہیں کہ ہم ابن صفی کا کہنا مانیں یا تمہارا۔ قیمت روپوں میں لکھی جائے گی تو روپے ہی لائیں گے! لہٰذا میرے حال پر کرم کیجئے اور قیمت روپوں میں لکھوایئے۔''

محترم اس میں اس کے علاوہ اور کوئی حکمت پوشیدہ نہیں ہے کہ اپنی کتاب کی قیم
سیکڑوں میں دیکھ کر بیحد خوش ہوتا ہوں۔ لیکن آپ مجھ سے یہ خوشی بھی چھین لینا چاہتے ہیں
خیر آئندہ خیال رکھا جائے گا۔

ابن صفی

۲۵ جنوری ۱۹۷۸

کرائم رپورٹر انور کو فلم انڈسٹری سے کیا سروکار ہو سکتا تھا۔ وہ تو بس یونہی ادھر سے گزر رہا تھا۔ نشو فاز اسٹوڈیوز کے پھاٹک کے قریب نظر آنے والی بھیڑ کی وجہ سے موٹر سائیکل کی رفتار کم کر دینی پڑی۔ پھر بھی گزرا ہی چلا جاتا لیکن عقب سے کسی نے اسے آواز دی۔ اس کے قریبی شناسا اس کی اس عادت سے بخوبی واقف تھے کہ عقب سے پکارے جانے پر مڑ کر نہیں دیکھتا گزرا چلا جاتا ہے۔ جو نہیں جانتے تھے ان کے کوٹ کا کالر پکڑ کر تیز لہجے میں سمجھانے کی کوشش کرتا تھا کہ اسے عقب سے پکارا جانا پسند نہیں ہے۔

نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے اور پیشانی پر شکنیں ڈالے ہوئے رک گیا۔ لیکن مڑا نہیں دونوں پیر زمین پر ٹکائے منتظر رہا کہ پکارنے والا قریب پہنچ جائے۔ لیکن یہ خواہش دل ہی میں رہ گئی کہ وہ اسے جھاڑ سکتا۔ کیونکہ یہ ایک اول درجے کا بے غیرت اور ڈھیٹ قسم کا فلمی صحافی شاطر بساطی تھا۔ جان پہچان والوں کو اسے برداشت کرنا ہی پڑتا تھا۔ گولی مار نہیں سکتے تھے؟ نہ خود شہر چھوڑ سکتے۔ کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی موڑ پر اس سے ملاقات ضرور ہوتی تھی۔ دس گالیاں دیجئے اور جواب میں اس کے پچاس قہقہے سنئے...... دوسرے دن پھر وہی انداز...... وہی بے تکلفی۔ لہٰذا انور ان لوگوں میں سے نہیں تھا جو اپنے الفاظ ضائع کرتے ہیں۔

''فرمایئے؟'' اس نے خشک لہجے میں دریافت کیا۔

''میں تو سمجھا تھا کہ تم یہیں آئے ہو!'' شاطر خواہ مخواہ ہنس کر بولا! ''لیکن تم نکلے چلے جا رہے ہو۔''

''میں یہاں کیوں رکنے لگا۔''

''اوہ۔ تو کیا راشد علوی سے تعلقات خراب ہو گئے ہیں!''

”یہاں راشد علوی کا کیا ذکر!“

”اف فوہ۔ شاید تمہیں اس کا علم نہیں ہوا۔“

”کوئی خاص بات!“

”کمال ہے بلکہ مجھے حیرت کا اظہار کرنا چاہئے۔“

”کر چکو جلدی سے۔ میں اپنی جاگیر کا معائنہ کرنے نہیں نکلا۔“ انور نے جھنجھلا کر کہا۔

”کیا واقعی تمہیں نہیں معلوم۔ میں تو سمجھتا تھا کہ راشد علوی تمہارے دوستوں میں سے ہے۔“

”کیا ہوا راشد علوی کو۔“

”ابھی تو کچھ بھی نہیں ہوا۔ لیکن اس پر ضرب ضرور پڑے گی اور پھر ایسی صورت میں جب کہ اس کے اور شہزاد کے درمیان دشمنی کی وجہ اظہر من الشمس ہے۔“

”اب مجھے جلدی سے یہ بتا دو کہ شہزاد مر گیا یا زندہ ہی ہے!“ انور بھنا کر بولا۔

”مرنے میں دیر تو نہیں لگی تھی۔“ شاطر نے اسے تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”تم اس کے مرنے کی بات کر رہے ہو۔ ارے میاں گھوڑے تک کی ہڈیاں چور ہو گئی ہیں!“

”کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہاری ہڈیاں بھی چور کر دوں......؟“

”کیوں میری کیوں؟“ شاطر ہونقوں کے سے انداز میں بولا۔

”جب میں نے کہہ دیا کہ میں بالکل لاعلم ہوں تو تم ادھر ادھر کی کیوں ہانک رہے ہو۔“

”او۔ ہاں!“ وہ چونک کر بولا۔ ”جب تمہیں اس قصے کا علم ہی نہیں تو مجھے شروع سے بتانا چاہئے۔“

”تو بتاؤ جلدی سے!“

”یہیں کھڑے......!“

انور نے چاروں طرف نظر دوڑائی اور طویل سانس لے کر بولا۔ ”حرام خوری تمہارا مقدر ہے۔ چلو بیٹھو پیچھے!“

شاطر قہقہہ لگا کر اچھلا اور کیریئر پر بیٹھ گیا۔ موٹر سائیکل آگے بڑھی اور قریباً ایک فرلانگ چلنے کے بعد کیفے جمال کے سامنے رک گئی۔

دونوں موٹر سائیکل سے اتر کر اندر آئے اور شاطر لہک کر بولا! ”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ لوگ تمہیں برا کیوں کہتے ہیں!“

”چاپلوسی کی ضرورت نہیں! اگر تم راشد علوی کا نام نہ لیتے تو میں تمہیں گالیاں دیئے بغیر نکلا چلا جاتا۔“

”تمہاری سب سے بڑی خصوصیت صاف گوئی ہے......!“

”تمہارے معاملے میں منافق ترین آدمی بھی بیحد صاف گوئی کا مظاہرہ کرتا ہے۔“ انور نے خشک لہجے میں کہا۔

”جھک مارتے ہیں سالے۔“

ایک میز منتخب کر کے بیٹھ گئے اور شاطر نے کہا۔ ”غالباً فرمائش کا بوجھ مجھ پر نہیں ڈالو گے!“

انور اسے تیز نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ ”صرف کافی چلے گی۔“

”میں تو سمجھتا تھا کہ کیفے جمال کی کوئی خصوصیت تمہیں اس طرف لائی ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ تم آج کل بیحد لاعلمی کی زندگی بسر کر رہے ہو۔ خیر میں تمہارے علم میں اضافہ ضرور کروں گا۔ کیفے جمال اپنے سموسوں کی وجہ سے مشہور ہے۔“

انور نے سڑا سا منہ بنا کر کہا ”صرف اپنے لیے منگوالو۔“

”یہ ہوئی نا بات!“ شاطر نے کہا اور اشارے سے ویٹر کو بلا کر آرڈر پلیس کرنے لگا۔

انور بیزاری سے دوسری طرف دیکھنے لگا تھا ویٹر کے چلے جانے کے بعد اسے گھورتا ہوا بولا۔

”اب شروع ہو جاؤ۔“

”قصہ شہزاد اور راشد علوی کا ہے۔“

”کیا پھر دونوں الجھے تھے!“

”اوہو......تو تمہیں شاید یہ بھی نہیں معلوم کہ راشد نے شہزاد کو اپنی فلم شہسوار کے لیے کاسٹ کیا تھا......!“

”نہیں مجھے اس کا علم نہیں! میں تو یہ سمجھا تھا کہ دونوں ایک دوسرے کی شکل بھی نہیں دیکھیں گے۔“

”ان دنوں راشد کی مالی حالت کسی قدر سقیم تھی! فائنانسر اس پر زور دے رہا تھا کہ ہیرو کے لیے شہزاد کو کاسٹ کیا جائے۔ اسٹنٹ فلموں میں اسے دن جا رہا ہے۔ دوسروں نے بھی سمجھایا کہ تعلقات اپنی جگہ پر کاروبار اپنی جگہ پر......دشمنی کی وجہ سے اگر کوئی فائدہ پہنچ رہا ہو

تو اسے نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ بہرحال وہ بیکاری سے ایسا ہی تنگ آیا ہوا تھا کہ اسے فائینسر کی بات ماننی پڑی۔"

"تکلیف دہ بات ہے۔"

"یہاں ایسا ہی کچھ ہوتا ہے۔ کسی کی بھی اکڑ زیادہ دنوں تک برقرار نہیں رہ سکتی حالات جھکنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ ورنہ پھر پیشہ ہی ترک کر دیا جائے۔"

"چلو خیر۔ تو پھر کیا ہوگا......!"

"طے پایا کہ آؤٹ ڈور شوٹنگ پہلے ہی نپٹا دی جائے۔ زیادہ تر سین جنگلوں اور پہاڑوں میں فلمائے جانے والے تھے۔ اس کے لیے انہوں نے پٹاری کے جنگلوں کا انتخاب کیا جہاں پہاڑیاں بھی ہیں۔"

"شاطر خاموش ہو کر منہ چلانے لگا۔ کیونکہ ویٹر گرما گرم سموسوں کی پلیٹ میز پر رکھ رہا تھا۔

"کافی تھوڑی دیر بعد لانا......!" اس نے مضطربانہ انداز میں ویٹر سے کہا۔

"بہت اچھا جناب!" ویٹر نے کہا اور میز کے پاس سے ہٹ گیا۔

"ہوں......تو اب تم کھا ہی لو!" انور اسے کینہ توز نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

"نہیں......!" وہ منہ چلاتا ہوا بولا۔ "باتیں بھی ہوتی رہیں گی!"

"میری سمجھ میں نہیں آئیں گی......!" انور نے خشک لہجے میں کہا۔

اور شاطر سعادتمندانہ انداز میں سر ہلا کر سموسوں پر ہاتھ صاف کرتا رہا۔

خدا خدا کر کے سموسے ختم ہوئے اور شاطر نے ہاتھ ہلا کر کافی لانے کا اشارہ کیا۔ پھر انور سے بولا۔ "بی رشیدہ کے کیا حال ہیں۔"

"ہم صرف اسی موضوع پر گفتگو کریں گے جس کے لیے یہاں آئے ہیں۔" انور نے سخت لہجے میں کہا۔

"یار تم آدمی ہو یا مشین!"

"مشین بن کر ہی آدمی، آدمی رہ سکتا ہے......ورنہ کتا ہو جاتا ہے۔"

"نیا فلسفہ......!"

"تمہیں نیا ہی معلوم ہوگا ورنہ آدم سے تا ایں دم اسی بات کی کوشش ہوتی رہی ہے۔"

"موضوع سے ہٹ رہے ہو!" شاطر ہنس کر بولا۔

"یہ مشین کی آواز تھی۔ موضوع سے نہیں ہٹا۔"

"ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ پٹاری کے جنگل میں یونٹ نے شوٹنگ کا آغاز کیا ہی تھا کہ یہ حادثہ پیش آ گیا تھا۔" مجھے تو حادثہ ہی کہنا چاہئے۔ کیونکہ میں بھی راشد علوی کو اتنا برا آدمی نہیں سمجھتا۔"

"راشد علوی کی طرف سے شکریہ۔ اب تم جلدی سے اصل بات بتا دو۔" انور بولا۔

لیکن شاطر "اصل بات" بتانے کی بجائے ویٹر کی طرف متوجہ ہو گیا جو کافی کی ٹرے لے آیا تھا۔

انور کی آنکھوں میں جھنجھلاہٹ کے آثار تھے لیکن وہ ہونٹ بھینچے خاموش بیٹھا رہا۔

شاطر نے پیالیاں سیدھی کیں اور شکردان کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ انور اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "ٹھہرو!"

شاطر نے ہنس کر کہا۔ "کافی انڈیلنے سے قبل ہی میں اپنی بات ختم کر دوں گا۔"

"تمہارے حق میں یہی بہتر ہوگا۔"

"تو ہوا یہ انور صاحب کہ شہزادا اپنے گھوڑے سمیت مر گیا اور راشد علوی حراست میں ہے۔"

"کیا بات ہوئی!"

"بات ختم ہو گئی۔ اب مجھے کافی انڈیلنے کی اجازت دو۔"

اس نے کافی پاٹ اٹھا کر پیالی پر جھکاتے ہوئے کہا۔

"میرے ساتھ کسی قسم کی ایکٹوٹی تمہیں بہت مہنگی پڑے گی۔"

"میں جانتا ہوں لیکن یقین کرو مجھے تفصیل کا علم نہیں۔ بس اتنا ہی جانتا ہوں کہ سوار اور گھوڑے دونوں کی ہڈیاں چور ہو گئیں اور راشد علوی حراست میں ہے!"

"کس تھانے میں......؟"

"ابھی تک مجھے اس کا بھی علم نہیں ہو سکا!"

"اسٹوڈیو کے پھاٹک پر کیسی بھیڑ تھی!"

"شہزاد کی جدید ترین محبوبہ کمپاؤنڈ میں پچھاڑیں کھا رہی تھی۔ اسے تھوڑی دیر پہلے ہی

اس واقعے کی اطلاع ہوئی ہے۔ اسٹوڈیو دوڑی چلی آئی تا کہ یونٹ کے لوگوں سے معلوم کر سکے۔"

"تمہیں یقین ہے کہ راشد علوی حراست میں ہے!"

"میں نے سنا ہے۔"

"مجھے تفصیل کس سے معلوم ہو سکے گی۔"

"پروڈکشن منیجر سے۔ وہ اسٹوڈیو میں موجود ہے!"

"اور سموسے تم نے کھائے ہیں کافی تم زہر مار کر رہے ہو۔" انور نے جھلا کر کہا۔

"میرا رزق صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ کبھی شریفوں کو ذریعہ بناتا ہے۔ کبھی خوروں کو۔"

"دل تو چاہتا ہے کہ اٹھوں اور چل دوں۔"

"خدا کی قسم جیب بالکل خالی ہے۔ بہت ذلیل ہونا پڑے گا۔ ایسی حرکت نہ کرنا۔" شاطر گڑبڑا کر بولا۔

انور اٹھ کر کاؤنٹر پر گیا۔ کافی اور سموسوں کی قیمت ادا کر کے باہر نکلا چلا آیا۔ موٹر سائیکل اب پھر اسٹوڈیو کی طرف جا رہی تھی۔

پروڈکشن منیجر تک بھی پہنچ گیا۔ لیکن اس نے اس سلسلے میں کچھ بتانے سے معذوری ظاہر

"میں مجبور ہوں جناب!" اس نے کہا! "پولیس کی ہدایت ہے کہ اس سلسلے میں کسی کوئی بات نہ کرو!"

"راشد کس تھانے میں ہے۔"

"مجھے علم نہیں۔"

"سنو دوست! میں یہ معلومات رپورٹنگ کے لیے نہیں حاصل کرنا چاہتا۔ راشد میرے قریبی تعلقات ہیں۔ شاید میں اس کی کچھ مدد کر سکوں۔"

پروڈکشن منیجر نے اسے غور سے دیکھا اور ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "کوئی بھی بیچارے کی کوئی مدد نہیں کر سکے گا۔"

"کیوں؟ کیا راشد نے اسے قتل کیا ہے۔"

"ہرگز نہیں...... سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"پھر؟" انور نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"حالات جناب......!"

"کیسے حالات!"

"بڑی عجیب بات ہے۔ آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ کے راشد سے قریبی تعلقات ہیں۔ لیکن حالات کا علم نہیں ہے آپ کو۔"

"دونوں کے درمیان دشمنی تھی میں جانتا ہوں۔"

"بس تو پھر صاف ظاہر ہے کہ اسے فلم میں کاسٹ کرنا بھی سازش ہی کا ایک حصہ تھا یہ میرا خیال نہیں ہے۔ دنیا یہی سمجھے گی۔"

"لیکن آپ نے اس سلسلے میں کیا دیکھا۔"

"میں نے کچھ بھی نہیں دیکھا! میں گاڑی پر نہیں تھا۔"

"کس گاڑی پر......!"

"جس پر کیمرہ تھا...... ہم نیچے تھے۔ گاڑی چڑھائی پر تھی اور شہزاد کا گھوڑا اس سے بھی اونچائی پر جا رہا تھا۔"

"گاڑی پر کون کون تھا۔"

"صرف کیمرہ مین...... اور راشد صاحب! راشد صاحب ہی گاڑی کو ڈرائیو بھی کر رہے تھے۔ ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا گاڑی پر۔"

"آپ نے فائر کی آواز سنی تھی۔" انور نے پوچھا۔

"فائر کی آواز۔" اس نے حیرت سے کہا "پتا نہیں کیسی کیسی افواہیں پھیل رہی ہیں!"

"اوہ۔ تو یہ افواہ ہے......!"

"قطعی افواہ ہے جناب... وہ گولی سے نہیں مرا۔ بس اسکی اور گھوڑے کی ہڈیاں چور ہو گئیں۔"

"اچھا۔ تو شاید وہ گھوڑے کو قابو میں نہ رکھ سکا ہو گا۔ گھوڑے سمیت کھڈ میں گر گیا۔"

"ہرگز نہیں۔ گھوڑا دوڑتے دوڑتے بیٹھ گیا تھا اور شہزاد تو گھوڑے سے گرا بھی نہیں تھا۔ گھوڑے کی پشت ہی پر ختم ہو گیا تھا۔ ہم نے نیچے سے صاف دیکھا تھا...... پھر اوپر پہنچے اس

کی لاش گھوڑے کی پشت ہی پر پڑی نظر آئی تھی۔"

"گاڑی کتنے فاصلے سے چل رہی تھی۔"

"بہت فاصلہ تھا دونوں کے درمیان۔ لانگ شاٹس لیے جار ہے تھے۔"

"کیمرہ مین سے کہاں ملاقات ہو سکے گی۔"

"راشد صاحب کے ساتھ کے ساتھ وہ بھی حراست میں ہے۔"

"یہ کس سے معلوم ہو سکے گا کہ راشد نے شہزاد کو کیوں کاسٹ کیا تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ شاید راشد صاحب کے علاوہ اس کے بارے میں کوئی کچھ نہ بتا سکے گا۔"

"آخر کس بنا پر پولیس نے آپ کو اس سلسلے میں گفتگو کرنے سے روک دیا تھا۔"

"میں کیا جانوں۔ مجھ سے یہی کہا گیا تھا۔"

"کس نے کہا تھا۔"

"پہلے آپ بتائیے کہ آپ کون ہیں......!"

"میں اسٹار کا کرائم رپورٹر ہوں......!"

"اور آپ نے دھوکے سے یہ ساری باتیں معلوم کرلیں۔" وہ آنکھیں نکال کر بولا۔

"میں کہہ چکا ہوں کہ یہ معلومات رپورٹنگ کے لیے نہیں حاصل کرنا چاہتا۔ راشد کی مد کرنا چاہتا ہوں!" انور نے آہستہ سے کہا۔

"معاف کیجئے گا۔ اب میں کچھ نہیں بتا سکتا۔"

"صرف اس آفیسر کا نام جس نے آپ کی زبان بندی کی ہے۔"

"معافی چاہتا ہوں۔" کہتا ہوا وہ دوسری طرف مڑ گیا۔

"اس کے بعد انور نے یونٹ کے دوسرے افراد سے بھی پوچھ گچھ کی تھی۔ لیکن معلومات کا سلسلہ آگے نہ بڑھ سکا۔ کوئی بھی نہیں بتا سکا تھا کہ فلم ڈائرکٹر راشد علوی کو کہاں حراست میں رکھا گیا ہے......! نہ یہی معلوم ہو سکا کہ کس کے حکم سے اس معاملے میں اتنی راز داری برتی جارہی ہے۔"

پولیس ہیڈ کوارٹر سے فون پر رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن اسٹوڈیو کے ایکس چینج میں کسی خرابی کی بنا پر یہ بھی ممکن نہ ہوا۔

واپسی میں پھر شاطر سے مڈبھیڑ ہو گئی ہنس کر بولا۔ "ٹھہرو......رکو......!"

انور نے گاڑی روک کر پیر نیچے ٹکا دیئے اور اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورنے لگا۔

"یہ تو تمہیں معلوم ہی نہ ہو سکا ہو گا کہ راشد کو رکھا کہاں گیا ہے!" اس نے شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"معلوم ہو جائے گا......!" انور نے کہا اور سامنے سے ہٹ جانے کا اشارہ کیا۔

"انہیں سمجھا دیا گیا ہے کہ پریس رپورٹرز کو کوئی انفارمیشن نہ دیں!"

"کس نے سمجھا دیا ہے!"

"کرنل فریدی کے اسسٹنٹ کیپٹن حمید نے۔"

"اوہ۔" انور ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا......پھر غرایا۔ "ہٹو سامنے سے۔"

شاطر نیاز مندانہ انداز میں اپنا ہاتھ پیشانی کی طرف لے گیا اور موٹر سائیکل کو راستہ دیتا ہوا بولا۔ "کبھی لنچ بھی کراؤ تو اس سے بھی زیادہ اہم اطلاعات فراہم کروں گا۔"

انور کی موٹر سائیکل تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی۔

پٹاری کا جنگل تین ہیلی کوپٹروں کی آوازوں سے گونج رہا تھا۔ کرنل فریدی نے اپنے ہیلی کوپٹر سے دوسروں کو ہدایت دی! "پہاڑوں سے دور رہو! ان پر سے گزرنے کی ضرورت نہیں!"

اس ہیلی کوپٹر کو وہ خود ہی پائلٹ کر رہا تھا اور کیپٹن حمید دوربین سے پہاڑیوں کے اس حصے کا جائزہ لے رہا تھا جہاں شہزاد اور اس کے گھوڑے کو حادثہ پیش آیا تھا۔

"بائیں جانب موڑیئے!" اس نے اونچی آواز میں کہا۔ "پچھتر ڈگری کے جھکاؤ سے۔"

"ناممکن ہے......سامنے والی چٹان سے ٹکرا جائے گا۔" فریدی بولا۔

"اچھا ساٹھ کے اینگل سے اوپر لے جائیے......!"

"اس طرح بھی یہی صورت ہوگی......تم دیکھ رہے ہو۔ یہاں چٹانوں کی بناوٹ؟"

"تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم وہ زاویہ اختیار ہی نہیں کر سکتے!"

"کس زاویئے کی بات کر رہے ہو!" فریدی نے پوچھا۔

"مطلب یہ کہ وہ جگہ نہیں دیکھ سکتے جہاں حادثہ پیش آیا تھا۔"

''وہ جگہ ہم وہیں جا کر دیکھ چکے ہیں...!''

''تو پھر کیا اب فضائی جھک مار رہے ہیں!'' حمید بڑبڑایا۔

فریدی دوسرے ہیلی کوپٹروں تک اپنی آواز پہنچانے لگا۔ ''کاشن! مشرق کی طرف چکر لے کر کیمپ کی جانب نکل چلو...... کیمپ میں لینڈ کرنا ہے۔''

''او کے۔'' دوسرے ہیلی کوپٹروں سے آوازیں آئیں۔

''کیمرہ چلنے دوں یا بند کر دوں!'' حمید نے پوچھا۔

''بند کر دو!'' فریدی نے کہا اور اپنا ہیلی کوپٹر بھی ادھر ہی موڑ دیا جدھر دوسرے جا رہے تھے۔ کچھ دور چلنے کے بعد اس نے کورس بدل دیا اور اب ہیلی کوپٹر شمال مغرب میں جا رہا تھا۔

''اوہو! تو ہم کیمپ کی جانب نہیں جا رہے!'' حمید نے کہا۔

''نہیں!''

حمید نے طویل سانس لی اور کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا آخر اس کیس کے سلسلے میں اتنے پاپڑ کیوں بیلے جا رہے ہیں۔ راشد علوی اور شہزاد کے درمیان پائی جانے والی دشمنی کا تعلق ایک عورت کی ذات سے تھا۔ لہٰذا سب کچھ ممکن تھا۔ شہزاد ہی نہیں بلکہ اس کے گھوڑے تک کی ہڈیاں چور ہو سکتی تھیں اور ہو گئی تھیں۔ نے شہزاد کی لاش بھی دیکھی تھی اور گھوڑے کی بھی۔

وہ پائپ میں تمباکو بھر ہی رہا تھا کہ فریدی نے کہا۔ ''لینڈ کرنے کے بعد تم پائپ سلگاؤ گے''

''مجھے علم نہیں کہ آپ کتنی دیر بعد لینڈ کریں گے۔''

''دس منٹ بعد۔''

''بہت بہتر...... لیکن کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اس اڑان کی کیا ضرورت تھی۔''

''ڈھلانوں کا فضائی جائزہ۔''

''جائزے کا فائدہ؟'' حمید نے سوال کیا۔

''کاغذات کی خانہ پُری۔''

''میں سمجھا تھا شاید آپ کو راشد کے بیان پر یقین آ گیا ہے۔''

''اس کے بارے میں فی الحال میری کوئی رائے نہیں ہے۔''

''کیا بات ہوئی......!''

''کئی سوفٹ کی بلندی سے گرنے پر راکب و مرکب کا یہ حشر ہو سکتا ہے لیکن راکب و مرکب کو پھر اسی بلندی تک پہنچانا ایک یا دو افراد کے بس کا روگ نہیں۔''

''آخر آپ کہنا کیا چاہتے ہیں......!''

''میں تمہیں ویسی ہی تین لاشیں اور دکھانا چاہتا ہوں!''

''کیا مطلب......!''

''ہم وہیں جا رہے ہیں جہاں تم انہیں دیکھ سکو گے۔''

''وہ تین افراد کون ہیں......!''

اس علاقے کی پولیس فورس سے ان کا تعلق تھا! اسی سلسلے میں دیکھ بھال کے لیے پہاڑی پر چڑھے تھے اور پھر ان کی لاشیں بھی اسی حال میں پائی گئیں۔''

''یعنی ہڈیاں چور ہو گئی تھیں۔''

''تم دیکھ ہی لو گے!'' فریدی نے کہا اور تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولا۔ ''پہلے میرا بھی یہی خیال تھا کہ راشد اور کیمرہ مین دونوں جھوٹے ہیں اور شہزاد کسی سازش کے تحت مارا گیا۔ ظاہر ہے راشد اور شہزاد ایک دوسرے کے دشمن تھے اور راشد کی دشمنی تو مسلم تھی۔ کیوں کہ شہزاد نے اس کی بیوی کو ورغلا کر دونوں میں علیحدگی کرادی تھی اور پھر عرصہ تک اسے اپنی داشتہ بنائے رکھا تھا۔''

''سنئے!'' دفعتاً حمید چونک کر بولا۔ ''یقیناً کیمرہ اس وقت بھی چلتا رہا ہوگا جب وہ حادثہ پیش آیا تھا۔''

''ہاں اور میں پہلے ہی اس کا انتظام کر چکا ہوں کہ اس وقت کی شوٹنگ کے رش پرنٹس مجھ تک پہنچ جائیں۔ خود راشد ہی نے اس کی طرف توجہ دلائی تھی۔''

ہیلی کوپٹر جنگل کی حدود سے نکل آیا تھا اور اب اسکی پرواز شمال مشرق کی جانب جاری تھی۔

''لاشیں کردھنا کی پولیس چوکی پر موجود ہیں۔'' فریدی نے کہا۔ ''میری معلومات کے مطابق وہ بھی وہیں پائی گئی تھیں جہاں شہزاد کو حادثہ پیش آیا تھا۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ اس کی آنکھیں گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

کر دھنا کی پولیس چوکی کے سامنے والے میدان میں فریدی نے ہیلی کوپٹر اتارا
دونوں نیچے اتر کر عمارت کی بڑھے۔ ہیلی کوپٹر کی آواز سن کر چوکی کا انچارج پہلے ہی باہر
آیا تھا۔ انہیں سلیوٹ کر کے بولا۔ ''وہ غائب ہو گیا جناب!''

''کون؟'' فریدی نے سوال کیا۔

''چوتھا سپاہی۔''

''کہاں غائب ہو گیا۔ میں نے تمہیں مطلع کیا تھا کہ اسے موجود رہنا چاہئے۔''

''میں نے اسے آگاہ کر دیا تھا جناب!''

''کیا وہ اس چوکی کا سپاہی نہیں تھا!''

''یہیں کا تھا جناب......اب میں تنہا رہ گیا ہوں......میرے ساتھ چار سپاہی تھے
ختم ہو گئے اور چوتھا......!''

''کتنی دیر سے وہ یہاں نہیں ہے۔''

''دو گھنٹے ہو گئے جناب۔''

''ہو سکتا ہے۔ کہیں چلا گیا ہو۔ واپس آ جائے......!''

''خدا جانے! مجھے اس کی ذہنی حالت ٹھیک معلوم نہیں ہوتی تھی!''

''تم بھی بہت زیادہ پریشان نظر آ رہے ہو!''

''ظاہر ہے جناب۔ تین لاشیں......! وہ مڑ کر عمارت کی طرف دیکھنے لگا۔

''چلو اندر چلو!'' فریدی اس کا شانہ تھپک کر بولا۔

وہ اس کے آفس میں آئے اور فریدی نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''تم یہیں بیٹھو! ہم خود لاشیں دیکھ لیں گے۔ کہاں ہیں!''

اس نے بائیں جانب والے دروازے کی طرف ہاتھ اٹھا دیا۔

وہ دونوں اس کمرے میں آئے جہاں لاشیں فرش پر پڑی ہوئی تھیں اور انہیں چادر
سے ڈھانک دیا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد حمید نے کہا۔ ''بالکل ویسی ہی حالت ہے جیسی شہزاد کی لاش کی تھی۔''

فریدی جو بڑے انہماک سے ان کا جائزہ لے رہا تھا سر اٹھا کر بولا۔ ''کسی اونچی

جگہ سے گرنے پر ہڈیاں اس طرح نہیں ٹوٹتیں۔''
حمید کچھ نہ بولا اور وہ پھر انچارج کے کمرے میں واپس آ گئے۔

''لاشیں یہاں تک کس طرح لائی گئیں۔'' فریدی نے انچارج سے سوال کیا۔

''وہ جیپ میں گئے تھے۔ جیپ کو اس راستے پر لے گئے جہاں سے فلم والوں نے
شوٹنگ کی تھی۔ گاڑی روک کر ان میں سے تین اس جگہ پیدل گئے جہاں گھوڑ سوار ہیرو کو حادثہ
پیش آیا تھا۔ چوتھا یعنی جو زندہ بچا ہے جیپ ہی میں بیٹھا رہا۔ پھر اس نے ان تینوں کو گرتے
اور مرتے دیکھا۔ وہ خوفزدہ ہو کر پلٹ آیا۔ مجھے اطلاع دی۔ بہت بری حالت ہو رہی تھی اس
کی اس لیے میں نے تو اسے یہیں چھوڑا اور محکمہ جنگلات کے کچھ لوگوں کو لے کر وہاں پہنچ
گیا۔ پھر انہی کی مدد سے لاشیں یہاں اٹھوا لایا تھا۔''

''اس نے انہیں کس طرح گرتے دیکھا تھا۔'' فریدی نے سوال کیا۔

''ڈھنگ سے کچھ بھی نہیں بتا سکا!''

اسے کہاں تلاش کیا جائے!'' فریدی نے پوچھا۔

''آپ نے دیکھا ہو گا کہ یہاں سے قریب ترین بستی کا فاصلہ بھی پانچ میل سے کم نہیں
ہے اور وہ جہاں بھی گیا ہے پیدل گیا ہے۔ کیونکہ جیپ موجود ہے۔ لیکن اس کی حالت ایسی
نہیں تھی کہ ایک میل بھی پیدل چل سکے۔''

''پانچ میل کے فاصلے پر کونسی بستی ہے۔''

''محکمہ جنگلات کے ملازمین کے کوارٹرز ہیں!''

''وہاں کسی سے اس کی شناسائی ہے!''

''سبھی سے ہے......! کبھی وہ لوگ ادھر آ جاتے ہیں۔ کبھی ہم میں سے کچھ ادھر چلے
جاتے ہیں!''

''سپاہی کا نام کیا ہے۔''

''مبارک علی......!''

''اچھی بات ہے!'' فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ ''ہم دیکھتے ہیں۔ تمہاری جیپ لے جا رہے ہیں!''

''ضرور......ضرور......'' جناب......لل......لیکن یہ لاشیں!''

''جلد ہی یہاں سے اٹھ جائیں گی بے فکر رہو!''

ہیلی کاپٹر وہیں چھوڑ کر وہ جیپ میں روانہ ہوئے۔ حمید ڈرائیو کر رہا تھا۔

''میں نے تو نہیں دیکھی وہ بستی!'' اس نے کہا۔

''بس سیدھے چلتے رہو۔ میں بتاؤں گا۔''

''آخر آپ ان اموات کے سلسلے میں کس نتیجے پر پہنچے ہیں!''

''کسی بھی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا! فی الحال اس نکتے پر غور کر رہا ہوں کہ شہزاد کی وہاں سے کچھ لوگوں نے ہٹائی تھی۔ لیکن وہ محفوظ رہے۔ پھر یہ تینوں لاشیں بھی ہٹائی گئیں لاشیں ہٹانے والے کسی حادثے کا شکار نہیں ہوئے اور میں بھی اس جگہ کا جائزہ لے چکا کچھ دیر وہاں ٹھہرا بھی تھا۔''

''بہتر ہے! اب کسی عامل روحانی سے رجوع کیجئے۔''

''فضول باتیں مت کرو!''

''وہ علاقہ عرصہ سے مشکوک ہے۔''

''میں نہیں سمجھا!''

''پچھلے سال تیل تلاش کرنے والی ایک ٹیم کو بھی ایسے ہی حالات سے دو چار ہونا پڑا!''

''لیکن میں نے تو پچھلے سال ایسی کوئی حیرت انگیز خبر نہیں سنی تھی!''

''جانی نقصان نہیں ہوا تھا۔ ان کی کچھ گاڑیاں حیرت انگیز طور پر ٹوٹ پھوٹ گئی تھیں

''اور اس ٹوٹ پھوٹ کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی تھی۔'' حمید نے سوال کیا۔

''ہوں......!'' فریدی ونڈ اسکرین پر نظر جمائے ہوئے بولا۔ ''اب بائیں جانب مو

''اگر وہ اس بستی میں بھی نہ ملا تو......؟''

''صبر کریں گے۔'' فریدی نے کسی قدر تلخ لہجے میں کہا اور حمید کو ایسے انداز میں لگا جیسے اس کا یہ سوال قطعی غیر ضروری رہا ہو۔

آٹھ یا دس کوارٹروں اور چند جھونپڑیوں پر مشتمل اس چھوٹی سی بستی میں پہنچ کر جیپ ہی تھی کہ چھوٹے چھوٹے بچے گھروں سے نکل آئے اور ٹاٹ کے پردوں کے پیچھے سے آنکھیں جھانکنے لگیں۔ جلد ہی ایک ایسا آدمی مل گیا تھا جو کردھنا چوکی کے پانچوں افرا

واقفیت رکھتا تھا۔ اس نے بتایا کہ مبارک علی بستی میں نہیں آیا۔ بستی والوں کو دونوں حادثوں کی خبر ہوگئی تھی۔

''جناب عالی!'' اس آدمی نے کہا۔ ''وہاں کوئی بدروح بہت عرصے سے اپنا اڈہ بنائے ہوئے ہے۔ کتنے ہی مویشی اسی طرح ہلاک ہو چکے ہیں۔''

حمید نے ہونٹ بھینچ کر طویل سانس لی اور جیب میں پڑے ہوئے پائپ کو ٹٹولنے لگا۔

''چرواہے تو دور ہی دور رہتے ہیں!'' وہ آدمی کہہ رہا تھا! ''پتا نہیں کتنی بھیڑیں حیرت انگیز طور پر مر گئیں۔ لیکن کوئی ادھر دھیان ہی نہیں دیتا۔ اب شاید کچھ انتظام ہو جائے کیونکہ اب آدمی بھی وہاں محفوظ نہیں رہا!''

''مبارک علی یہاں بھی نہیں ملا تو اب کہاں مل سکے گا!'' فریدی نے پوچھا۔

''اسسٹنٹ فارسٹ آفیسر کے دفتر میں بھی دیکھ لیجئے! چوکی والے وہاں بھی بیٹھتے ہیں!''

پھر اس نے انہیں اس دفتر کا پتہ بتایا تھا۔ اس طرف روانہ ہونے سے قبل فریدی نے حمید سے کہا! ''اسے ممنوعہ علاقہ قرار دیا جانا چاہئے!''

''اس خبیث روح کی وجہ سے۔؟'' حمید نے طنزیہ لہجے میں سوال کیا۔ فریدی کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ لیکن کچھ بولا نہیں۔ جیپ اسسٹنٹ فارسٹ آفیسر کے دفتر کی طرف جا رہی تھی۔

''اس قسم کے قضیئے ہمارے ہی مقدر میں لکھ دیئے جاتے ہیں۔'' حمید بڑبڑایا۔

''تم آخر چاہتے کیا ہو!''

''شٹ اپ!''

''مبارک علی آسانی سے مل جانے کے لیے نہیں غائب ہوا۔''

''ہو سکتا ہے اسے بھی کوئی حادثہ پیش آ گیا ہو!'' فریدی نے پُر تفکر لہجے میں کہا۔

''لہٰذا تگ و دو فضول ہے۔''

''تم سچ مچ ناکارہ ہو چکے ہو۔'' فریدی نے کہا اور سگار سلگانے لگا۔

اسسٹنٹ فارسٹ آفیسر کے دفتر میں انہیں مبارک علی کی لاش ملی۔ لیکن یہ لاش ویسی نہیں تھی جیسی وہ کچھ دیر پہلے پولیس چوکی میں دیکھ چکے تھے۔

اسسٹنٹ فارسٹ آفیسر کہہ رہا تھا۔ ''بس جناب یہ آیا ایک گلاس پانی پیا اور فوراً ہی سینے

میں شدید درد کی شکایت کی......آرام کرسی پر لیٹا اور ختم ہو گیا۔"

"یہاں تک کس طرح پہنچا تھا؟" فریدی نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"سائیکل پر آیا تھا!"

"لیکن انچارج نے تو سائیکل کا ذکر نہیں کیا تھا۔" حمید نے فریدی سے کہا۔ "وہ زیادہ پیدل ہی چلنے کی بات کرتا رہا تھا۔"

"سائیکل کہاں ہے!" فریدی نے اسسٹنٹ آفیسر سے سوال کیا۔

"میرا آدمی اسی پر چوکی گیا ہے۔ اطلاع دینے۔ ہماری گاڑی کئی دن سے خراب پڑی ہے"

"وہ اس وقت یہاں کیوں آیا تھا؟"

"کچھ بتانے سے قبل ہی ختم ہو گیا تھا جناب!"

"کیا آپ کو اس کے تینوں ساتھیوں کی موت کی اطلاع مل چکی ہے!"

"نہیں......تو۔" وہ خوفزدہ انداز میں بولا۔

"وہ تینوں بھی مر چکے ہیں اور اس کی ذمہ داری سراسر آپ لوگوں پر عائد ہوتی ہے۔"

"جی میں نہیں سمجھا!"

"میرا مطلب تھا محکمہ جنگلات پر عائد ہوتی ہے!"

"آخر کیوں؟ کس طرح......!"

"چٹیلی پہاڑیوں والے علاقے کو آپ لوگوں نے ممنوعہ کیوں نہیں قرار دیا؟"

"تو کیا وہ تینوں وہیں......!"

"جی ہاں......ان کی ہڈیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی ہیں!"

"اور وہ فلم والے بھی......خدایا یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔ اسے ممنوعہ علاقہ کیوں نہیں قرار دیا گیا۔"

"وہاں سے کبھی کبھی مویشیوں کے اتلاف جان کی اطلاع ملتی تھی۔ جسے غیر معمولی نہیں کہا جا سکتا تھا......!"

حمید اسے عجیب نظروں سے دیکھے جا رہا تھا! دفعتاً بولا۔ "وہ گلاس کہاں ہے جس اس نے پانی پیا تھا!"

"گلاس......گلاس وہیں ہو گا جہاں ہوتا ہے......!"

"کہاں ہوتا ہے۔" حمید آگے بڑھتا ہوا بولا۔

وہ اس کے ساتھ اس جگہ پہنچا جہاں کئی مٹکے پانی سے بھرے ہوئے رکھے تھے......تین گلاس بھی تھے۔

"کس گلاس میں پیا تھا اور کس مٹکے سے پانی نکالا تھا!"

"یہ بتانا تو مشکل ہے! کوئی اسکے پیچھے نہیں آیا تھا!"

"کسی نے پانی پیتے دیکھا تھا!"

"جی نہیں۔"

"پھر آپ نے کیسے کہہ دیا کہ اس نے مرنے سے قبل پانی پیا تھا۔"

"اس نے جب سینے میں درد کی شکایت کی تھی تو بتایا تھا کہ ابھی ابھی پانی پیا ہے۔"

"اس کے بعد بھی کسی نے ان مٹکوں سے پانی پیا تھا۔"

"مجھے علم نہیں۔"

"ان مٹکوں اور گلاسوں کو اب ہاتھ بھی نہ لگایا جائے!" حمید نے کہا۔

"اوہ تو کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ پانی میں زہر ملا ہوا ہے......یہاں میرے دفتر کے پانی میں!" اس نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

فریدی اس دوران میں خاموش کھڑا ان کی گفتگو سنتا رہا تھا۔

"ان کا پانی تجزیئے کے لیے لے جایا جائے گا۔ براہ کرم تین بوتلیں فراہم کر دیجئے۔" حمید نے کہا۔

"ضرور۔ ضرور......!"

"ضابطے کی کارروائی ہے!" فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔

"جی ہاں میں سمجھتا ہوں!" اس نے کہا اور بوتلوں کی فراہمی کے لیے وہاں سے چلا گیا۔

حمید نے گلاسوں کو اٹھا اٹھا کر سونگھا اور پھر رکھ دیا۔

"تمہارا خیال غلط نہیں ہو سکتا!" فریدی بولا۔ "مرنے والے کے ہونٹ نیلے پڑ گئے ہیں!"

کرائم رپورٹر انور کی تگ ودو کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا تھا۔ فریدی یا حمید سے ملاقا
نہیں ہوسکی تھی۔ لہٰذا ایک بار پھر نشو فاز اسٹوڈیوز کا رخ کرنا پڑا۔

براہ راست اسٹوڈیو کے منیجر کے کمرے میں پہنچا تھا۔ یہاں اس ہیروئن سے ملاقات ہ
جس کے بارے میں شاطر سے معلوم ہوا تھا کہ ان دنوں شہزاد کی نظر عنایت اس پر رہی تھی.....

انور سے براہ راست اس کا تعارف کبھی نہیں ہوا تھا لیکن شاید وہ انور کو پہچانتی تھی۔ ا
دیکھتے ہی مضطربانہ انداز میں کرسی سے اٹھتی ہوئی بولی۔ ''اب شاید میں اپنی آواز پریس تک
سکوں.....انور صاحب آپ ایک ایماندار صحافی ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ کو کوئی نہیں خرید سکتا

''بیٹھیے بیٹھیے۔'' انور نے کہا۔ ''آخر کیا پریشانی ہے.....!''

''میری کوئی نہیں سنتا سیٹھ ویلانی کو بھی اندر ہونا چاہیے۔ یہ راشد اور شہزاد کی دشمنی
معاملہ نہیں ہے۔ یہ ویلانی اور شہزاد کی دشمنی کا قصہ ہے۔''

''آرام سے بیٹھ جائیے اور پھر بتائیے کیا بات ہے۔''

اسٹوڈیو کے منیجر نے مضطربانہ انداز میں انور کی طرف دیکھا لیکن انور اس کی طر
متوجہ نہیں تھا۔

''میں یہاں بات نہیں کروں گی۔'' ہیروئن بولی۔ ''کہیں اور چلیے......!''

''جہاں دل چاہے......!''

''میرے آفس میں چلیے......!''

''یہاں آپ کا بھی کوئی آفس ہے؟''

''کیوں نہیں۔ میں خود بھی تو اپنی فلمیں پروڈیوس کر رہی ہوں!''

''اوہ.....اچھا تو چلیے.......!''

منیجر سے انور کی شناسائی تھی۔ دونوں کی نظریں ملیں اور انور نے اس کی آنکھوں
کچھ ایسا تاثر محسوس کیا جیسے وہ اسے اس کے ساتھ جانے سے باز رکھنا چاہتا ہو۔ لیکن وہ
نہیں تھا۔ ہیروئن اسے اپنے دفتر میں لائی۔

دونوں آمنے سامنے بیٹھ گئے اور وہ عجیب سی نظروں سے انور کو دیکھتی رہی پھر بولی۔

''آپ بڑی دلکش شخصیت کے مالک ہیں۔ مجھے حیرت ہے کہ آپ نے کبھی فلم کی
طرف آنے کے بارے میں کیوں نہیں سوچا۔''

''فضول باتیں سوچنے کا وقت ہی نہیں ملتا۔ ہاں آپ مجھے اس کیس کے سلسلے میں کیا
بتانا چاہتی ہیں!''

''ویلانی حرامزادہ بہت دنوں سے میرے چکر میں ہے۔ میں شہزاد کو چاہتی تھی۔ وہ میرا
محبوب تھا۔ دنیا جانتی ہے۔ اس لیے ویلانی اور راشد نے سازش کر کے اسے......!''

''بات سمجھ میں نہیں آئی۔''

''وہ راشد کی فلم کا فائینسر ہے!''

''آپ کا مطلب ہے ویلانی۔''

''جی ہاں۔ اس نے راشد کو مجبور کیا تھا کہ وہ شہزاد ہی کو ہیرو کاسٹ کرے...... آخر
اسے کیوں نہیں لیا گیا حراست میں۔''

''شہزاد اور راشد کے درمیان دشمنی تھی۔''

''ویلانی نے راشد کو اسی شرط پر فائنس کیا تھا کہ وہ شہزاد ہی کو کاسٹ کرے اور سنئے!
یہ سراسر اتہام ہے کہ شہزاد نے راشد کی بیوی کو ورغلایا تھا۔ وہ کتیا خود ہی مرمٹی تھی شہزاد پر اور
راشد سے طلاق لے لینے کے بعد ایک عرصہ تک شہزاد کو خراب وخوار رکھا تھا۔''

''تو آپ مجھ سے کیا چاہتی ہیں۔''

''یقین کیجئے مسٹر انور میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتی کہ آپ بھی فلم انڈسٹری سے
منسلک ہو جائیں۔ ہم دونوں مل کر ایسی فلمیں بنائیں گے کہ بس۔ ابھی حال میں، میں نے
ہیڈ لے چیز کا ایک ناول پڑھا ہے! ایک ایسے کرائم رپورٹر کی کہانی ہے جو اسمگلرز کے ایک گروہ
کے پیچھے پڑ گیا۔ کیا کہانی تھی۔ اگر اسے لوکل کلر دے کر ڈرامائی تشکیل کی جائے تو مزہ آ جائے۔''

''یہی اطلاع دینے کے لیے آپ مجھے یہاں لائی تھیں۔''

''اوہ۔ ہاں تو وہ ویلانی سیٹھ۔''

''بس......!'' انور ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''آپ کی چاہت بھی مشکوک ہے!''

''میں نہیں سمجھی۔''

''آخر چاہت کا کیا انداز تھا!''

''اچھا اچھا! میں سمجھی!'' وہ ہنس کر بولی۔ ''لیکن مسٹر انور چاہت اپنی جگہ بزنس اپ
میں شہزاد کو اس کی زندگی میں چاہتی تھی۔''

''تو پھر ویلانی کو بھی جہنم میں جھونکیے۔ شہزاد تو واپس آ نہیں سکتا۔ اگر وہ بھی گرفتار ہو جا

''جی ہاں اور کیا؟''

''تو پھر میں چلوں......!''

''میرے گھر چلئے تا کہ آپ کو ہیڈ لے چیز کا وہ ناول دکھا سکوں۔''

''مجھے ہیڈ لے چیز سے کوئی دلچسپی نہیں ہے......!''

''خیر۔ خیر۔ پھر سہی...!'' وہ ڈھٹائی سے ہنس کر بولی۔ ''آپ بہت مصروف آدمی
ویسے خوبصورت مرد میری کمزوری ہیں۔''

''بیوقوف عورتیں میری کمزوری کبھی نہیں رہیں۔'' انور نے کہا اور اس کے آفس
چلا آیا۔ تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ اسٹوڈیو کا منیجر تیزی سے اس کی طرف بڑھتا دکھائی دیا

''مسٹر انور پلیز۔ ایک منٹ.....!'' اس نے اسے آواز دی۔ انور رک گیا۔

''بکواس ہے محض بکواس!'' اس نے قریب پہنچ کر کہا۔

''میں نہیں سمجھا آپ کیا کہنا چاہتے ہیں!'' انور نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکا

''شاداں ویلانی کے بارے میں جو کچھ کہہ رہی تھی محض بکواس ہے! ویلانی
مارکیٹ ویلیو کی بنا پر شہزاد کے کاسٹ کئے جانے پر زور دیا تھا۔ قصہ دراصل یہ ہے کہ
نے اپنی ذاتی فلم کے لیے اس سے فائنس مانگا تھا لیکن اس نے انکار کر دیا تھا۔''

''تو آپ چاہتے ہیں کہ میں اپنی رپورٹنگ میں ویلانی کوئی اہمیت نہ دوں۔''

''میں چاہتا ہوں کہ آپ شاداں کے لگائے ہوئے الزام سے متعلق خاصی چھ
کے بعد رپورٹنگ کریں۔''

''مشورے کا شکریہ! میں خیال رکھوں گا۔''

''آپ کیلئے ایک اہم اطلاع اور بھی ہے۔ غالباً آپ کیلئے کارآمد ہو!'' منیجر

''فرمائیے۔''

''کرنل فریدی نے اس رول کے رش پرنٹس طلب کئے تھے جو شوٹنگ کے وقت کیمرے
میں چل رہا تھا۔ لیکن وہ رول لیبارٹری سے غائب ہو گیا۔''

''کس لیبارٹری سے۔''

''گل پروسس سے اور گل پروسس کا مالک رحیم گل شاداں کا بڑا بھائی ہے!''

''اوہ۔''

''میں نے اپنا فرض سمجھا کہ آپ کو آگاہ کر دوں۔ ارشد کے گرد جال بچھایا جا رہا ہے وہ
اتنا برا نہیں ہے کہ کسی کے خلاف اس کی دشمنی اسے قتل تک لے جائے۔''

''میں دیکھوں گا۔'' انور نے کہا اور موٹر سائیکل اسٹارٹ کر کے اسٹوڈیو سے نکل بھاگا۔

وہ دونوں کوٹھی میں داخل ہو کر بیٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ فون کی گھنٹی بجی۔ فریدی نے
ریسیور اٹھا لیا۔

''ہیلو۔''

''کرنل صاحب!'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''اوہ۔ انور......!''

''جی ہاں۔ کیا راشد علوی آپ کی کسٹڈی میں ہے!''

''ہوں۔ کیوں؟''

''کیا آپ نے اس مخصوص شوٹنگ کے رش پرنٹس طلب کئے تھے!''

''ہاں کئے تھے! ابھی تک موصول نہیں ہوئے!''

''نہیں موصول ہو سکیں گے!''

''کیا مطلب!''

''نیگٹو کا رول لیبارٹری سے غائب ہو گیا۔''

''تمہیں کیسے معلوم ہوا۔''

''راشد علوی سے میرے مراسم ہیں! اس لیے میں کل سے دوڑ دھوپ کر رہا ہوں
آپ سے کئی بار فون پر رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر چکا ہوں۔''

"میں یہاں نہیں تھا!"

"کیا میں آ سکتا ہوں......!"

"آ جاؤ۔" فریدی ریسیور کریڈل پر رکھ کر حمید کی طرف مڑا۔

"آپ نے اسے کیوں بلایا!" حمید نے پوچھا۔

"وہ خود آنا چاہتا ہے۔ میں نے نہیں بلایا ہے۔ اس نے اطلاع دی ہے کہ وہ رو لیبارٹری سے غائب ہو گیا ہے جس کے رش پرنٹس میں نے منگوائے تھے!"

"اسے اس کی اطلاع کیونکر ہوئی کہ آپ نے رش پرنٹس منگوائے تھے۔"

"میں نہیں جانتا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں جا کر خبر لیتا ہوں گل پروسس والوں کی۔"

"ضرور خبر لو۔" فریدی لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دے کر بولا۔

حمید فرار چاہتا تھا۔ دو دن سے سکون نصیب نہیں ہوا تھا۔ انور کے آتے ہی پھر و قضیہ چھڑ جاتا۔

وہ اپنے کمرے میں آیا اور لباس تبدیل کرنے لگا۔ عجیب سی وحشت ذہن پر طا تھی.....اس کیس کی طرف سے دھیان ہٹاتا تھا لیکن کامیاب نہیں ہوتا تھا۔ کیا سپاہی مبارک علی اس لیے مرگیا کہ جو کچھ اس نے دیکھا تھا کسی اور کو نہ بتا سکے! ادھر نگیٹو کا وہ رول لیبارٹر سے غائب ہو گیا جو حادثے کے دوران میں کیمرے میں چلتا رہا تھا.....گویا اس میں بھی کو ایسی چیز تھی جو مبینہ حادثے کی وجہ پر روشنی ڈال سکتی!

وہ لباس تبدیل کر کے کمرے سے نکلا اور باہر جا ہی رہا تھا کہ فریدی نے آواز دی ا وہ پھر لیونگ روم کی طرف گھوم گیا۔

"گل پروسس کے پورے عملے کو چیک کرنا۔" فریدی نے کہا۔

"دودھ کی شیشی اور نیپکن بھی ساتھ کر دیجئے!" حمید بھنا کر بولا۔

"دفع ہو جاؤ۔"

وہ سر ہلا کر چل دیا۔ "جیسے دفع ہو جاؤ" سے بغیر توانائی میں کمی واقع ہو جاتی.....گل پروسس اسی سڑک کی ایک عمارت میں واقع تھا جس پر نشو فاز اسٹوڈیو کی عمارات تھیں۔ حمید ک

گاڑی مین پروسس کے دفتر کے سامنے جا رکی لیکن وہ گاڑی سے اترا نہیں۔ انجن بند کر کے بیٹھا عمارت کو گھورتا رہا۔ سوچ رہا تھا کہ اسے رحیم گل سے کس طرح پیش آنا چاہئے کیونکہ وہ انڈسٹری کا دادا بھی کہلاتا تھا۔ شہر کے متعدد بڑے بدمعاش اس کے گرد پھرتے تھے۔ خود بھی دیو پیکر قسم کا آدمی تھا۔ بزنس بھی دھونس دھڑلے کی بنا پر کرتا تھا۔ ورنہ آس پاس کئی لیبارٹریز اور بھی تھیں۔ حمید گاڑی سے اتر کر آفس پہنچا۔

لیبارٹری انچارج سے ملاقات ہوئی۔ خود رحیم گل اس وقت موجود نہیں تھا۔

حمید نے رش پرنٹس کے بارے میں استفسار کیا۔

"ہمیں وہ رول ہی موصول نہیں ہوا جس کا آپ ذکر کر رہے ہیں!" اس نے کہا اور حمید نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر رہ گیا۔ عقابی نظریں لیبارٹری انچارج کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"آپ تو اس طرح دیکھ رہے ہیں جناب جیسے میں غلط بیانی سے کام لے رہا ہوں!" لیبارٹری انچارج نے کہا۔

"رحیم گل کہاں ہیں!" حمید نے خشک لہجے میں پوچھا۔

"مجھے علم نہیں۔"

"وہ رجسٹر لاؤ جس میں روزانہ کا اندراج کرتے ہو۔"

"جی ہاں......رجسٹر بھی دیکھ لیجئے!" انچارج دوسری میز کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ اور اس پر سے ایک رجسٹر اٹھا کر حمید کے سامنے رکھ دیا۔

"کل سے آج تک کے مندرجات دکھاؤ۔"

وہ رجسٹر کے ورق الٹنے لگا۔

"یہ دیکھئے یہاں سے کل کے اندراجات کی ابتداء ہوئی ہے!" انچارج نے نشاندھی کی۔

حمید نے بغور جائزہ لے ڈالا مگر آر۔ اے پروڈکشن کا کوئی اندراج نہ ملا۔

"لیکن پروڈکشن منیجر نے اطلاع دی تھی کہ رول یہیں دیا گیا ہے۔" حمید نے کہا۔

"خدا جانے جناب......اگر یہاں دیا ہوگا تو اس کے پاس رسید ضرور ہو گی!" اس نے بیزاری سے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں اسے دیکھتا ہوں......!" حمید نے کہا اور دفتر سے باہر آ گیا۔ راشد

علوی کا کام رک گیا تھا۔ ضروری نہیں تھا کہ اس کے پروڈکشن منیجر سے اسٹوڈیو میں
ملاقات ہو جاتی۔ پھر بھی وہ نشو فاز اسٹوڈیوز کی طرف روانہ ہو گیا۔

یہاں اسٹوڈیو کے منیجر سے ملاقات ہوئی اور اس نے بتایا کہ راشد علوی کے دفتر میں
پڑا ہوا ہے۔ اس کے یونٹ کا کوئی آدمی اس وقت اسٹوڈیوز میں نہیں مل سکے گا اور پھر
نے حمید سے پوچھ لیا! ''کیوں جناب اس رول کا سراغ ملا یا نہیں؟''

حمید چونک کر اسے دیکھنے لگا اور وہ جلدی سے بولا! ''کیوں کیا میں نے کوئی غلط
پوچھ لی ہے جناب!''

''قطعی نہیں!'' حمید نے سر کو منفی جنبش دے کر کہا! ''تو یہ بات خاصی مشہور ہو گئی ہے''

''میں نہیں جانتا کہ کیسے مشہور ہوئی!'' منیجر سٹپٹا کر بولا اور چاروں طرف دیکھنے لگا

''لیکن گل پروسس والے کہتے ہیں کہ رول ان کے یہاں سرے سے پہنچا ہی نہیں''
حمید اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

''بڑی عجیب بات ہے......!''

''میں نے رجسٹر بھی دیکھا ہے! اس رول سے متعلق کوئی اندراج نہیں ملا۔''

''تو انہوں نے صاف انکار کر دیا!'' منیجر نے متحیرانہ انداز میں پوچھا!

''ظاہر ہے! تبھی تو مجھے راشد کے پروڈکشن منیجر کی تلاش ہے!''

''مارا گیا بیچارا!''

''رحیم گل کے ڈر سے سچی بات نہ بتا سکے گا اور دوسری طرف سے آپ لوگ
گردن دبائیں گے۔''

''رسید تو ہو گی اس کے پاس!''

''بہتیرے کاموں کا اندراج سرے سے ہوتا ہی نہیں۔ پھر رسید کیسی۔ اگر
منظرِ عام پر نہ آئے تو میں بھی کچھ بتاؤں آپ کو۔''

''ضرور......ضرور......میں غیر شادی شدہ ہوں......!''

''جی میں نہیں سمجھا۔''

''شادی شدہ لوگوں سے راز کی باتیں نہیں کہی جاتیں۔ وہ اپنی بیویوں کو بتا

اور بیویاں پڑوسنوں تک پہنچا دیتی ہیں۔ اس طرح شہر میں ڈھنڈورا پٹ جاتا ہے!''

منیجر بے ڈھنگے پن سے ہنس کر بولا! ''بجا فرمایا......ایسا ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح
بعض سرکاری راز منظرِ عام پر آ جاتے ہیں۔''

''لہٰذا جو کچھ بتانا ہے اطمینان سے بتائیے!''

''پروڈکشن منیجر نے وہ رول خود رحیم گل کے ہاتھ میں دیا تھا اور اسے آگاہ کر دیا تھا کہ
رش پرنٹس محکمہ سراغرسانی کو جائیں گے!''

''تو پھر ہو سکتا ہے کہ رحیم گل ہی اس سلسلے میں جوابدہی کر سکے!''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا جناب! لیبارٹری انچارج اس کی طرف سے جوابدہی کر چکا
اب کسی کی زبان سے نہیں نکلے گا کہ وہ رول وصول کیا گیا تھا۔''

''آپ کو کیسے علم ہوا تھا کہ رول غائب ہو گیا؟ ظاہر ہے کہ انہوں نے اس سلسلے میں
خاصی رازداری برتی ہو گی۔''

''بقول آپ کے عورتیں راز کی باتیں شہر میں پھیلا دیتی ہیں۔'' منیجر نے ادھر
ادھر دیکھتے ہوئے آہستہ سے کہا! ''رحیم گل کی محبوبہ کسی سے کہہ رہی تھی میں نے سن لیا!''

''وہ کہاں ملے گی۔''

''اپنے فلیٹ میں۔''

''مجھے دونوں کا پتہ چاہئے!''

''دوسرا کون۔''

''راشد کا پروڈکشن منیجر......!''

''اس سے کچھ پوچھنا فضول ہے۔ رحیم گل اس کا منہ بند کر چکا ہو گا۔''

''ہم کھلوالیں گے؟''

''تو پھر اس کی جان بھی جائے گی۔''

''براہ کرم آپ ان دونوں کے پتے لکھوا دیجئے۔ یہ سب کچھ دیکھنا ہمارا کام ہے!''

''وہ نصیر بلڈنگ کے کسی فلیٹ میں رہتی ہے! نصیر بلڈنگ چیتھم روڈ کے فلیٹ کا نمبر مجھے
نہیں معلوم......نام ماریہ ہے!''

پھر اس نے پروڈکشن منیجر کا پورا پتہ لکھوا کر کہا۔ ''براہ کرم اس کا خیال رکھئے گا کہ
کے سلسلے میں میرا نام نہ آنے پائے۔ رحیم گل بھیڑیا ہے۔ کسی کو کچھ نہیں سمجھتا۔ اب یہی
کہ آپ لوگوں کے ساتھ بھی فراڈ کر رہا ہے۔''

حمید نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور اپنی گاڑی میں آ بیٹھا! وہ سوچ رہا
ماریہ سے پہلے پروڈکشن منیجر کو دیکھنا چاہیے۔

دس منٹ بعد وہ اس کے ٹھکانے پر پہنچ گیا۔ متوسط درجہ کی ایک گھنی آبادی کے د
ایک چھوٹے سے مکان میں رہتا تھا۔ حمید کو دیکھتے ہی اس پر بدحواسی طاری ہوگئی۔

''آپ نے ابھی تک رش پرنٹس نہیں بھجوائے!'' حمید نے کہا!

''اوہ۔ جناب...... خدا جانے کیا ہوا...... میری سمجھ میں تو نہیں آتا!'' وہ ہانپتا ہوا!

''کیا سمجھ میں نہیں آتا!''

''رول کمرے میں نہیں تھا!'' وہ تھوک نگل کر بولا۔

''کیا بات ہوئی......!''

''مجھ سے کہا گیا تھا کہ اس شوٹنگ کے رش پرنٹس نکلوا کر آپ کو بھجوا دوں...
جناب جب یہ کام کرنے چلا تو معلوم ہوا کہ رول کیمرے میں موجود ہی نہیں ہے!''

''اس جھوٹ کا کتنا معاوضہ ملا ہے۔'' حمید نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال

''جج...... جی میں نہیں سمجھا!'' وہ خوفزدہ ہو کر بولا۔

''معاوضہ ملا ہے یا اس نے محض دھمکی سے کام چلا لیا۔''

''آپ کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔''

''آپ نے وہ رول رحیم گل کو دیا تھا۔''

''پپ...... پتا نہیں آپ......!''

''سچی بات مسٹر۔'' حمید نے آنکھیں نکالیں۔

''رول کیمرے میں نہیں تھا۔''

''ایک اہم شہادت ضائع کر دینے کے الزام کے تحت آپ گرفتار بھی کئے جا سکتے ہ

''میں نے کوئی شہادت ضائع نہیں کی۔ میں قسم کھا سکتا ہوں!''

''اس کے باوجود بھی الزام سے نہیں بچ سکتے! کیونکہ میرے پاس ایسے شاہد موجود ہیں
جنہوں نے آپ کو وہ رول رحیم گل کے حوالے کرتے دیکھا تھا۔''

''خدا کے لیے مجھ پر رحم کیجئے۔''

''آپ خود اپنے آپ پر رحم کرنے کی کوشش کیجئے!''

''میں مفت میں مارا جا رہا ہوں جناب۔''

''اچھی بات ہے میں چلا۔''

''ایک منٹ......! میں بہت خوفزدہ ہوں۔''

''تو پھر سچی بات کہہ دینے میں دیر نہ لگائیے۔ آپ کی حفاظت ہمارا ذمہ ہے!''

''جی ہاں! رول میں نے اسے کل ہی دے دیا تھا۔ لیکن آج سہ پہر کو گھبرایا ہوا میرے
پاس آیا اور رول کے گم ہو جانے کی اطلاع دی۔ پھر بولا کہ میں آپ لوگوں کو اس کے کیمرے
ہی سے گم ہو جانے کی کہانی سنا دوں!''

''اور آپ نے سنا دی!'' حمید نے تلخ لہجے میں کہا!

''مجبوری جناب! اس سے سب ڈرتے ہیں...... اس کے کئی عزیز بڑے بڑے سرکاری
عہدوں پر فائز ہیں اور خود بھی بہت بڑا غنڈہ ہے۔''

''مجھے علم ہے۔''

''بس تو پھر اب میری عزت آپ ہی کے ہاتھ ہے۔''

''خیر میں دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں!''

''بہت بہت شکریہ جناب۔''

''رحیم گل سے ماریہ کا کیا تعلق ہے۔''

''وہ اس کی داشتہ ہے۔''

''کوئی دیسی عورت......!''

''جی نہیں یوریشین ہے۔ باپ انگریز اور ماں سیامی تھی!''

''شاید وہ اپنے فلیٹ میں تنہا نہیں رہتی۔''

''تنہا رہتی ہے جناب۔''

"کیا وہ اس کی لیب میں آتی رہتی ہے۔"

"سارا دن لیب ہی میں تو گزارتی ہے۔"

"وہ شاید نصیر بلڈنگ میں رہتی ہے۔ لیکن فلیٹ کا نمبر مجھے نہیں معلوم۔ کیا آپ بتا سکیں گے"

"فلیٹ نمبر تیرہ۔"

"اچھی بات ہے!" حمید طویل سانس لے کر بولا۔ "اگر رحیم گل آپ سے پوچھے تو بتائیے گا کہ آپ نے مجھے کیمرے ہی سے رول غائب ہو جانے کی کہانی سنائی ہے۔"

"زندگی بھر آپ کا احسان مند رہوں گا۔"

تو یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی تھی کہ رول رحیم گل کی لیبارٹری ہی سے غائب ہوا حمید سوچ رہا تھا کہ اب ماریہ کو دیکھے یا پہلے فریدی کو ان حالات سے مطلع کر دے۔

گاڑی اسٹارٹ کر کے سڑک پر آ نکلا اور پھر ایک پبلک ٹیلیفون بوتھ کے قریب رکا۔

فریدی گھر ہی پر موجود تھا۔ حمید سے اب تک کی روداد سن کر بولا! "ماریہ سے پوچھ کرنے سے قبل یہ معلوم کرو کہ اس نے رول غائب ہو جانے سے متعلق کسے بتایا تھا۔"

"اسٹوڈیو کے منیجر کے علاوہ اور کوئی نہ بتا سکے گا!" حمید نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "اگر اسے بتانا ہوتا تو پہلے ہی بتا دیتا۔"

"یہ ضروری ہے...... ورنہ وہ بھی مکر جائے گا۔"

"رحیم گل کے لیے کیا کیا جائے۔"

"یہ مجھ پر چھوڑ دو۔ تم اس سے مت بھڑنا۔"

"کیا آپ بھی اسے خطرناک سمجھتے ہیں!"

"اوہ۔ فضول باتوں میں کیوں پڑتے ہو۔ جو کہہ رہا ہوں کرو!"

حمید نے برا سا منہ بنا کر رابطہ منقطع کر دیا۔

ایک بار پھر اس کی گاڑی نشو فاز اسٹوڈیوز کی طرف جا رہی تھی۔ رول کسی بھی طر غائب ہوا ہو۔ مقصد صاف ظاہر تھا۔ تو کیا سچ مچ راشد کو الجھانے کے لیے کوئی شہادت فر کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ لیکن پھر ان کانسٹیبلوں کی اموات کو کس خانے میں فٹ جائے گا۔ وہ کیوں مارے گئے اس سے پہلے اس علاقے میں مویشیوں کو بھی حادثے

آتے رہے تھے۔ ایک سروے ٹیم کی گاڑیاں ٹوٹ پھوٹ گئی تھیں۔ یہ سب کیا تھا...... پھر سپاہی مبارک علی اس طرح مر گیا؟ ابھی تک پوسٹ مارٹم کی رپورٹ نہیں ملی تھی۔ پانی کے تجزیے سے کیا نتیجہ برآمد ہوا؟ وہ اس سے بھی لاعلم تھا۔

اسٹوڈیو کے پارکنگ شیڈ میں گاڑی پارک کر کے وہ منیجر کے کمرے کی طرف بڑھا۔

منیجر آفس میں موجود نہیں تھا۔ لیکن کئی اور افراد بیٹھے نظر آئے۔ حمید نے منیجر کے متعلق استفسار کیا۔

چپراسی نے بتایا کہ وہ کسی فلور پر گیا ہوا ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ جلد ہی اس کی واپسی بھی ہو جائے۔

"تلاش کر کے میری آمد کی اطلاع دو۔ یہ اشد ضروری ہے!" حمید نے اس سے کہا اور وہیں بیٹھ گیا! دوسرے لوگ خاموش ہو گئے تھے! چپراسی چلا گیا!

کمرے کی فضا پر خاموشی مسلط تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے وہ لوگ اس کے وہاں پہنچنے سے قبل کسی خاص موضوع پر گفتگو کرتے رہے ہوں اور اس کی موجودگی میں اسے جاری رکھنا مناسب نہ سمجھتے ہوں۔ حمید نے جیب سے پاؤچ نکالی اور پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد چپراسی پلٹ آیا اور حمید کے قریب جھک کر آہستہ سے بولا۔ "منیجر صاحب دفتر میں آپ سے نہیں ملنا چاہتے۔ باہر منتظر ہیں۔"

"اچھا" حمید اٹھتا ہوا بولا۔ منیجر سے لان پر ملاقات ہوئی۔ اس کے چہرے سے تشویش ظاہر ہو رہی تھی۔

"ایک بات میں آپ سے پوچھنا بھول گیا تھا۔" حمید نے کہا۔

"فرمائیے......!"

"ماریہ نے کسے اطلاع دی تھی کہ رول گم ہو گیا......!"

"اوہ۔ جناب یہ تو یاد نہیں۔"

"پلیز۔" حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ہماری تفتیش کے نتائج اخبارات تک نہیں پہنچتے۔"

"اس نے شاداں کو بتایا تھا۔ شاداں سے آپ واقف ہوں گے۔ وہ رحیم گل کی چھوٹی بہن بھی ہے......!"

"شاداں..... وہ اداکارہ..... جو شہزاد کے لیے رو رہی تھی۔"

"جی ہاں..... وہی.....!"

"بہت بہت شکریہ! اس وقت کوئی اور بھی موجود تھا؟"

"جی نہیں! میں نے بھی یہ بات ان دونوں کی لاعلمی میں سن لی تھی۔"

"شاداں تو مجھے کچھ پاگل پاگل سی لگتی ہے۔"

"خیال ہے آپ کا! اول درجے کی چالاک ہے! گھریلو زندگی میں بھی اداکاری کرتی رہتی ہے۔ آپ نے تو دیکھا ہی تھا کہ شہزاد کے لیے کس طرح پچھاڑیں کھا رہی تھی!"

"تو کیا وہ اداکاری تھی۔"

"صد فی صد جناب۔" منیجر طویل سانس لے کر بولا۔ "حد درجہ کی کینہ توز بھی۔ آج ہی اسٹار کے کرائم رپورٹر کو یہ باور کرانے کی کوشش کر رہی تھی کہ راشد تو محض شو بوائے کی حیثیت رکھتا ہے حقیقتاً شہزاد کی موت کا ذمہ دار ویلانی سیٹھ ہے۔"

"وہ کس طرح؟"

"وہ اس طرح کہ ویلانی سیٹھ نے راشد کو اسی شرط پر فائنانس کیا تھا کہ ہیرو کے لیے شہزاد کو کاسٹ کرے۔"

"کیا حقیقت بھی یہی ہے!"

"ہے تو حقیقت ہی لیکن ویلانی سیٹھ کو شہزاد سے کیا پرخاش ہو سکتی ہے وہ تو اس شرط اس لیے رکھی تھی کہ شہزاد کا نام باکس آفس کی ضمانت بن کر رہ گیا تھا۔"

"اور پھر اسٹنٹ فلموں میں کوئی کہانی تو ہوتی ہی نہیں۔ بس ہیرو ہی ہیرو ہوتا ہے! بہرحال کوئی وجہ تو ہوگی ویلانی کے خلاف شبہ ظاہر کرنے کی۔"

"شاداں نے اپنی ذاتی فلم کیلئے ویلانی سے فائنانس مانگا تھا لیکن اس نے انکار کر دیا۔"

"اوہ..... تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ محض ویلانی کو پھنسانے کے لیے اس طر کر رو رہی تھی۔"

"میں نے سب کچھ گوش گزار کر دیا۔ نتیجہ آپ خود اخذ فرمائیے۔"

"شاداں سے کہاں ملاقات ہو سکے گی۔"

"بیٹھی ہوئی ہے اپنے آفس میں۔"

"کدھر ہے آفس.....!"

"سامنے والی راہداری میں بائیں جانب۔ دلشاد پروڈکشنز کا بورڈ ہے۔"

"اچھا! شکریہ!"

"میرا نام نہ آنے پائے۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" کہتا ہوا حمید آگے بڑھ گیا۔ راہداری میں داخل ہو کر بائیں جانب کے بورڈ دیکھتا ہوا چلتا رہا۔ دلشاد پروڈکشنز کے سامنے رک کر دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔

"یس کم ان!" اندر سے نسوانی آواز آئی۔

حمید نے دروازہ کھولا۔ وہ سامنے ہی بیٹھی نظر آئی اور حمید کو دیکھتے ہی اس طرح اچھل پڑی جیسے دفتر میں ہاتھی گھسا چلا آ رہا ہو۔

"اوہ کیپٹن!" وہ سنبھالا لے کر بولی۔ "آیئے آیئے..... زہے نصیب کہ آپ نے قدم رنجہ فرمایا.....!"

"نہیں تو.....!" حمید نے بوکھلاہٹ میں چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی.....!"

"میں نے تو نہیں فرمایا قدم رنجہ.....!"

"م..... مطلب یہ کہ آپ تشریف لے آئے.....!"

"لیکن قدم رنجہ.....!"

"کہتے ہیں....." وہ ہنس کر بولی۔

"پلیز۔" حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اتنی گاڑھی اردو میں بات نہیں ہوگی۔ انگلش میڈیم میں میری تعلیم ہوئی تھی۔ اردو کمزور ہے۔"

"آپ تشریف تو رکھئے!" وہ چہک کر بولی۔

"شکریہ..... شکریہ.....!" حمید بیٹھتا ہوا بولا۔

"کیا پئیں گے۔"

کچھ پینے نہیں آیا۔ آپ سے صرف ایک بات دریافت کرنی تھی۔''

''فرمائیے......!''

''آپ اتنی خوبصورت کیوں ہیں......کیا آپ بھی لکس ٹائیلٹ صابن کھاتی ہیں!''

وہ منہ دبا کر ہنسنے لگی۔ پھر بولی۔'' آپ بہت دلچسپ اور ہنس مکھ آدمی ہیں کیپٹن...

''نہیں واقعی بتائیے میں محسوس کرتا ہوں کہ میری رنگت کچھ مدھم پڑتی جارہی ہے

''کپتان صاحب! تشریف آوری کا اصل مقصد ظاہر فرمائیے!''

''آپ کی اردو بہت خوفناک ہے!''

وہ [illegible] عجیب نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔ حمید نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

''کل میں نے مسٹر رحیم گل کے ساتھ ایک یوریشین لڑکی دیکھی تھی۔ اس کے [illegible] چھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں......!''

''اس سے کیا قصور سرزد ہوا ہے!''

''میری ایک ایسی گرل فرینڈ سے مشابہت رکھتی ہے جس کا انتقال ہو چکا ہے۔''

''سمجھ گئی!'' وہ برا سا منہ بنا کر بولی۔

''کیا سمجھ گئیں!''

''آپ میرے بھائی کو بھی کسی معاملے میں الجھانا چاہتے ہیں!''

''خواہ مخواہ۔''

''نہیں کپتان صاحب۔ پلیز......صاف صاف بتائیے۔''

''ذاتی دلچسپی کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں۔''

''میرا بھائی خطرناک ہے۔''

''بے فکر رہئے۔ رقابت مول لینے کا ارادہ نہیں ہے!''

''اس کے بارے میں آپ کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں۔''

''کیا وہ لیبارٹری میں کام کرتی ہے۔''

''جی نہیں۔ گل صاحب کی گرل فرینڈ ہے۔''

''کہاں رہتی ہے۔''

''نصیر بلڈنگ کے تیرھویں فلیٹ میں۔''

''نصیر بلڈنگ کہاں ہیں۔''

''چیتھم روڈ پر۔''

''شکریہ!'' حمید اٹھتا ہوا بولا۔

''نہیں ابھی تشریف رکھئے! میں بھی کچھ پوچھوں گی۔ کیا یہ اسی رول کا قصہ ہے!''

''آپ بہت ذہین ہیں مس شاداں۔''

''کیا قصہ ہے!''

''میرا خیال ہے کہ قصہ آپ ماریہ سے سن چکی ہیں!''

''اچھا تو پھر......!''

''راشد کا پروڈکشن منیجر کہتا ہے کہ رول کیمرے ہی سے غائب ہو گیا تھا۔ اس کے گل پروسس تک پہنچنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔''

وہ مستفسرانہ نظروں سے حمید کو دیکھتی رہی اور حمید نے خاموشی اختیار کر لی۔

''آپ کہنا کیا چاہتے ہیں!'' شاداں نے تھوڑی دیر بعد پوچھا!

''لیکن ماریہ نے آپ کو اطلاع دی تھی کہ رول لیبارٹری سے غائب ہوا تھا!''

''آپ کو اس کا علم کیونکر ہوا کہ اس نے مجھے کوئی ایسی اطلاع دی تھی!''

''میرا محکمہ مخبروں کی شخصیت ظاہر نہیں کرتا۔''

''خیر......خیر......میں سمجھ گئی!''

''کیا سمجھ گئیں۔''

''ماریہ جانتی ہوگی کہ یہ خبر کس نے آپ تک پہنچائی ہے!''

''آپ کیا کہنا چاہتی ہیں۔''

''یہی کہ ماریہ میرے بھائی سے چھٹکارا پانا چاہتی ہے۔''

''آپ بات کو الجھاتی ہی چلی جارہی ہیں!''

''وہ جانتی ہے کہ سیدھے سادھے طریقوں سے میرے بھائی کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتی۔ وہ اسے دفن کر دے گا۔''

''اچھا تو پھر۔''

''اس نے کسی کو سنانے ہی کے لیے مجھے وہ اطلاع دی تھی تاکہ بات آپ
جائے آپ میرے بھائی کو بند کر دیں اور وہ آزاد ہو جائے۔''

''آپ کی دانست میں آپ دونوں کی گفتگو کس نے سنی ہوگی!''

''مجھے علم نہیں۔ بہر حال میرا بھائی خطرے میں ہے۔''

''آپ نے مسٹر گل سے اس کا تذکرہ کیا تھا۔''

''کیوں نہ کرتی۔ معاملہ پولیس کا تھا لیکن گل صاحب نے ماریہ کے بیان کی تردید کا

''یعنی رول لیب تک پہنچا ہی نہیں تھا!''

''جی ہاں۔ انہوں نے ہی بتایا ہے۔''

''تو پھر اس کا یہ مطلب ہوا کہ راشد کے پروڈکشن منیجر کا بیان درست تھا۔''

''کیا آپ اتنی ہی آسانی سے اس پر یقین کر لیں گے۔''

''ظاہر ہے کہ پوری طرح مطمئن ہو جانے سے قبل یقین کر لینے کا سوال ہی نہیں پ

''ماریہ یہی چاہتی ہے۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''وہ اول درجے کی لتیا ہے۔ گل سے پیچھا چھڑانا چاہتی ہے۔ اگر وہ ایسے معاملے میں الجھ جائیں تو وہ دوسروں کے ساتھ بھی عیش کر سکے گی۔ ابھی حال ہی میں ایک نیا دوست بنایا ہے۔ فرانسیسی ہے! اس سلسلے میں گل سے جھگڑا بھی ہوا تھا۔''

''کیا اس کے سارے اخراجات مسٹر گل ہی اٹھاتے ہیں۔''

''جی ہاں..... قطعی۔''

''بہر حال وہ رول غائب ہو گیا اور اس سلسلے میں بعض لوگ بہت سنجیدگی سے بول رہے ہیں۔ پتا نہیں وہ راشد کو بچانا چاہتے ہیں یا جہنم میں جھونک دینا چاہتے ہیں۔''

''ویلانی سیٹھ سے بھی پوچھ گچھ کی آپ نے۔''

''ہم اپنے طور پر سب کو دیکھ رہے ہیں۔''

''راشد اور شہزاد کو یکجا کرنے کی ذمہ داری اسی پر ہے!''

''ہمیں علم ہے.......''

''لیکن اسے حراست میں نہیں لیا گیا۔''

''ہر مشتبہ آدمی کو حراست میں نہیں لیا جا سکتا!''

''ماریہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے!''

''آنکھیں کرنجی نہ ہوتیں تو لاجواب ہوتی۔''

''آپ بہت ہنس مکھ ہیں۔ لیکن کرنل فریدی کے تصور سے بھی ہول آتا ہے۔''

''میرا خیال ہے کہ انہوں نے کسی سے بھی سخت لہجے میں گفتگو نہیں کی تھی!''

''عجیب شخصیت ہے.......بس الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے.....!'' وہ طویل سانس لے کر بولی۔ ''یوں سمجھ لیجیے دلکش بھی ہے اور خوفناک بھی۔ دلکش اس صورت میں کہ ان سے آنکھیں نہ ملنے پائیں۔ آنکھیں ملتے ہی ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے دل سینے سے اچھل کر حلق میں آ گیا ہو!''

''آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں پچھلے سال ایک خاتون کو آنکھیں ملتے ہی قے ہو گئی تھی اور دل حلق کے باہر آ گیا تھا۔''

''میں مذاق نہیں کر رہی.....حقیقت بیان کر رہی ہوں.....!''

''اس فرانسیسی کے بارے میں کچھ بتائیے جس سے ماریہ کی دوستی ہے!''

''نیشنل اسٹوڈیوز میں ساؤنڈ انجینئر ہے۔ والگو نام ہے۔'' اس نے کہا۔

''آپ خواہ مخواہ اتنی دور جا رہے ہیں۔ بس ویلانی سیٹھ کو ٹٹولیے۔ حقیقت سامنے آ جائیگی۔''

''آپ بھی تو شاید کوئی فلم پروڈیوس کرنے والی ہیں.....!''

''جی ہاں! اور میرا دعویٰ ہے کہ باکس آفس ہٹ ہو گی۔''

''موضوع کیا ہے۔''

''پیروڈی۔ چراغ الہ دین کی پیروڈی۔''

''واقعی ہٹ ہو گی کیونکہ قوم کی خوش مزاجی عروج پر پہنچی ہوئی ہے۔''

''بس دشواری یہ ہے کہ انڈسٹری میں کوئی ایسا آدمی موجود نہیں ہے جو چراغ کے جن کا رول ادا کر سکے۔''

"اگر میں فراہم کر دوں تو۔"

"اگر آپ سنجیدگی سے کہہ رہے ہیں تو بیحد مشکور ہوں گی۔"

"ابھی بلواؤں.....؟"

"ضرور.....ضرور.....میں ابھی دو گھنٹے تک آفس میں بیٹھوں گی۔"

"تو پھر میں ابھی آیا۔" حمید اٹھتا ہوا بولا۔

گاڑی پر بیٹھ کر وہ اسٹوڈیو سے نکلا چلا گیا پھر ایک ڈرگ اسٹور کے سامنے روکی۔ فریدی کو اپنی اور شاداں کی گفتگو کے بارے میں بتانا چاہتا! لیکن گھر کے نمبروں سے رابطہ قائم نہ ہو سکا! پھر اس نے دوسرے نمبر بھی آزمائے اور فریدی سے رابطہ قائم میں ناکام رہا۔

فریدی کو رپورٹ دیئے بغیر ماریہ کے سلسلے میں کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہتا تھا لہٰذا کیوں نہ تھوڑی سی تفریح۔

شاداں سے وعدہ کیا تھا کہ اس کی فلم کے لیے ایسا آدمی فراہم کر دے گا جو چراغ جن کا رول ادا کر سکے۔ اس نے فون نمبر پر قاسم کے نمبر ڈائیل کیے۔ تھوڑی سی دیر بعد د طرف سے قاسم ہی کی آواز آئی تھی۔

"کیا کر رہے ہو!" حمید نے پوچھا۔

"تم سے مطلب!"

"کسی مطلب کے بغیر میں تمہیں کب گھاس ڈالتا ہوں!"

"اچھا اچھا کہو جلدی جو کچھ کہنا ہے.....!"

"تم نے ایک بار بتایا تھا کہ تمہیں فلمی اداکارہ شاداں بہت اچھی لگتی ہے۔"

"پچھلے سال کی بات ہے آجکل جمالو اچھی لگ رہی ہے۔"

"میں اس وقت نشو فاز اسٹوڈیوز میں شاداں کے دفتر میں بیٹھا ہوا ہوں۔"

"اور تمہارے والد صاحب!" قاسم کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔ اشارہ کرنل فریدی کی طرف تھا۔

"ان کا یہاں کیا کام.....!"

"میں پوچھتا ہوں فون کیوں کیا ہے.....!" قاسم کی دہاڑ سنائی دی۔

"اچھا وقت گزارنا ہو تو نشو فاز میں پہنچ جاؤ۔ آدھے گھنٹے تک تمہارا انتظار یہیں کر سکتا ہوں۔"

"اگر کسی نے گھسنے نہ دیا تو!"

"جس وقت تمہاری رولز رائیس اسٹوڈیوز کے پھاٹک پر پہنچے گی تو چوکیدار بوکھلا کر پھاٹک کھول دے گا۔"

"بے وقوف تو نہیں بنا رہے.....!"

"بیوقوف تو تمہیں گھر بیٹھے بنا سکتا ہوں یہاں بلانے کی کیا ضرورت ہے.....!"

"ہاں سالے پہلے خود ہی بلاؤ گے اور پھر جڑ دو گے چپاتی بیگم سے!"

"مت آؤ۔"

"ٹھہرو.....ٹھہرو.....! اسٹوڈیو میں تمہیں کہاں تلاش کروں گا۔"

"جس سے بھی پوچھو گے دلشاد پروڈکشنز کے دفتر تک پہنچا دے گا۔"

"کون پروڈکشنز۔"

"دلشاد پروڈکشنز کا دفتر۔ شاداں کے فلم یونٹ کا نام ہے۔"

"اچھا میں آ رہا ہوں۔"

"جتنی جلد ممکن ہو۔"

"اے تو کیا ٹیلی فون ہی پر بیٹھ کر چلا آؤں۔"

حمید نے ریسور کریڈل پر رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی گاڑی پھر اسٹوڈیوز کی طرف واپس جا رہی تھی۔ شاداں اپنے آفس ہی میں ملی۔ حمید کو دیکھ کر ہنس پڑی لیکن حمید اس ہنسی کا مطلب نہ سمجھ سکا۔

"یہ اظہار مسرت کس سلسلے میں تھا" حمید نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔

"میں سمجھی تھی شاید آپ واپس نہیں آئیں گے۔"

"واپس کیوں نہ آتا۔"

"میرا خیال تھا شاید آپ ماریہ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوں گے۔"

"ہونا تو یہی چاہئے تھا لیکن آپ کے لیے چراغ والا جن فراہم کر دینے کا وعدہ کر چکا ہوں۔"

''کافی پئیں گے؟''

''شکریہ......!''

شاداں نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی۔ ایک لڑکا آفس میں داخل ہوا۔ اس ۔ سے کافی لانے کے لیے کہا اور اس کے چلے جانے کے بعد حمید سے بولی۔

''آپ پولیس والے نہیں لگتے۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''آپ کی آنکھیں بہت خوبصورت ہیں۔ سچ کہتی ہوں رانجھا کے رول میں جواب نہ ہوگا......!''

''کیا مجھے اس پر خوش ہونا چاہیے......!''

''میں نے سنا ہے کہ آپ کو عورتیں گھیرے رہتی ہیں......!''

''بیوقوف سمجھتی ہیں۔''

''میں تو نہیں سمجھتی۔''

''بہت بہت شکریہ۔''

''شہزاد نہ مرتا تو آپ سے ملاقات بھی نہ ہوتی۔''

''مجھے بیحد افسوس ہے، آپ دونوں گہرے دوست تھے!''

''جی ہاں۔'' وہ طویل سانس لے کر بولی اور کسی قدر مغموم نظر آنے لگی۔

''انڈسٹری ایک اچھے اداکار سے محروم ہوگئی...... ویسے راشد کی بیوی کا کیا قصہ ۔

''اچھی عورت نہیں تھی۔ یہ غلط ہے کہ شہزاد نے اسے ورغلایا تھا۔ وہ خود اس پر تھی۔ راشد سے طلاق لے کر کچھ دن شہزاد کے ساتھ رہی پھر اسے بھی چھوڑ گئی۔

''اور راشد شہزاد کا دشمن ہوگیا۔''

''فطری بات ہے۔'' شاداں نے کہا اور پھر چونک کر بولی۔ ''آپکا وہ جن کب آ

حمید نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ ''بس آ ہی رہا ہوگا...... اور ہاں...... یہ بھی ن کہ وہ جتنا لمبا چوڑا ہے اتنا ہی مالدار بھی ہے......!''

''پھر کیوں وہ اس پر راضی ہونے لگا۔''

''راضی کرنا میرا کام ہے......!''

''آخر ہے کون؟''

''بیحد دولتمند گھرانے کا واحد چشم و چراغ ہے۔ عاصم ملٹی انڈسٹریز کے سیٹھ عاصم کا نام تو سنا ہی ہوگا آپ نے......!''

''کیوں نہیں۔''

''انہی کے فرزند ارجمند ہیں مسٹر قاسم۔''

''میں نے ان کے بارے میں سنا ہے لیکن آج تک دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ کیا آپ کو یقین ہے کہ وہ اس پر تیار ہو جائیں گے۔''

''کوشش کی جائے گی۔ ماں بچپن ہی میں مرگئی تھی۔ اس لیے پیار کا بھوکا ہے۔''

''شادی شدہ ہیں......!''

''شدہ بھی ہے اور غیر شدہ بھی۔''

''میں نہیں سمجھی۔''

''بیوی اتنی خائف رہتی ہے کہ پاس بھی نہیں پھٹکنے دیتی۔''

''اوہ...... اچھا...... اچھا......!'' کہہ کر وہ نچلے ہونٹ پر زبان پھیرنے لگی۔

اتنے میں لڑکا کافی کی ٹرے اٹھائے ہوئے آفس میں داخل ہوا۔

''ادھر لاؤ۔ میں خود بنالوں گی۔'' شاداں نے اس سے کہا۔

لڑکا کافی کی ٹرے رکھ کر باہر چلا گیا۔

ٹھیک اسی وقت آواز آئی۔ ''کیپٹن حمید اندر ہیں......!''

''آ گیا۔'' حمید اٹھتا ہوا بولا۔ ''میں اسے لا رہا ہوں۔''

قاسم راہداری میں ہونقوں کی طرح منہ اٹھائے کھڑا تھا اور تھوڑے ہی فاصلے پر کچھ لوگ کھڑے اسے اس طرح دیکھ رہے تھے جیسے وہ کسی دوسرے سیارے کی مخلوق ہو...... حمید نے اس کا ہاتھ پکڑا اور آہستہ سے بولا۔ ''ذرا طبیعت کو قابو میں رکھنا۔''

قاسم تھوک نگل کر رہ گیا...... شاداں نے اٹھ کر اس کا استقبال کیا تھا اور حیرت سے پلکیں جھپکاتی رہ گئی تھی۔

"یہ مس شاداں ہیں اور آپ مسٹر قاسم......!" حمید نے تعارف کرایا۔ شاداں نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا دیا۔ قاسم کی سانس پھول رہی تھی پتا نہیں کس طرح اس نے مصافحہ کیا تھا۔

"بڑے خوبیوں کے آدمی ہیں!" حمید نے شاداں سے کہا۔

"تشریف رکھیے جناب.....!"

قاسم پتا نہیں کس مشکل سے بیٹھ سکا تھا... شاداں نے لڑکے کو آواز دے کر ایک ... اور لانے کو کہا۔

"قاسم صاحب بہت مخلص آدمی ہیں۔" حمید نے کہا۔

"ارے ہی ہی ہی میں کیا.....!" قاسم نے انکساری کا مظاہرہ کرتے ہوئے

"آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی جناب!" شاداں نے کہا۔ وہ اب بھی اس کے تن و توش کو حیرت سے دیکھے جا رہی تھی۔

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور اس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔ تھوڑی دیر تک سنتی رہی بولی۔ "اس وقت نہیں مل سکتی۔ مصروف ہوں۔ کل دس بجے صبح آیئے گا...... مجھے افسوس ہے"

ریسیور کریڈل پر رکھتی ہوئی بڑبڑائی۔ "صورت نہ شکل بھاڑ سے نکل۔"

حمید سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ دونوں کی نظریں ملیں اور شاداں نے کہا۔ "ایک صاحب کے بھتیجے فلم میں رول چاہتے ہیں۔ صبح شام بور کرتے ہیں کہ کسی سے سفارش کر دوں"

"کر دیجیے سفارش۔"

"آڈیشن اور اسکرین ٹسٹ میں ناکام ہو چکے ہیں۔"

لڑکا تیسری پیالی لایا اور وہ کافی انڈیلنے لگی۔ حمید نے قاسم کو آنکھ ماری وہ گڑبڑا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"آپ تو بہت مصروف رہتے ہوں گے!" دفعتاً شاداں نے قاسم سے پوچھا۔

"جی ہاں......!"

"آپ کے تو کئی آفس ہیں۔ کس آفس میں بیٹھتے ہیں......!"

"قسی میں بھی نہیں......مم۔ میں تو گھر میں مصروف رہتا ہوں۔"

"گھر میں کیا مصروفیت ہوتی ہے؟"

"بس لیٹا رہتا ہوں......!"

"بڑی عظیم الشان مصروفیت ہے!" وہ مسکرا کر بولی۔

"کیا خیال ہے آپ کا.....!" حمید نے شاداں سے پوچھا۔

"لاجواب.....! لیکن محنت کرنی پڑے گی......!"

"اس کی فکر نہ کیجیے۔ محنت تو میں کروں گا۔"

"لیکن یہ تیار بھی ہو جائیں گے۔"

"یہ بھی مجھ پر چھوڑ دیجیے۔"

"بہر حال میں تیار ہوں۔" شاداں نے کہا۔

قاسم ہونقوں کی طرح منہ کھولے دونوں کی شکلیں تکے جا رہا تھا۔

دفعتاً کھنکار کر بولا۔ "تم نے مجھے کیوں بلایا تھا۔"

"میں نے ان سے تذکرہ کیا تھا کہ تم بہت اچھے پامسٹ ہو!" حمید نے کہا۔

"مم......میں!" قاسم تھوک نگل کر رہ گیا۔

"بہتر ہے کہ تم انگلش میں گفتگو کرو......میری ہی طرح تمہاری اردو بھی اچھی نہیں ہے۔" حمید نے قاسم کا شانہ تھپک کر کہا۔ "شاداں بھی روانی سے انگلش بول سکتی ہیں۔"

"یہ بہت اچھی بات ہے!" قاسم نے انگلش میں کہا۔

"ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ تم مس شاداں کا ہاتھ دیکھ کر بتاؤ کہ بحیثیت فلم پروڈیوسر یہ کیسی رہیں گی......!" حمید بولا۔

قاسم کی شکل سے صاف ظاہر ہو رہا تھا جیسے دل ہی دل میں حمید کو گندی گندی گالیاں دے رہا ہو۔ اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ پامسٹری کس چڑیا کا نام ہے۔ وہ تو بس اتنا جانتا تھا کہ اس کے ہاتھ میں شادی کی دوسری لکیر نہیں ہے۔"

اتنے میں آفس بوائے نے اندر آ کر شاداں سے آہستہ آہستہ کچھ کہا اور وہ اٹھتی ہوئی بولی۔ "معاف کیجیے گا۔ میں ابھی آئی۔"

وہ چلی گئی اور قاسم حمید کا شانہ دبوچ کر غرایا۔ "بیٹا بتاؤ کیا چکر ہے۔"

''تفریح......!''

''مگر میں تو مارا غیا......میں کیا جانوں پامسٹری وامسٹری۔''

''اس کا خوبصورت ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر ہولے ہولے سہلاتے جانا اور
پٹانگ ہانکتے رہنا۔''

''مجھ سے نہیں بنے گا۔''

''تو جہنم میں جاؤ۔''

''یہ قیا بات ہوئی!'' قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔ ''میں تو دوڑا آیا اور اب یہ کہہ
ہو......سالہ زاد خالی کو چھوڑ کر آیا ہوں!''

''یہ کیا ہوتی ہے......!''

''اوہ۔ یہ اردو واقعی کباڑا کرتی ہے۔ میرا مطلب تھا خالہ زاد سالی......!''

''اس بیچاری نے اطمینان کی سانس لی ہوگی۔''

''پھر فجول باتیں کرنے لگے۔ اس نے ہاتھ دکھایا تو قیا بتاؤں گا۔''

''کہہ دینا بحیثیت فلمساز اس کا مستقبل شاندار ہوگا۔''

''اس کے بعد......!''

''مرغا بن کر بانگ دینا۔''

''دیکھو سالے اچھا نہیں ہوگا۔''

حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ شاداں واپس آ گئی اور معذرت طلب کرتی ہوئی بولی۔
''فوراً گھر پہنچنا ہے۔ خالہ جان کی طبیعت بہت خراب ہوگئی۔ مسٹر قاسم سے تو اب ملا
ہوتی رہیں گی۔ کیوں مسٹر قاسم......!''

''جرور۔ جرور......!''

''اور کیپٹن آپ بھی کرم فرماتے رہیں گے۔''

''فرصت کے اوقات میں۔ بہت مصروف آدمی ہوں۔'' حمید بولا۔

سارے جوش و خروش پر پانی پڑ گیا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں لان پر کھڑے ایک دوسرے کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔

''میری رات چوپٹ ہوگئی!'' قاسم کہہ رہا تھا۔ ''وہ بھی چلی غئی ہوغی......اب میں قیا
کروں سالے......!''

''ٹھیک صبح دس بجے شاداں کا دفتر کھلتا ہے تم پونے دس بجے یہاں پہنچ جانا۔'' حمید نے
کہا اور اپنی کار کی طرف بڑھنے لگا لیکن قاسم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''یہ کیا کر رہے ہو!'' حمید بگڑ کر بولا۔

''تمہاری پامسٹری کھود دوں گا۔''

''ہاتھ چھوڑ دو ورنہ یہاں تمہاری بے عزتی بھی ہو سکتی ہے۔''

''اور قیا ہوگا۔ تمہاری صحبت میں۔ میں کچھ نہیں جانتا اور تمہیں لے چلو!''

''چلو تمہارے سسرال چلتے ہیں!''

''غصہ نہ دلاؤ قیپٹن حمید!''

''تم نے قصہ حاتم طائی پڑھا ہے۔''

''پڑھا ہے......!'' قاسم جھلا کر بولا۔

''اور بغداد کا چور......!''

''اس کی والدہ بھی پڑھی ہے! تم اپنا مطلب بیان کرو۔''

''مطلب صاف ہے۔ شاداں نے تمہیں پسند کر لیا ہے۔''

''اور پسند کر کے چلی غئی۔'' قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔

دفعتاً ایک آدمی تیزی سے ان کی طرف آتا دکھائی دیا۔ قریب پہنچنے پر حمید نے اسے
پہچانا۔ منیجر کے دفتر کا چپڑاسی تھا۔

''منیجر صاحب کہہ رہے تھے کہ فون پر آپ کی کال ہے جناب!'' اس نے حمید سے کہا۔

''اچھا...... اچھا......تم چلو میں آ رہا ہوں!'' اس نے چپڑاسی سے کہا اور اس کے چلے
جانے کے بعد قاسم سے بولا۔ ''اب تم گھر جاؤ۔ ورنہ یہاں تمہارے گرد بھیڑ لگ جائے گی۔''

''تم سالے مجھ سے پیچھا نہیں چھڑا سکتے۔''

''اچھی بات ہے تو کھڑے رہو۔ میں کال اٹنڈ کر کے آتا ہوں۔''

وہ چپڑاسی کے ساتھ منیجر کے دفتر میں آیا۔ کال فریدی کی تھی۔ اس نے اسے فوراً گھر

پہنچنے کی تاکید کرتے ہوئے کہا۔ ''اس مسئلے پر اب کسی سے مزید پوچھ گچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

حمید نے ریسیور کریڈل پر رکھتے ہوئے طویل سانس لی اور سوچنے لگا کہ شاید اب کوئی نیا گل کھلا ہے۔ باہر نکلا تو قاسم شکاری کتے کی طرح گھات میں نظر آیا۔

''کہاں چلے.....!'' جلے تن عورتوں کے سے انداز میں ہاتھ نچا کر بولا۔

''بس چپ چاپ میرے پیچھے چلے آؤ۔ دوسری جگہ چل رہے ہیں!'' حمید نے کہا اور اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

قاسم نے کچھ بدبداتے ہوئی اپنی گاڑی سنبھالی اور حمید کی گاڑی کے پیچھے چل پڑا۔

{ }

''تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ رول حقیقتاً لیبارٹری ہی سے غائب ہوا ہے۔'' فریدی نے ٹہلتے ٹہلتے رک کر کہا۔

''جی ہاں!'' حمید سنی ان سنی کر کے بولا۔ کیونکہ اس کے ذہن پر تو قاسم سوار تھا۔ کوٹھی کے باہر ہی اس نے گاڑی روک کر حمید کو دھمکی دی تھی کہ وہ وہیں رکا رہے گا اور بار بار ہارن بجائے گا اگر وہ واپس نہ آیا۔

''تم کیا سوچ رہے ہو.....!'' فریدی اسے گھورتا ہوا بولا۔

''یہی کہ کہیں وہ رول ماریہ کے قبضے میں نہ ہو۔''

''اس خیال کی وجہ۔''

''شاداں کے خیال کے مطابق وہ شاید رحیم گل سے پیچھا چھڑانا چاہتی ہے اور اس صورت میں ممکن ہوگا کہ رحیم گل کسی بڑی الجھن میں پڑ جائے۔''

فریدی نے ایش ٹرے سے بجھا ہوا سگار اٹھایا اور اسے دوبارہ سلگانے لگا۔ اس کی آنکھیں گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ ''مبارک علی کی لاش کے پوسٹ مارٹم اور پانی کے تجزیئے کی رپورٹیں آ گئی ہیں۔''

''کیا رہی.....!''

''پانی میں زہر کی آمیزش ثابت نہیں ہو سکی لیکن مبارک کی موت کا باعث زہر بنا تھا

''تو پھر وہاں پہنچنے سے پہلے ہی اسے زہر دیا گیا ہوگا۔''

''زہر انجکشن کے ذریعے اس کے جسم میں پہنچایا گیا تھا۔''

''میری سمجھ میں نہیں آتا۔''

''کیا سمجھ نہیں آتا۔''

''راشد وغیرہ اتنے منظم نہیں ہو سکتے!''

''ویٹ از دی پوائنٹ!'' فریدی انگلی اٹھا کر بولا۔ ''اس لیے رول کی بازیابی بے حد ضروری ہے۔''

''لیکن کیسے۔''

''ہو سکتا ہے شاداں کا خیال صحیح ہو۔ ماریہ نے محض اس لیے وہ رول غائب کرا دیا ہو کہ اس کے پرنٹس کا مطالبہ پولیس نے کیا تھا۔ اس طرح وہ رحیم گل کو دشواری میں ڈال سکتی ہے۔''

''تو پھر اب کیا کریں گے۔''

''ماریہ کو چیک کرنا ضروری ہے۔''

''میں تو سمجھا تھا کہ آپ چیک کر چکے ہوں گے کیونکہ میں نے فون پر آپ کو اس کا پتہ بتایا تھا۔''

''میں تمہاری دوسری رپورٹ کا منتظر تھا۔''

''میں نے کوشش کی تھی لیکن آپ سے کسی بھی نمبر پر رابطہ قائم نہیں ہو سکا تھا۔''

''اچھا۔ اٹھو!''

''مجھے نہ لے جایئے''

''کیا مطلب۔''

''پھاٹک پر ایک بہت بڑی مصیبت میری منتظر ہے۔''

''کیا بکواس ہے۔''

''بکواس نہیں حقیقت ہے۔ ساڑھے سات فٹ لمبی اور سوا تین فٹ چوڑی مصیبت ہے۔''

''قاسم.....؟''

''جی ہاں.....!''

"میں نے تمہیں کتنی بار منع کیا ہے کہ کام کے اوقات میں اس سے چھیڑ چھاڑ مت"

"میں کیا کرتا۔ محترمہ نے اسٹوڈیو میں داخل ہوتے ہی دیکھ لیا تھا۔ اسے دیکھ کر کہا مجھے اپنی فلم کے لیے ایک [illegible] جس کی تلاش تھی۔"

"ختم کرو۔" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "دس منٹ میں تیار ہو جاؤ۔" باہر [illegible] ہارن دیئے جا رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد جب ان کی گاڑی پھاٹک سے نکل رہی تھی۔ حمید نے گاڑی [illegible] جلا دی۔

"یہ کیا کر رہے ہو؟" فریدی بولا۔

"آپ کو گاڑی میں دیکھ کر پیچھے نہیں آئے گا۔"

"مجھے ایسے تعلقات سے سخت وحشت ہوتی ہے جو کاموں میں حارج ہونے لگیں" فریدی نے ناخوشگوار لہجے میں کہا اور گاڑی پھاٹک سے نکلی چلی گئی وہ خود ہی ڈرائیو کر رہا تھا۔ حمید کی نظر عقب نما آئینے پر تھی۔ قاسم کی گاڑی کو بھی حرکت میں آتے دیکھ کر شاید بری طرح سلگ گیا تھا۔ فریدی کو بھی نظر انداز کر دینے کا یہی مطلب ہو سکتا تھا۔ فریدی نے شاید اس کی طرف توجہ نہیں دی تھی یا پھر خود بھی اسے نظر انداز کر دینا

"نصیر بلڈنگ چیتھم روڈ۔" حمید نے کہا۔

"ہوں۔" فریدی نے ونڈ سکرین پر نظر جمائے ہوئے طویل سانس لی۔

"آپ نے مجھے ریم گل سے الجھنے سے کیوں منع کر دیا تھا۔"

"بیہودہ آدمی ہے۔"

"اگر الجھنا ہی پڑا تو۔"

"دیکھا جائے گا۔ ہاں ... وہ تنہا ہی رہتی ہے!"

"جی ہاں۔ قاسم نے یہی بتایا تھا۔" حمید نے کہا اور پھر عقب نما آئینے کا۔ قاسم نے پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔ اس کی گاڑی کی ہیڈ لائٹس صاف نظر آ رہی تھیں۔

• نصیر بلڈنگ کے سامنے پہنچ کر فریدی نے گاڑی روک دی۔ رات کے نو بجے سڑک پر ٹریفک کی بھیڑ کم ہو گئی تھی۔ حمید نے مڑ کر دیکھا۔ قاسم نے بھی تھوڑے فا

اپنی گاڑی روکی تھی۔ وہ دونوں گاڑی سے اترے لیکن قاسم اپنی گاڑی میں بیٹھا انہیں گھورتا رہا۔ فریدی اس کی طرف توجہ دیئے بغیر آگے بڑھ گیا تھا۔ حمید نے بھی مڑ کر دیکھنا مناسب نہ سمجھا فریدی کے پیچھے سر جھکائے چلتا رہا۔

ماریہ کے فلیٹ کے قریب پہنچ کر فریدی نے حمید سے کہا۔ "تم اسے اپنا کارڈ دو گے اور گفتگو بھی خود ہی کرو گے۔"

"میں نے اسے دیکھا نہیں ہے۔ پتا نہیں موضوع گفتگو میری رفتار، وہ سمجھ سکے گی یا نہیں!"

"کیا مطلب؟"

"اگر بہت زیادہ خوبصورت ہوئی تو غزل بھی ہو سکتی ہے!"

"بکومت۔"

فریدی نے فلیٹ کے دروازے پر رک کر کال بل کا بٹن دبایا۔ اندر سے گھنٹی کی آواز آئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد قدموں کی چاپ بھی سنائی دی اور دروازہ کھل گیا۔ وہ نارنجی رنگ کے سلیپنگ گاؤن میں بڑی دلکش لگ رہی تھی۔

حمید نے اپنا کارڈ آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "بے وقت تکلیف دہی کی معافی چاہتے ہیں۔"

وہ کارڈ دیکھ کر ہکلائی۔ "لل... لیکن... کیوں!"

"کوئی پریشانی کی بات نہیں بس تھوڑی سی گفتگو کرنی ہے۔" حمید بولا۔

"آئیے۔ آ جائیے۔" وہ پیچھے ہٹتی ہوئی بولی۔

سٹنگ روم بڑے سلیقے سے سجایا گیا تھا۔ اس نے ان سے بیٹھنے کو کہا اور خود مجسم سوال بنی کھڑی رہی۔

"آپ بھی تشریف رکھیے۔" حمید نے کہا۔

"جی۔ جی ہاں۔ فرمائیے۔" وہ ایک اسٹول پر ٹکتی ہوئی بولی۔

"قصہ اس رول کا ہے جو کل پڑوس سے غائب ہو گیا تھا۔"

"کیا قصہ ہے؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"وہ تو ہم آپ سے سننے آئے ہیں۔ آپ کو کس سے معلوم ہوا تھا کہ رول غائب ہو گیا ہے۔"

"پتا نہیں آپ کس رول کی بات کر رہے ہیں؟"

"وہی جو پولیس کو مطلوب تھا۔"

"میں ایسے کسی رول کے بارے میں کچھ نہیں جانتی.....!"

"یہ اس رول کی بات ہے جس کی گمشدگی کی اطلاع آپ نے شاداں کو دی تھی۔"

"میں نے تو اسے ایسی کوئی اطلاع نہیں دی تھی۔"

"ایک اور شاہد بھی ہے!" فریدی بولا اور وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی پھر جلدی سے اس کے چہرے سے نظر ہٹا کر بولی۔ "میں ایسے کسی معاملے سے بالکل لاعلم ہوں۔"

"اس نے آپ دونوں کی گفتگو سنی تھی اور خود شاداں بھی اعتراف کر چکی ہے کہ آپ نے اسے اطلاع دی تھی۔"

"اگر یہ بات ہے تو" وہ طویل سانس لے کر رہ گئی۔ پھر اٹھتی ہوئی بولی۔ "مجھ سے بڑی غلطی ہوئی ہے۔ گل مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا!"

"پولیس آپ کی حفاظت کرے گی۔" حمید بولا۔

"میں نہیں جانتی تھی کہ شاداں......!"

"شاداں کا کوئی قصور نہیں۔ ایک تیسرے آدمی نے بھی آپ دونوں کی گفتگو اتفاقاً سنی تھی۔"

"وہ کون ہے؟"

"فی الحال ہم اس کا نام ظاہر نہیں کر سکتے!"

"خیر مجھے اس سے کیا سروکار۔ لیکن کیا شاداں نے اس کا اعتراف کر لیا ہے کہ یہ میں نے اسے بتائی تھی۔"

"ظاہر ہے۔ ورنہ ہم یہاں کیوں آتے۔"

"اور وہ اس سلسلے میں اپنا ایک ذاتی نظریہ بھی رکھتی ہے!" فریدی نے کہا۔

"وہ کیا ہے؟"

"اس کا خیال ہے کہ رول آپ ہی نے غائب کیا ہے!"

وہ پھر بیٹھ گئی۔ لیکن کچھ بولی نہیں۔ تھوڑی دیر بعد بدقت کہا۔ "میں کیوں غائب کرنے

"اس کا خیال ہے کہ اس طرح آپ رحیم گل سے اپنا پیچھا چھڑانا چاہتی ہیں!"

"خدا کی پناہ! میں تصور بھی نہیں کر سکتی..... ٹھہرئیے..... میں ذرا باتھ روم تک جاؤں گی..... پھر تفصیل سے بتاؤں گی۔ یہ بڑے چھچھورے لوگ ہیں۔"

"اچھا... اچھا.....!"

وہ اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

حمید محسوس کر رہا تھا کہ خود اس نے گفتگو کا آغاز مناسب طور پر نہیں کیا تھا۔ فریدی کی آنکھوں میں بھی اس نے بے اطمینانی کے آثار دیکھے تھے۔

کئی منٹ گذر گئے لیکن وہ واپس نہ آئی۔ فریدی نے حمید کی طرف دیکھا اور وہ شانے سکوڑ کر رہ گیا۔

"میرا خیال ہے کہ وہ اب فلیٹ میں موجود نہیں ہے۔" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ حمید بھی اٹھا۔ دونوں اسی دروازے سے گزرے جس سے ماریہ گزر کر فلیٹ کے دوسرے حصے میں گئی تھی۔ لیکن چار کمروں کے اس فلیٹ میں وہ کہیں نہ ملی۔ باتھ روم بھی خالی تھا۔ پھر انہوں نے آخری دروازہ کھولا۔ یہ دروازہ بولٹ نہیں تھا اور پھر وہ اس طویل بالکنی میں نکل آئے جو اس عمارت کے عقبی حصے میں ایک سرے سے دوسرے تک پھیلی ہوئی تھی اور دونوں سروں پر چکر دار زینے بھی تھے۔

"نکل گئی!" حمید بڑبڑایا اور فریدی بولا۔ "شاید اسے خدشہ تھا کہ کہیں ہم خانہ تلاشی نہ لے بیٹھیں۔ اس طرح نکل جانے کا یہی مطلب ہوا کہ رول اس وقت بھی یہیں اس کے پاس موجود تھا۔"

"تو پھر جلدی کیجئے نا.....!" حمید بولا۔

"پتا نہیں کہاں پہنچی ہوگی اتنی دیر بعد!" فریدی نے کہا اور جیب سے سگار نکال کر اس کا گوشہ توڑنے لگا۔

وہ پھر فلیٹ کے اندر واپس آگئے اور فریدی سگار سلگا کر بولا۔ "اب یہاں سے نکل چلو۔"

"دل چاہتا ہے آخری چھت سے نیچے چھلانگ لگا دوں" حمید نے کہا۔

"وہ اس خوشی میں!"

"ہمیں جل دے کر نکل گئی!"

"کوئی خاص بات نہیں۔ بار بار ایسا ہوا ہے۔"

وہ فرسٹ فلور سے نیچے آئے اور کار میں بیٹھ گئے۔ حمید نے مڑ کر دیکھا۔

قاسم کی کار ۔۔۔ وہاں نہیں تھی۔

*

اس نے بڑی پھرتی سے لباس تبدیل کیا اور بیڈ روم کے ایک گوشے سے چھوٹا سا سوٹ کیس اٹھا کر فلیٹ سے عقبی جانب والی گیلری میں نکل آئی۔ پھر چکر دار زینے طے کر کے نیچے اور گلی سے گزرتی ہوئی سڑک پر پہنچ گئی۔ گلی کے سامنے ہی ایک شاندار رولز رائیس اسٹارٹ ہوئی تھی اور شاید حرکت میں آنے والی تھی کہ وہ جھپٹ کر اس کے قریب پہنچی اور ڈرائیو کرنے والے سے گھگھیا کر بولی۔ "مجھے لفٹ چاہیے پلیز۔"

"ضرور۔۔۔ ضرور۔۔۔!" وہ بوکھلا کر بولا اور ہاتھ بڑھا کر دروازہ کھول دیا۔ وہ اس کے قریب بیٹھ تو گئی لیکن کار کے رفتار پکڑ لینے کے بعد ہی اس کی طرف توجہ دے سکی تھی۔ جسامت دیکھ کر حواس باختہ ہو گئی۔

"کدھر چلنا ہے۔۔۔!" دیو پیکر آدمی نے پوچھا۔

"فی الحال سیدھے ہی!" وہ ہانپتی ہوئی بولی۔

وہ سر ہلا کر رہ گیا کچھ بولا نہیں۔ کار راستہ طے کرتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد ماریہ نے پوچھا "آپ کو کدھر جانا ہے۔"

"جدھر آپ کہیں۔" قاسم نے انگلش میں کہا۔ مصلحتاً انگلش ہی میں گفتگو کرنا چاہتا تھا۔

"یہ کیا بات ہوئی۔ میں کوئی فلرٹ نہیں ہوں۔ ضرورتاً آپ سے لفٹ لی ہے۔" ماریہ نے کسی قدر ترشروئی سے کہا۔

"میں بھی بدمعاش نہیں ہوں۔" قاسم جلدی سے بولا۔ "مطلب یہ تھا کہ جہاں آپ کہیں گی پہنچا دوں گا۔"

"شکریہ۔ بس سیدھے ہی چلتے رہئے۔" ماریہ نے کہا اور گود میں رکھے ہوئے سوٹ کیس کو کھولنے لگی۔ اس طرح کھول رہی تھی کہ قاسم کو خبر نہ ہونے پائے۔ پھر ہاتھ سوٹ کیس کے اندر کچھ تلاش کرنے لگا۔ انگلیاں پستول سے مس ہوئیں اور وہ اس کے دستے

کو مٹھی میں لے کر بے حس و حرکت بیٹھی رہی۔

قاسم خاموشی سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہکلاتے ہوئے لہجے میں بولا "اب سیدھے ہی چلتے رہے تو ہم شہر سے باہر نکل جائیں گے۔"

"کوئی حرج نہیں!" کہتے ہوئے ماریہ نے پستول کی نال اس کے بائیں پہلو سے لگا دی پھر بولی۔ "یہ پستول ہے۔۔۔!"

"مگر کیوں۔۔۔؟" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"خاموشی سے چلتے رہو۔" اس نے پستول کی نال کا دباؤ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھ گیا۔" قاسم ہنس کر بولا۔

"کیا سمجھ گئے۔"

"شہر سے باہر تمہارے آدمی موجود ہوں گے اور وہ مجھے لوٹ لیں گے۔ لیکن کیا کرو گی میرے پاس صرف ڈھائی ہزار روپے ہیں۔ کہو تو یہیں نکال کر دے دوں۔ زیادہ آگے بڑھنے کی کیا ضرورت ہے۔۔۔!"

"تم غلط سمجھے ہو۔ میں رہزن نہیں ہوں۔"

"پھر یہ پستول کیوں؟"

"بس میں تمہیں اپنی مرضی کا پابند رکھنا چاہتی ہوں۔"

"ویسے بھی رکھ سکتی ہو۔ میں عورتوں کی بہت عزت کرتا ہوں۔ جہاں لے جانا چاہو جا سکتی ہو۔ سو میل۔ دو سو میل۔۔۔ چار سو میل۔ دس گیلن پٹرول ڈگی میں بھی موجود ہے۔ ختم ہو جائے گا تو اور خریدا جا سکتا ہے۔۔۔!"

"تم کیا کرتے ہو۔"

"عیش کرتا رہتا ہوں۔۔۔!"

"یعنی کچھ نہیں کرتے۔۔۔!"

"یہی بات ہے۔"

"پھر یہ رولز کہاں سے آئی۔۔۔!"

"میرے باپ نے خرید کر دی ہے۔۔۔!"

''اوہو۔ باپ کیا کرتے ہیں۔۔۔!''

''عاصم ملی انڈسٹریز کے مالک ہیں۔!''

''ارے۔۔۔ اوہ۔۔۔ میں سمجھ گئی۔ تم قاسم ہو..... میں نے تمہارے متعلق سن رکھا تھا!'' اس نے کہا اور پستول ہٹاتی ہوئی بولی۔ ''واقعی پستول کی کیا ضرورت

''یہی تو میں بھی کہہ رہا تھا۔''

''اپنے رویے کی معافی چاہتی ہوں۔۔۔''

''کوئی بات نہیں۔ میں ہر بات فوراً بھول جاتا ہوں۔ لیکن تم شہر کے باہر ک
رہی ہو۔''

''جنگل میں رہوں گی۔ شہر کے لوگوں سے تنگ آ گئی ہوں۔''

''کیا کوئی پریشان کرتا ہے!'' قاسم نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

''ہاں..... تم ٹھیک سمجھے۔''

''مجھے بتاؤ ٹانگیں چیر کر پھینک دوں گا۔''

وہ طویل سانس لے کر رہ گئی۔

''نہیں..... واقعی مجھے بتاؤ۔ اگر دس آدمی بھی ہوں تو۔۔۔ دیکھ لوں گا۔''

''دراصل مجھ پر دیوانگی طاری ہو جاتی ہے جب میں آدمی کے کمینہ پن پر غور کر

''میں نہیں سمجھا!''

''اسی دیوانگی میں گھر سے نکل آئی ہوں۔ اب ادھر کا رخ نہیں کروں گی۔ جنگ
گی۔ یہ بہتر ہے کہ مجھے جنگلی جانور کھا کر اپنا پیٹ بھر لیں لیکن میں آدمی کا شکار نہیں؟

''ارے نہیں جنگل میں کہاں رہیں گی۔''

''پھر کہاں جاؤں..... اپنا گھر تو چھوڑ چکی ہوں!''

''کوئی عزیز رشتے دار.....!''

''کوئی بھی نہیں ہے۔ میں یوریشین ہوں۔ یورپ سے مجھے نفرت ہے۔
مجھے ما جانا چاہتے ہیں۔ یہ تم انگلش میں باتیں کیوں کرنے لگے۔ اردو بولو۔
مجھے نفرت ہے۔ اردو سے پیار ہے!''

''اچھا۔ اچھا اردو بولوں گا۔ لیکن میری بندوق میں تم جنگل میں نہیں رہ سکتیں!''

''نہیں نہیں۔ تم بھی مرد ہو۔ آدمی ہو۔ خالص ایشین ہو۔''

قاسم برا سا منہ بنا کر بولا! ''اگر میں مرد ہوتا تو گھر سے کیوں بھاگا بھاگا پھرتا!''

''میں نہیں سمجھی۔''

''لوگ کہتے ہیں کہ میں صرف ایک پہاڑ ہوں گوشت کا۔''

''ہمارے مرد ایسی ہی مکاری کی باتیں کرتے ہیں۔''

''اچھی بات ہے تو پھر میں بھی تمہارے ساتھ جنگل میں رہ کر جنگلی جانوروں سے
تمہاری حفاظت کروں گا۔''

''نہیں میں وہاں تنہا رہوں گی۔''

''بالکل نہیں۔ اس معاملے میں تمہارا پستول بھی مجھے نہیں ڈرا سکے گا۔''

''ضد نہ کرو۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔''

''ناممکن ہے مس۔''

''میرا نام ماریہ ہے۔''

''اردو میں بڑا خطرناک نام ہے۔۔۔!''

''میں نہیں سمجھی۔''

''مار شاید سانپ کو کہتے ہیں۔۔۔ اس لیے ماریہ سانپ کی مونث ہوئی۔''

''مجھ سے ہوشیار رہنا۔ ڈس لیتی ہوں۔''

''جان سے مار دو۔ پرواہ نہیں۔ لیکن میں تمہیں جنگل میں نہیں جانے دوں گا۔'' قاسم
نے بڑے خلوص سے کہا۔

''یقیناً نہیں۔ یوں میرا دل چاہتا ہے کہ تم پر اعتماد کر لوں۔ اس بھری پری دنیا میں تم پہلے
آدمی ہو جس کی باتوں سے خلوص کی بو آ رہی ہے۔''

''ہمیشہ آتی رہے گی۔''

''اچھا تو پھر تم مجھے کہاں لے جانا چاہتے ہو۔''

''انکل جی کے پاس لے چلتا ہوں۔ جس میں دل چاہے قیام کرنا۔''

"لیکن میں بالکل مفلس ہوں۔ غصے میں صرف ایک چھوٹا سوٹ کیس اٹھا کر نکل کھڑی ہوئی ہوں۔"

"کیا گھر پر اور کوئی نہیں ہے۔"

"کوئی بھی نہیں ہے۔ بالکل تنہا ہوں اس دنیا میں۔"

"بالکل پروا مت کرو۔ ڈھائی ہزار روپے اس وقت میری جیب میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ بھی جتنا چاہو مہیا کیا جا سکتا ہے۔"

"لیکن تم مجھے اپنے گھر کیوں نہیں لے جاتے۔"

"وہاں میری بدقسمتی بھی رہتی ہے۔ وہ بدقسمتا کو مطلع کر دے گی۔"

"بدقسمتی... بدقسمتا... میں نہیں سمجھی۔"

"بیوی بدقسمتی ہے اور باپ بدقسمتا۔ وہ اسے فون کر دے گی اور وہ پتا نہیں کیا سمجھے گا۔"

"اچھا...... اچھا میں سمجھ گئی۔ تو پھر ایگل بیچ کا کوئی ہٹ ہی مناسب رہے گا۔"

"تمہارا بہت بہت شکریہ کہ تم نے میری بات مان لی۔"

"اچھے آدمیوں کی قدر کرتی ہوں۔"

☆

ماریہ کی تلاش جاری تھی۔ حمید نے اس سلسلے میں اس فرانسیسی والگو کو بھی ٹٹولنے کی کوشش کی تھی جس کا پتہ شاداں سے معلوم ہوا تھا۔ اس نے ماریہ سے اپنی شناسائی کا اعتراف تو کر لیا لیکن یہ نہ بتا سکا کہ گھر پر موجود نہ ہونے کی صورت میں کہاں مل سکے گی۔

والگو ایک سنجیدہ اور خاموش طبع آدمی ثابت ہوا تھا۔ بہت دھیمے لہجے میں گفتگو کرتا تھا۔ اور اسے اس پر حیرت تھی کہ ماریہ کی تلاش پولیس کو کیوں ہونے لگی۔

"کیا الزام ہے اس پر؟" اس نے حمید سے سوال کیا۔

"اس نے گل پردس سے ایک ایسا نیگیٹو رول غائب کر دیا ہے جسے پولیس کے قبضے میں ہونا چاہئے تھا۔؟"

"ماریہ نے غائب کر دیا ہے؟" والگو کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔ "نہیں جناب! یہ غیر ممکن ہے۔ ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"کس قسم کی غلط فہمی ہو سکتی ہے!" حمید نے سوال کیا۔

"رحیم گل اچھا آدمی نہیں ہے۔ اس نے خود ہی یہ حرکت کی ہو گی اور حالات کو ایسا رنگ دیا کہ شبہ براہ راست ماریہ پر کیا جائے۔"

"اگر ایسا ہے تو وہ خواہ مخواہ ہی سے نپٹنے کے لئے فرار کیوں ہوئی۔"

"رحیم گل اس قسم کی افواہیں پھیلا کر اسے روپوش ہو جانے پر آمادہ کر سکتا ہے۔ ماریہ بہت ڈرپوک ہے۔"

"تب حمید نے اسے بتایا کہ خود انہیں جل دے کر وہ کس طرح غائب ہوئی تھی۔"

"اگر یہ بات ہے تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔" اس نے پر تفکر انداز میں کہا۔

اور حمید نے ایک بار پھر شو فاز اسٹوڈیو کا رخ کیا۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ کچھ ہی دیر قبل انور اور رحیم گل کے درمیان جھڑپ ہو چکی ہے۔ اور یہ واقعہ شاداں کے دفتر میں ہوا تھا۔

شاداں دفتر میں موجود تھی۔ لیکن رحیم گل اور انور اب وہاں نہیں تھے۔ حمید کو دیکھ کر وہ بڑے دل آویز انداز میں مسکرائی۔

"وہ جن ابھی تک تو نہیں آیا کپتان صاحب!"

"آپ کی سرد مہری نے اس کا دل توڑ دیا ہے۔"

"میں نے کیا کیا ہے۔"

"آپ ہمیں چھوڑ کر چلی گئی تھیں۔ اب وہ کوئی پیشہ ور اداکار تو ہے نہیں۔ پوری فلم ہی خرید لینے کی استطاعت رکھتا ہے!"

"ہاں یہ بات تو ہے۔ واقعی مجھ سے بڑی غلطی ہوئی تھی!"

"خیر... ہاں کرائم رپورٹر انور کا کیا قصہ ہے۔"

"ارے کیا بتاؤں۔ اگر میں بیچ بچاؤ نہ کراتی تو کل اسے مار ہی بیٹھتا۔"

"کیا ہوا تھا۔"

"ماریہ کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ سنا ہے وہ آپ لوگوں سے گفتگو کرتے کرتے غائب ہو گئی۔"

"ہاں یہی ہوا تھا۔"

"بہر حال گل ... تھے کہ آپ لوگ ماریہ کو ہراساں کرنے کی کوشش کر

... انور ... بول رہا تھا۔"

"میرا مشورہ ہے کہ آپ مسٹر رحیم گل کو قابو میں رکھنے کی کوشش کیجئے۔ رول

لیبارٹری سے غائب ہوا ہے۔ خواہ کسی طرح بھی ہوا ہو۔"

"لیکن ان کا کہنا ہے کہ رول ان کی لیب تک پہنچا ہی نہیں!"

"وہ غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں!"

"کوئی ثبوت۔"

"ثبوت کے بغیر ہم کوئی بات نہیں کہتے۔"

"کیا ثبوت ہے۔"

"فی الحال اسے ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔"

"بہر حال اب ... خیر نہیں۔"

"کیا مطلب۔"

"گل ... کوئی ... نہیں۔ اسٹیلہ جنرل سے ان کے بہت اچھے تعلقات

... بھی اس سے ... محتاط رہنے گا۔"

"ہم لوگ تو ... کو ... بد ... دیتے ہیں!"

"میں نے ... کیا ہے!؟"

"تو اب آپ کا بھی یہی خیال ہے کہ رول لیبارٹری سے نہیں غائب ہوا۔"

"میں نے تو پہلے ہی ... کہ ماریہ گل کو الجھانا چاہتی ہے۔"

"اور اسی لیے ... ہوئی۔"

"خدا ... کیا چکر ہے۔"

"تو مسٹر ... گل کیا کہنا چاہتے ہیں...."

"... وہ ... کر ... ہوں۔ پہلے میری بات ... اس ...

گل واقعی ... ہیں۔ نہ وہ آپ سے ... اصل بات ...

... مشتبہ ... ہے۔"

"اس سلسلے میں اس کی موجودگی یا عدم موجودگی سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

"ضرور فرق پڑے گا۔ یہ بات تو اسی نے مجھے بتائی تھی کہ رول لیبارٹری سے غائب ہوا ہے۔

... گل کا کہنا ہے کہ رول لیبارٹری تک پہنچا ہی نہیں۔ کیمرے ہی سے غائب ہو گیا تھا۔"

"خیر ... دیکھا جائے گا۔"

"گل کے خلاف ماریہ کے علاوہ اور کوئی بھی شاہد نہیں۔"

"ہاں یہ بات تو ہے!" حمید نے پُرتشویش لہجے میں کہا۔

"لہٰذا آپ لوگ گل کے معاملے میں محتاط رہئے گا۔"

"کوشش کریں گے۔"

"اب آیئے حسن کی طرف......!"

"آ جایئے۔" حمید بے دلی سے بولا۔ حقیقتاً اس دوران میں اس کا ذہن قاسم ہی میں ... رہا تھا۔ اس نے پچھلی رات نصیر بلڈنگ تک ان کا تعاقب کیا تھا۔ وہاں تک گیا تھا تو ... سانی سے پیچھا چھوڑنے والا نہیں تھا۔ یعنی فریدی کی جھڑکی سنے بغیر راہ راست پر آ جانا کم ... اس کے لیے ناممکنات میں سے ہوتا.... پھر وہ اس طرح اچانک کیوں چلا گیا۔ جب وہ ... کے فلیٹ سے نکلے تھے تو اس کی رولز وہاں موجود نہیں تھی۔ یہ بھی قاسم کی فطرت کے ... تھا کہ آج صبح وہ حمید کے سر نہ ہوتا۔ پچھلی رات ہی کے کسی حصے میں فون نہ کرتا۔ ... حال اس کی طرف سے یہ خاموشی بڑی غیر فطری لگ رہی تھی۔

"تو پھر کیا صورت ہو گی۔"

"تسلی دلاسے سے قابو میں آئے گا ... اور پہلے گھیرنا پڑے گا۔ لہٰذا میں اسے گھیرنے ... رہا ہوں!" حمید اٹھتا ہوا بولا۔

"ایسی بھی کیا جلدی۔"

"پھر وہ ہاتھ نہیں آئے گا۔" اس نے کہا اور شاداں کے آفس سے نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد ... ڈرگ اسٹور کے سامنے گاڑی روکی اور قاسم کو فون کرنے کے ارادے سے نیچے اتر آیا۔

کال ریسیو کرنے والی اس کی بیوی تھی۔ حمید نے قاسم کے بارے میں پوچھا۔

"آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہوں گے!" دوسری طرف سے اس کی غصیلی آواز آئی۔

"میں کچھ بھی نہیں جانتا۔"

"پچھلی رات ... ساڑھے بارہ بجے کے قریب آئے تھے اور صبح پھر آٹھ بجے کے قریب گئے۔ ناشتہ بھی نہیں کیا۔"

"بس یہی سب سے زیادہ حیرت انگیز واقعہ ہے کیونکہ صبح آنکھ کھلتے ہی وہ قریب آدمی تک کو کھا جانا چاہتا ہے۔" حمید نے کہا۔

"میں نہیں جانتی کیا چکر ہے۔"

"کیا مروکی جان ... بہرحال کوئی نہ کوئی چکر رہتا ہی ہے۔"

"میں بھی سمجھی تھی شاید آپ۔"

"نہیں قطعی نہیں ... سے میں دیکھوں کیا بات ہے۔"

"مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"اس طرح ہاتھ اٹھاؤ گی تو کہیں نہ کہیں غرق ہی ہو جانے کا!"

"اس کے باوجود بھی مجھے کوئی دلچسپی نہیں!"

"خیر۔ خدا حافظ ..." کہہ کر حمید نے رابطہ منقطع کر دیا۔

وہاں سے وہ سیدھا دفتر پہنچا تھا۔ فریدی نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا اور پھر رکھے ہوئے کاغذات کی طرف دیکھنے لگا۔

حمید رپورٹ دینے کے بعد بولا۔ "قاسم کا معاملہ مجھے الجھن میں ڈال رہا ہے۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"کہیں وہ اسی کے ساتھ فرار نہ ہوئی ہو۔"

"ہوں ..." فریدی اس کے شانے پر نظر جماتے ہوئے پر تفکر لہجے میں بولا "ہے ... اس کی کار بھی سامنے کھڑی ہو۔ لفٹ مانگ کر ساتھ لے گئی ہو۔ لیکن ایک میں قاسم زیادہ سے زیادہ اس جگہ کی نشاندہی کر سکے گا جہاں سے اتارا ہو گا اور وہ نہیں ہو سکتی کہ میں اسی جگہ گاڑی رکوائی ہو جہاں جانا تھا۔"

"میں یہی سوچ رہا ہوں۔ وہ اسے بیوقوف بنا کر اسی کے سر بھی پڑ سکتی ہے!"

"اچھا تو پھر؟"

"قاسم کو تلاش کرنا ضروری ہے!"

فریدی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اردلی نے کسی کا کارڈ لا کر اس کے سامنے رکھ دیا۔

"ہوں ... بھیج دو۔" فریدی کارڈ پر نظر ڈالتا ہوا بولا۔

حمید نے میز پر جھک کر دیکھا اور پھر پیچھے ہٹ کر طویل سانس لی۔ ... رحیم گل کا کارڈ تھا۔ وہ سختی سے ہونٹ بھینچے بیٹھا رہا۔

رحیم گل اندر آیا اور فریدی نے اٹھ کر اس کا استقبال کیا۔ مجبوراً حمید کو بھی اٹھنا پڑا۔ ورنہ اس کے قصے سن سن کر اتنا غبار دل میں رکھتا تھا کہ کہیں اور ملاقات ہونے پر چھوٹتے ہی ایک آدھ ہاتھ جھاڑ دیتا۔ رحیم گل خاصا قد آور اور توانا آدمی تھا۔ عمر تیس اور چالیس کے درمیان رہی ہو گی۔ آنکھوں کی بناوٹ کی بنا پر خاصا کینہ توز معلوم ہوتا تھا۔ دہانے کے گوشوں کا جھکاؤ ایسا ہی لگتا تھا جیسے مسلسل نفرت کا اظہار کئے جا رہا ہو۔

"ماریہ کہاں ہے!" اس نے کھرے سے لہجے میں سوال کیا۔

"یہ سوال مجھے آپ سے کرنا چاہئے۔" فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔ "تشریف رکھیے۔"

"میں یہاں کسی سوشل وزٹ پر نہیں آیا۔" وہ سانپ کی طرح پھنکارا۔

حمید نے فریدی کی طرف دیکھا جس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

"میں پوچھتا ہوں ماریہ کہاں ہے؟"

"جوابدہی سے بچنے کے لیے فرار ہو گئی!" فریدی بولا۔

"کیسی جوابدہی۔ کیا ضروری ہے کہ آپ لوگ ہر شہری کو پریشان کرتے پھریں۔"

"یہ بات اسی نے مس شاداں کو بتائی تھی کہ کرنل لیب سے غائب ہو گیا۔ جس نے دونوں کی گفتگو سنی تھی اسی نے ہمیں اطلاع دی۔"

"کس نے اطلاع دی تھی۔"

"ہم اپنے مخبروں کے نام ظاہر نہیں کرتے۔"

"میرے خلاف کسی قسم کی سازش ہو رہی ہے! کرنل کیمپ سے غائب ہوا تھا۔ لیب تک نہیں پہنچا۔"

"کیا آپ اسے بھی جھٹلا دیں گے۔۔۔ جس نے خود آپ کو رول دیا تھا!"

"وہ۔۔۔ میں نہیں جانتا وہ کون ہے جس نے یہ دعویٰ کیا ہے۔"

فریدی نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی۔ اردلی اندر آیا۔ فریدی نے اس سے کہا "مقصود صاحب کو یہاں لے آؤ۔"

"اچھا۔ اچھا" رحیم گل سر ہلا کر بولا۔ "یہ مقصود شاید راشد کا پروڈکشن منیجر ہے!"

"آپ ٹھیک سمجھے!"

"اگر اس نے ایسی کوئی اطلاع دی ہے تو جھوٹا ہے! اگر سچا ہے تو رسید ہوگی اس کے پاس۔ میرے یہاں بے ضابطگی نہیں ہوتی۔"

"مجھے علم ہے کہ انکم ٹیکس بچانے کے لیے کیا کچھ نہیں ہوتا۔"

"یہ بھی الزام ہے! اس سلسلے میں آپ میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

"مجھے آپ کے انکم ٹیکس سے کوئی سروکار نہیں! اور اس معاملے میں کوئی بے ضابطگی نہیں ہوئی کیونکہ مقصود کے پاس رول کی رسید موجود ہے۔"

"اوہ" اس کا منہ کھل گیا لیکن جلد ہی اپنی حالت پر قابو پا کر بولا۔ "تو میرے گرد جال بنا جا رہا ہے۔"

"اب آپ الزام تراشی پر اتر آئے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"خیر۔۔۔۔۔ خیر۔۔۔۔ میں دیکھوں گا۔"

"آپ کیا دیکھیں گے مسٹر رحیم گل!" فریدی آگے جھک کر اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا آہستہ سے بولا۔

"انسپکٹر جنرل۔۔۔۔۔!"

"بس۔" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میرے معاملات میں صدر مملکت کے علاوہ کوئی مداخلت نہیں کر سکتا۔"

وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ راشد کا پروڈکشن منیجر مقصود کمرے میں داخل ہوا اور رحیم گل کو دیکھ کر دروازے کے قریب ہی ٹھٹک گیا۔

"آئیے۔ آئیے۔ مسٹر مقصود۔ مجھے وہ رسید چاہئے جو آپ کو گل پروسس سے ملی تھی۔"

"فراڈ بالکل فراڈ۔۔۔۔۔!" رحیم گل غرایا اور مقصود کو قہر آلود نظروں سے دیکھنے لگا۔

مقصود نے جیب سے رسید نکال کر فریدی کی طرف بڑھا دی اور فریدی نے رحیم گل سے کہا۔ "رسید کا نمبر نوٹ کیجئے مسٹر گل اور جا کر رسید بک میں کاؤنٹر فائیل سے موازنہ کر لیجئے گا۔"

"خدا کی پناہ! اتنا لمبا فراڈ کیا گیا ہے۔ یعنی سچ مچ میری رسید بک استعمال کی گئی ہے!"

"فراڈ ثابت کرنے کے لیے آپ کو عدالت میں جانا پڑے گا مسٹر گل۔" فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔ "اور اس وقفے میں کیا ہوگا۔ غالباً آپ جانتے ہوں گے۔"

"کیا ہوگا۔"

"آپ بند رہیں گے۔ ضمانت بھی نہیں ہو سکے گی۔"

"میں دیکھتا ہوں!" وہ اٹھنے لگا۔

"نہیں مسٹر گل۔ آپ یہاں سے نہیں جا سکتے!"

"کیا مطلب۔"

"خود کو زیر حراست سمجھئے!"

"یہ ناممکن ہے!"

"ناممکنات کو ممکن بنانے ہی کے لیے ہم یہاں بٹھائے گئے ہیں مسٹر گل۔" فریدی نے مقصود سے بولا۔ "آپ جا سکتے ہیں!"

وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں سلام کر کے چلا گیا۔ رحیم گل کسی ایسے درندے کی طرح اٹھا جسے چاروں طرف سے گھیر لیے جانے کا احساس ہو گیا ہو۔

حمید خاموش بیٹھا سب کچھ دیکھتا رہا تھا۔ دفعتاً بولا! "ہتھکڑیاں نکالوں۔"

"ہتھکڑیوں کی ضرورت نہیں۔ وہ تو تشہیر کے لیے لگائی جاتی ہیں!" فریدی نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "گارڈز کو بلا کر ان کے حوالے کر دو۔"

"یہ زیادتی ہے؟" رحیم گل کسی قدر ڈھیلا پڑ کر بولا۔

"یہ زیادتی تو آپ کر رہے ہیں مسٹر گل۔ یقین کیجئے میں آپ سے اس کے علاوہ اور کچھ نہ کہوں گا کہ آپ سچی بات بتا دیں۔ مجھے یقین ہے کہ خود آپ نے وہ رول غائب نہیں کیا۔"

رحیم گل اب۔۔۔۔۔ خاصا نارمل نظر آنے لگا تھا۔ تیکھے خطوط ڈھیلے پڑ گئے تھے اور آنکھوں

کی خشمگینی بھی زائل ہو گئی تھی۔

''مقصود نے مجھے رول دیا تھا۔'' وہ آہستہ سے بولا۔ ''لیکن وہ حیرت انگیز طور
ہو گیا۔ پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔''

''کون غائب کر سکتا ہے اور کیوں؟''

''میں نہیں جانتا۔''

''صاف ظاہر ہے کہ کوئی آپ کو الجھانا چاہتا ہے۔''

''لیکن وہ ماریہ نہیں ہو سکتی۔''

''تو پھر اس طرح فرار کیوں ہو گئی۔''

''بہت جلد خوفزدہ ہو جاتی ہے۔''

''مسٹر گل وہ بہت جلد خوفزدہ ہو جانے والیوں میں سے نہیں معلوم ہوتی۔''

''خدا جانے...... لیکن۔''

''کچھ نہیں۔ آپ کے حق میں یہی بہتر ہو گا کہ اس کو تلاش کرنے میں ہم
کریں اور ہاں اب کسی نہ کسی طرح اپنے رجسٹر میں رول کی وصولیابی کا اندراج کر

''اس سے کیا ہو گا۔''

''آپ کو صرف یہ بیان دینا ہو گا کہ آپ کی لاعلمی میں وہ رول غائب ہو گیا

''اور پھر۔''

''پھر یہ کہ آپ حراست میں نہیں لیے جائیں گے۔ ابھی تحریری بیان دے

حمید کو ایسا لگا جیسے عین کھیل کے دوران میں فٹ بال کی ہوا نکل گئی ہو
ہوئی تھی رحیم گل کے رویئے سے۔ وہ تو سمجھا تھا کہ اب اس کے خلاف دل کا
موقع ملے گا۔ لیکن شاید فریدی ہی نہیں چاہتا تھا کہ اسے حراست میں لیا جا
اعتراف کرا لینے کے لیے اتنا کھڑاک کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ رول کی رسید غیر قا
سے بنوائی گئی ہو گی۔ لیبارٹری کے کسی ملازم پر کچھ رقم صرف کئے بغیر یہ کام نہ

رحیم گل نے اپنا بیان خود ہی لکھا۔ دستخط کئے اور چپ چاپ چلا گیا۔

''میں داد نہیں دے سکتا!'' حمید برا سا منہ بنا کر بولا۔ ''واقعی آپ اس

گئے تھے!''

''برخوردار میں تشدد کرنے کی مشین نہیں ہوں۔ تشدد اسی صورت میں کرتا ہوں جب
حکمت عملی کارگر نہیں ہوتی۔''

''اس وقت مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے کسی مزار کے متولی کی خدمت میں حاضری
دے بیٹھا ہوں۔''

''وقت نہ ضائع کرو۔''

''اب کرنے کو رہا ہی کیا ہے......!''

''یقین کرو کہ اس سلسلے میں فلم انڈسٹری ہمارا میدان ہرگز نہیں ہو سکتا!''

''کیا مطلب۔''

''تم ان سپاہیوں کی لاشوں کو کیوں بھول جاتے ہو......؟''

''تو گویا حقیقت وہ نہیں ہے جو نظروں کے سامنے ہے!''

''شاید ایسا ہی ہو...... لیکن ماریہ اس سلسلے کی ایک کڑی ضرور ہو سکتی ہے۔ جس کی انتہا
تک ہم پہنچنا چاہتے ہیں!''

''میں نہیں سمجھا۔''

''وہ رول محض اس لیے نہیں غائب کیا گیا کہ رحیم گل پھنس جائے۔''

''آپ یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے!''

''اچھی بات ہے۔ فی الحال اسے مفروضہ ہی سمجھ لو۔ لیکن ہمیں اسی مفروضے سے ابتداء
کرنی ہے کہ کیمرے نے کوئی اہم شہادت عکس بند کی ہو گی۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ چاروں کانسٹیبلوں کی اموات کے بارے میں وہ پہلے بھی سوچ چکا تھا۔
تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولا۔ ''اچھا اب مجھے بھی کچھ فرض کر لینے دیجئے کیونکہ ہم اپنی گاڑی
مفروضوں ہی کے سہارے آگے بڑھاتے ہیں۔ فرض کیجئے قاسم ہی نے کہیں لے جا کر اسے
چھپایا ہے...... تو کہاں لے گیا ہو گا؟''

''تمہارے سوچنے کی بات ہے! تم اسے مجھ سے زیادہ جانتے ہو!''

''بہت دیر سے سوچ رہا ہوں...... ایگل بیچ پر اس کے کئی ہٹ ہیں۔ اس کے باپ کے

غیر ملکی مہمان وہیں قیام کرتے ہیں......اوہ......معلوم ہو جائے گا۔ آپ فکر نہ کیجئے!''

حمید چٹکی بجا کر بولا۔

''کیا معلوم ہو جائے گا۔''

''ان ہٹس میں قیام کرنے والوں کا حساب بیچ ہوٹل میں چلتا ہے۔ بیچ ہوٹل سے معلوم ہو جائے گا کہ کس ہٹ کا حساب کب سے چل رہا ہے۔ اگر کسی ہٹ کا حساب پچھلی رات سے چلا ہے تو بس وہی ہماری منزل ہو گی۔''

''جاؤ کوشش کرو۔''

رحیم گل، فریدی کے آفس سے نکل کر اپنی گاڑی میں بیٹھا اور بے خیالی میں اچانک ایک جانب چل پڑا۔ اتنی بڑی شکست کبھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ دم گھٹ رہا تھا۔ ایسا محسوس کر رہا تھا جیسے اب کبھی کسی کو منہ نہ دکھا سکے گا۔ لیکن ساتھ ہی اس نکتے پر غور کر رہا تھا کہ ماریہ فرار کیوں ہو گئی۔ فریدی سے اس نے ماریہ کے ڈرپوک ہونے کے بارے میں غلط بیانی کی تھی۔ ماریہ ہرگز ڈرپوک نہیں تھی۔ لیکن کیا رول خود اس نے غائب کیا تھا لیکن فرار کیوں ہو گئی......کیا وہ رول اس وقت بھی اس کے فلیٹ میں موجود تھا۔ جب فریدی اس سے پوچھ گچھ کے لیے وہاں گیا تھا۔ ضرور یہی بات تھی۔ وہ اس رول سمیت ہی وہاں سے فرار ہوئی ہو گی۔ محض رول کے لیے فرار ہوئی ہو گی......ورنہ وہ اتنی احمق نہیں ہو سکتی۔ رول اس کی تحویل سے غائب ہوا تھا۔ ماریہ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں تھی۔ ہاں اس سے یہ غلطی ضرور ہوئی تھی کہ اس نے اس کی گمشدگی کے بارے میں صرف ماریہ کو بتا دیا تھا اور اس اعتماد کے ساتھ کہ وہ اس کا تذکرہ کسی سے نہ کرے گی لیکن اس نے شاداں کو بتا دیا اور اس طرح بتایا کہ کوئی بھی سن لے۔ اوہ......جہنم میں جائے۔ اس کی کتنی توہین ہوئی تھی اور اسے اپنی طبیعت پر جبر کر کے کتنا جھکنا پڑا تھا......کس قدر چالاک آدمی ہے یہ کرنل فریدی۔ ظاہر ہے کہ اس نے وہ رسید غیر قانونی طور پر حاصل کی ہو گی۔ لیکن اس رسید کی بنا پر وہ اس کے خلاف کارروائی کر سکتا تھا۔ یعنی اس وقت تک وہ یقینی طور پر اسے حراست میں رکھ سکتا تھا جب تک رسید کا جعلی ہونا ثابت نہ ہو جاتا اور یہ کارروائی عدالت میں ہوتی اور وہ ریمانڈ پر ریمانڈ لیتا رہتا......بہر حال

اب وہ اس رسید کے سلسلے میں کرنل فریدی کے خلاف بھی کوئی کارروائی نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اپنا تحریری بیان دے چکا تھا......عجیب سی پژمردگی ذہن پر طاری ہونے لگی تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اس کے اندر کوئی کمی واقع ہو گئی ہو۔ آرلکچو کے قریب اس نے گاڑی روکی۔ اندر پہنچ کر سیدھا بار کی طرف چلا گیا۔

''ڈبل پگ وہسکی!'' اس نے بارٹنڈر سے کہا اور کاؤنٹر کے قریب پڑے ہوئے اسٹولوں میں سے ایک پر بیٹھ گیا۔ قریب ہی کچھ اور لوگ بھی بیٹھے پی رہے تھے۔ دو سفید فام غیر ملکی بھی اس کے پیچھے ہی آئے تھے اور انہوں نے بھی کچھ طلب کیا تھا۔ رحیم گل وہسکی کی چسکیاں لیتا رہا۔ آہستہ آہستہ ذہنی اضمحلال دور ہو رہا تھا۔

گلاس خالی کر کے کاؤنٹر پر رکھ دیا۔ اور بل کی رقم ادا کر کے واپسی کے لیے اٹھا ہی تھا کہ ایک غیر ملکی اس کے برابر آ کھڑا ہوا۔ وہ اس کی طرف توجہ دیئے بغیر صدر دروازے کی طرف چل پڑا تھا۔ اس کے وجود کا احساس تو اس وقت ہوا جب وہ اس سے بالکل ہی لگ کر چلنے لگا۔ رحیم گل نے ایک طرف ہٹنا چاہا لیکن کوئی چیز اس کے بائیں پہلو سے چبھنے لگی اور غیر ملکی آہستہ سے بولا۔ ''بے آواز پستول کی نال ہے۔ چپ چاپ چلتے رہو۔''

رحیم گل اسے کنکھیوں سے دیکھتا ہوا چلتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ فٹ پاتھ پر آ گئے۔ اب وہ دونوں سفید فام غیر ملکیوں کے درمیان چل رہا تھا۔

''اس کا کیا مطلب ہے!'' وہ جھنجھلا کر بولا۔

''بے آواز فائر ہو گا اور تم ڈھیر ہو جاؤ۔ ورنہ خاموشی سے چلتے رہو!''

اس طرح وہ اسے ایک لمبی سی سیاہ گاڑی کے قریب لائے۔ ان میں سے ایک نے دروازہ کھولا اور پہلے خود اندر بیٹھ کر سیٹ کے دوسرے گوشے تک سرک گیا۔ پھر رحیم گل سے بیٹھنے کو کہا گیا۔

''آخر تم چاہتے کیا ہو۔''

''بیٹھو......!'' غیر ملکی غرایا اور اس کی کمر پر پستول کا دباؤ بڑھ گیا۔ پستول غیر ملکی کے کوٹ کی جیب میں تھا۔

طوعاً و کرہاً رحیم گل گاڑی میں بیٹھ گیا۔ اس کے بعد وہ گاڑی میں بیٹھا تھا جس کے

جیب سے پستول کی نال اس کے پہلو میں چبھتی رہی تھی۔ تیسرا آدمی ڈرائیونگ سیٹ پر تھا..... گاڑی فراٹے بھرتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

''آخر چکر کیا ہے!'' رحیم گل نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔ ''مجھے کہاں لے جا رہے ہو!''

''خاموش بیٹھے رہو!......!'' پستول والا غرایا۔

رحیم گل خائف نہیں تھا۔ لیکن اس قسم کی غنڈہ گردی کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ بھلا یہاں سفید فام غیر ملکی اس قسم کی حرکتیں کیوں کرنے لگے۔ گاڑی ایک ایسی عمارت کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی تھی جسکی دیواریں بہت اونچی تھیں۔ سڑک پر سے اندر کے حالات نظر نہیں آ سکتے تھے۔

رحیم گل کو اسی طرح گاڑی سے نیچے اتارا گیا جس طرح سوار کرایا گیا تھا اور پھر وہ اسے عمارت کے اندر لائے۔

یہاں ایک اور سفید فام غیر ملکی شاید اسی کا منتظر تھا وہ اسے خاموشی سے دیکھتا رہا اور قبل اس کے کہ رحیم گل اس سے اس حرکت کے بارے میں پوچھتا وہ سوال کر بیٹھا۔ ''ماریہ کہاں ہے؟''

''کیا مطلب؟'' رحیم گل چونک کر بولا۔

''میری بات کا جواب دو۔''

''میں نہیں جانتا وہ کہاں ہے!''

اس آدمی نے رحیم گل کے پیچھے کھڑے ہوئے آدمی کو اشارہ کیا اور اس نے اچھل کر رحیم گل کی کمر پر لات رسید کر دی۔

رحیم گل منہ کے بل فرش پر گرا اور پھر اس پر وحشت طاری ہو گئی۔ یہ بھی بھول گیا کہ پستول کے زور پر یہاں تک لایا گیا ہے۔ اٹھا اور پاس کھڑے ہوئے سفید فام پر ٹوٹ پڑا..... اور پھر وہ سب آپس میں گڈمڈ ہو کر رہ گئے...... یہاں تین ہی تھے۔

گاڑی ڈرائیو کرنے والا باہر ہی رہ گیا تھا۔ رحیم گل ان پر بھاری پڑ رہا تھا۔ دفعتاً پستول بھی نکل آیا اور اس دوران میں رحیم گل کو ہوش بھی آ گیا تھا۔

''رک جاؤ!'' اسے وارننگ دی گئی۔ ''ورنہ گولی مار دی جائے گی۔''

رحیم گل ان سے کسی قدر دور ہٹ کر کھڑا ہو گیا اور اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔ تیسرا آدمی سفاکانہ انداز میں مسکرا کر بولا۔ ''بہت بے جگرے معلوم ہوتے ہو اور بیوقوف بھی۔''

''جب میں جانتا ہی نہیں کہ ماریہ کہاں ہے تو اس کے علاوہ اور کرتا بھی کیا۔ تمہیں میری بات پر یقین نہیں آیا تھا!'' رحیم گل نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ''پولیس کو بھی ماریہ کی تلاش ہے اور پولیس سے بھی دھمکیاں سن چکا ہوں۔''

''بیٹھ جاؤ۔'' اس آدمی نے کرسی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

رحیم گل خاموشی سے بیٹھ گیا۔ وہ اپنا دماغ ٹھنڈا رکھنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔

''تم کرنل فریدی کے آفس میں گئے تھے!'' وہ آدمی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

''ہاں میں وہاں کرنل فریدی سے ماریہ کے بارے میں پوچھنے گیا تھا۔''

''کرنل فریدی کیا جانے۔ کیا وہ اس کی حراست میں ہے!''

''نہیں اسے بھی ماریہ کی تلاش ہے۔''

''تم نہیں جانتے کہ وہ کہاں ہے۔''

''میں نہیں جانتا! لیکن آخر چکر کیا ہے!''

''ظاہر ہے کہ وہی رول!'' وہ آدمی مسکرا بولا۔

''اوہ؟'' رحیم گل ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔ پھر بولا! ''تو یہ حقیقت ہے کہ رول ماریہ ہی نے اڑایا ہے۔''

''ہاں وہ اسی کے پاس ہے اور ہر قیمت پر ہمیں چاہیے۔ پہلے وہ ہمارے مقرر کردہ معاوضے پر تیار ہو گئی تھی۔ لیکن رول چرا لینے کے بعد اس نے مطالبہ بڑھا دیا۔ اس کے بعد غائب ہو گئی۔ ورنہ ہم اسے منہ مانگی قیمت ادا کر دیتے۔''

''اس کا کیا مطالبہ تھا۔''

''دس ہزار......!''

''اور تم کیا دینے والے تھے!''

''تین ہزار۔''

''اب میں سمجھ گیا۔'' رحیم گل کو ہنسی آ گئی۔

''کیا سمجھ گئے۔'' وہ اسے گھورتا ہوا بولا۔

''پولیس اچانک اس کے فلیٹ میں پہنچی تھی۔ خانہ تلاشی کے ڈر سے وہ اس رول کو وہاں

سے لے بھاگی۔ کرنل فریدی کو جل دے گئی۔ وہ خود گیا تھا۔"

"اگر یہ بات ہے تو مجھے افسوس ہے! محض غلط فہمی کی بنا پر تمہارے ساتھ یہ
کیا گیا!"

"کوئی بات نہیں۔ اس بیہودہ عورت نے میری مٹی پلید کر دی!"

"کیا تم بھی پولیس کے معتوب ہو!"

"کیوں نہ ہوتا جب کہ وہ رول میری تحویل سے غائب ہوا ہے! میں نے تو با
کی کوشش کی تھی۔ پروڈکشن منیجر سے جھوٹا بیان دلوا دیا تھا کہ رول کیمرے ہی سے
تھا! لیکن یہاں بھی ماریہ ہی کی وجہ سے چوٹ ہوئی۔"

"کیوں اس نے کیا کیا!"

"میں تو جانتا نہیں تھا کہ رول اسی نے چرایا ہے۔ لہٰذا اس کے غائب ہو جانے
اس سے پریشانی کا اظہار کیا تھا۔ ساتھ ہی تاکید کر دی تھی کہ کسی سے اس کا ذکر نہ
لیکن اس نے میری بہن سے تذکرہ کر دیا اور ان کی گفتگو کسی تیسرے نے بھی سن
طرح بات کرنل فریدی تک جا پہنچی۔"

"اوہ۔ تو یہ قصہ ہے واقعی وہ بالکل احمق معلوم ہوتی ہے! کہیں کرنل فریدی ہی
نہ لگ جائے۔"

"ہو سکتا ہے!" رحیم گل بیزاری سے بولا۔ ماریہ کے خلاف اس کے سینے میں
کے طوفان امنڈ رہے تھے۔ ہاتھ لگ جاتی تو خود ہی اس کی ہڈیاں توڑ دیتا۔

"اسے تلاش کرنے میں ہماری مدد کرو۔ دس ہزار تم دونوں میں برابر برابر تقسیم
جائیں گے۔"

"پانچ ہزار یا دس ہزار کی کیا وقعت ہے میری نظروں میں..... اتنی رقومات تو میں
کی میز پر ہار دیتا ہوں۔"

"پھر ہم کچھ زیادہ کی سوچیں گے۔"

"میں یہ کام مفت کروں گا۔" رحیم گل اسے گھورتا ہوا بولا۔

"لیکن یاد رہے کہ اگر وہ رول ہماری بجائے کرنل فریدی کو پہنچا تو تمہا

نہیں۔ اپنے گھر میں بھی تمہاری موت واقع ہو سکتی ہے! ماریہ کے سلسلے میں ہم سے غلطی ہو
گئی۔ ہمیں اس کی بجائے تمہارے کسی ملازم سے بات کرنی چاہئے تھی۔"

"مجھے کرنل فریدی سے کیا ہمدردی ہو سکتی ہے۔ میں ہر اس شخص کا دشمن ہوں جو مجھے کسی
طرح بھی دھمکانے کی کوشش کرے۔"

"تم ایسے ہی معلوم ہوتے ہو!" وہ سر ہلا کر بولا۔

"کیا ماریہ تمہیں لوگوں سے تعلق رکھتی ہے۔"

"نہیں۔ کسی کے توسط سے ہم نے اس سے بات کی تھی۔"

"تو پھر اسے میرے حوالے کر دینا۔ مطلب یہ کہ تمہیں تو صرف اس رول ہی سے
سروکار ہوگا۔"

"بالکل!" وہ سر ہلا کر بولا۔ "ماریہ ہمارے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی!"

"بس تو پھر ٹھیک ہے! میں چاہتا ہوں کہ وہ صحیح و سالم حالت میں پولیس کے ہاتھ نہ لگے۔"

"تمہاری یہ خواہش پوری ہو جائے گی۔"

"اور تمہارے دس ہزار بھی بچ جائیں گے۔" رحیم گل آہستہ سے بولا۔

بیچ ہوٹل کا منیجر حمید کو پہچانتا تھا۔ اس لیے اُسے یہ معلوم کر لینے میں قطعاً دشواری نہ ہوئی
کہ پچھلی رات سے کس ہٹ کا اکاؤنٹ کھلا ہے! عاصم انڈسٹریز کے مخصوص واؤچرز پر حساب
چلتا تھا اور ادائیگیاں ماہانہ بنیاد پر ہوتی تھیں۔ ہٹ نمبر ستائیس غالباً سب سے زیادہ شاندار ہٹ
تھا۔ اس نے ہوٹل ہی سے فون پر ہٹ کے نمبر ڈائیل کیے اور ریسیور کان سے لگائے کھڑا رہا۔

"ہالو۔" دوسری طرف سے قاسم کی آواز آئی اور حمید نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

تو وہ ہٹ میں موجود تھا۔ حمید ہوٹل سے نکل کر سیدھا اسی طرف چل پڑا...... پہلے یقین
کر لینا چاہتا تھا کہ ماریہ بھی ہٹ میں موجود ہے یا نہیں۔ اس کے لیے براہ راست دروازے
پر جا کر دستک دینا مناسب نہ معلوم ہوا۔ اگر وہ موجود ہوئی تو قاسم کو سنبھال لینا تنہا اس کے
بس کا روگ نہ ہوگا۔ ہٹ کے قریب پہنچنے سے قبل ہی اس نے دو ننھے ننھے اسپرنگ نکالے اور
ناک کے نتھنوں [illegible] جگہوں پر فٹ کر لیے..... ناک کی نوک اس طرح اوپر اٹھی

کہ اس کے ساتھ ہی اوپری ہونٹ بھی کسی قدر اوپر اٹھ گیا اور دانت دکھائی دینے لگے۔ یہ اس کا ریڈی میڈ میک اپ تھا۔

یہ میک اپ شکل میں ایسی تبدیلی لایا تھا کہ ماریہ بھی اسے نہ پہچان سکتی اور پھر اسے فی الحال ان دونوں سے دور ہی رہ کر انہیں نظروں میں رکھنا تھا۔

ہٹ نمبر ستائیس کے سامنے والا ہٹ مقفل تھا۔ وہ اسی کے برآمدے میں اس طرح بیٹھ گیا جیسے چلتے چلتے تھک گیا ہو۔ تھوڑی دیر بعد اس نے قاسم کا قہقہہ سنا لیکن اس کے ساتھ کوئی دوسری آواز نہیں تھی۔

وہ کچھ کہہ بھی رہا تھا لیکن اس کے الفاظ صاف طور پر نہیں سنائی دیتے تھے۔ تنہائی میں بھی قاسم قہقہہ لگا سکتا تھا لیکن بولنے کا انداز ایسا نہیں تھا کہ کسی دوسرے کی عدم موجودگی پر دلالت کرتا۔ کوئی اور بھی ضرور تھا اس کے ساتھ۔ لیکن دوسری آواز نہ سنائی دی۔ حمید نے جیب سے تمباکو کی پاؤچ نکالی اور سگریٹ رول کرنے لگا۔ میک اپ ریڈی میڈ ہو یا مستقل وہ پائپ استعمال نہیں کرتا تھا۔ ایسے مواقع کے لیے سگریٹ کے کاغذ کا پیکٹ بھی پاؤچ میں ڈالے رکھتا تھا۔

قریباً دس منٹ بعد اس نے کسی عورت کا قہقہہ بھی سنا اور دروازہ کھلتے دیکھ کر دوسری طرف متوجہ ہو گیا۔

قاسم باہر نکلتا ہوا انگلش مین کسی سے کہہ رہا تھا۔ ''بے فکری سے رہو۔ میں ان لوگوں کو تلاش کروں گا......وہ تمہاری رقم ہضم کر کے اس شہر میں نہیں رہ سکیں گے۔ میں بہت جلد واپس آ جاؤں گا.....بے فکر رہو......!''

''میں آج رات تنہا نہیں گزار سکوں گی۔'' ہٹ کے اندر سے آواز آئی۔ حمید نے کنکھیوں سے دیکھا لیکن عورت نہ دکھائی دی۔ قاسم تو باہر ہی کھڑا ہوا تھا۔

''میں گھر میں کہہ دوں گا کہ کام سے شہر کے باہر جا رہا ہوں!'' قاسم نے کہا اور اپنی گاڑی کی طرف چل پڑا۔ ہٹ کا دروازہ آواز کے ساتھ بند ہوا تھا۔ پھر بولٹ سرکنے کی آواز بھی صاف سنائی دی۔

قاسم کی گاڑی وہاں سے چلی گئی۔ حمید ماریہ کی آواز پہچان چکا تھا۔ اس نے سوچا فریدی کو

کر دینا چاہیے۔ اگر خود اس نے اپنی مرضی سے کوئی قدم اٹھایا اور بات بگڑ گئی تو اچھا نہ ہوگا۔

وہ اٹھ کر بیچ ہوٹل کی طرف چل پڑا۔

تھوڑی دیر بعد فون پر فریدی سے کہہ رہا تھا۔ ''میرا اندازہ درست نکلا! جی ہاں بیچ ہوٹل سے بول رہا ہوں۔ اس وقت وہ ہٹ میں تنہا ہے...... قاسم جلد ہی واپس آ جانے کا وعدہ کر کے نہیں چلا گیا ہے۔''

''وہیں ٹھہر کر نگرانی جاری رکھو میں آ رہا ہوں۔'' فریدی نے کہا اور پھر رابطہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔

حمید پھر اسی مقام پر واپس آ گیا جہاں سے نگرانی کرتا رہا تھا۔ قاسم کے ہٹ کا دروازہ بدستور بند رہا۔ کھڑکیوں پر پردے پڑے ہوئے تھے۔ وہ کسی کھڑکی میں نہ دکھائی دی۔ خاصی ...معلوم ہوتی تھی۔ ویسے حمید سوچ رہا تھا کہ قاسم کو علم ہے کہ ماریہ پولیس کو مطلوب ہے! کیا ...نے اسے بتا دیا ہوگا! کیا قاسم دیدہ دانستہ اس کی اعانت کر رہا ہے؟

وقت گزرتا رہا اور اس کی بے چینی بڑھتی رہی۔ کہیں قاسم بھی سچ مچ ملوث نہ ہو گیا ہو۔

فریدی کی گاڑی ہٹ سے خاصے فاصلے پر رکی۔ لیکن یہاں سے دکھائی دے رہی تھی۔

...اٹھ کر اس کی جانب بڑھا اور ناک سے اسپرنگ نکال کر جیب میں ڈال لیے۔

''کیا وہ واپس آ گیا......!'' فریدی نے گاڑی سے اترتے ہوئے اس سے پوچھا۔

''جی نہیں......!''

''چلو۔'' وہ آگے بڑھتا ہوا بولا۔ دونوں ہٹ کے دروازے پر رکے اور فریدی نے ...ب دی۔

''کون ہے؟'' اندر سے پوچھا گیا۔

''میں ہوں......!'' فریدی نے من وعن قاسم کی آواز کی نقل اتاری اور حمید نے عجیب ...ول سے اسے دیکھا۔

بولٹ سرکنے کی آواز آئی ہی تھی کہ فریدی نے دروازے کو زور سے دھکا دیا اور اندر گھستا ...یا۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی پیچھے ہٹ گئی اور پھر اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

''دروازہ بولٹ کر دو۔'' فریدی نے حمید کی طرف مڑے بغیر کہا۔

"یہ......یہ......زبردستی!" وہ ہکلا کر رہ گئی۔

"ہم سے پیچھا چھڑا لینا اتنا آسان نہیں ہے۔"

"مم......میں پچھلی رات بہت زیادہ خوفزدہ ہو گئی تھی......اس لیے۔"

"رول ہمارے حوالے کر دو۔"

"کک کیسا رول۔"

"وہی جسے تم نے گل پروسس سے اڑایا تھا!"

"یہ درست نہیں ہے!"

"اس کے باوجود بھی تم اس معاملے کے صاف ہونے تک حراست میں رہو گی!"

"لل۔لیکن......!"

"بہتری اسی میں ہے کہ رول ہمارے حوالے کر دو۔ ورنہ بہت پریشانیاں اٹھاؤ

"مم......میرے پاس نہیں ہے!"

"حمید ہٹ کی تلاشی لو۔"

"یہ نہیں ہو سکتا!" ماریہ مضطربانہ انداز میں بولی۔ "تلاشی کا وارنٹ دکھاؤ۔"

"تمہیں وارنٹ طلب کرنے کا حق نہیں پہنچتا کیونکہ یہ تمہارا ہٹ نہیں ہے!"
نے کہا اور حمید نے اپنا کام شروع کر دیا۔

"مغل شاہی مت چلاؤ۔ یہ بیسویں صدی ہے!" ماریہ بولی۔ پھر اس نے حمید کے
ہی دوسرے کمرے میں داخل ہو جانا چاہا تھا۔ فریدی نے آگے بڑھ کر اس کی کلائی پکڑ
جھٹکا دے کر بولا۔ "مجھے نامناسب رویہ اختیار کرنے پر مجبور نہ کرو۔"

وہ برا سا منہ بنا کر رہ گئی۔ آنکھوں سے ظاہر ہو رہا تھا جیسے ابل پڑنا چاہتی ہو
سے ہونٹ بھینچے کھڑی رہی۔ دفعتاً حمید ایک چھوٹا سا سوٹ کیس اٹھاتے ہوئے کمر
داخل ہوا۔

"اس سوٹ کیس کے علاوہ یہاں اور کچھ نہیں ہے اور یہ مقفل ہے!"

"تمہارا ہے؟" فریدی نے ماریہ سے پوچھا۔

وہ کچھ نہ بولی......فریدی نے کنجی طلب کی۔ لیکن وہ خاموش کھڑی رہی......!

"قفل توڑ دو۔" فریدی نے حمید سے کہا۔

"قفل کو غلط طریقے سے چھیڑا گیا تو سوٹ کیس دھماکے کے ساتھ پھٹ جائے گا۔"
نے کہا۔

"بہت خوب۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "ہم کوئی جاسوسی کہانی ڈراما ٹائز نہیں کر رہے۔"

مید سوٹ کیس کے قفل کو ایک باریک اوزار کی مدد سے کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ٹھہر جاؤ۔" وہ بے بسی سے ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "رول اس میں موجود ہے......اور میں
جانتی کہ اس کی کیا اہمیت ہے......قفل ضائع نہ کرو میں کھولے دیتی ہوں۔"

حمید نے کوشش ترک کر دی اور وہ آگے بڑھتی ہوئی بولی۔ "مجھے دو۔"

"کنجی۔" حمید نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا! کنجی لاؤ۔ رول کے علاوہ اور کسی چیز کو
ہیں لگاؤں گا۔"

"میں کنجی نہیں دوں گی۔"

"میں آنکھیں بند کر کے صرف رول نکال لوں گا۔"

"یہ ناممکن ہے۔"

ٹھیک اسی وقت باہر سے کسی گاڑی کے رکنے کی آواز آئی اور ماریہ اس طرف متوجہ ہو گئی
مجھ گیا تھا کہ قاسم واپس آ گیا ہے۔ لہٰذا وہ سوٹ کیس لیے ہوئے جھپٹ کر دوسرے
ے میں چلا گیا۔

"دیکھئے آپ خواہ مخواہ بات بڑھا رہے ہیں۔" ماریہ نے فریدی سے کہا۔ "میں
اف کر چکی ہوں کہ رول میرے پاس ہے۔"

دروازے پر دستک ہوئی اور ماریہ آہستہ سے بولی۔ "پلیز اسے نہ معلوم ہونے پائے۔"

فریدی نے کچھ کہے بغیر آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔

"ارے باپ رے!" قاسم کی زبان سے بے ساختہ نکلا تھا۔

"یہ......یہ......پولیس آفیسر ہیں!" ماریہ جلدی سے بولی۔ "یہ میری مدد کریں گے۔
ان کے ساتھ جا رہی ہوں!"

قاسم ہونقوں کی طرح منہ کھولے کھڑا رہا۔

''ہاں ٹھیک ہے!'' فریدی نے سر ہلا کر کہا۔ ''سب ٹھیک ہو جائے گا!''

''لیکن...... مم...... میں نے تو!'' قاسم ہکلا کر رہ گیا۔

''ہاں تم سے غلطی ہوئی۔ تمہیں میرے پاس آنا چاہیے تھا۔'' فریدی نے کہا آواز میں بولا۔ ''حمید چلو......! یہ ہمارے ساتھ جا رہی ہیں۔''

حمید سوٹ کیس اٹھائے ہوئے کمرے سے برآمد ہوا۔

اس پر نظر پڑتے ہی قاسم دانت پیسنے لگا۔ لیکن کچھ بولا نہیں...... ویسے جب وہ کر گاڑی میں بیٹھ رہے تھے۔ قاسم نے حمید سے کہا۔ ''قیا یہ جروری ہے کہ تم اس طرح ٹوہ میں رہا قرو...... خداوند کریم تم کو جلد غارت قرے گا...... تم دیخ لینا۔''

فریدی نے مڑ کر تیز نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور وہ ہونٹ بھینچ کر پیچھے ہٹ

''کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے...... سب ٹھیک ہو جائے گا!'' ماریہ نے جانب دیکھ کر ایسے انداز میں کہا جیسے کسی ننھے سے بچے کو کچھ سمجھا رہی ہو۔

وہ گاڑی میں بیٹھ گئے اور قاسم نے آگے بڑھ کر ماریہ سے پوچھا۔

''لیکن یہ لوگ یہاں کیسے پہنچ گئے تھے۔''

''میں نے فون کر کے بلایا تھا۔'' ماریہ نے جواب دیا۔

''میں بھی چلوں؟''

''نہیں...... کیا ضرورت ہے...... معاملات ٹھیک ہو جانے پر میں تمہیں فون کر دوں

فریدی نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ حمید پچھلی سیٹ پر ماریہ کے ساتھ بیٹھا تھا۔ کچھ طے ہو جانے کے بعد حمید نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔ قاسم کی گاڑی برابر تعاقب کر رہی تھی فاصلے سے۔

''وہ آ رہا ہے۔'' حمید نے ماریہ سے کہا۔

''اتنا معصوم آدمی آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا...... بیچارے نے بڑی سے لفٹ دی تھی۔''

حمید نے اس ریمارک پر کچھ نہیں کہا۔ پھر کچھ دیر بعد بولا۔

''آخر اس سوٹ کیس میں اس رول کے علاوہ اور کیا ہے۔ جس کی بنا پر تم نے

نہیں دی تھی۔''

''اب تمہارے بس میں ہوں دیکھ ہی لو گے۔ لیکن جس طرح اس رول کے معاملے میں بیوقوف بنی ہوں اسی طرح اس دوسری چیز کا بھی مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے وہ بھی کسی اور کی ہے۔''

''کیا چیز ہے۔''

''بغیر لائسنس کا ایک پستول جو میری ملکیت نہیں ہے۔ رحیم گل نے رکھوایا تھا۔''

''تمہارے قبضے میں ہے۔''

''تو یہ دوسرا جرم ہوا۔''

''بہت مضبوط اعصاب والی ہو۔''

''رول کے معاملے میں کس طرح بیوقوف بنی ہو۔'' فریدی نے سوال کیا۔

''ایک شخص نے معاوضے پر یہ کام مجھ سے لیا تھا۔ لیکن پھر مفت جھپٹ لینا چاہا...... اب میں ایسی احمق تو ہوں نہیں کہ اس کی باتوں میں آجاتی۔''

''کس کی بات کر رہی ہو۔''

''والگو ہے ایک فرانسیسی۔ نیشنل اسٹوڈیوز میں ساؤنڈ انجینئر ہے۔''

''والگو...... کو تم کب سے جانتی ہو......!''

''زیادہ دن نہیں ہوئے۔ رحیم گل ہی کی ایک کاک ٹیل پارٹی میں اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ بہرحال اس رول کے حصول کے لیے اس نے مجھے تین ہزار کا آفر دیا تھا۔''

''اور پھر معاوضہ ادا کئے بغیر حاصل کر لینا چاہا۔'' حمید نے پوچھا۔

''جی ہاں یہی بات ہے لیکن اب میرا کیا حشر ہوگا!''

''یہ بتانا بہت دشوار ہے۔''

''آپ چاہیں تو مجھے چھوڑ بھی سکتے ہیں۔''

''رحیم گل کے تحریری بیان میں تمہارا ذکر بھی موجود ہے لہٰذا اب یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں!'' فریدی نے کہا۔

ان کی گاڑی ایگل بیچ کی حدود سے نکل آئی تھی اور اب اس سنسان سڑک پر جا رہی تھی جو انہیں شہر تک پہنچاتی۔

اچانک گاڑی کا ایک ٹائر دھماکے کے ساتھ فلیٹ ہو گیا اور وہ سڑک کے نیچے اترتی چلی گئی۔ اگر فریدی جیسے مشاق آدمی کے ہاتھ میں اسٹیرنگ نہ ہوتا تو اس رفتار پر گاڑی کا الٹ جانا یقین تھا۔ گاڑی زبردست جھٹکے کے ساتھ رک گئی۔ ماریہ کے حلق سے چیخ نکلی تھی۔

ٹھیک اسی وقت ایک تیز رفتار گاڑی ان پر گولیوں کی بوچھاڑ کرتی ہوئی آگے نکلی چلی گئی۔

حمید تیزی سے جھک گیا تھا ماریہ اس پر آ گری۔ فریدی نے پھرتی سے دروازہ کھول کر دوسری جانب باہر چھلانگ لگائی۔

گاڑی کچھ دور جا کر پھر پلٹ رہی تھی۔ فریدی نے حمید کو آواز دی۔ ''اگر زندہ ہو تو اسی پوزیشن میں پڑے رہنا۔''

پھر وہ تیزی سے رینگ کر ایسی پوزیشن میں آ گیا کہ سامنے سے دیکھا نہ جا سکے۔ ساتھ ہی ہولسٹر سے اعشاریہ چار پانچ کا لانگ رینج والا ریوالور بھی نکل آیا۔ اپنی گاڑی کے نیچے سے اس نے قریب آتی ہوئی گاڑی کے اگلے پہیوں پر دو فائر کیے اور قبل اس کے کہ اس گاڑی سے دوبارہ اسٹین گن کا برسٹ مارا جاتا فریدی کے ریوالور سے دو مزید فائر ہوئے...... دوسری گاڑی میں کوئی زور سے کراہا تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمی نے دروازہ کھول کر گاڑی سے چھلانگ لگا دی۔ فریدی نے پانچواں فائر اس کی ٹانگ پر کیا تھا...... وہ ایک بار پھر اچھلا اور دھم سے گر پڑا۔

اور پھر سناٹا چھا گیا۔ ڈرائیونگ سیٹ سے چھلانگ لگانے والا بے حس و حرکت ہو گیا تھا۔

''کیا تم زندہ ہو......!'' فریدی نے حمید کو آواز دی۔

''زندہ ہوں۔'' حمید نے ماریہ کو ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا۔ وہ سیٹ پر لڑھک گئی۔ گاڑی کا عقبی شیشہ چور چور ہو گیا تھا اور گولیاں ماریہ کے شانے اور گردن میں پیوست ہو گئی تھیں۔

دوسری طرف فریدی حملہ آوروں کی کار کا جائزہ لے رہا تھا۔ اسٹین گن سے فائرنگ کرنے والا پچھلی سیٹ پر پڑا نظر آیا اس کی دونوں آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور پیشانی پر بڑا سا سوراخ تھا۔

حمید گاڑی سے اتر کر لڑکھڑاتا ہوا فریدی کی طرف بڑھا۔

''اوہ...... کہاں گولی لگی ہے!'' فریدی اس کی جانب مڑتا ہوا بولا اور پھر تیزی سے اس

ے قریب پہنچ گیا۔

''میں ٹھیک ہوں۔ یہ ماریہ کا خون ہے۔ وہ مر چکی ہے!''

ادھر سے گزرنے والی کئی گاڑیاں سڑک پر رک گئی تھیں اور لوگ اتر اتر کر ان کی جانب ھ رہے تھے۔

ان میں قاسم بھی شامل تھا اور جیسے ہی قریب پہنچ کر اس نے گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ریہ کی لاش دیکھی دیوانوں کی طرح چیخنے لگا۔ بس آواز ہی آواز تھی۔ یہ سمجھ میں نہیں آ سکا تھا کہ کیا کہہ رہا ہے لیکن کچھ کہہ ضرور رہا تھا۔

''کیا بکواس ہے۔ خاموش رہو۔'' فریدی نے اس کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

ن کا منہ بند ہو گیا اور آنکھیں نکل پڑیں۔

جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ معاملہ پولیس کا ہے تو ایک ایک کر کے کھسکنے لگے۔ بدقت ام فریدی نے ایک ٹرک ڈرائیور کو اس پر آمادہ کر لیا کہ وہ دونوں لاشوں کو شہر تک پہنچا ے...... زخمی کو قاسم کی کار میں ڈالا گیا۔ وہ ابھی تک بیہوش تھا۔ مشرق بعید کے کسی ملک کا شندہ معلوم ہوتا تھا اور دوسرا حملہ آور جس کی پیشانی پر فریدی کی گولی لگی تھی..... سفید فام تھا ن کی جیبوں سے کوئی ایسی دستاویز نہیں نکلی تھی جو ان کی شخصیتوں پر روشنی ڈال سکتی۔

☆

ماریہ کے سوٹ کیس سے وہ رول حمید ہی نے نکالا تھا اور خود ہی پروسسنگ کے لیے ے کی لیبارٹری میں پہنچایا تھا۔ لیکن پھر اسے موقع نہیں مل سکا تھا کہ اس رول کے بارے میں لومات بھی حاصل کرتا۔ کیونکہ اس کی ڈیوٹی اس ہسپتال میں لگا دی گئی تھی جہاں حملہ آور زخمی آپریشن کے لیے رکھا گیا تھا۔

ماریہ کی لاش دیکھ کر قاسم کی کچھ عجیب سی حالت ہو گئی تھی۔ اس لیے فریدی نے اسے انجکشن دلوا کر ایک کمرے میں لٹا دیا تھا۔ انجکشن خواب آور تھا۔

حملہ آور کو بھی خواب آور دوائیں دی گئی تھیں اور آپریشن دوسرے دن پر ملتوی کر دیا گیا

حمید سوچ رہا تھا کہ یہاں ڈیوٹی لگانے کا مقصد یہی تو تھا کہ حملہ آور سے پوچھ گچھ کرنے وشش کرے۔ لیکن ڈاکٹر نے اسے اس سے باز رکھا تھا۔ حالانکہ ہسپتال پہنچنے کے بعد ہی

اسے ہوش آ گیا تھا اور کم از کم وہ اتنا تو بتا ہی سکتا تھا...... کہ وہ کسی کا گرگا تھا یا ذاتی طور پر چاہتا تھا کہ ماریہ پولیس کے ہاتھ لگ جائے۔

حمید برآمدے میں ایک آرام کرسی پر نیم دراز کوئی مصور ماہنامہ دیکھ رہا تھا۔ ایک خوش شکل اور کم عمر نرس اس کے قریب آ کھڑی ہوئی اور کسی قدر ہچکچاہٹ کے بولی۔ ''بائیس نمبر والے صاحب جاگ پڑے ہیں جناب۔ بار بار آپ کا نام لے رہے ہیں!

''حمید کی روح فنا ہوگئی۔ کمرہ نمبر بائیس میں قاسم کو رکھا گیا تھا۔

طوعاً وکرہاً وہ اٹھا اور نرس کے ساتھ چل پڑا۔ وہ نرس خصوصیت سے قاسم ہی کے لئے میں متعین کی گئی تھی۔ فریدی نے اس کے لیے خصوصی ہدایات دی تھیں۔

قاسم بستر پر چت پڑا نظر آیا۔ اسکی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ پلکیں جھپکائے بغیر گھورے جا رہا تھا۔ حمید کی آہٹ پر دروازے کی جانب سر گھمایا۔ پھر اٹھنے کی کوشش بھی کی۔

''لیٹے رہو۔ لیٹے رہو!'' حمید ہاتھ ہلا کر بولا۔

قاسم نے اتنی طویل آہ بھری تھی کہ پورا کمرہ لرز کر رہ گیا تھا۔ حمید بستر کے قریب کھینچ کر بیٹھ گیا۔

''مجھے قیا ہوغیا ہے!'' قاسم کے حلق سے بھائیں بھائیں آوازیں نکلیں۔

''سب ٹھیک ہے۔ تم بالکل ٹھیک ہو!''

''نہیں..... میں ٹھیک نہیں ہوں۔''

''ڈاکٹر کہہ رہا تھا کہ تم بالکل ٹھیک ہو......!''

''ڈاکٹر کیا جانے..... کیا وہ میرے پیٹ میں بیٹھا ہوا ہے!''

''آہا..... تو کیا پیٹ میں کچھ ہو رہا ہے......!''

''غاؤں غاؤں ہو رہا ہے۔''

اور پھر حمید نے بھی قراقر سنی! واقعی پیٹ اسی طرح بول رہا تھا جیسے بہت دور بادل گرج رہے ہوں۔

''گھبراہٹ ہے کسی قسم کی۔'' حمید نے پوچھا۔

''نہیں بلقل نہیں..... کچھ محسوس ہی نہیں ہوتا۔ نہ غصہ آ رہا ہے اور نہ کوئی غم ہے

''اوہ فکر نہ کرو۔ یہ انجکشن کا اثر ہے۔ اعصاب کو پُرسکون رکھنے کا انجکشن تھا!''

''اب غصہ آنے کا انجکشن لگوا دو۔ مجھے غصہ جرور آنا چاہئے!''

''کس پر غصہ آنا چاہئے!''

''ابے تجھ پر۔ سالے منحوس!''

دیکھو آ گیا نا غصہ۔'' حمید انگلی اٹھا کر بولا۔

''نہیں آیا۔'' قاسم مردہ سی آواز میں بولا۔ ''یہ تو میں اوپری دل سے کہہ رہا ہوں۔''

اگر کہو تو ایک انجکشن اور لگوا دوں.....!''

''گولی مار دوں گا۔ ابے میں بلقل بھینس ہو کر رہ غیا ہوں! لانت ہے ایسے انجکشن پر۔''

حمید نے سوچا موقع اچھا ہے۔ ابھی جو کچھ معلوم کرنا ہے پوچھ لیا جائے۔ اگر انجکشن کا اثر زائل ہو گیا تو پھر اسے ڈھب پر لانا بے حد دشوار ہو جائیگا۔ لہٰذا اس نے کہا ''بے فکر رہو۔ میں ایسا انجکشن لگوا دوں گا کہ پچھلے انجکشن کا اثر زائل ہو جائے۔''

''لیکن یہ تو بتاؤ کہ وہ تمہارے ہاتھ کیسے لگی تھی''

''لفٹ مانگی تھی مجھ سے۔''

''صرف لفٹ مانگی تھی یا پناہ بھی۔''

''پناہ سے قیا مطلب ہے۔''

''مطلب یہ کہ تم نے اسے اپنے ہٹ میں کیوں رکھا تھا!''

''گھر میں کیسے رکھ سکتا تھا۔''

''بہرحال تم بہت بڑے وبال سے بچ گئے ہو......!''

''کہاں بچ گیا ہوں۔ سر پر تو سوار ہو۔''

''اس نے ایک جرم کیا تھا اور ہم اسی کے سلسلے میں اس سے پوچھ گچھ کرنے گئے تھے لیکن وہ ہمیں جل دے کر عقبی دروازے سے نکل گئی۔ اگر تم وہاں موجود نہ ہوتے تو اور کسی سے لفٹ مانگتی۔''

''بکواس مت کرو۔ وہ دنیا کی ستائی ہوئی تھی۔''

''مجھ پر بھی ترس کھایا کرو۔ میں بھی دنیا کا ستایا ہوا ہوں'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

''بس کھاموش!''

''اچھی بات ہے! میں چلا۔ تم اپنے پیٹ کی آوازیں سنتے رہو۔''

''نہیں ٹھہرو......! تم لوگوں نے اسے خود کیوں مار ڈالا!! جیل میں ڈال دیتے۔ اس پر مقدمہ چلاتے۔''

''اسے ہم نے نہیں مارا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ہاتھوں ماری گئی...... ہم بھی بال بال بچے ہیں۔ ورنہ ہمیں اسٹین گن گولیاں چاٹ جاتیں۔''

''مجھے بیحد کھوشی ہوتی۔'' قاسم نے خواہ مخواہ دانت نکال کر خوشی ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ اس میں کسی جذبے کی کارفرمائی ہرگز نہیں تھی۔

''بس اب پڑے رہو چپ چاپ! اگر ہماری بجائے کوئی اور آفیسر تمہیں اس کے ساتھ دیکھ لیتا تو تمہارے والد صاحب کو بھی چھٹی کا دودھ یاد آ جاتا۔''

''والد صاحب کو مت گھسیٹو بیچ میں...... ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔''

''کرنل صاحب تو گھسیٹنے والے ہیں!''

''قاسم بوکھلا کر اٹھ بیٹھا اور ہانپتا ہوا بولا۔'' تم سالے مجھے اسپتال میں بھی نہ رہنے دو گے۔''

''ساتھ ہی اس نے کنکھیوں سے اس نرس کو بھی دیکھا تھا جو دروازے کے قریب رکی تھی۔ حمید نے مسکرا کر قاسم کو آنکھ ماری اور وہ جلدی سے بولا!'' نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔''

حمید نے نرس کی طرف مڑے بغیر کہا ''سسٹر۔ صاحب کو لٹا دو!''

وہ آگے بڑھی اور قاسم کے شانوں پر ہاتھ رکھ اسے لٹا دینے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔

''لیٹ جائیے جناب! آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔''

پھر ایسا معلوم ہونے لگا جیسے قاسم کی سانس پیٹ میں سما ہی نہ رہی ہوں۔ چپ چاپ لیٹ کر ہانپنے لگا۔

حمید اٹھتا ہوا نرس سے بولا۔ ''ذرا پیار محبت کا برتاؤ رکھنا تو پھر زیادہ پریشان نہیں کرے گا۔''

''رک جاؤ۔ رک جاؤ۔'' قاسم دونوں ہاتھ ہلا کر بولا۔

''رک گیا۔ کیا کہنا چاہتے ہو۔''

''والد صاحب کو نہ معلوم ہونے پائے۔ قسی تو بھی نہ معلوم ہونے پائے۔''

''کوشش کروں گا کہ کرنل صاحب کو اس پر آمادہ کر لوں۔''

''میری طرف سے ہاتھ جوڑ کے کہہ دینا۔''

''اچھا۔ اچھا......!'' حمید سر ہلا کر بولا ''لیکن تمہارے گھر والوں کو تمہاری تلاش ہو گی۔''

''نہیں ہو گی۔ میں کہہ آیا تھا کہ شہر سے باہر جا رہا ہوں۔ دو چار دن مجھے یہیں رہنے دو۔''

''آج کے بعد کے اخراجات خود تمہیں برداشت کرنے پڑیں گے۔ یہ ڈیڑھ سو روپے یومیہ کا کمرہ ہے۔ نرس کو چھ گھنٹے کے ایک سو بیس روپے دیئے جاتے ہیں!''

''سب کچھ میں دوں گا تم فکر نہ کرو۔''

''اچھی بات ہے میں ڈاکٹر سے بات کروں گا۔''

''پکی بات ہونی چاہئے سمجھے۔''

''ہاں اور کیا..... پکی ہی ہو گی۔'' حمید نے کہا اور کمرے سے نکل آیا۔ بڑے وبال سے گلوخلاصی ہوئی تھی۔ ورنہ وہ تو یہی سمجھتا تھا کہ قاسم سے جان چھڑانا مشکل ہو جائے گا۔ کیونکہ کوئی بات آسانی سے اس کے ذہن نشین نہیں ہوتی تھی۔

قاسم کے کمرے سے نکل کر ڈاکٹر کے کمرے کا رخ کیا۔ یہاں سے فریدی کو فون پر مخاطب کرنا چاہتا تھا! مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا کہ ہسپتال سے نکل بھاگنے کی اجازت طلب کرے اور اسے آگاہ کر دے کہ زخمی حملہ آور سے آج بات نہیں ہو سکے گی۔

اس کی یہ خواہش پوری ہو گئی۔ فریدی دفتر ہی میں تھا۔ اسے بھی وہیں طلب کر لیا۔ کچھ سہی اس گھٹن کے ماحول سے تو نجات مل ہی جائے گی۔ بھاگم بھاگ دفتر پہنچا۔ فریدی کہیں جانے کے لیے تیار تھا اور محکمے کی آرمڈ کار نکلوائی تھی جس کی باڈی پر گولیوں کا اثر نہیں ہوتا تھا۔

''چلو۔ آؤ!'' فریدی کہتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

''میں کچھ دیر بیٹھنے کے لیے آیا تھا۔'' حمید بھنا کر بولا۔

''گاڑی میں بیٹھے رہنا۔''

''رول کا کیا ہوا۔''

''رات کو پروجیکشن روم میں دیکھ لینا۔ بس وہ معاملہ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے اور

میں اسے محض اپنی ذات تک محدود نہیں رکھنا چاہتا۔ اس لیے کچھ ذمہ دار شخصیتیں بھی ا
دیکھیں گی۔"

"آپ دیکھ چکے ہیں۔"

"ہاں میں دیکھ چکا ہوں اور اب سوچ رہا ہوں کہ یہ بیچارے فلم والے مفت میں ا
گئے ہیں۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"فلم دیکھنے کے بعد ہی سمجھ سکو گے۔ اس کے بغیر میں بھی نہیں سمجھا سکوں گا۔"

"اب ہم کہاں جا رہے ہیں!"

"دیکھنا ہے کہ اب بھی ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے یا نہیں......!"

"تعاقب!" حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ دونوں ہمارا تعاقب کئے بغیر ماریہ تک پہنچ گئے تھے۔ اگر مجھ
اس سلسلے میں غفلت سرزد نہ ہوئی ہوتی تو اس کا یہ حشر ہرگز نہ ہوتا۔"

"آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ پہلے ہی سے ہمارا تعاقب کرتے رہے تھے۔"

"اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ ہمارے اس تک پہنچنے سے قبل ہی رول اس سے حاصل کر لیتے۔"

"سمجھ میں آنے والی بات ہے۔"

"ابھی کچھ دیر پہلے رحیم گل کی کال آئی تھی۔ اس نے بتایا ہے کہ کچھ سفید فام غیر ملکی
اس رول اور ماریہ میں دلچسپی لے رہے ہیں۔"

"رحیم گل کو کیسے علم ہوا۔"

فریدی نے رحیم گل کی روداد دہراتے ہوئے کہا۔ "اس کی کال آنے کے بعد ہی ا
عمارت کو چیک کیا گیا جہاں اسے لے جایا گیا تھا لیکن وہ خالی تھی۔"

"رحیم گل نے ہوائی نہ چھوڑی ہو۔"

"ماریہ والا حادثہ پیش نہ آیا ہوتا تو میں بھی یہی سمجھتا! لیکن ایسی صورت میں یقین کرنا
پڑے گا۔"

"والگہ کو حراست میں لیا گیا یا نہیں۔"

"وہ بھی مجھے محض آلہ کار معلوم ہوتا ہے اس لیے فی الحال اس کی نگرانی کرا رہا ہوں۔"

"اگر آلہ کار ہے تو وہ بھی مار ڈالا جائے گا۔ انہیں ماریہ کی تلاش اسی لیے تھی کہ رول
ے ہاتھ نہ لگنے پائے۔ ہوسکتا ہے والگو اصل مجرم تک رہنمائی کر سکے......!"

فریدی نے عقب نما آئینے پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "نیلی کار...... نیلی کار پر نظر رکھو۔"

نیلی کار دو گاڑیوں کے پیچھے تھی۔ حمید اسے کینہ توز نظروں سے دیکھتا رہا۔ فریدی نے
ن بورڈ کے ایک خانے سے ٹرانسمیٹر کا ماؤتھ پیس نکالا اور کسی کو مخاطب کر کے بولا۔ "دو
ڑیوں کے پیچھے نیلی گاڑی ہے۔ اس پر نظر رکھو۔"

"میں پہلے ہی اسے مارک کر چکا ہوں جناب!" ریسیور سے آواز آئی۔ "آفس کے
یب ہی سے اس نے تعاقب شروع کیا ہے!"

"ویٹس آل......!" کہہ کر فریدی نے ماؤتھ پیس کو ڈیشن بورڈ کے خانے میں رکھ دیا
طویل سانس لے کر بولا۔ "فی الحال بیحد محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ اب وہ جاننا چاہتے
کہ رول بھی میرے ہاتھ لگ سکا ہے یا نہیں۔"

"فطری بات ہے!" حمید سر ہلا کر بولا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر اس نے پوچھا۔ "آخر آپ جا کہاں رہے ہیں!"

"ایگل بیچ!"

"وہاں کیا ہے؟"

"دیکھ لینا......!"

"دیکھنا تو میں صرف فلم اسٹار شاداں کو چاہتا ہوں!" حمید بیزاری سے بولا۔

"اب ادھر جانے کی ضرورت نہیں ہے!"

"گویا اس کیس کا تعلق اب ان لوگوں سے نہیں رہا۔"

"میری دانست میں اب راشد علوی اور کیمرہ مین کی حیثیت صرف گواہوں کی سی رہ
ئے گی۔"

"یہ تو بہت برا ہوا۔"

"کیوں!"

''میں نے سوچا تھا کہ اس طرح فلم سازی کا بھی کچھ تجربہ حاصل کر لوں گا۔ ریٹائرمنٹ کے بعد اسٹنٹ فلمیں بنانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔''

وہ ایگل بیچ پہنچ گئے۔ حمید نے عقب نما آئینے پر نظر ڈالی پیچھے کئی گاڑیاں تھیں ان میں وہ نیلی گاڑی بھی شامل تھی جسے وہ راستے بھر دیکھتے آئے تھے۔ فریدی نے گاڑی اس طرف موڑ دی جدھر قاسم کا ہٹ نمبر ستائیس تھا۔

''یہ کیا ہو رہا!'' حمید نے حیرت سے کہا۔ وہ ہٹ کے قریب پہنچ گئے تھے۔ آس پاس کی زمین کی کھدائی ایک باوردی سب انسپکٹر کی نگرانی میں ہو رہی تھی۔

''رول کی تلاش جاری ہے۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔

فریدی کو دیکھ کر سب انسپکٹر قریب آیا اور سلیوٹ کر کے بولا۔ ''جناب عالی! ابھی کچھ بھی برآمد نہیں ہو سکا۔''

''ٹھہرو۔ میں دیکھتا ہوں!'' فریدی گاڑی سے اترتا ہوا بولا۔ اس نے حمید کو بھی اترنے کا اشارہ کیا تھا۔

وہ ہٹ نمبر ستائیس کے عقبی دروازے کی طرف آئے۔ فریدی جھک کر زمین پر کچھ دیکھنے لگا۔ پھر بائیں جانب دس بارہ قدم چل کر رک گیا اور سب انسپکٹر سے بولا۔ ''یہاں کھدائی کرائیے۔''

حمید آہستہ آہستہ اپنی گدی سہلا رہا تھا۔ نیلی گاڑی کچھ دور کے ایک ہٹ کے سامنے رک گئی تھی۔ فریدی انسپکٹر کو مزید کچھ ہدایات دینے کے بعد واپسی کے لیے مڑ گیا۔

''پتا نہیں آپ کیا کرتے پھر رہے ہیں۔'' حمید آہستہ سے بڑبڑایا۔

''بلف......!''

''آخر کیوں......والگو کی فکر کیجیے! کہیں وہ بھی ہاتھ سے نہ نکل جائے۔''

''رول ہمارے ہاتھ نہ لگنے کا یہ مطلب ہوگا کہ ماریہ نے ہمیں والگو کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ میں انہیں یقین دلانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ صرف ماریہ ہمارے ہاتھ لگی تھی۔ رول نہیں ملا تھا۔''

''اس سے فائدہ۔''

''وہ بہت زیادہ محتاط ہونے کی کوشش نہیں کریں گے!''

''لیکن رحیم گل۔ اسے آپ کیوں بھول جاتے ہیں۔ وہ ان میں سے چار افراد کو دیکھ چکا ہے۔''

''اور انہیں یقین دلا چکا ہے کہ اسے پولیس سے کوئی ہمدردی نہیں اور پھر جس عمارت میں رحیم گل کو لے جایا گیا تھا۔ وہاں اب کرائے کے لیے خالی ہے کا بورڈ لگا ہوا ہے۔''

''عمارت کس کی ہے۔''

''فی الحال اس مسئلے کو بھی چھیڑنے کی ضرورت نہیں ہے ورنہ انہیں علم ہو جائے گا کہ رحیم گل نے ہمیں مطلع کر دیا ہے۔''

وہ پھر دفتر کی طرف پلٹ آئے تھے۔ حمید مسلسل یہی سوچے جا رہا تھا کہ آخر اس رول میں ہے کیا۔ فریدی نے وضاحت نہیں کی تھی۔ واپسی کے سفر میں حمید نے زیادہ تر عقب نما آئینے ہی پر نظر رکھی تھی۔ لیکن پھر نیلی کار نہیں دکھائی دی تھی۔

''واپسی کے دوران میں نیلی گاڑی نظر نہیں آئی۔'' اس نے فریدی کی توجہ دلائی۔

''جہاں بھی جائے گی ہمیں علم ہو جائے گا۔''

''اوہ! یاد آیا......آپ نے اس کے لیے کسی کو ہدایات دی تھیں۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ فون کی گھنٹی بجنے لگی تھی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کچھ سنا اور غالباً نیلی گاڑی ہی سے متعلق کسی کو ہدایات دینے لگا۔

حمید بے چینی سے اس وقت کا منتظر تھا جب پروجیکشن روم میں وہ فلم دکھائی جاتی۔

ریسیور رکھ کر فریدی اس کی مڑا اور بولا! ''یہ اس ٹیم کے انچارج کی کال تھی جو والگو کی نگرانی پر متعین کی گئی ہے۔''

''لیکن شاید ذکر نیلی گاڑی کا تھا۔''

''اس نے یہی اطلاع دی ہے کہ نیلی گاڑی میں والگو ہے اور گاڑی اب بھی ایگل بیچ ہی میں موجود ہے۔''

''تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ نیلی گاڑی اب دو پارٹیوں کی نگرانی میں ہے!''

فریدی سر کو مثبت جنبش دے کر اٹھ گیا۔

پروجیکشن روم میں فریدی کے محکمے کے اعلیٰ افسروں کے ساتھ انٹر سروسز انٹیلی جنس کا

ڈائریکٹر جنرل بھی موجود تھا! حمید سوچ رہا تھا کہ آخر یہ کیا چکر ہے۔ انٹر سروسز کیوں؟

فلم شروع ہوئی۔ شہزاد کا گھوڑا جنگل سے پہاڑیوں کی طرف آتا دکھائی دیا۔ رفتار عام تیز تھی..... اسکرین تاریک ہو گیا..... دوبارہ وہ پہاڑیوں پر چڑھتا دکھائی دیا..... اسکرین تاریک ہو کر سہ بارہ روشن ہوا تو گھوڑا پہاڑیوں کے اوپر ایک قدرے مسطح جگہ پر دوڑتا نظر آیا..... پھر یک بیک بیٹھ گیا..... اور شہزاد اس پر اس طرح دوہرا ہو گیا جیسے کسی نے توڑ کر رکھ دیا ہو۔ اسکرین پھر تاریک ہو گیا۔

کمرے میں روشنی ہوئی تو سب کے سب فریدی کی طرف متوجہ ہو گئے اور انٹر سروسز کے ڈائریکٹر جنرل نے سوال کیا؟ آپ کیا دکھانا چاہتے تھے۔''

''وہ دو عدد پرچھائیاں جو گھوڑے کے پیچھے حرکت کر رہی تھیں.....!''

فریدی کی گمبھیر آواز کمرے کے سناٹے میں گونجی۔

''پرچھائیاں.....!'' ڈائریکٹر جنرل کے لہجے میں حیرت تھی۔

''جی ہاں۔'' فریدی نے کہا اور اونچی آواز میں بولا۔ ''آپریٹر... تیسرا پرنٹ پھر چلاؤ۔''

ذرا دیر بعد اسکرین پھر روشن ہو گیا اور اب حمید نے بغور دیکھا۔ واقعی دو لمبی لمبی انسانی پرچھائیاں گھوڑے کے عقب میں تھوڑے ہی فاصلے پر متحرک نظر آ رہی تھیں۔

''فریز کرو۔'' فریدی کی آواز اندھیرے میں گونجی اور وہ منظر اسکرین پر ٹھہر گیا۔

''اب ملاحظہ فرمایئے!'' فریدی نے شاید ڈائریکٹر جنرل کو مخاطب کیا تھا۔

''ہاں.... میں دیکھ رہا ہوں۔ پرچھائیاں ہیں..... دو آدمیوں کی پرچھائیاں جو نظر نہیں آ رہے۔ فریم سے باہر ہیں۔'' یہ ڈائریکٹر جنرل کی آواز تھی۔

''اب پرچھائیوں کے رخ ملاحظہ فرمایئے۔ گھوڑا شمال سے جنوب کی طرف جا رہا ہے۔ سورج مشرق میں ہے۔ لہٰذا گھوڑے کی پرچھائیں مغرب کی طرف پڑ رہی ہے۔ لیکن ان دونوں آدمیوں کی پرچھائیاں جو گھوڑے کے پیچھے ہیں شرقاً غرباً نہیں بلکہ شمالاً جنوباً ہیں۔ کیا یہ حیرت انگیز نہیں ہے۔''

کوئی کچھ نہ بولا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا ہو۔ حمید کی آنکھیں کھل گئی تھیں۔ منظر کی ساری پرچھائیوں کا رخ ایک ہی جانب ہونا چاہئے تھا۔

''کیا آپ مجھ سے اس معاملے میں متفق ہیں!'' فریدی نے اونچی آواز میں سوال کیا۔

''ٹھیک ہے۔ آگے چلیے.....!'' ڈائریکٹر جنرل کی آواز آئی۔

''آپریٹر موو آن پلیز۔''

منظر میں دوبارہ تحریک پیدا ہو گئی۔ دونوں پرچھائیوں کا فاصلہ گھوڑے سے کم ہوتا جا رہا۔ پھر جیسے ہی ایک پرچھائیں کا سر گھوڑے کے پچھلے حصے تک پہنچا گھوڑا اسی طرح پچھلے بل ڈھ گیا جیسے پچھلی ٹانگیں یکلخت ٹوٹ گئی ہوں.....!''

''فریز کرو۔'' فریدی کی آواز سناٹے میں ابھری اور منظر اسکرین پر منجمد ہو گیا۔

''ملاحظہ فرمایئے۔ ان پرچھائیوں کے علاوہ آس پاس اور کچھ نہیں ہے۔'' فریدی نے کہا۔

''لیکن پرچھائیاں کس کی ہیں.....!'' کوئی بولا۔

''جس کی بھی ہوں اور جو کچھ بھی ہوا ہے محض پرچھائیوں کی وجہ سے ہوا ہے!''

''یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے.....!''

''اس لیے کہ گھوڑے کے اس طرح گر جانے کی محرک اور کوئی چیز نہیں نظر آتی.... دیکھئے پرچھائیں کا سر گھوڑے کے پچھلے حصے پر ہے..... آپریٹر..... آگے چلو۔''

پروجیکٹر پھر چلنے لگا۔ دوسری پرچھائیں کا ہاتھ شہزاد کی گردن پر پڑا اور وہ اس طرح دوہرا ہو گیا جیسے بیچ سے ٹوٹ گیا ہو۔ پروجیکٹر چلتا رہا۔ دونوں پرچھائیاں گھوڑے اور سوار پر چھا گئی تھیں..... پھر یک بیک وہ غائب ہو گئیں۔

پروجیکٹر رک گیا اور کمرے میں روشنی ہو گئی۔ فریدی کہہ رہا تھا۔ ''اگر وہ دو افراد تھے تو کس طرح گھوڑے اور سوار پر حملہ آور ہوئے۔ کیمرہ یہ بتانے سے قاصر ہے!''

''آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟'' ڈائریکٹر جنرل نے الجھ کر پوچھا۔

''میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس رول کے لیے جو لوگ کوشاں رہے ہیں۔ ان کا تعلق فلم انڈسٹری سے نہیں ہے۔ ایک سفید فام غیر ملکی جو ابد ہی کے لیے زندہ نہیں بچا۔ دوسرا جو ہسپتال میں زخمی پڑا ہوا ہے۔ مشرق بعید کا باشندہ معلوم ہوتا ہے اور ابھی بیان دینے کے قابل نہیں ہے۔ یہ میرا مشورہ ہے کہ اس علاقے کو جہاں یہ حادثہ پیش آیا ہے۔ پولیس کی نگرانی میں ممنوعہ علاقہ قرار دیا جائے۔ وہاں اس سے پہلے جو حادثات ہوتے رہے

ہیں انہیں کوئی اہمیت نہیں دی گئی۔ کیونکہ اس میں کسی انسانی جان کا اتلاف نہیں ہوا تھا۔"

"ملٹری کی نگرانی میں کیوں؟" ڈائریکٹر جنرل نے سوال کیا۔

"اس لیے کہ یہ مسئلہ دفاع کا مسئلہ بھی بن سکتا ہے!"

"میں آپ سے متفق نہیں ہوں۔"

فریدی خاموش ہو گیا۔ اس نے یہ نہیں پوچھا تھا کہ ڈائریکٹر جنرل اس سے کیوں متفق نہیں ہے۔ ویسے کچھ دیر بعد اس نے کہا۔" شاید میں نے یہ مشورہ قبل از وقت دے دیا۔"

"کوئی ٹھوس بنیاد کرنل فریدی!" ڈائریکٹر جنرل نے کہا۔

"فی الحال کوئی واضح دلیل نہیں رکھتا! بس اسے میری چھٹی حس کہہ لیجیے۔"

"میری دانست میں ایک پولیس کیس سے زیادہ اس کی اہمیت نہیں ہو سکتی!" ڈائریکٹر جنرل نے کہا......" بظاہر حادثہ پُراسرار بھی ہے! لیکن اس کے بعد ہی کیمرہ بند کر دیا جائے گا۔ ورنہ شاید بات صاف ہو جاتی۔"

"اسکے بعد بھی انسانی پرچھائیوں کا غیر فطری ڈائریکشن ہمیں دعوت فکر دیتا ہے!" فریدی بولا۔

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ کیا یہ کوئی آسیبی واردات تھی!"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آسیبی واردات سمجھتا تو آپ کے بجائے کسی عامل کو زحمت دی جاتی۔"

"پھر کیا ہے؟" ڈائریکٹر جنرل نے کسی قدر جھنجھلاہٹ کے ساتھ سوال کیا۔

"یہ کوئی خطرناک قسم کا سائنسی تجربہ ہے جو مختلف ادوار سے گزرتا ہوا بالآخر انسانی جانوں کے اتلاف تک آ پہنچا ہے!"

"میرے علم واطلاع کے مطابق کوئی فوجی ادارہ اس قسم کا کوئی تجربہ نہیں کر رہا۔"

فریدی نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور دوسری طرف دیکھنے لگا! حمید محسوس کر رہا تھا جیسے اب وہ اس مسئلے پر کسی قسم کی بھی گفتگو نہ کرنا چاہتا ہو۔ آئی ایس آئی کے ڈائریکٹر کے رخصت ہو جانے کے بعد فریدی کے محکمے کا ڈائریکٹر جنرل اس کے سر ہو گیا۔

"آپ نے خواہ مخواہ بات کا بتنگڑ بنا دیا۔" اس نے تلخ لہجے میں کہا۔

"میں اب بھی اپنی بات پر قائم ہوں جناب! اگر وہ دو آدمی ہی تھے تو ان کی پرچھا

ڈائرکشن بھی وہی کیوں نہیں تھا جو گھوڑے کی پرچھائیں کا تھا!"

"میں کب کہتا ہوں کہ آپ کا یہ اعتراض غلط ہے!"

"پھر یہ بات کا بتنگڑ کیسے ٹھہرا۔"

"آئی ایس آئی کو اس میں گھسیٹنے کی کیا ضرورت تھی!"

"صرف یہ معلوم کرنے کیلئے کہ خود ملٹری ہی کا کوئی شعبہ تو اس قسم کے تجربات نہیں کر رہا۔"

"اگر کر بھی رہا ہے تو اس کا اعتراف نہیں کیا جائے گا۔"

"تو پھر اس مشورے پر برا ماننے کی کیا ضرورت تھی کہ اس علاقے کو ملٹری کے زیر نگرانی ممنوعہ قرار دیدیا جائے!"

"اپنے معمولات کے مطابق کام کیجئے! ادھر ادھر دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ اس ضلعے کا کمشنر بھی اسے ممنوعہ علاقہ قرار دے سکتا ہے۔"

"میں جانتا ہوں لیکن اگر بات بڑھ گئی تو اسے سنبھال لینا، پولیس کے بس کا روگ نہ ہوگا۔"

"اب مجھے بھی پوچھنا پڑے گا کہ آپ کہنا کیا چاہتے ہیں!"

"میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نے ابھی اتنی ترقی نہیں کی ہے کہ ہماری فوج کا کوئی شعبہ اس قسم کے تجربات شروع کر دے۔ یہ یقینی طور پر کوئی غیر قانونی اور بیرونی کارروائی ہے۔"

"تمہیں تو غیر ملکی مداخلت کے خواب آنے لگے ہیں۔"

فریدی نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا تھا اور بات ختم ہو گئی تھی۔ لیکن صرف پروجیکشن کی حد تک۔ باہر تو فریدی کے ماتحت بدستور اپنے کاموں میں مصروف تھے......!"

"اب میں بھی یہی کہوں گا کہ بتنگڑ کے علاوہ اور کچھ بھی ہاتھ نہ آیا۔" حمید نے اس وقت کہا جب وہ گھر جانے کے لیے گاڑی میں بیٹھ رہے تھے۔

"ابھی پچھتاوا بھی ہاتھ آئے گا۔ دیکھتے رہو!" فریدی کا لہجہ بے حد تلخ تھا۔

"اگر آپ اپنی بات سے ہٹ جائیں تو آپ کا امیج خراب ہوگا!"

"جی نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں ہٹ دھرم نہیں ہوں۔ بہتیرے بڑے مجرم بھی پیمانے پر اس قسم کے کاروبار کرتے ہیں۔"

"میں نہیں سمجھا آپ کیا کہنا چاہتے ہیں!"

"صرف بڑی طاقتیں ہی اپنا اسلحہ پسماندہ یا ترقی پذیر ممالک کے ہاتھ فروخ
کررہی ہیں۔ بلکہ کچھ بڑے مجرم بھی اس کاروبار میں ملوث ہیں۔ پتا نہیں کتنا یورینیم اور
بڑے ملکوں کو اسمگل آؤٹ ہو جاتا ہے۔ ان بڑے مجرموں نے پسماندہ ممالک میں ا
گراؤنڈ کارخانے قائم کر رکھے ہیں۔"

حمید کچھ نہ بولا۔

"اور ہم پہلے بھی ایسے حالات سے دوچار ہو چکے ہیں۔ کوئی نئی بات نہیں!"
نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

وہ گھر پہنچ کر بیٹھنے بھی نہیں پائے تھے کہ فون کی گھنٹی بجنے لگی تھی۔

فریدی نے ریسیور اٹھایا اور پُرتشویش انداز میں سنتا رہا۔ نظریں حمید کے چہر
ہوئی تھیں۔

"نیلی کار کہاں ہے......؟" اس نے سوال کیا اور پھر سنتا رہا۔

"نگرانی جاری رکھو" اس نے کہا۔ "وہ نظروں سے اوجھل نہ ہونے پائے! ا
ہٹ کا نمبر کیا بتایا تھا۔ اچھا اچھا......ٹھیک ہے۔ میں دیکھوں گا!"

ریسیور رکھ کر اس نے طویل سانس لی اور حمید سے بولا۔ "میں نے انہیں یقین
ہے کہ رول میرے ہاتھ نہیں لگ سکا۔"

"وہ کس طرح۔"

"قاسم کا ہٹ نمبر ستائیس کچھ دیر پہلے بالکل تباہ کر دیا گیا...... ایک زبردست د
اور اس میں آگ لگ گئی۔ شاید وہ سمجھے ہیں کہ ماریہ نے اس رول کو ہٹ ہی میں کہیں
تھا۔ اگر میں اس کے آس پاس کھدائی نہ شروع کرا دیتا تو وہ کبھی اس نتیجے پر نہ پہنچتے۔"

"تو گویا اس ہٹ کی تباہی کی ذمہ داری آپ پر ہے۔"

"سیٹھ عاصم کا خسارہ پورا کر دیا جائے گا۔" فریدی نے ناخوشگوار لہجے میں کہا
"قریب کے کچھ اور ہٹوں کو بھی تھوڑا بہت نقصان پہنچا ہے!"

"اور نیلی گاڑی کا کیا قصہ ہے!"

"وہ اب بھی ایک ہٹ کے سامنے موجود ہے۔ والگو شاید رات اسی ہٹ میں آ

کا ارادہ رکھتا ہے اور اس طرح شاید وہ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ والگو کے بارے میں ہم کیا
نظریہ رکھتے ہیں۔ تم اس سے براہ راست بھی تو گفتگو کر چکے ہو!"

"جی ہاں......اور آپ کو اس سے متعلق تحریری رپورٹ بھی دے چکا ہوں۔"

"غالباً وہ جاننا چاہتے ہیں کہ خود ماریہ نے تو اس کا ذکر ہم سے نہیں کر دیا۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ اسے حراست میں ہی لے لیجئے! کہیں وہ بھی نہ ہمارے ہاتھ
سے جائے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں......!"

"کیا اس وقت بھی ہمارے تعاقب کیا گیا......!"

"یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا!" فریدی بولا۔ "لیکن اب وہ اس سلسلے میں بھی احتیاط
برتیں گے۔ بہرحال اس وقت ہم عقبی پارک والے راستے سے باہر جائیں گے تاکہ تعاقب کا
خدشہ ہی نہ رہے......!"

"کھانے سے قبل نہیں!" حمید بوکھلا کر بولا۔

فریدی نے اسے گھور کر دیکھا اور اپنی تجربہ گاہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

رات کے کھانے کے بعد جب وہ عقبی پارک والے راستے سے باہر جا رہے تھے حمید
نے پوچھا۔ "اب کہاں جائیں گے۔"

"ایگل بیچ۔ اب ہمیں والگو پر ہاتھ ڈال ہی دینا چاہئے!"

"اف فوہ۔ اس کے لیے اتنی زحمت اٹھانے کی کیا ضرورت ہے۔ جو لوگ نگرانی کر
رہے ہیں ان سے کہیے ہتھکڑی لگا دیں۔"

"میں خوش فہمی میں بہت کم مبتلا ہوتا ہوں۔" فریدی خشک لہجے میں بولا۔

"کیا بات ہوئی۔"

"اپنا کوئی ماتحت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔"

"اور میں تو برابر کا حصہ دار ہوں!" حمید جل کر بولا۔ "اس لیے ضائع ہو جانے میں کوئی
مضائقہ نہیں!"

فریدی ہنس پڑا اور اس کا شانہ تھپک کر بولا۔ "تم ضائع ہوئے تو واقعی آدھا میں ضائع

ہو جاؤں گا!''

عقبی پارک سے نکل کر وہ تقریباً چار فرلانگ پیدل چلے تھے۔ حمید ریڈی میڈ میک
میں تھا اور فریدی نے بھی اپنی ظاہری حالت میں نمایاں تبدیلی کی تھی۔

''پھر پوچھوں گا کہ آخر اس اہتمام کی کیا ضرورت!'' حمید بولا۔

''پھر کہوں گا کہ بہت کم کسی خوش فہمی میں مبتلا ہوں۔ والگو مجھے چارہ لگ رہا ہے
جانتے ہیں کہ اس کی نگرانی کی جا رہی ہے!''

''اور ہم اس چارے پر منہ مارنے جا رہے ہیں۔ اگر واقعی کانٹا حلق میں پھنس گیا تو

''تمہارا ذہن بہت الجھا ہوا لگتا ہے۔ بہتر ہوگا کہ اپنے خوابوں کو دہرانا شروع کر دو!

''میرے خواب!'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

دیکھ کر خواب میں تجھ کو جو اچٹ جاتی ہے نیند
سونے والے مجھے پھر نیند کہاں آتی ہے

''بس بس ٹھیک ہے! اسی طرح بکواس کرتے رہو۔ تھوڑی دیر بعد فارم میں آ جاؤ گے۔

دفعتاً فریدی چلتے چلتے رک گیا...... وہ ایک لمبا چکر کاٹ کر سڑک پر پہنچ چکے تھے۔
یہاں ایک جیپ کھڑی نظر آئی۔ فریدی نے حمید کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔''
ڈرائیو کرو گے۔''

کنجی اگنیشن میں موجود تھی۔ حمید نے انجن اسٹارٹ کیا۔

فریدی اس کے برابر والی سیٹ پر پہلے ہی بیٹھ چکا تھا۔

''ایگل بیچ کی طرف!'' حمید نے پوچھا۔

''ظاہر ہے۔ لیکن بیچ ہوٹل کے گرد چکر کاٹ کر پہلے ساحل کی طرف...... اس کے بعد
بتاؤں گا کہ کیا کرنا ہے۔''

حمید بولنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ خاموشی سے ڈرائیو کرتا رہا۔ وہ مسلسل انہی پرچھائیوں
کے بارے میں سوچے جا رہا تھا۔ وہ یقیناً غیر معمولی تھیں ہو سکتا ہے۔ سپاہی مبارک علی نے
وہاں کچھ دیکھا ہو۔ اسی لیے وہ بھی مار ڈالا گیا۔ کیا اس نے بھی وہ پرچھائیاں دیکھی تھیں۔
پھر اس رول کے لیے دو مزید جانیں ضائع ہو گئیں۔ ایک ماریہ ایک دوسرا وہ جو فو

گولی سے مرا تھا...... فریدی کے وہ دلائل یاد آئے جو اس نے پروجیکشن روم میں دیئے
ے۔ وہ پرچھائیاں۔ خدا کی پناہ! کوئی خطرناک ایجاد تجرباتی دور میں تھی اور جسے پردہ راز میں
ھنے کے لیے اتنی زندگیاں ختم کر دی گئی تھیں۔

ایگل بیچ پہنچ کر اس نے فریدی کی ہدایت کے مطابق ہٹس کی طرف جانے کی بجائے
ل کی جانب گاڑی رواں رکھی اور پھر ایک جگہ فریدی کے کہنے پر روک بھی دی۔

''اب فرمایئے!'' وہ طویل سانس لے کر بولا۔

''تمہاری سیٹ کے نیچے اسٹین گن ہوگی۔ اسے نکال کر اتر چلو۔ گاڑی یہیں رہے گی!''

ساحل کا یہ حصہ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ حمید نے چپ چاپ تعمیل کی۔ فریدی نے اپنی
ٹ کے نیچے سے دوسری اسٹین گن نکالی۔ شاید یہ سارے انتظامات اس نے فون پر کسی کو
ایات دے کر کرائے تھے! تجربہ گاہ میں غالباً وہ یہی کرتا رہا تھا۔

پھر وہ ایک طرف چل پڑے اسٹین گنیں کوٹوں کے نیچے چھپا لی گئی تھیں۔ اب ان کا رخ
کی جانب تھا۔ نہایت اطمینان سے ٹہلتے جا رہے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے فریدی کو اس سلسلے
کوئی خاص جلدی نہ ہو۔

بہت کم ہٹوں کی کھڑکیاں روشن نظر آ رہی تھیں! زیادہ تر ہٹ غیر آباد تھے۔

''آپ آخر کرنا کیا چاہتے ہیں!'' حمید نے آہستہ سے پوچھا۔

''ہم والگو کے لیے آئے ہیں اسے گرفتار کرنا ہے اور یہ دیکھنا ہے کہ اس کی نگرانی تو
ں کی جا رہی۔''

''کیا ہمارے ان آدمیوں نے اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا جو اس کی نگرانی کر
ے ہیں!''

ان کا خیال ہے کہ اس کی نگرانی نہیں ہو رہی! لیکن میں مطمئن نہیں ہوں۔''

اچانک انہوں نے شور سنا...... ! آوازیں دور کی تھیں۔ فریدی نے رک کر آوازوں کی
ت معلوم کرنے کی کوشش کی اور پھر حمید کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹتا ہوا بولا۔

''اوہ...... اسی طرف کی آوازیں معلوم ہوتی ہیں!''

''کس طرف کی!'' حمید نے بے بسی سے پوچھا اور اس کے ساتھ گھسٹنے لگا۔

''جدھر والگو والے ہٹ کی نشاندھی کی گئی ہے!''

''کیا وہ اس طرف نہیں ہے جہاں قاسم کا تباہ ہو جانے والا ہٹ تھا۔''

''نہیں......! ذرا تیز چلو۔''

شور کی آواز قریب ہوتی جا رہی تھی۔ حمید سوچ رہا تھا کیا اب والگو کے ہٹ کو آگ لگ گئی ہے۔ لیکن اس علاقے میں داخل ہونے کے بعد سے اب تک کوئی دھ... نے نہیں سنا تھا۔

بالآخر ٹھیک اسی جگہ پہنچے جہاں شور ہو رہا تھا۔ کئی لوگ کسی ایک فرد کو قابو میں کرنے... کر رہے تھے۔ جو بری طرح چیخیں مار مار کر اچھل کود رہا تھا کئی ٹارچیں بھی روشن تھیں لہٰ... اس مادر زاد برہنہ آدمی کو بخوبی دیکھ سکتے تھے۔ جسے قابو میں کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔

''ارے...... یہ تو والگو ہے!'' حمید آہستہ سے بولا۔ فریدی نے اس کا شانہ دبایا!

دونوں خاموش کھڑے دیکھتے اور سنتے رہے! والگو ہوش میں نہیں معلوم ہوتا تھا کہ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور منہ سے طرح طرح کی آوازیں بھی نکل رہی تھیں!

اس کے ہٹ کی کھڑکیاں روشن نہیں تھیں۔ لیکن دروازہ کھلا ہوا تھا۔

پھر فریدی نے ایک آدمی سے اس کے بارے میں استفسار کیا۔

''اس ہٹ سے اسی طرح برہنہ نکلا تھا چیختا ہوا......!'' اس نے ہٹ کی طرف ا... کے کہا۔ ''لیکن اندر اور کوئی نہیں ہے۔ کپڑے فرش پر بکھرے ہوئے ہیں...... یا تو بہ... پی گیا ہے۔ یا سرے سے پاگل ہے۔''

انہی لوگوں میں سارجنٹ رمیش اور امر سنگھ بھی دکھائی دیئے۔ پھر حمید نے انہیں ہٹ میں داخل ہوتے دیکھا۔

''ہوشیار رہنا!'' فریدی آہستہ سے بولا اور خود بھی ہٹ کی طرف بڑھ گیا۔ حمید اس کے پیچھے چل رہا تھا۔

اندر رمیش اور امر سنگھ نے ٹارچیں روشن کر لی تھیں۔ ان دونوں کی آہٹ پر رمیش نے اونچی آواز میں کہا۔ کوئی اندر نہ آئے۔ پولیس!''

''سب ٹھیک ہے!'' فریدی بولا۔

اور وہ دونوں اندر داخل ہو گئے۔

''ہم نہیں جانتے کہ اچانک یہ سب کچھ کیسے ہو گیا!'' رمیش نے جلدی سے کہا۔ آواز سے اس نے فریدی کو پہچان لیا تھا۔ ورنہ وہ تو میک اپ میں تھا!

ٹارچ کی روشنی کا دائرہ چاروں طرف گردش کر رہا تھا۔ پھر ایک دیوار پر رک گیا۔

کسی نے بڑے بڑے حروف میں رنگین چاک سے دیوار پر لکھا تھا۔ ''اگر اس رول میں نظر آنے والی واردات کو راز میں نہ رکھا گیا تو رول کی بلائیں نکل کر شہر پر منڈلانے لگیں گی۔''

دفعتاً باہر سناٹا چھا گیا...... اور پھر کسی نے چیخ کر کہا۔ ''ارے یہ تو ختم ہو گیا۔''

وہ تیزی سے باہر نکلے...... والگو سچ مچ مر چکا تھا......!

''یہاں جتنے بھی آدمی ہیں۔ انہیں صرف ہٹ کی نگرانی پر لگا دو......!'' فریدی نے امر سنگھ سے کہا...... اور پھر حمید سے ہٹ کے دروازے کے قریب ہی پوزیشن لینے کو کہتا ہوا اندر چلا گیا۔ حمید نے اسٹین گن نکال لی اور ایک ستون کی اوٹ میں بیٹھ گیا۔ ستون سے چھ یا سات فٹ کے فاصلے پر ہٹ کا صدر دروازہ تھا! کھڑکیوں کے شیشوں سے ٹارچ کی روشنی جھلک رہی تھی۔ شاید فریدی ہٹ کے اندر کچھ تلاش کر رہا تھا۔

برآمدے کے نیچے والگو کی برہنہ لاش پڑی ہوئی تھی اور تماشائیوں نے تو اسی وقت سے ایک ایک کر کے کھسکنا شروع کر دیا تھا۔ جب انہیں پولیس کی مداخلت کا علم ہوا تھا۔ اب آس پاس فریدی کے ماتحتوں کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں تھا۔

''حمید......!'' دفعتاً اس نے فریدی کی آواز سنی جو دوڑتا ہوا۔ ہٹ سے برآمد ہوا تھا۔ باہر نکل کر زور سے چیخا۔ ''بھاگو یہ ہٹ بھی بلاسٹ ہونے والا ہے۔''

حمید اس کے پیچھے دوڑتا چلا گیا۔ دوسرے ماتحتوں نے بھی اضطراری طور پر دوڑ لگائی تھی۔

پھر سچ مچ ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ ایسا لگا جیسے زمین ہل کر رہ گئی ہو...... روشنی کے جھماکے سے آس پاس کا علاقہ گویا تڑپ کر رہ گیا تھا۔

حمید لڑکھڑا کر گرا اور دوبارہ اٹھنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ کسی جانب سے ایک فائر ہوا اور گولی سنسناتی ہوئی اس کے چہرے سے شاید ایک بالشت کے فاصلے سے گزر گئی..... وہ پھرتی سے زمین پر لیٹ گیا! اس کی اسٹین گن پتا نہیں کب اور کہاں ہاتھ سے گر گئی تھی۔

بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکالا اور آہستہ آہستہ آگے کھسکنے لگا۔

ایک بار پھر پورا ساحل آدمیوں کے شور سے گونج رہا تھا اور متعدد ٹارچوں کی رو
ادھر ادھر اندھیرے میں چکراتی پھر رہی تھیں۔

دفعتاً کسی کا ہاتھ حمید کی پشت پر لگا اور اس نے بوکھلا کر ریوالور کی نال اوپر اٹھادی۔

''ہشت......! کہیں فائر نہ کر دینا!'' یہ فریدی کی آواز تھی۔ حمید نے طویل سانس لی
فریدی آہستہ سے بولا۔ ''اسی طرح بائیں جانب مڑ چلو......وہ ہمارا شکار کرنا چاہتے ہیں!

پھر وہ دونوں چھپکلیوں کی طرح رینگتے ہوئے بائیں جانب بڑھتے چلے گئے تھے۔

جیپ تک پہنچنے میں آدھا گھنٹہ صرف ہوا تھا اور وہ برابر شور سنتے رہے تھے۔

جیپ میں بیٹھ کر بیچ ہوٹل تک پہنچے۔ لیکن اندر جانا مناسب نہ سمجھا۔ حلیہ ہی ایسا ہو
گیا تھا۔ ویسے یہاں بھی ہل چل نظر آئی۔ چند گھنٹوں میں یہ دوسرا دھماکہ تھا اس علاقے میں

''یہاں رک کر کیا کرو گے!'' فریدی نے کہا۔ ''چلتے رہو۔''

ادھر سارے ساحل پر بے چینی پھیلی ہوئی تھی۔

شہر پہنچ کر ایک لیمپ پوسٹ کے قریب فریدی نے گاڑی روکنے کو کہا۔ جیب سے
وزیٹنگ کارڈ نکالا اور اسے الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ کارڈ کی ایک طرف دو آنکھیں بنی
تھیں اور دوسری جانب انگریزی میں ٹائپ کیا ہوا مختصر سا مضمون تھا۔

''تم خود فریدی کی نگرانی کرو۔ اگر وہ دوبارہ اینگل بیچ جائے تو تم
بھی جاؤ اور ہٹ نمبر ایک سو بائیس میں مستقل طور پر مقیم ہو جاؤ!''

''یہ اس کے کوٹ کی جیب سے برآمد ہوا تھا۔'' فریدی طویل سانس لے کر بولا۔ ''
کے کپڑے فرش پر بکھرے ہوئے تھے۔ اوہ خداوندا۔ اگر ذرا دیر اور ہو جاتی اس بم
پڑنے میں تو......!'' جملہ پورا کئے بغیر وہ خاموش ہو گیا۔

حمید کارڈ پر بنی ہوئی آنکھوں کو گھورے جا رہا تھا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے
آنکھوں کو پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہو......لیکن کہاں......؟ یاد نہ آسکا۔

ختم شد

جاسوسی دنیا نمبر 122

پرچھائیوں کے حملے

(دوسرا حصہ)

پیشرس

''شکاری پرچھائیاں'' کے بعد ''پرچھائیوں کے حملے'' حاضر ہے۔ پچھلی کتاب کی پذ
کا شکریہ۔ یہ سلسلہ طول پکڑتا نظر آ رہا ہے جیسا کہ آپ خود دیکھیں گے۔ زیر نظر کتاب م
سب کچھ نہیں سمیٹا جا سکا جو آپ اس کے اشتہار میں دیکھ چکے ہیں۔ لہٰذا بقیہ معاملات
کتاب میں ملاحظہ فرمائیے گا۔ خصوصیت سے آپ کو حمید کے ''وحشیانہ'' رقص کا انتظار ہ
ابھی تو وہ بیچارہ اونگھ رہا ہے۔ خود اسے بھی کچھ کر گزرنے کا موقع نہیں مل سکا غرضیکہ کہانی
بن رہی ہے اور کچھ دشواریاں آپ کے مشاورتی خطوط بھی پیدا کر رہے ہیں۔ کہانی میں کیا
چاہیے، وہ نہ ہونا چاہیے۔ یا اس سے یہ کام لیا جائے اور اس سے وہ کام نہ لیا جائے
وغیرہ۔ بہرحال اس ''استرے کی دھار'' پر سے بھی گزرنا ہی ہے۔ دیکھئے قطرے کے گہر
تک بیچارے مصنف پر کیا گزرتی ہے۔

اس بار ایک صاحبزادے کے خط نے بڑی الجھن میں مبتلا کر دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''ایک بات کی طرف توجہ دلاؤں گا کہ آپ اپنے ہر ناول کے سرورق پر عورت کی تصویر کیوں چھاپتے ہیں۔ دیکھئے نا ہمارے بزرگ سرورق کی تصویر کی وجہ سے ہمیں آپ کے ناول نہیں پڑھنے دیتے۔ ان کے خیال میں جس ناول کا سرورق ایسا ہو وہ اندر سے کیا ہو گا۔
(میری عمر 16 سال ہے)''

یہی سب سے بڑی دشواری ہے کہ آپ کی عمر سولہ سال ہے لیکن خدارا آپ بزرگ

نے کے بعد اپنے بچوں پر ایسی پابندیاں نہ لگائیے گا۔ سرورق پر عورت ہی تو ہوتی ہے۔
طان الرجیم تو نہیں ہوتا اور میری کتابوں کے سراوراق کی عورت کسی ناشائستہ پوز میں بھی
ں ہوتی۔ ویسے یہ بات اپنے ذہن میں اچھی طرح جما لیجئے کہ یہ سارے بزرگ کسی عورت
ی وجہ سے درجہ بزرگی پر فائز ہوئے ہیں۔ باوا آدم کی طرح براہ راست دست قدرت کی
شوں کا نتیجہ نہیں ہیں۔ عورت اور مرد کے علاوہ دنیا میں اور رکھا ہی کیا ہے۔ بس مرد ذرا
رت حرام ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی تصویر کیا چھاپی جائے۔ اگر آپ کے بزرگ یہ چاہتے
ں کہ آپ قصے کہانیوں کی کتابیں نہ پڑھیں تو آپ کو ان کی اس خواہش کا احترام کرنا
ے۔ پچیس تیس سال کے ہو جانے کے بعد پڑھ لیجئے گا۔ یا پھر خود بزرگ ہو جانے کا
ظار کیجئے۔ کیونکہ بہتیرے بزرگ بچوں سے چھپا کر میری کتابیں پڑھتے ہیں لیکن ایسے
رگوں کی بھی کمی نہیں ہے جو اپنے بچوں کے لیے صرف میری کتابیں خریدتے ہیں۔ قصہ
اصل یہ ہے کہ بعض بزرگ کہانیاں اس لیے نہیں پڑھنے دیتے کہ پھر ان کا دل کورس کی
تابوں میں نہیں لگے گا ورنہ میری کتابیں تو بچوں جوانوں اور بوڑھوں کے لیے یکساں ''مفید''
ھی جاتی ہیں۔ یقین نہ آئے تو کسی ڈاکٹر سے پوچھ لیجئے گا۔ خواہ وہ ''ادب'' کا ڈاکٹر ہو خواہ
ادبیات'' کا۔

ویسے میاں آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ کی وجہ سے ''پیشرس'' بھی میں نے بہ آسانی
لکھ لیا۔ میرے لیے یہی دو صفحات بڑے دشوار ہوتے ہیں۔

والسلام

ابن صفی

قاسم سوچ رہا تھا کہ یہ ہسپتال بڑی شاندار جگہ ہے۔ بس سکون سے لیٹے خوبصور
کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھا کرو۔ جب بھی گھر سے بیزار ہوئے کسی اعلیٰ در
ہسپتال کے پرائیویٹ وارڈ میں آپڑے اور انگیج کر لی۔ ایک ہمہ وقت ڈیوٹی والی خوبصو
نرس...... ہائے کیسے پیار سے بولتی ہے۔ مسکراتی ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے حلوہ ہوئی جارہی

وہ تکیئے کے سہارے بستر پر نیم دراز تھا اور نرس تھوڑے ہی فاصلے پر بیٹھی کسی فلمی
کے ورق الٹ رہی تھی۔ دفعتاً سر اٹھا کر بولی ''آپ کی شادی تو نہ ہوئی ہوگی جناب۔''

قاسم بوکھلا گیا۔ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اچانک اس قسم کا کوئی سوال کر بیٹھے گی

''قیا قروغی پوچھ کر۔'' الفاظ حلق میں اٹکنے لگے۔

''میری ایک خالہ زاد بہن ہیں ان کی بھی شادی نہیں ہوئی۔ آپ ہی کی طرح
بڑی ہیں۔ سارے مرد ان کے سامنے بھنگے سے لگتے ہیں۔ کسی کی ہمت ہی نہیں پڑتی
کے لیے پیغام دے۔ ویسے بڑا اچھا ناک نقشہ ہے۔ گوری چٹی ہیں۔''

''اچھا!'' قاسم ہونٹوں پر زبان پھیرتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

''جی ہاں بہت اچھی ہیں...... آپ نے ان کا نام ضرور سنا ہوگا عورتوں کو فری ا
کشتی لڑنا سکھاتی ہیں۔''

''اچھا...... اچھا......!'' قاسم سر ہلا کر بولا۔ ''وہ تو نہیں...... کیا نام ہے۔''

''شاہینہ......!''

''اف۔ فوہ...... وہ آپ کی کھالا زاد ہیں......!''

''جی ہاں اگر امریکہ ہوتیں تو لاکھوں ڈالر کی جائیداد ہوتی ان کے پاس لیکن یہاں کیا
ہے۔ بیچاری کے اکھاڑے میں ورزش کا سارا سامان بھی نہیں ہے جو ہونا چاہئے۔ بس اعتراض
کرنے والے بہت ہیں۔ کہتے ہیں جانگھیا پہن کر کشتی لڑتی ہے۔ بے غیرت کہیں
ں۔

''قون قہتا ہے......!'' قاسم نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ''مجھے بتاؤ۔ گردن مروڑ دوں گا
ایک ایک کی۔''

''تو آپ کا خیال ہے کہ وہ بے غیرت نہیں ہے!''

''ہرگز نہیں۔ قوم کی عزت پہلوانوں سے ہے......!''

''مگر وہ تو عورت ہیں۔''

''قوئی پرواہ نہیں...... برابر کے حقوق...... برابر کی لنگوٹی...... عورت مرد کا درجہ برابر
ہے۔ مرد لنگوٹی میں لڑے گا تو وہ بھی لنگوٹی میں لڑے گی اور نہیں تو قیا غرارہ پہن کر لڑے
گی۔ بے غیرت قہنے والے اُلو ہیں۔ میں تمہاری کھالا زاد کے اکھاڑے کی مدد قروں غا!''

''اوہ تو آپ کو بھی پہلوانی سے لگاؤ ہے!''

''بہت زیادہ۔ اپنی کھالا زاد کو مجھ سے ملواؤ......!''

''یہی تو مصیبت ہے وہ خود کسی سے ملنے نہیں جاتیں ورنہ مدد ہی مدد مل جاتی۔''

''میں خود ان سے ملنے چلوں گا......!''

''یہ تو بڑی اچھی بات ہوگی۔''

''چلو...... اٹھو۔''

''ابھی!'' اس نے حیرت سے کہا۔ ''ابھی تو آپ کی طبیعت خراب ہے۔''

''نہیں اب ٹھیک ہے۔''

''پھر بھی آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔''

''پوری زندگی پڑی ہے ضرورت پوری کرنے کے لیے۔ پھر قر لوں غا...... ابھی تو اس

کی ضرورت ہے کہ شاہینہ پہلوان کی مدد کی جائے۔"

"لیکن ان سے ملنے کے لیے وقت لینا پڑے گا۔ آج ہی ناممکن ہے۔"

"تمہاری مرضی۔" قاسم ٹھنڈی سانس لے کر مردہ سی آواز میں بولا اور وہ عجیب نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ تھوڑی دیر خاموش رہ کر قاسم نے کہا۔ "طاقت ور تو میں بھی بہت ہوں لیکن مجھے پہلوانی کے داؤ پیچ نہیں آتے۔"

"اگر آپ کہیں گے تو وہ آپ کو سکھا دیں گی......!"

"مم......مجھ کو۔" قاسم تھوک نگل گیا کر رہ گیا۔

"کیا حرج ہے؟"

"مم......مطلب یہ کہ مجھ کو کیسے......!"

"اسی طرح جیسے سب کو سکھاتی ہیں......!"

قاسم چھت پر نظر جمائے ہوئے منہ چلانے لگا۔ عین اسی وقت کسی نے دروازے پر دستک دی۔ قاسم کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ حمید کی آمد کا دھڑکا لگا ہوا تھا۔ نرس دروازے کی طرف بڑھ ہی رہی تھی کہ ہاتھ اٹھا کر آہستہ سے بولا۔ "ٹھہر جاؤ۔"

وہ رک گئی۔ اشارے سے اسے اپنے قریب بلا کر آہستہ سے کہا۔ "اگر کیپٹن حمید ہو تو اس کے سامنے شاہینہ پہلوان کا ذکر نہ کرنا۔"

"بہت اچھا جناب!"

پھر اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ ایک برقعہ پوش عورت سامنے کھڑی نظر آئی۔ نقاب چہرے پر پڑا ہوا تھا۔

"کیا قاسم صاحب یہیں ہیں!" اس نے نرس سے پوچھا۔

"جی ہاں۔" نرس پیچھے ہٹتی ہوئی بولی۔

کمرے میں قدم رکھتے ہی اس نے نقاب الٹ دیا اور بیچاری نرس بوکھلا کر کئی فٹ پیچھے ہٹ گئی۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ قاسم بھی ہڑبڑا کر سیدھا ہو بیٹھا۔

"آ......آ......آپ مس شاداں ہیں......!" نرس ہکلائی۔

لیکن وہ اس کی طرف توجہ دیئے بغیر قاسم کے بستر کی طرف بڑھ آئی اور برقعہ اتار

کرسی پر ڈالتی ہوئی بڑے پیار سے بولی۔ "مجھے کیپٹن حمید سے معلوم ہوا کہ آپ یک بیک بیمار ہو گئے ہیں۔ اب کیسی طبیعت ہے۔ پلیز آپ لیٹ جائیے تکلیف کی ضرورت نہیں ہے۔"

"مم......میں ٹھیک ہوں......!" قاسم ہانپتا ہوا بولا۔

"میں انتظار ہی کرتی رہ گئی تھی۔ آپ نے آنے کا وعدہ کیا تھا۔"

"بس بیمار ہو گیا......!"

"آپ کی شخصیت نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔"

"ارے میں......ہی ہی ہی ہی......!"

شاداں نے مڑ کر نرس کی طرف دیکھا اور وہ بوکھلا کر بولی۔ "مس شاداں! آپ چائے پئیں گی یا کافی۔"

"جو دل چاہے پلا دیجئے لیکن خدارا کسی کو معلوم نہ ہونے پائے کہ میں یہاں ہوں!"

"ہرگز نہیں......میں سمجھتی ہوں۔" وہ پُرمسرت لہجے میں بولی اور کمرے سے چلی گئی۔

"کیا یہ ہر وقت سر پر مسلط رہتی ہے۔" شاداں نے قاسم سے پوچھا۔

"جج۔ جی ہاں۔ دیکھ بھال کرتی ہے بیچاری!"

"بیچاری تو نہیں معلوم ہوتی۔" وہ اپنی بائیں آنکھ دبا کر مسکرائی اور قاسم گڑبڑا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"خیر ہاں......تو میں یہ کہہ رہی تھی کہ آپ میرے حواس پر چھا گئے ہیں!"

"قق قیوں!" قاسم کی زبان سے غیر ارادی طور پر نکل گیا۔

"کاش میں وجہ جانتی ہوتی۔" وہ طویل سانس لے کر دردناک لہجے میں بولی۔

قاسم کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔ کیونکہ وہ شاداں کی آنکھوں میں رو دینے کا سا اثر بھی دیکھ رہا تھا لیکن خود اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کہنا چاہئے۔ کس طرح کہنا چاہئے۔

"سونا چاہتی ہوں لیکن نیند نہیں آتی۔" وہ گلوگیر آواز میں بولی۔

"مم......میں ڈاکٹر کو بلاؤں......!" قاسم نے احمقانہ انداز میں پوچھا۔

"آہ......کتنے بھولے ہیں آپ!"

قاسم پھر منہ پھاڑ کر رہ گیا۔ اس کے جواب میں کیا کہتا۔ اس کے لیے بالکل نئی چوئیشن

تھی۔ شاداں کا انداز ایسا ہی تھا جیسے کوئی ہجر کی ماری ہیروئن ہیرو سے اپنا دکھڑا رو رہی ہو۔ ناممکن نہیں کہ قاسم نے ایسے خواب نہ دیکھے ہوں لیکن جیتی جاگتی زندگی میں پہلے کبھی ایسے حالات سے دو چار نہیں ہوا تھا۔ الجھن بڑھی تو بوکھلا کر بولا۔ ''مین آپ قے لیے قیا کروں؟''

''میری خود سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ میرے لیے کیا کریں۔'' وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

''ڈاکٹر سے پوچھوں؟''

''ڈاکٹر کیا بتا سکے گا۔''

''پھر کون بتائے گا؟''

''کوئی بھی نہیں۔ اس کا فیصلہ تو ہم خود کریں گے کہ ایک دوسرے کیلئے کیا کر سکتے ہیں!''

''اچھا تو پھر کیجئے فیصلہ!''

''آپ میرے ہو جائیے۔'' وہ نظریں جھکا کر آہستہ سے بولی اور قاسم کو ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کو پہاڑ کی چوٹی سے لڑھکا دیا ہو۔

سختی سے ہونٹ بھینچے بیٹھا اسے ٹکر ٹکر دیکھتا رہ گیا۔

اتنے میں نرس پلٹ آئی اور بات جہاں تہاں رہ گئی۔ کافی کی ٹرے اس نے میز پر رکھ دی اور شاداں سے پوچھنے لگی کہ وہ کافی میں شکر کتنی لیتی ہے۔

''جتنی تمہاری سمجھ میں آئے۔'' شاداں نے بیزاری سے کہا۔ نرس کی واپسی نے کی کلائمکس پر پانی پھیر دیا تھا۔ قاسم کی آنکھوں میں بھی کسی قدر جھنجھلاہٹ کے آثار پائے جاتے تھے۔

نرس اس کے لیے کافی بناتی اور بتاتی رہی کہ اس نے اس کی کتنی فلمیں دیکھی ہیں۔

''اچھا بس!'' قاسم ہاتھ اٹھا کر غرایا۔ ''یہ تم سے یہ نہیں پوچھنے آئیں کہ تم نے ان کی فلمیں دیکھی ہیں۔''

''جی۔'' نرس ہکا بکا رہ گئی۔

''ہاں ہاں! میں تو صرف انہیں دیکھنے آئی ہوں۔'' شاداں نے بڑے بھولپن سے کہا۔

''میں معافی چاہتی ہوں۔'' نرس نروس ہو کر بولی۔

''اوہ نہیں! میں تمہیں اپنے آٹوگراف دے کر جاؤں گی۔''

''بہت بہت شکریہ!'' نرس نے سنبھالا لیا۔ شاید وہ سمجھ گئی تھی کہ ان دونوں کو اس کی موجودگی گراں گزر رہی ہے۔

جلدی جلدی انہیں کافی کی پیالیاں تھما کر کمرے سے نکل گئی۔

''سمجھدار معلوم ہوتی ہے۔'' شاداں مسکرا کر بولی۔

''جی ہاں۔ جی ہاں۔''

''تو پھر آپ نے کیا سوچا؟''

''میں قیا سوچوں؟''

''یعنی بات پھر وہیں جا پہنچی جہاں سے شروع ہوئی تھی۔'' شاداں نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

''کہاں سے شروع ہوئی تھی؟''

''واقعی آپ بہت بھولے ہیں۔ خیر میں اب کچھ نہیں کہوں گی۔ ایک دن آپ خود ہی سمجھ جائیں گے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم زیادہ تر ساتھ رہیں۔''

''جی ہاں اور قیا!'' قاسم ہونقوں کی طرح بولا۔

''لیکن یہ تو آپ سوچ سکیں گے کہ اسے کس طرح ممکن بنایا جائے۔''

''جس طرح بھی بن سکے بنا لیجئے۔''

''اجازت ہے آپ کی۔''

''بلقل بلقل!'' قاسم سر ہلا کر بڑے خلوص سے بولا۔

''میرے بزنس پارٹنر بن جائیے۔ اس طرح ہم زیادہ سے زیادہ ساتھ رہ سکیں گے۔''

''میں تیار ہوں۔''

''آپ سرمایہ لگائیے۔ میں فلمیں بناؤں۔''

''پکی بات۔'' قاسم نے ہاتھ بڑھا کر کہا اور وہ بھی اس کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر بولی۔ ''پکا بات۔''

''ابھی چلوں سرمایہ لگانے۔''

''اوہ۔ ابھی تو آپ آرام کیجئے۔''

''نہیں۔ بس جو کچھ ہونا ہے ابھی ہو جائے۔'' قاسم بستر سے اترتا ہوا بولا۔ ''ابھی جا کر

حساب کرتا ہوں۔"

"آپ کیا کریں گے؟"

"ارے سرمایہ لگاؤں گا۔"

"کس طرح لگائیں گے۔"

"جس طرح آپ کہیں گی۔"

"بیٹھ جائیے۔ میری پوری بات سن لیجیے۔"

قاسم بیٹھ گیا اور اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتا رہا۔

"کم از کم پندرہ لاکھ......!"

"کوئی بات نہیں پندرہ لاکھ ہی سہی!" قاسم اس کا جملہ پورا ہونے سے قبل ہی بول پڑا

"اس طرح ہم دونوں ایک دوسرے کو بہت قریب سے دیکھ سکیں گے۔" شاداں لمبی سانس لے کر بولی۔

"سب ٹھیک ہے۔ دیکھا جائے گا۔"

"میں چراغ الہ دین کی پیروڈی فلمانا چاہتی ہوں۔"

"واہ واہ۔ مزہ آجائے گا۔" قاسم قہقہہ لگا کر بولا۔

"اگر آپ چراغ کے جن کے رول میں آئیں تو سارے ملک میں تہلکہ پڑ جائے"

"مم...... میں...... نن نہیں۔" قاسم ہانپنے لگا۔

"کیا حرج ہے!"

"سارا سرمایہ چھین لیا جائے غا...... میں ابھی یتیم نہیں ہوا۔"

"میں سمجھ گئی۔ آپ عاصم صاحب سے ڈرتے ہیں۔ وہ بہت مذہبی آدمی ہیں۔"

"جی ہاں!" قاسم تھوک نگل کر بولا۔

"وہ آپ کو پہچان ہی نہ سکیں گے!"

"پہچان لیں غے۔ میرے باپ ہیں۔"

"ایسا زبردست میک اپ ہوگا۔ کہ آپ خود بھی اپنے آپ کو نہ پہچان سکیں گے۔"

"تب تو ٹھیک ہے۔ اچھا پھر میں جا کر ہسپتال والوں کا حساب کرتا ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ میں آپ کا انتظار کروں گی!" وہ بڑے رومینٹک انداز میں بولی۔

❁

پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق والگو کی موت کثرت شراب نوشی کی بنا پر حرکت قلب بند ہو جانے سے واقع ہوئی تھی۔ جس ہٹ میں وہ مقیم تھا اس کے دھماکے سے تباہ ہو جانے کے بارے میں اخبارات میں طرح طرح کی قیاس آرائیاں کی گئی تھیں۔ کسی نے والگو کا تعلق اسمگلروں سے ثابت کرنے کی کوشش کی تھی اور کسی کے خیال کے مطابق وہ غیر قانونی طور پر منشیات کا تقسیم کار تھا۔ اس کی حیثیت کے بارے میں فریدی کے محکمے نے خاموشی اختیار کر لی تھی اور حمید کا ذہن ان آنکھوں میں الجھ کر رہ گیا تھا جو والگو کی جیب سے برآمد ہونے والے کارڈ کی پشت پر بنی ہوئی تھیں۔

کہاں دیکھی تھیں ویسی آنکھیں...... کب دیکھی تھیں۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے کچھ یاد آتے آتے رہ جاتا ہو۔

فریدی نے اس کے بارے میں کوئی خیال ظاہر نہیں کیا تھا۔ لیکن اس کا اعتراف اس نے بھی کر لیا تھا کہ کچھ جانی پہچانی سی آنکھیں لگتی ہیں۔

"لیکن ان آنکھوں کا مقصد کیا ہو سکتا ہے۔" حمید نے سوال کیا۔

"تمہارا کیا خیال ہے؟"

"کسی گروہ کا نشان ہو سکتا ہے۔ جس کے افراد ایک دوسرے کی شناخت کے لیے اسے استعمال کرتے ہوں۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔"

"اس کا مطلب ہوا کہ کوئی بہت بڑا گروہ ہے جس کے سارے افراد عام حالات میں ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہیں ورنہ شناختی نشان کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے۔"

"یہ تجزیہ بھی درست ہی لگتا ہے۔" فریدی نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ خود نہ جانے کیا سوچ رہا تھا۔

"بہرحال!" حمید طویل سانس لے کر بولا۔ "والگو کے بعد اب اور کوئی ہماری نظروں

میں نہیں ہے! اوہ۔ مگر وہ زخمی حملہ آور بھی تو ہے!"

"نہیں ایسا تو نہیں ہے۔" فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "والگو کی گرفـ
کرنے والے نے دو ایسے افراد کی نشاندہی کی ہے جو والگو کی نگرانی کرتے رہے تھے اور ا
اس ہٹ کے آس پاس منڈلاتے رہے تھے جس میں والگو نے مرنے سے قبل قیام کیا تھا۔"

"زخمی حملہ آور ابھی تک بیہوش ہے حالانکہ خواب آور انجکشنوں کا سلسلہ روک دیا
ہے۔" حمید نے کہا۔

"میں اس کے بارے میں نہیں سوچ رہا۔ میری دانست میں وہ ہوش میں آئے بغیر
ختم ہو جائے گا۔"

"حالانکہ ایسا ہونا نہ چاہئے۔ آپ کی گولی اس کی ران میں لگی تھی۔"

"اس کے سلسلے میں بھی کوئی گڑ بڑ ضرور ہوئی ہے۔"

"یعنی آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ان لوگوں کے ہاتھ اس تک بھی پہنچے ہیں۔"

"خدا ہی جانے......!" فریدی نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

ٹھیک اسی وقت ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگی۔

"فریدی اسپیکنگ!" اس نے ریسیور کان سے لگا کر ماؤتھ پیس میں کہا اور ماتھے
شکنیں ڈالے دوسری طرف کی بات سنتا رہا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ "تمہیں دھوکا تو نہیں
لیکن تم اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ مر چکا ہے..... ہوں..... ہوں۔ فریب نظر بھی ہو سکتا ہے۔
میں دیکھوں گا..... ٹھہرو..... پتہ پھر سے بتاؤ۔" فریدی نے ریسیور بائیں ہاتھ میں منتقل کیا
دائیں ہاتھ سے پنسل اٹھا کر پیڈ پر کچھ لکھنے لگا۔ پھر "خدا حافظ" کہہ کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا

"کیا قصہ ہے!" حمید نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"شاید اب ہمیں شکار کرنے کے لیے چارہ پھینکا گیا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"انور نے ایک دلچسپ کہانی سنائی ہے۔"

"کیسی کہانی؟"

"اور اسی کہانی کے توسط سے مجھے یاد آ گیا ہے کہ وہ آنکھیں کس کی ہو سکتی ہیں!"

"پہیلیاں مت بجھوائیے۔ جلدی سے بتا دیجئے۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔

"تمہیں جیرالڈ شاستری یاد ہے نا۔"

"خدا کی پناہ!" حمید اچھل پڑا۔ اس کا منہ حیرت سے کھلا ہوا تھا۔ واقعی وہ غیر معمولی
والی آنکھیں جیرالڈ شاستری ہی کی تھیں۔ اس کا سراپا حمید کی آنکھوں میں پھر گیا۔

"انور کا بیان ہے کہ اس نے کچھ دیر بعد پہلے جیرالڈ شاستری کو دیکھا ہے۔"

"کیا یہ ممکن ہے کہ انور بھی اس سازش میں ہو۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" فریدی نے کسی قدر جھنجھلاہٹ کے ساتھ کہا۔

"جیرالڈ شاستری کو ہم نے اپنی آنکھوں کے سامنے مرتے دیکھا تھا۔" حمید نے بھی
وار لہجے میں کہا۔

فریدی کچھ نہ بولا۔ حمید نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔ "اس نے اسے کہاں دیکھا ہے.....!"

"راشد علوی کے متعلقین کی خیریت دریافت کرنے موڈل کالونی گیا تھا! وہیں کی ایک
میں۔"

"کیا یہ ضروری تھا کہ وہ انور ہی کو نظر آتا۔"

"ہم تک اس قصے کو پہنچانے کے لیے یہ ضروری تھا۔ بہتیرے لوگوں کو ہمارے تعلقات کا
انور نے بھی جیرالڈ کو بہت قریب سے دیکھا تھا..... اس لیے وہ اسے دور سے بھی
سکتا ہے اور ..... میں انور کی بات پر اعتبار بھی کر سکتا ہوں۔"

"خواہ اس نے ہوائی ہی کیوں نہ چھوڑی ہو۔"

"کبھی کبھی اپنے ذہن کو صاف بھی کر لیا کرو۔"

"اس سے کیا ہوگا۔"

"انور کی بات پر یقین کر لو گے۔"

"تو آپ کا خیال ہے کہ جیرالڈ اپنے تابوت سے نکل بھاگا ہے۔"

"فی الحال اس کے علاوہ اور کوئی خیال نہیں ہے کہ ہمیں فضولیات میں الجھانے کی
ن جا رہی ہے۔ یا پھر واقعی وہ ہمارا شکار کرنا چاہتے ہیں۔"

حمید خاموش ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آخر جیرالڈ ہی کی آنکھیں، شناختی نشان کے طور

پر کیوں استعمال کی جا رہی ہیں۔

فون کی گھنٹی پھر بجی۔ فریدی نے ریسیور اٹھا لیا۔ تھوڑی دیر تک سنتا رہا پھر بولا
پوسٹ مارٹم کے لیے پولیس ہسپتال بھجوا دیا جائے...... اوہ...... برقعہ پوش عورت......
ہاں...... چہرہ کسی نے دیکھا نہیں...... اچھا...... اچھا......!"

ریسیور رکھ کر وہ حمید کی طرف مڑا۔

"کیا قاسم کی بیوی برقعہ استعمال کرتی ہے۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"کوئی برقعہ پوش عورت ہسپتال پہنچی تھی۔ قاسم کو اپنے ساتھ لے گئی۔ ڈاکٹر
کہ عورت کا چہرہ کوئی نہیں دیکھ سکا تھا۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔"

"اور وہ زخمی حملہ آور بھی ختم ہو گیا۔"

"کیا خیال ہے؟ اسے بھی زہر دیا گیا۔" حمید نے سوال کیا۔

"خدا جانے۔ پوسٹ مارٹم کے بعد ہی معلوم ہو سکے گا۔ لیکن قاسم۔"

"قاسم کے کمرے میں جو نرس تھی اس نے اس کا چہرہ ضرور دیکھا ہو گا۔"

"کیا میں جاؤں؟" حمید نے پوچھا۔

"میں نہیں کہوں گا تب بھی آپ تشریف لے جائیں گے۔"

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں۔"

"تمہیں بہت محتاط رہنا ہے۔"

"سوال یہ ہے کہ مجھے کرنا کیا ہے۔"

"جہاں بھی جاؤ گے میرے ساتھ جاؤ گے۔"

"مرے بے موت۔" حمید کراہا۔

"کیوں؟" فریدی نے آنکھیں نکالیں۔

"ہر وقت باوضو رہنا پڑے گا۔" حمید نے فون کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہو
ہسپتال کے نمبر ڈائیل کئے جہاں قاسم تھا۔

دوسری طرف سے رابطہ قائم ہونے پر اپنے محکمے کے حوالے سے بات شروع
"مسٹر قاسم کے کمرے میں جس نرس کی ڈیوٹی تھی اسے فون پر بلائیے۔"

"توقف فرمائیے!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

فریدی کچھ لکھنے لگا تھا۔ حمید کی طرف توجہ نہیں تھی۔

"ہیلو۔" تھوڑی دیر بعد نسوانی آواز آئی۔

"کیپٹن حمید۔"

"یس سر......!" دوسری طرف سے سہمی ہوئی سی آواز آئی۔

تو وہ اسے لے گئی۔

"جی ہاں جناب......!"

"برقعے میں تھی۔"

"جی ہاں اور اس نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ ہسپتال میں اس کی موجودگی سے کسی
آگاہ نہ کروں۔"

"اوہو۔ یہ بھی کہا تھا۔"

"جی ہاں اور ٹھیک ہی کہا تھا۔ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جاتا کہ فلم اسٹار شاداں ہسپتال
موجود ہے تو شاید نیم جان مریضوں کے بستر بھی خالی ہو جاتے۔"

حمید نے طویل سانس لے کر فریدی کی طرف دیکھا اور ماؤتھ پیس میں بولا۔ "بس یہی
لوم کرنا تھا۔ شکریہ!"

ریسیور کریڈل پر رکھ کر فریدی سے بولا۔ "تشویش کی بات نہیں۔ قاسم کا وقت اچھا
رے گا۔"

"کیا مطلب۔"

"شاداں اسے لے گئی ہے۔"

"لاحول ولا قوۃ۔" فریدی بُرا سا منہ بنا کر رہ گیا۔

"بالکل بالکل!" حمید سر ہلا کر بولا۔ "عورت ناقص العقل ہوتی ہے خواہ اداکارہ ہی
ں نہ ہو۔"

''تمہیں لے جانا چاہئے تھا۔'' فریدی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی پھر بجی......! فریدی نے ریسیور اٹھایا۔ کچھ اور پھر ریسیور رکھ کر اٹھتا ہوا بولا۔ ''اب تم میرے ساتھ چل سکتے ہو۔''

''کہاں......!''

''ذرا اسی عمارت کے آس پاس جہاں انور نے جیرالڈ شاستری کو دیکھا تھا۔''

''کمال ہے۔ آپ کو یقین آ گیا اس ہوائی پر۔''

''فضول باتیں مت کرو!''

''ایک منٹ! اگر یہ جیرالڈ شاستری والا چکر آپ ہی کو متوجہ کرنے کے لیے چلا ہے تو اس کا کوئی مقصد ہوگا۔''

''کیا کہنا چاہتے ہو۔''

''اگر آپ ان پرچھائیوں کو اتنی اہمیت دے رہے ہیں تو ان کے سامنے آپ کی کار کی کیا حیثیت ہوگی۔''

''ہوں......!'' فریدی پھر بیٹھ گیا۔

حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی پھر بجی۔

''ہیلو'' فریدی نے ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں بولا ہوں۔'' اوہ۔ کہ کہاں......وہ زندہ تو ہے نا...... میں پہنچ رہا ہوں۔''

فریدی نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔ کے پیچھے تھا۔

''کیا ہوا، کیا بات ہے!'' حمید نے پوچھا۔ لیکن فریدی اسے اپنے پیچھے آنے کر کے آگے بڑھتا چلا گیا۔

آرمڈ کار پارکنگ شیڈ کے نیچے کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے اگلی سیٹ کا دروازہ حمید گھوم کر دوسری طرف والے دروازے پر پہنچا۔

فریدی بہت جلدی میں معلوم ہوتا تھا۔ حمید خاموشی سے اس کے برابر بیٹھ گیا۔ اسٹارٹ ہو کر شیڈ سے باہر نکلی اور گیٹ کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

''آپ نے کس کے بارے میں پوچھا تھا کہ وہ زندہ تو ہے۔'' حمید نے سوال کیا۔

''امر سنگھ کے گولی لگی ہے۔''

''کہاں اور کیسے؟'' حمید نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

''وہ اور رمیش ان دونوں کا تعاقب کر رہے تھے جو والگو کی نگرانی کرتے رہے تھے۔''

''اچھا تو پھر۔''

چیتھم روڈ پر کسی نے ان کی کار پر فائرنگ کی اور نکلا چلا گیا۔ رمیش ڈرائیو کر رہا تھا! مر سنگھ کے بازو میں گولی لگی ہے۔

''وہ ہے کہاں!''

''سول ہسپتال میں! رمیش بھی وہیں ہے اور وہ دونوں صاف نکل گئے۔''

''یعنی اب وہ بھی ہاتھ سے گئے۔''

''جہنم میں جائیں پتا نہیں امر کس حال میں ہو۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ فریدی کی اس وقت کی ذہنی کیفیت سے بخوبی واقف تھا۔ اس کے ماتحتوں کے جسم پر آنے والی معمولی سی خراش بھی اسے بیحد گراں گزرتی تھی۔

پولیس پر حملہ آور ہونے والے مجرموں کے خون کا پیاسا نظر آنے لگتا تھا۔ سول ہسپتال کے کمپاؤنڈ میں گاڑی روکتے ہوئے اس نے حمید سے کہا۔ ''تم گاڑی ہی میں ٹھہرو۔''

''بہت بہتر۔''

فریدی گاڑی سے اتر کر عمارت کی طرف بڑھ گیا اور حمید چاروں طرف نظر دوڑانے لگا۔ اسے یقین تھا کہ ان کی گاڑی کا تعاقب ضرور کیا گیا ہوگا۔ لیکن راستے میں اس نے اس طرف توجہ نہیں دی تھی۔ ذہن امر سنگھ میں الجھ گیا تھا۔ اگر اس کی حالت تشویشناک ہوئی تو پھر فریدی ہر احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر مجرموں کی تلاش میں نکل کھڑا ہوگا اور اس کا تجربہ تو اسے ہو ہی چکا تھا کہ مجرم کتنے دیدہ دلیر ہیں۔

آس پاس کوئی ایسا نہ دکھائی دیا۔ جس پر تعاقب کرنے والے کا شبہ کیا جا سکتا۔ ویسے یہ بات تھی کہ تعاقب کرنے والی کوئی گاڑی کمپاؤنڈ کے باہر ہی رک گئی ہو۔

حمید گاڑی کے اندر ہی بیٹھا رہا۔ غالباً فریدی اس کو اسی لیے باہر چھوڑ گیا تھا کہ وہ مشتبہ

لوگوں پر نظر رکھ سکے۔ یا پھر وہ گاڑی ہی کو خالی نہ چھوڑنا چاہتا ہو۔ آرمڈ کار پر باہر کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر ایک چھوٹا سا ٹائم بم اس کے اندر ہی رکھ دیا جائے تو؟ حمید نے جھرجھری سی لی اور جیب سے پائپ نکال کر اس میں تمباکو بھرنے لگا...... بہر حال وہ امر سنگھ کو دیکھنا چاہتا تھا۔ اپنے ساتھیوں میں رمیش اور امر سنگھ سے خاص قسم کا لگاؤ رکھتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد فریدی واپس آ گیا۔ اس کے چہرے پر شدید غصے کے آثار تھے۔

"کیا حال ہے......!" حمید نے پوچھا۔

"بیہوش ہے......!" بازو کی ہڈی بھی متاثر ہوئی ہے۔ خون بہت ضائع ہو گیا ہے۔

"میں بھی دیکھ آؤں......!"

"نہیں......! فوری طور پر ایک چیکنگ کرنی ہے۔ رمیش ڈرائیو کر رہا تھا اور اس نے اس گاڑی کو اچھی طرح دیکھا تھا جس پر سے فائرنگ کی گئی تھی۔"

حمید نے طویل سانس لی۔

"تم پچھلی سیٹ پر جاؤ" فریدی نے کہا۔ ہوشیاری سے عقب میں نظر رکھنا۔ حمید سیٹ سے پچھلی سیٹ پر منتقل ہو گیا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے فریدی نے کسی کارروائی کا فیصلہ کر لیا ہو۔

گاڑی اسٹارٹ ہو کر حرکت میں آئی اور گیٹ سے گزرتی ہوئی سڑک پر آ نکلی۔

"کیا آپ اس گاڑی کو تلاش کریں گے جس پر سے فائرنگ ہوئی تھی۔" حمید نے پوچھا۔

"احمقانہ باتیں مت کرو۔"

"پھر کیا کرنے جا رہے ہیں۔"

"اب اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہا کہ اس بستی پر چھاپہ مارا جائے جہاں مشرقی کے ممالک کے لوگ قیام کرتے ہیں۔"

"امر سنگھ کے زخمی ہو جانے کی بنا پر آپ بہت جذباتی ہو رہے ہیں میرے خیال اپنے فیصلے پر نظر ثانی کر لیجیے۔"

"کیا مطلب۔"

"اس بستی میں آپ کی نظروں سے جتنے بھی لوگ گزرے تھے ختم ہو چکے ہیں۔"

"اچھا تو پھر!" فریدی غرایا۔

"اب آپ کس کا گریبان پکڑیں گے۔"

"میں کسی کا گریبان پکڑنے نہیں جا رہا۔"

"کچھ بھی ہو۔ میں آپ کو اس بستی میں داخل ہونے کا مشورہ نہیں دوں گا۔"

"وہاں میرے دوستوں کی کثرت ہے! تم دیکھ ہی لو گے۔"

"آپ کی مرضی۔" حمید بیزاری سے بولا۔

"کیا تم کبھی ریڈ ٹائیڈ جوڈو کلب گئے ہو۔"

"نہیں۔ لیکن اس کا نام سن چکا ہوں۔"

"دلچسپ جگہ ہے۔"

"یقیناً ہو گی...... اگر کچھ لڑکیاں بھی جوڈو چنگھاڑ سناتی ہوئی نظر آتی ہوں گی۔"

"تم یہ بھی دیکھ لو گے۔"

"بسم اللہ۔ سفر جاری رکھیے۔"

حمید تھوڑی تھوڑی دیر بعد پیچھے مڑ کر دیکھ لیتا تھا۔ لیکن ایسی سڑکوں پر جہاں ٹریفک زیادہ ہو تعاقب کرنے والوں کا پتا لگا لینا آسان نہیں ہوتا۔ ابھی تک تو وہ کسی پر بھی شبہ نہیں کر سکا تھا۔

"تم کیا سمجھتے ہو؟" فریدی نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"یہی کہ جو آج جوان ہے کل بوڑھی ہو جائے گی۔"

"شٹ اپ!"

"کیا اس جواب نے آپ کو بھی تکلیف پہنچائی ہے۔"

"خاموش رہو۔"

"امر سنگھ کو میں نے زخمی نہیں کیا؟" حمید بھنا کر بولا۔

"تم کسی وقت بھی سنجیدہ نہیں ہو سکتے۔"

"اگر میرے سنجیدہ ہو جانے سے حالات میں کوئی تبدیلی واقع ہو سکتی تو......!"

اچانک فریدی نے گاڑی سڑک کے نیچے اتار کر روک دی اور حمید جملہ پورا نہ کر سکا۔

"میں ابھی آیا" کہتا ہوا وہ گاڑی سے اترا اور ایک دوکان میں داخل ہو گیا۔ حمید نے

سائن بورڈ پر نظر ڈالی۔ یہ ایک ڈرگ اسٹور تھا۔ گاڑی رک جانے کے بعد بھی اس
میں نظر دوڑائی تھی۔ لیکن کوئی ایسی گاڑی نہ دکھائی دی جس کی رفتار کم ہوئی ہو۔
گاڑیاں آگے نکل چلی جا رہی تھیں۔

وہ پھر ڈرگ اسٹور کی طرف متوجہ ہو گیا۔ دفعتاً اس نے گاڑی کے فون کی
جھنجھناہٹ سنی اور اگلی سیٹ کی پشت گاہ پر جھک کر ڈیش بورڈ کے خانے سے ریسیور اٹھا لیا۔

''ہیلو......!''

''حمید!'' دوسری طرف سے فریدی کی آواز آئی ''میں نے اسکیم بدل دی ہے۔''

''آپ ہیں کہاں؟'' حمید نے بائیں ہاتھ سے اپنی گدی سہلاتے ہوئے پوچھا۔

''اسی ڈرگ اسٹور سے بول رہا ہوں۔ ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ گاڑی تم لے جاؤ۔
تمہیں اس وقت ریڈ ٹائیڈ جوڈو کلب پہنچنا ہے۔ رے کیشی وہاں کی انسٹرکٹر ہے۔ میرے
حوالے سے تم اس سے گفتگو کر سکتے ہو۔''

''جس قسم کی بھی گفتگو چاہوں؟'' حمید نے سوال کیا۔

''خاموشی سے سنو۔''

''جی بہت بہتر......فرمایئے!''

''رے کیشی کو اپنے ساتھ پولیس ہسپتال کے مردہ خانے میں لے جاؤ اور ان
آوروں کی لاشیں دکھاؤ۔ ہوسکتا ہے کہ وہ انہیں شناخت کر سکے۔''

''لیکن......گفتگو۔''

''اگر وہ انہیں شناخت کر سکی تو موضوع گفتگو خود بخود ہاتھ آ جائے گا۔''

''اور اگر نہ شناخت کر سکی تو۔''

''گھر واپس آ جانا......'' کہہ کر فریدی نے رابطہ منقطع کر دیا تھا۔

حمید نے ریسیور ڈیش بورڈ کے خانے میں رکھ دیا اور بھنا کر اگلی سیٹ پر چلا گیا۔
ریڈ ٹائیڈ جوڈو کلب کے بارے میں حمید نے بہت کچھ سن رکھا تھا اور اس کے محل وقوع
سے بھی واقف تھا لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی انسٹرکٹر کوئی عورت ہے۔
خود ڈرائیو کرتے وقت بھی اس نے اس سے باخبر رہنے کی کوشش کی تھی کہ

نہیں کیا جا رہا۔

چوکیدار کو اپنا کارڈ دے کر جواب کا منتظر رہا۔ زیادہ دیر نہیں لگی تھی اسے اندر بلوا لیا
گیا......رے کیشی اپنے آفس میں ملاقات کی منتظر تھی۔

''خوش آمدید!'' وہ اٹھتی ہوئی پرمسرت لہجے میں بولی۔ ''آپ شاید کرنل فریدی کے
اسسٹنٹ ہیں۔''

''جی ہاں۔'' حمید نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھا دیا۔

''تشریف رکھیے۔''

''شکریہ! میں دراصل آپ کو تھوڑی سی تکلیف دینے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔''

رے کیشی خاصی دلکش عورت تھی۔ عمر پچیس اور تیس کے درمیان رہی ہوگی۔
بیحد جاندار چہرہ تھا۔ شگفتہ اور تروتازہ۔

''فرمایئے!''

''کرنل صاحب نے کہا تھا کہ ان کے حوالے سے بات کی جائے۔''

''میرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ ان کے اسسٹنٹ ہیں۔ فرمایئے کیا خدمت کر
سکتی ہوں۔''

''آپ کو میرے ساتھ پولیس ہسپتال تک چلنا پڑے گا۔''

''خیریت!'' اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

''دو لاشوں کی شناخت کرنی ہے آپ کو......!''

''اوہ!'' یک بیک اس کا چہرہ اتر گیا۔

''تشویش کی کوئی بات نہیں۔'' حمید جلدی سے بولا۔ ''ضروری نہیں کہ آپ ان کو
شناخت کر ہی سکیں۔ دراصل دونوں مشرق بعید کے کسی ملک کے باشندے ہیں۔ کرنل
صاحب کا خیال ہے شاید آپ انہیں شناخت کر سکیں۔''

''وہ کس طرح مرے ہیں۔''

''ایک گولی سے مرا ہے اور دوسرے کو شاید زہر دیا گیا ہے۔''

کیشی کے خطوط میں پھر کسی قدر نرمی پیدا ہو گئی۔ لیکن آنکھیں بدستور تشویش کی آماجگاہ

جی ، ہیں۔

وہ حمید کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہو گئی تھی۔ گاڑی میں بیٹھتے وقت اس نے کہا۔ ''گاڑی غیر معمولی لگتی ہے۔''

''بلٹ پروف ہے۔'' حمید نے کہتے ہوئے انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی حرکت میں آ گئی۔

''انہیں کہاں ملیں۔''

''یہ تو کرنل صاحب ہی جانتے ہوں گے۔ مجھے تفصیل معلوم کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔''

''کرنل کیسے ہیں۔ بہت دنوں سے ملاقات نہیں ہوئی!''

''ٹھیک ٹھاک ہیں......!'' حمید نے ڈھیلے ڈھالے لہجے میں کہا۔

''آپ کو بھی فنون سپہ گری سے دلچسپی ہے یا نہیں۔''

''بس اسی حد تک کہ خواتین کے مجمعے میں اپنے کمالات کا اظہار کروں۔''

وہ ہنس کر بولی۔ ''بڑے صاف گو معلوم ہوتے ہیں۔''

''تکلفات سے کیا فائدہ......!''

وہ اسے غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔ ''کرنل کے ماتحت بھی پراسرار ہیں۔''

''میں اس لفظ سے الرجک ہوں......''

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر کیشی نے کہا۔ ''کرنل جیسا آدمی میں نے آج تک نہیں دیکھا۔''

''آدمی!'' حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

''کیوں؟ کیا آپ کو لفظ آدمی پر اعتراض ہے......!''

''کم از کم میں ان کے بارے میں ایسی کوئی بات یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔''

''میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔''

''آدمی ہوتے تو ابھی تک شادی ہو گئی ہوتی۔''

وہ ہنس پڑی اور پھر بولی۔ ''آپ کی ہو گئی ہے۔''

''میرے قبیلے کے رواج مختلف ہیں۔''

''میں نہیں سمجھی۔''

''جب تک دم نہ نکل آئے شادی نہیں ہوتی۔''

''خوش مزاج آدمی معلوم ہوتے ہیں۔''

''آپ کے چہرے کی بناوٹ بہت زیادہ جاپانی نہیں ہے۔''

''میرا باپ امریکن تھا۔''

''جاپانی خواتین کو دیکھ کر پاکیزگی کا احساس ہوتا ہے۔''

''آپ پچھلی صدی کی بات کر رہے ہیں۔ ہماری روایتی پاکیزگی اب ہم میں باقی نہیں۔''

''میں اپنے احساس کی بات کر رہا تھا......!''

''شکریہ کیپٹن......ابھی کتنی دور چلنا ہے۔''

''بس پولیس ہسپتال تک۔ زیادہ دور نہیں ہے۔''

''پتہ نہیں وہ دونوں کون ہیں۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ پولیس ہسپتال پہنچ کر حمید اسے مردہ خانے میں لایا اور دونوں لاشیں دکھائیں۔

''یہ تو...... یہ تو......مگر کیوں؟'' کیشی ہکلا کر رہ گئی۔ پھر خود پر قابو پانے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔ ''ہاں میں انہیں جانتی ہوں۔ اوسو اور پتا مو ہیں...... حقیقی بھائی۔ لیکن ان کا یہ حشر کیونکر ہوا۔''

''بس باہر چلیے....!'' حمید نے کہا اور اسے مردہ خانے سے نکال لایا۔

''آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔''

''بلوہ۔ دو پارٹیوں کے درمیان فائرنگ ہوئی تھی۔ ہمیں صرف لاشیں ہی مل سکی تھیں۔ دونوں پارٹیاں پولیس کے پہنچتے پہنچتے موقعہ واردات سے فرار ہو چکی تھیں۔''

''یہ دونوں بیحد شریف اور امن پسند تھے۔''

''کیا کرتے تھے۔ کہاں رہتے تھے......!''

''نیشنل اسٹیل مل میں بحیثیت انجینئر کام کرتے تھے۔ فلیٹ کا صحیح نمبر نہیں بتا سکوں گی بہرحال ماڈل کالونی کے لگژری فلیٹس میں رہتے تھے۔ ان کی ایک بہن بھی ہے۔ ساتھ ہی رہتی تھی۔ پتا نہیں اسے اس کا علم ہوا یا نہیں۔''

''ظاہر ہے کہ وہ لاعلم ہے۔ ورنہ ہم سے ضرور رابطہ قائم کرتی اور ہمیں آپ کو تکلیف نہ دینی پڑتی۔''

"میں اسے جانتی ہوں۔ بہت اچھی لڑکی ہے۔ تنہا رہ گئی بیچاری۔"

"لیکن ہم ابھی اس کو اس سانحے کی اطلاع نہیں دینا چاہتے۔" حمید نے کہا۔

"کیوں؟"

"اگر اس میں جلدی کی گئی تو اس سانحے کے ذمہ دار افراد ہمارے ہاتھ نہیں لگ سکیں گے"

"بڑی عجیب بات ہے۔"

"حالات کچھ ایسے ہی ہیں۔ بہرحال آپ فی الحال یہ بات اپنی ہی ذات تک محدود رکھیے گا۔"

"اور بیچاری فہمی اس عرصے میں اپنے بھائیوں کی موت سے لاعلم رہے گی۔"

"مجبوری ہے؟"

"جیسی آپ لوگوں کی مرضی۔" وہ طویل سانس لے کر بولی۔ "قانون کے محافظوں سے تعاون کرنا میرا فرض ہے۔"

✡

فریدی نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر جھنجھلاہٹ کے آثار تھے۔ نہیں کس کی کال تھی اور اس نے کیا کہا تھا۔

"کیا بات ہے؟" حمید نے اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"وہ دونوں جس فلیٹ میں رہتے تھے اس کا پتا چل گیا ہے۔ لڑکی فہمی وہاں مو... اور سب سے زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ انور نے بھی وہی پتا بتایا تھا۔"

"کیا مطلب۔"

"اس نے جیرالڈ شاستری کو اسی فلیٹ میں دیکھا تھا۔"

"اور وہ دونوں واقعی نیشنل اسٹیل ملز کے انجینئر تھے؟"

"یہ بھی درست ہے!" فریدی اسے گھورتا ہوا بولا۔ "تم نے مجھے دشواری میں ڈال دیا۔"

"میں نے؟" حمید اچھل کر پڑا۔

"ہاں تم نے۔ تمہیں رے کیشی سے غلط بیانی نہیں کرنی چاہیے تھی۔"

"یعنی کہ!"

"صاف صاف بتا دینا چاہیے تھا کہ میرے ہی ہاتھوں مارے گئے تھے اور وجہ بھی بتا دیتے۔"

"کیا آپ اسے بھی اس میں ملوث سمجھتے ہیں۔"

"نہیں! اگر یہ بات ہوتی تو وہ ان سے اپنی شناسائی ہرگز نہ ظاہر کرتی۔"

"چلیے تسلیم کہ مجھ سے یہ غلطی ہوگئی۔ پھر اب کیا ہوگا۔"

"میں نے اسٹیل ملز کے منیجر کو مطلع کر دیا ہے کہ اس کے عملے کے دو انجینئروں کی لاشیں پولیس ہسپتال کے سرد خانے میں موجود ہیں۔ جنہیں شناخت کرنے کے بعد آخری رسوم کے لیے جایا جا سکتا ہے۔"

"اور ان کے سلسلے میں مزید تفتیش۔"

"دیکھا جائے گا......!" فریدی نے لاپرواہی سے کہا اور فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کرنے لگا۔ دوسری طرف سے جواب ملنے پر بولا۔ "لڑکی تمہاری نظروں سے ایک پل کیلئے بھی اوجھل نہ ہونے پائے۔ ہاں.....! اچھا.....! کب؟ اسکی پرواہ مت کرو جو کچھ بھی کر رہا ہے کرنے دو۔"

ریسیور رکھ کر حمید سے بولا۔ "انور مستقل طور پر لگژری اپارٹمنٹس کے آس پاس چکر لگا رہا ہے.....!"

"تو آپ نے وہ ہدایت فہمی کے لیے دی تھی۔"

"ہاں....! اس سے براہ راست گفتگو کرنے سے قبل یہ ضروری ہے کہ اسے اپنے بھائیوں کے بارے میں معلوم ہو جائے۔ اسٹیل ملز کے منیجر کے توسط ہی سے اسے اطلاع ملنی چاہیے۔"

"بہرحال رے کیشی سے رابطہ قائم کرنا سودمند ثابت ہوا۔ بڑی دلکش عورت ہے۔"

"ساتھ ہی فولادی ہڈیوں والی بھی ہے۔"

"انداز گفتگو سے معلوم ہوتا ہے جیسے ماضی قریب میں آپ اس سے بہت زیادہ ملتے رہے ہوں۔"

"تمہارا خیال غلط نہیں ہے۔" فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"میں اس پر کوئی تبصرہ نہیں کروں گا۔" حمید نے خشک لہجے میں کہا۔

فریدی اسے گھور کر رہ گیا۔ حقیقت تو یہ تھی کہ حمید کا ذہن قاسم اور شاداں میں الجھا تھا۔ نہ جانے وہ اسے کہاں لے گئی تھی اس دوران میں کئی بار اس نے قاسم کے گھر فون کر اس کے بارے میں پوچھا تھا۔ لیکن یہی جواب ملتا رہا تھا کہ وہ گھر پر موجود نہیں ہے البتہ کی بیوی سے گفتگو نہیں ہو سکی تھی۔ ہر بار کسی ملازم ہی نے ریسیور اٹھایا تھا۔ شاداں کے میں اسے ڈالنے والا خود ہی تھا۔ لیکن اب سوچ رہا تھا کہ کہیں وہ اس سے کوئی بہت بڑی ر ٹھگ لے۔ دراصل غلط فہمی کی بنا پر بات اس حد تک گئی تھی چونکہ یہ کہانی فلمی دنیا سے ش ہوئی تھی۔ اس لیے حمید نے سوچا تھا کہ تفریح کے لیے قاسم بھی سہی۔ لیکن اب تو بات ہی جا پڑی تھی۔ لہٰذا قاسم وہاں کیوں الجھا رہے۔

عجیب اتفاق تھا کہ ٹھیک اسی وقت فریدی نے کہا۔ "قاسم کی بھی خبر لو کیا وہ گھر پہنچ گیا"

"جی نہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس نے شاداں کے گھر میں ڈیرا ڈال دیا ہے۔"

"قاسم کے لیے خطرناک ہے۔"

"ہے.....! تو.....!"

"اس کی خبر لو.....!"

"یعنی کہ.....!"

"ہاں ہاں.....! مناسب یہی ہے کہ ہم فلم والوں کی طرف سے بالکل ہی توجہ نہ ہٹالیں"

"تو پھر! میں اسے دیکھوں!" حمید نے چہک کر پوچھا۔

"لیکن.....!" فریدی انگلی اٹھا کر بولا۔ "آرمڈ کار ہی تمہارے استعمال میں رہے گی"

"حمید اس طرح اٹھ کر کھڑا ہوا جیسے پیروں میں پڑی ہوئی زنجیر ٹوٹ گئی ہو۔"

تھوڑی دیر بعد آرمڈ کار سڑک پر نکل آئی لیکن حمید سوچ رہا تھا کہ شاداں اس وقت گھر پر ہوگی یا اسٹوڈیو والے آفس میں۔ کیوں نہ پہلے معلوم کر لیا جائے۔

ایک ڈرگ اسٹور کے سامنے گاڑی روکی اور اتر کر اسٹور کے کاؤنٹر پر آیا۔ سب سے پہلے قاسم کے گھر سے فون پر رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اس کی لائن انگیج تھی اسٹوڈیو کے نمبر ڈائیل کئے۔ منیجر سے معلوم ہوا کہ شاداں کا دفتر بند ہے۔ حمید نے

انداز میں سر کو جنبش دے کر پھر قاسم کے گھر کے نمبر ڈائیل کئے۔ اس بار رابطہ قائم ہو گیا اور دوسری طرف سے قاسم کی بیوی کی آواز آئی۔ "اوہو۔ آپ تو یہیں موجود ہیں۔"

"پھر مجھے کہاں ہونا چاہئے!" حمید نے سوال کیا۔

"میں تو سمجھی تھی کہ شاید آپ ہی کہیں لے گئے ہیں۔"

"ابھی تک نہیں سمجھ سکا کہ آپ کہنا کیا چاہتی ہیں۔"

"تین دن ہوئے وہ کہیں باہر تشریف لے گئے ہیں جگہ کا نام نہیں بتایا تھا۔"

"کیا اس نے یہ کہا تھا کہ میرے ساتھ کہیں جا رہا ہے!"

"نہیں۔ یہ تو نہیں کہا تھا۔"

"اور آپ نے سمجھ لیا تھا کہ میں بھی ہمسفر ہوں گا۔"

"پھر کیا سمجھتی۔ جب بھی باہر جاتے ہیں آپ ہی کے ساتھ جاتے ہیں۔"

"میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔ خیر بتائیے۔ اس وقت کیسے تکلیف فرمائی۔"

"اسی سے ملنا تھا۔"

"کوئی خاص بات۔"

"خاص باتیں کبھی کبھی ہوتی ہیں۔" کہہ کر حمید نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اس لایعنی گفتگو کو طول نہیں دینا چاہتا تھا۔

بہر حال یہی معلوم کرنا تھا کہ قاسم گھر پہنچ گیا یا نہیں۔ ڈرگ اسٹور سے نکل کر گاڑی میں بیٹھا اور اس کالونی کی طرف روانہ ہو گیا جہاں شاداں رہتی تھی۔

ایک مشہور فلمی اداکارہ کی کوٹھی میں داخلہ آسان نہیں ہوتا۔ کمپاؤنڈ کے پھاٹک ہی پر اسے اپنا کارڈ نکالنا پڑا تھا اور ساتھ ہی اپنے عہدے کا حوالہ بھی دیا ورنہ کارڈ اندر تک پہنچ ہی نہ سکتا۔

تھوڑی دیر بعد چوکیدار نے گاڑی کیلئے پھاٹک کھول دیا اور گاڑی سیدھی پورچ میں جا رکی۔

شاداں اس کے استقبال کے لیے باہر نکل آئی تھی۔

"خوشا نصیب!" وہ لہک کر بولی۔ "میں تو سمجھی تھی کہ شاید اب آپ سے ملاقات نہ ہو۔"

"ابھی وہ قصہ ختم کہاں ہوا ہے؟"

''چلئے اندر تشریف لے چلئے۔''

''شکریہ.....!''

سٹنگ روم بہت شاندار تھا۔ بالکل ایسا لگتا تھا جیسے وہ کسی بہت بڑے شوروم میں داخل ہوا ہو۔

''تشریف رکھیے۔'' شاداں نے ایک صوفے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''اس وقت مجھے اس مریض کی تلاش یہاں لائی ہے۔ جو آپ کے ساتھ ہسپتال سے فرار ہو گیا تھا۔'' حمید نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

''غالباً آپ کا اشارہ مسٹر قاسم کی طرف ہے۔''

''ظاہر ہے.....!''

''لیکن وہ یہاں کب آئے تھے۔ اسٹوڈیو والے دفتر میں ان سے باتیں ہوئی تھیں اور وہیں سے رخصت ہو گئے تھے۔''

''کب کی بات ہے۔''

''کل ہی کی۔''

''لیکن وہ آج تک گھر نہیں پہنچا۔''

''پھر میں اس سلسلے میں کیا کر سکتی ہوں۔''

''میرا خیال ہے کہ آپ بہت ذہین خاتون ہیں۔''

''خدا جانے لیکن آپ یہ کیوں کہہ رہے ہیں۔''

''ذہین خاتون ہیں اس لیے یہی پسند کریں گی کہ بات آگے نہ بڑھنے پائے۔''

''میں نہیں سمجھی آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔''

''محترمہ شاداں۔ وہ یہیں اسی کوٹھی میں موجود ہے۔''

''بڑے وثوق سے آپ یہ بات کہہ رہے ہیں۔'' وہ اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی۔

''یقین واثق ہے اس پر کہ وہ یہیں ہے۔''

''بہت خوب!'' شاداں قہقہہ لگا کر بولی۔'' آپ شاید یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مسٹر قاسم کا

اغوا میرے ہاتھوں عمل میں آیا ہے اور میں ان کی گلو خلاصی کے لیے ان کے باپ سے کوئی بڑی رقم طلب کروں گی۔''

''آپ اس حد تک بھی نہیں جا سکتیں۔''

''پھر میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں؟''

''سچی بات بتا دیجئے!'' حمید نے بیحد خشک لہجے میں کہا۔

''میں ویسے ہی بہت پریشان ہوں۔ اب آپ بھی میری پریشانیوں میں مزید اضافے کا سبب نہ بنئے۔''

''یعنی اپ کو یہاں قاسم کی موجودگی سے انکار ہے۔''

''ہرگز نہیں!'' وہ آہستہ سے بولی۔''لیکن یہ سب کچھ مسٹر قاسم ہی کی ہدایت پر ہو رہا ہے۔''

''میں سمجھ گیا۔'' حمید سر ہلا کر بولا۔

''کیا سمجھ گئے!''

''یہی کہ خود اسی نے آپ کو اس پر آمادہ کیا ہے کہ یہاں اس کی موجودگی کی اطلاع کسی کو نہ دیں۔''

''جی ہاں۔ یہی بات ہے۔'' وہ آہستہ بولی۔

''مقصد کیا ہے۔''

''اپنی بیوی اور باپ سے سخت متنفر ہیں۔ مجھ سے کہہ رہے تھے کہ یہیں کہیں آس پاس کہیں کوئی کوٹھی کرائے پر دلوا دوں یا کسی کا سودا کرا دوں۔''

''کیا آپ اسے صحیح الدماغ سمجھتی ہیں۔''

''دماغ تو بالکل ٹھیک ہے ان کا۔''

''ابھی آپ کو تجربہ نہیں ہوا۔''

''آپ کے پڑوسیوں کے لیے بھی مصیبت بن جائے گا۔''

''اس پر میں یقین کرنے کو تیار نہیں۔ وہ بیحد شائستہ آدمی ہے۔''

''کس بات سے شائستگی کا اندازہ لگایا۔''

''جو کچھ بھی کہا جاتا ہے بے چوں وچرا تسلیم کر لیتے ہیں۔''

''جی ہاں عورتیں اسی کو شائستگی سمجھتی ہیں۔''

''مجھ پر طنز نہ فرمائیے۔''

''یہ میرا قول ہے جو ساری دنیا کی عورتوں پر صادق آتا ہے۔ صرف آپکی بات نہیں کر

''تو آپ انہیں لے جائیں گے۔''

''اسی کے لیے آیا ہوں۔''

''اور اگر وہ آپ کے ساتھ جانے سے انکار کر دیں تو۔''

''اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔''

''یعنی آپ زبردستی لے جائیں گے۔''

''لوگوں کو پریشانیوں سے نجات دلانا میرا پیشہ ہے۔''

''دنیا کا کوئی قانون کسی عاقل و بالغ فرد کو اس پر مجبور نہیں کرسکتا کہ وہ کہاں ر
کہاں نہ رہے۔''

''سیٹھ عاصم بہت ذی اثر لوگوں میں سے ہیں۔ آپ پریشانی میں مبتلا ہو جائیں
وہ اسے سچ مچ اغوا کا کیس بنوادیں گے۔''

وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ ''شاید آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔''

''ویسے کیا وہ آپ کی کسی فلم کو فائینس کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔''

''یہی تو چارم ہے کیپٹن۔'' وہ مضطربانہ انداز میں آہستہ سے بولی۔ ''اگر آپ گ
کریں تو آپ کو بھی دس فیصد کا حصہ دار بنایا جاسکتا ہے۔''

''میں تو آپ ہی کے اکاؤنٹ میں ڈپازٹ ہونے آیا تھا۔ آپ صرف دس فی
حصہ دار بنانا چاہتی ہیں۔''

''نہیں مذاق نہیں۔ میں سیریس ہوں۔''

''اچھی بات ہے اسے میرے سامنے لائیے۔''

''میں یہ بھی نہیں کرسکتی آپ خود ہی گھستے چلے جائیے۔'' اس نے بائیں جانب ا
دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''یہ کیا بات ہوئی......!''

''انہوں نے خصوصیت سے آپ کے بارے میں کہا تھا کہ آپ کے کان میں اس کی
بھی پڑنے پائے۔''

''واقعی۔ مجھے یقین نہیں آتا......!''

''ہم دونوں اس وقت ریہرسل کر رہے تھے کہ آپ آ گئے۔''

''بہت خوب ریہرسل بھی شروع ہو گئی۔''

''جن کے میک اپ میں ہیں۔'' وہ آہستہ سے بولی۔

''خدا کی پناہ۔ باقاعدہ ریہرسل......!''

''مجھے کاندھوں پر بٹھا کر اڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔''

حمید نے اسے ایسی نظروں سے دیکھا جیسے وہ پاگل ہو گئی ہو۔ کیونکہ وہ اس قسم کی گفتگو
تے وقت بھی بیحد سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔

''اور یہی نہیں!'' وہ پُر مسرت لہجے میں بولی۔ ''میں نے اتنی سچی اداکاری کبھی نہیں
ں خود کو سچ مچ جن سمجھنے لگے ہیں۔''

حمید طویل سانس لے کر رہ گیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اسے دوبارہ قاسم بنا دینا بیحد
ل کام ہو گا۔

''ہاں......ذرا بتائیے کدھر جانا ہے۔''

''ادھر سے گزر کر آپ راہداری میں پہنچیں گے وہاں بائیں جانب پہلا دروازہ۔''

حمید آگے بڑھا اور راہداری میں پہنچ کر بائیں جانب والے پہلے دروازے پر رک گیا۔

دروازہ بند نہیں تھا۔ قاسم سامنے ہی کھڑا دکھائی دیا۔ حمید پر نظر پڑتے ہی اس کا منہ کھلا
کھلا ہی رہ گیا۔ ساتھ ہی حمید کے کانوں میں شاداں چنچناتی ہوئی آواز بھی پڑی۔

''یہ آپ کیا کر رہے ہیں کہاں گھستے چلے جا رہے ہیں یہ زیادتی ہے۔ غیر قانونی
ت ہے۔''

دفعتاً قاسم بھی سنبھالا لے کر دہاڑا۔ ''ابے قون ہے تو......!''

''کیپٹن حمید۔ فرام سینٹرل انٹیلی جنس!'' حمید نے بیحد سنجیدگی سے کہا۔

اور شاداں عقب سے غصیلی آواز میں بولی۔ ''یہ زبردستی اندر گھس آئے ہیں۔''

''تم پر الزام ہے!'' حمید قاسم کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔ ''تم راہ گیروں کو خوف زدہ کرتے ہو اور پھر انہیں لوٹ لیتے ہو۔''

''ابھی تق تو ایسی توئی ریہرسل نہیں ہوئی۔'' قاسم تھوک نگل کر بولا۔

''خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر دو۔''

''قیا...... ! یہ بھی فلم میں کام قرے غا!'' قاسم نے شاداں سے پوچھا۔

''ہرگز نہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتی کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔''

''تم نہیں سمجھو غی...... میں سمجھوں غا اس سے۔'' قاسم نے آگے بڑھتے ہو

حمید جلدی سے بولا۔ ''ابھی میں نے چپاتی بیگم کو اطلاع نہیں دی۔''

قاسم جھٹکے کے ساتھ رک گیا۔ عجیب ہیئت کذائی میں تھا۔ صورت سے قاسم

کیونکہ میک اپ میں تھا اور سر پر دو بڑے بڑے سینگ بھی تھے۔

''اور قبلہ والد صاحب تو تمہیں اس حلیے میں دیکھ کر بیحد خرسند ہوں گے۔'' حم

لہجے میں کہا۔

قاسم دم بخود رہ گیا۔ تھوڑی دیر طرح طرح کے منہ بناتا رہا۔ پھر شاداں سے

آپ تھوڑی دیر کے لیے ادھر چلی جایئے۔''

شاداں کے ہٹتے ہی آنکھیں بند کر کے حمید کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے اور

دانتوں میں دبائے کھڑا رہا۔ ایسا لگتا تھا جیسے آنسو پینے کی کوشش کر رہا ہو۔

''یہ کیا کر رہے ہو آنکھیں کھولو۔'' حمید نے ڈپٹ کر کہا۔

اس نے آنکھیں کھول دیں اور بوکھلائے ہوئے انداز میں ادھر ادھر دیکھ کر

بولا۔ ''یار گڑبڑ نہ کرو۔''

''تم مجھ سے پوچھے بغیر اس کے ساتھ آئے ہی کیوں۔''

''سر ہو غئی تھی۔''

''گود میں اٹھا کر تو لائی نہ ہو گی۔''

''تم بھی مجے کرنا پیارے بھائی اس کی بہت سی سہیلیاں ہیں۔''

''بکواس مت کرو۔ چلو میرے ساتھ۔''

''اچھا تو پھر مجھے شاہینہ پہلوان کے پاس لے چلو۔''

''یہ کیا بکواس ہے!''

''میں اس کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔''

''لیکن یہ ہے کہ کیا بلا۔''

''اسی نرس کی کھالا زاد ہے۔ پہلوانی کرتی ہے۔''

''اوہ تو اسکا یہ مطلب کہ اگر تمہیں شاداں یہاں نہ لاتی تو تم شاہینہ کے پاس پہنچ جاتے۔''

''پھر اور قیا قرتا۔'' قاسم ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

''اچھی بات ہے تم یہاں سے تو نکلو۔''

''پہلے وعدہ قرو۔ ہائے جب سے میں نے اس کا نام سنا...... قیا بتاؤں قیا محسوس ہوتا ...... وہ لڑکیوں کو کشتی لڑنا سکھاتی ہے۔ جرا سوچو تو قیسے لڑتی ہوں غی۔''

''میں کیوں سوچوں!'' حمید آنکھیں نکال کر غرایا۔

''ابے لنگوٹی پہن کر...... !'' قاسم نے آنکھ مارنے کی کوشش کی اور اس کی دونوں ں بند ہو گئیں۔

حمید نے سوچا مرض پھر لاعلاج ہو گیا ہے۔ کسی طرح بھی قابو میں نہیں آئے گا۔ یہاں نکلا بھی تو کسی اور طرف رخ کرے گا۔

''تو...... تم باز نہیں آؤ گے۔'' حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

''جندگی اور موت کا سوال ہے۔'' قاسم کا جواب تھا۔

''اچھی بات ہے تو اس میک اپ سے پیچھا چھڑاؤ اور اپنے کپڑے پہن لو۔'' حمید نے کہا۔

قاسم نے ''روائتی اور فلمی بغدادیوں'' کا سا لباس بھی پہن رکھا تھا۔

''اچھی بات ہے۔'' اس نے سر ہلا کر کہا۔ ''تم چل کر ڈرائینگ روم میں بیٹھو میں ابھی آ ہوں۔''

''عقبی دروازے سے نکل نہ بھاگنا۔'' حمید بولا۔

''اے جاؤ۔ کیا میں تم سے ڈرتا ہوں۔''

حمید ڈرائنگ روم میں واپس آ گیا اور شاداں اسے غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔

"کیپٹن اگر تم نے میرا کھیل بگاڑا تو میں تمہارے پیچھے پڑ جاؤں گی۔"

"میں تمہارا کھیل نہیں بگاڑوں گا۔ بس ذرا دیر کے لیے وہ میرے ساتھ جائے گا"

"وہ گھر واپس نہیں جانا چاہتے۔"

"میں جانتا ہوں اور میں اسے گھر نہیں پہنچاؤں گا۔"

"آخر بات کیا ہے۔ آپ مجھے کیوں نہیں بتاتے۔"

"بیحد سرکاری بات ہے۔ ورنہ میں تمہیں ضرور بتا دیتا۔ خوبصورت خواتین کو خو
اپنا فرض اولین سمجھتا ہوں۔"

وہ بُرا سا منہ بنا کر رہ گئی۔ حمید سوچ رہا تھا کہ اگر پاگل نہیں تو سنکی ضرور ہے۔

تھوڑی دیر بعد قاسم بھی پہنچ گیا۔ آدمیت کے جامے میں تھا۔ شاداں نے اسے گ
ہوئے کہا۔ "اس میک اپ پر بڑی لاگت آئی تھی۔"

"میں ادا قردوں غا......!" قاسم روہانسی آواز میں بولا۔

"بس جائیے دیکھ لیا آپ کو بھی۔"

قاسم بے بسی سے حمید کی طرف دیکھ کر رہ گیا اور حمید نے شاداں سے کہا۔ "براہ کر
باتیں نہ کرو جو قانون کی زد میں آ جائیں۔"

"کیا مطلب۔"

"آپ اشارۃً بھی اسے روکنے کی کوشش نہیں کر سکتیں کیونکہ یہ سرکاری معاملہ
ایک کیس میں بطور شاہد مطلوب ہے۔"

"خیر۔ خیر۔ دیکھا جائے گا۔" وہ سر ہلا کر بولی۔ "میرے خالو بھی منسٹر ہیں۔"

"واقعی!" حمید نے خوش ہو کر پوچھا۔

"جی ہاں....! مجھے کوئی ایسی ویسی نہ سمجھئے گا۔ سرکاری پیمانے پر بھی آپ سے نپٹ سکتی

"ضرور......! ضرور......! اچھا اب اجازت دیجئے۔"

"مم......! میں آ جاؤں غا۔" قاسم بولا۔

لیکن شاداں منہ پھلا کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ قاسم گومگو کے عالم میں حمید
چل پڑا۔

کمپاؤنڈ میں قاسم کی رولز کہیں نہ دکھائی دی۔ حمید نے اس کے بارے میں استفسار کیا۔

"اس کی ایک سہیلی اپنا شوق پورا قرنے لے غئی تھی.....! واپس نہیں لائی۔" قاسم نے لاپرواہی سے کہا۔

"تو گاڑی یہیں چھوڑ جاؤ گے۔"

"پھر قیا قروں۔ تم دھونس جما رہے ہو......!"

"ہرگز نہیں.....! تم یہاں گاڑی چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔"

"اے قبھی کچھ.....! قبھی قچھ۔" قاسم ہاتھ نچا کر بولا۔

"واپس چلو۔ تمہیں اس وقت تک یہیں قیام کرنا ہے جب تک کہ گاڑی واپس نہ آ جائے۔"

"تمہاری مرضی!" قاسم مردہ سی آواز میں بولا۔ "لیکن اب اس سے کہو گے کیا؟"

"اس کے منسٹر خالو سے ڈر گیا ہوں اور بیٹا جیسے ہی گاڑی ہاتھ آئے بھاگ کھڑے ہونا۔"

قاسم نے برا سا منہ بنا کر سر جھٹک دیا۔ وہ پھر ڈرائنگ روم میں واپس آئے۔

"کہئے کیا ہوا؟" شاداں نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں۔ میں نے سوچا آپ نے اپنے منسٹر خالو کا حوالہ دیا تھا۔ اس لیے سوچ سمجھ کر کوئی قدم اٹھانا چاہئے۔" حمید نے خشک لہجے میں کہا۔

"میں دل کی بُری نہیں ہوں کیپٹن!" وہ مسکرائی۔

"میرا دل چاہتا ہے کہ میں بھی کچھ دیر یہاں قیام کروں۔"

"شوق سے۔ کیا پییں گے آپ؟"

"چائے یا کافی کے لیے علاوہ اور کچھ نہیں پیتا۔"

"میرا مطلب تھا ہاٹ یا کولڈ۔ شراب تو میں بھی نہیں پیتی۔"

"کافی ہی مناسب رہے گی۔"

وہ اٹھ کر اندر چلی گئی اور حمید قاسم کو آنکھ مار کر مسکرایا۔

"یار پتا نہیں تم قیا کھیلا قرنے والے ہو" قاسم آہستہ سے بڑبڑایا۔

"تمہارے باوا تو تمہاری خبر لیتے نہیں۔ ساری ذمہ داری میرے کاندھوں پر آ پڑی ہے۔"

''چپ سالے بڑے آئے کہیں کے......!مٹی پلید قر دی میری۔''

''خود کو قابو میں رکھو ورنہ سچ مچ مٹی پلید ہو جائے گی۔''

شاداں جلد ہی واپس آ گئی شاید کچن میں کسی سے کافی کے لیے کہہ آئی تھی۔

''واپسی کی وجہ میں سمجھتی ہوں!'' وہ مسکرا کر بولی۔

''اچھا......!'' حمید نے خواہ مخواہ حیرت ظاہر کی۔

''یہ حضرت اپنی گاڑی کی وجہ سے رک گئے ہیں!'' اس نے قاسم کی طرف اشارہ کر کے کہا

''جہنم میں جائے گاڑی!'' قاسم اٹھتا ہوا بولا۔''میں جا رہا ہوں۔''

''ٹھہریئے!'' شاداں ہاتھ اٹھا کر بولی۔'' آپ نے مجھ سے پوچھ کر اسے گاڑی نہ دی تھی۔لہٰذا مجھ پر اس کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔''

''قون کہتا ہے کہ آپ پر ذمے داری ہے۔''

''بس میں یہی معاملہ صاف کر دینا چاہتی تھی۔آپکا دل چاہے رکئے دل چاہے چلے جا...''

ٹھیک اسی وقت فون کی گھنٹی بجی اور شاداں نے کال ریسیو کر کے کنکھیوں سے ح... طرف دیکھتے ہوئے کہا۔''جی ہاں۔وہ یہیں تشریف رکھتے ہیں۔''

پھر حمید سے بولی۔'' آپ کی کال ہے جناب!''

حمید نے اٹھ کر ریسیور اس کے ہاتھ سے لے لیا۔دوسری طرف سے فریدی کی... آئی۔''میں نے تم سے صرف اسٹوڈیو کی بات کی تھی۔اس کے گھر پر کیوں جم گئے ہو۔''

''جی ہاں سب ٹھیک ہے۔''

''کیا ٹھیک ہے۔''

''قاسم فلمسازی شروع کر رہا ہے۔''

''میں نے کہا تھا کہ اسے وہاں سے ہٹانے کی کوشش کرو۔''

''کر دی ہے۔سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

''فیمی اپنے بھائیوں کی لاشیں شناخت کرنے کے لیے پولیس ہسپتال پہنچنے والی... وہاں تمہاری موجودگی بھی ضروری ہے۔''

''میں کیا کروں گا......؟''

دوسری طرف سے جواب ملنے کی بجائے رابطہ منقطع ہونے کی آواز آئی اور حمید نے طویل سانس لے کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

''کس کو بتا رہے تھے کہ قاسم فلمسازی شروع قر رہا ہے۔'' قاسم نے پوچھا۔

''کرنل صاحب کو۔''

''ارے باپ رے!'' قاسم پیٹ پر ہاتھ رکھ کر کراہا۔

''پریشان ہونے کی ضرورت نہیں جعلسازی تو نہیں کر رہے۔''

''تم ہر بات انہیں قیوں بتا دیتے ہو۔'' قاسم جھنجلا گیا۔

''انہوں نے پوچھا تھا۔''

''صاحب ان باتوں میں کیا رکھا ہے۔'' شاداں قاسم کو گھورتی ہوئی بولی۔'' آپ اتنے ڈرپوک ہیں تو تشریف لے جایئے۔ابھی آپ نے معاہدے پر دستخط نہیں کئے۔''

''اب قر دوں گا۔ڈرپوک نہیں ہوں۔میں جرور فلمسازی قروں گا۔کسی کے باپ کا اجارہ!''

''لہٰذا مجھے اب اجازت دیجئے!'' حمید اٹھتا ہوا بولا۔

''کافی تو پیتے جایئے!'' شاداں نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

''پھر کبھی!'' کہتا ہوا حمید باہر آیا اور گاڑی میں بیٹھ گیا۔وہ سوچ رہا تھا کہ قاسم پھنس چکا ہے۔لہٰذا اس کے سلسلے میں سر کھپانا بیکار ہے۔

فریدی کی فون کال کا مطلب یہ تھا کہ نہ صرف اس کی باقاعدہ نگرانی کی جا رہی ہے بلکہ ...ایک پل کی رپورٹ بھی فریدی تک پہنچ رہی ہے۔

ہسپتال پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ وہ دیر سے پہنچا ہے۔یعنی وہ فیمی سے اس کے بھائیوں ...بارے میں فی الحال پوچھ گچھ نہیں کر سکے گا کیونکہ بھائیوں کی لاشیں دیکھنے کے بعد وہ ...ہو گئی تھی اور اب ہسپتال ہی کے ایک کمرے میں اسے بھی ڈال دیا گیا تھا۔

وہ اسٹیل ملز کے منیجر کے ساتھ وہاں پہنچی تھی اور اب وہی اس کی دیکھ بھال کر رہا ...حمید اس کے کمرے میں داخل ہوا اور منیجر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔حمید نے اپنا کارڈ اس ...طرف بڑھاتے ہوئے آہستہ سے کہا۔''مجھے افسوس ہے۔''

وہ سامنے ہی بستر پر بے حس و حرکت پڑی ہوئی تھی۔آنکھیں بند تھیں اور چہرے پر ایسی

معصومیت طاری تھی جیسے ابھی ابھی کتم عدم سے عالم وجود میں آئی ہو۔ خدوخال دلکش
رنگت کہہ رہی تھی کہ اس کے سلسلے میں کسی فرانسیسی نے ضرور دخل اندازی کی ہوگی خواہ
رہا ہو خواہ کوئی عورت۔ بال اخروٹ کی رنگت کے تھے۔

منیجر آہستہ سے بولا۔ ''یہ آخر کس طرح اس صدمے کو برداشت کر سکے گی۔''

''واقعی.....! سوچنے کی بات ہے۔''

''میں تصور بھی نہیں کر سکتا کہ وہ دونوں ایسے ہوں گے۔ پتا نہیں کیا ہو گیا اور
ہوا......!'' وہ حمید کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ خاصا قد آور، توانا اور جاندار آدمی تھا
چالیس اور پینتالیس کے درمیان رہی ہوگی۔

حمید اس پر کچھ نہ بولا۔ اسے علم نہیں تھا کہ فریدی نے اس سے کس قسم کی گفتگو کی
اور ان کے بارے میں کیا بتایا ہوگا۔ اس لیے اس نے خاموش ہی رہنا مناسب سمجھا۔

منیجر اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد پھر بولا۔ ''اور یہ
میں آنے والی بات ہی نہیں ہے کہ انہوں نے کسی پولیس پارٹی پر حملہ کیا ہو؟ آخر کیوں کر

''واقعی سوچنے کی بات ہے۔ آپ تو ان کے عادات واطوار سے واقف ہی ہوں گے!''

''میرے لیے کھلی ہوئی کتاب تھے۔''

''کسی غلط فہمی کی بناء پر بھی ایسا ہو سکتا ہے۔'' حمید نے کہا۔

''لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ اپنے ساتھ اسٹین گنیں لے کر کیوں نکلے تھے!''
نے پُرتفکر لہجے میں کہا۔ ''اور انہیں اسٹین گنیں ملیں کہاں سے؟''

''شاید یہ جانتی ہو!'' حمید نے بیہوش لڑکی کی طرف دیکھ کر کہا۔

''اسی لیے تو میں یہاں رک گیا ہوں۔ ہوش میں آئے تو معلوم کروں۔''

''اب آپ اس کی فکر نہ کیجیے! ہم خود معلوم کرلیں گے!'' حمید نے کہا۔

''لیکن میں درخواست کروں گا اس بیچاری کو زیادہ پریشان نہ کیا جائے۔ ہو سکتا
کچھ بھی نہ جانتی ہو۔ بہتیرے لوگوں کے متعلقین کو نہیں معلوم ہوتا کہ وہ باہر کیا کرتے ہیں

''یہ بھی درست ہے؟'' حمید سر ہلا کر بولا۔ وہ چاہتا تھا کہ منیجر وہاں سے ٹل ہی جا
اچھا ہے۔ ہو سکتا ہے اس کی موجودگی میں لڑکی واقعی زبان نہ کھول سکے۔

''اب دیکھیے کب تک بیٹھنا پڑے۔'' منیجر نے آہستہ سے کہا۔

''آپ کی موجودگی ضروری تو نہیں ہے۔'' حمید بولا۔

''اخلاقاً جناب! بہرحال کسی حد تک میں اس کے لیے اجنبی نہیں ہوں......!''

''یہی چیز اس کی صحت کے لیے مضر ثابت ہوگی۔'' حمید نے کہا۔

''میں نہیں سمجھا۔''

''ایسے مواقع پر کسی شناسا کی موجودگی طبیعت کو قابو سے باہر کر دیتی ہے۔ ہوش میں
آنے کے بعد اگر آپ پر نظر پڑ گئی تو پھر ایک جگرخراش چیخ مارے گی اور یا تو رونا شروع کر
دے گی یا دوبارہ بے ہوش ہو جائے گی۔''

''ہوں!'' منیجر پُرتفکر لہجے میں بولا۔ ''یہ تو آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ عام طور پر یہی
ہوتا ہے پھر مجھے کیا کرنا چاہیے۔''

''آپ بے فکری سے تشریف لے جائیے۔ یہ لڑکی سول پولیس کی تحویل میں نہیں ہے
میرا محکمہ اچھی طرح جانتا ہے کہ اسے کس قسم کے لوگوں سے کس طرح پیش آنا چاہیے۔''

''بہت بہتر میں جا رہا ہوں۔'' منیجر اٹھتا ہوا بولا۔ ''لیکن تھوڑی سی تکلیف آپ کو کرنی
پڑے گی۔''

''فرمائیے! میں ہر خدمت کے لیے حاضر ہوں۔''

''یہ رہا میرا فون نمبر۔'' وہ کوٹ کی اندرونی جیب سے اپنا وزیٹنگ کارڈ نکال کر حمید کی
طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ ''مجھے اس کی حالت سے آگاہ کر دیجیے گا اور میری طرف سے کہہ
دیجیے گا کہ اس کی اچھی طرح خبرگیری کی جائے گی۔''

''ضرور۔ ضرور۔ ایسا ہی ہوگا۔''

وہ رخصت ہو گیا اور حمید پھر بیٹھ کر بے ہوش لڑکی کو پُرتشویش نظروں سے دیکھنے لگا۔

اسٹیل ملز کا منیجر تنہا نہیں تھا۔ گاڑی میں ایک اور آدمی بھی اس کے ساتھ تھا اور یہ بھی
مشرق بعید ہی کے کسی ملک کا باشندہ تھا۔ اس نے گاڑی کو چوراہے پر بائیں جانب موڑتے

ہوئے پوچھا۔ ''اب کدھر جناب!''

''بتا دوں گا......!'' منیجر بولا۔ ''ابھی تو میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ کوئی ہمارا تعاقب تو نہیں کر رہا۔''

''یک بیک یہ سب کچھ کیسے ہوا میری سمجھ میں تو نہیں آتا۔'' غیر ملکی نے کہا۔

''ایک انتہائی خطرناک آدمی کے کان میں بھنک پڑ گئی۔ ورنہ ہمارا کام تو جانے کب سے جاری تھا۔'' منیجر طویل سانس لے کر بولا۔

''میں نہیں سمجھا کس خطرناک آدمی کا ذکر ہے۔''

''کرنل فریدی۔ دراصل حماقت ان لوگوں سے سرزد ہوئی جنھیں تجربہ کرنا تھا وہیں اسی وقت کسی نہ کسی طرح کیمرے سے فلم کا رول نکال لینا چاہئے تھا۔ لیکن وہ ان کی غفلت سے یہاں پہنچ گیا اور پھر اسے حاصل کرنے کے چکر میں ایسی غلطیاں سرزد ہوئیں کہ یہ سب کچھ ہو گیا۔''

''میرے خیال سے تو ان لوگوں پر تجربہ کرنا ہی نہ چاہئے تھا۔'' غیر ملکی نے کہا۔

''بہر حال اب پولیس ہم سبھوں کی نگرانی شروع کر دے گی۔''

''اس کی فکر نہ کرو۔ ہمارے خلاف کوئی ثبوت فراہم کر لینا آسان نہ ہو گا۔ میں نے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ دونوں اسٹیل ملز کے کارکن ضرور تھے۔ لیکن باہر وہ کیا کرتے تھے۔ اس کی ذمہ داری ہم پر نہیں۔''

''لڑکی تو کچھ نہیں جانتی تھی۔''

''میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔'' منیجر نے پُر تفکر لہجے میں کہا۔ ''دراصل میں اس کی تلاش میں تھا کہ کسی طرح بیہوش لڑکی کو انجکشن دے دوں لیکن نرس ہٹی تو کرنل فریدی کا اسسٹنٹ پہنچ گیا۔''

''انجکشن تو لگنا ہی چاہئے جناب! ورنہ......!''

''اوہ۔ ختم کرو۔ دیکھا جائے گا...... جو بیان بھی وہ دے گی۔ صرف اس کے بھائی ہی کی ذات تک محدود رہے گا اس کا اثر دوسروں پر نہیں پڑ سکتا۔''

''آپ مجھ سے بہتر سمجھ سکتے ہیں......!''

''ہاں۔ اب ڈربی ہاؤز کی طرف چلو۔ ہمارا تعاقب نہیں کیا گیا۔''

''میں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔''

''کیا مطلب۔''

''فرانسیسی دالگو کیوں مارا گیا؟''

''اوہ۔''

''محض اس لیے جناب کہ وہ ڈربی ہاؤز تک پولیس کی رہنمائی کر سکتا تھا۔''

''شش۔ شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔'' منیجر رومال سے پیشانی کا پسینہ خشک کرتا ہوا بولا۔

''ڈربی ہاؤز سے فون ہی پر رابطہ رکھنا مناسب ہو گا۔''

''شکریہ اوزا کا......! تم نے بڑے کام کی بات سجھائی......! اوہ میرے خدا ڈربی ہاؤز کے بارے میں اب صرف ہم دونوں ہی جانتے ہیں۔''

''اس لیے ہمیں پولیس اور ڈربی ہاؤز دونوں سے دور رہنا چاہئے۔'' اوزا کا نے کہا۔

''وہ دونوں بھی جانتے تھے۔'' منیجر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''آخر آپ ڈربی ہاؤز کس لیے جانا چاہتے تھے۔''

''یہی اطلاع دیتے کہ لڑکی کو انجکشن نہیں دیا جا سکا۔''

''یعنی خود ہی اپنے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈالنے جا رہے تھے۔''

''خدا کی پناہ۔ میری عقل کو کیا ہو گیا۔''

''لہٰذا فون پر بھی آپ وہاں یہی اطلاع دیں گے کہ آپ لڑکی کو انجکشن دینے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔''

''اوزا کا...... تم نے مجھے مرنے سے بچا لیا ہے۔ گاڑی واپس موڑ دو۔''

''لیکن ہم بدستور خطرے میں ہیں جناب......! آخر پولیس نے اتنی جلدی کیسے پتا لگا لیا کہ وہ دونوں اسٹیل ملز میں کام کرتے تھے۔''

''آخر ان کی سوشل زندگی بھی تو تھی۔ سوسائٹی سے کٹ کر تو نہیں رہا جا سکتا۔'' منیجر نے کہا۔

''اور یہی بہت برا تھا۔ ہم جیسے لوگوں کو اپنے ہی حلقے میں محدود رہنا چاہئے۔''

''تم نے کہا ہے کہ ڈربی ہاؤز غلط اطلاع پہنچائی جائے۔ لیکن یہ بات ان لوگوں سے چھپی نہ رہ سکے گی کہ لڑکی کو انجکشن نہیں دیا جا سکا۔''

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ اس کے لیے بھی کچھ نہ کچھ سوچنا پڑے گا۔"

"کیوں نہ اس سلسلے میں خاموشی ہی اختیار کی جائے۔"

"یہ مناسب نہ ہوگا۔ ویسے یہ ضروری نہیں کہ انجکشن ہر ایک کے سسٹم پر یکساں طور اثر انداز ہو۔"

"یہ بھی درست ہے۔"

"گاڑی واپسی کے لیے مڑ چکی تھی۔ دفعتاً منیجر نے کہا۔" اس کی کیا ضمانت ہے فریدی ہماری نگرانی نہیں کرائے گا۔"

"اس کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے۔"

"جہاں انہیں یہ معلوم ہوا کہ پولیس نے ہماری طرف خصوصی توجہ دی ہے۔ وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔" منیجر نے کہا اور اس طرح ہانپنے لگا جیسے ذرا دیر پہلے دوڑ لگاتا رہا ہو۔

"کیا تم ایسی موت پسند کرو گے اوزاکا۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"تو پھر کچھ کرو۔"

"پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ پولیس ہماری طرف خصوصی توجہ دیتی بھی ہے یا نہیں۔"

"اس کا انتظار فضول ہے۔ جناب! اس سے پہلے ہی کچھ کرنا چاہئے۔" اوزاکا نے کہا

"کیا کریں؟"

"میرے ساتھ چلیے میں کوئی تدبیر کروں گا۔"

اوزاکا نے گاڑی ایک گلی میں موڑ دی اور منیجر سے بولا۔"اب یہ دیکھنے کی کوشش کہ کوئی تعاقب تو نہیں کر رہا۔"

"تم بہت عقلمند ہو اوزاکا......! گلیوں ہی میں یہ معلوم ہو سکے گا کہ واقعی تعاقب تو نہیں کیا جارہا۔"

اوزاکا کچھ نہ بولا۔ گاڑی مختلف گلیوں سے گزرتی ہوئی پھر شارع عام پر نکل آئی۔ منیجر بولا۔"نہیں ہمارا تعاقب نہیں کیا گیا۔"

"بس یہی وقت ہے کہ ہم کوئی قدم اٹھائیں۔" اوزاکا نے کہا۔

"میری سمجھ میں تو نہیں آتا۔"

"کسی طرح فریدی کو مطلع کر دیا جائے کہ لڑکی کو اب کسی سے بھی نہ ملنے دیا جائے۔ ورنہ وہ مار ڈالی جائے گی۔" اوزاکا نے کہا۔

"اس سے کیا ہوگا۔"

"بتاتا ہوں......! پہلے اسے اپنے اعتماد میں لینے کی کوشش کیجئے......!"

"لل لیکن یہ تو......! یہ تو......!"

"غداری ہوگی۔" اوزاکا کا جملہ پورا کر کے ہنس پڑا۔

"یقیناً اور میں اس حد تک نہیں جا سکتا۔"

"پھر سوچ لیجئے۔ ڈربی ہاؤز تک غلط اطلاع پہنچانے سے قبل اسکا تصفیہ ہو جانا چاہئے۔"

"اوزاکا۔ اس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہوگا کہ ہم پولیس سے مل جائیں۔"

"صرف اپنی جانیں بچانے کی حد تک۔"

"تم کس خیال میں ہو۔ بات لڑکی ہی پر ختم نہیں ہو جائے گی اس صورت میں ہمیں پولیس کو سب کچھ بتا دینا پڑے گا۔"

"میں آپ سے متفق ہوں۔" اوزاکا نے ڈھیلے ڈھالے لہجے میں کہا۔

"میری دانست میں یہی بہتر ہوگا کہ ڈربی ہاؤز سے فون پر رابطہ قائم کر کے کہہ دیا جائے کہ لڑکی کے سلسلے میں کام ہوگیا ہے۔"

"ابھی اور سوچنا پڑے گا۔" اوزاکا نے فکرمندی کے اظہار کے ساتھ کہا۔

"ہم جا کہاں رہے ہیں۔" منیجر نے پوچھا۔

"ابھی تو کہیں بھی نہیں......!"

"میں کچھ پینا چاہتا ہوں......!"

"تب پھر میرے گھر چلیے۔ آج کل کسی ہوٹل میں بیٹھنا مناسب نہیں۔"

"ٹھیک ہے چلو۔ وہیں کچھ سوچیں گے بھی۔"

اوزاکا شہر سے باہر ایک چھوٹے سے لیکن خوبصورت بنگلے میں رہتا تھا۔ جس کے گرد تک کھیتوں اور باغات کے سلسلے پھیلے ہوئے تھے۔ اس ویرانے میں وہ تنہا رہتا تھا۔ اندر

پہنچ کر اس نے بڑے ادب سے منیجر کو کرسی پیش کی۔

''مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم یہاں رہتے ہو۔'' منیجر نے حیرت سے کہا۔

''تنہائی پسند آدمی ہوں۔ ویرانے ہی میں دل لگتا ہے۔''

''لیکن آخر یہاں اس عمارت کا کیا جواز ہے۔''

''دراصل یہ بنگلہ ایک زرعی فارم سے متعلق ہے۔ جس کے مالک سے میری دوستی

''ویسے بہت پُر فضا جگہ ہے۔''

اوزاکا نے ایک الماری سے بوتل اور دو گلاس نکالے اور انہیں میز پر رکھتا بولا
بات سمجھ میں آئی ہے۔''

''پہلے دو دو گھونٹ ہو جائیں۔ پھر کوئی بات سنوں گا۔'' منیجر مسکرا کر بولا۔

''جیسی آپ کی مرضی۔'' کہہ کر وہ گلاسوں میں شراب انڈیلنے لگا۔

کچھ دیر خاموشی سے پیتے رہنے کے بعد منیجر بولا ''میں تو یہ کہتا ہوں کہ انہیں
سے آگاہ کر دیا جائے۔''

''یعنی کہ آپ انجکشن دینے میں کامیاب نہیں ہوئے۔''

''بالکل۔ وہ کوئی دوسرا انتظام کریں گے۔ ضروری تو نہیں ہے کہ ہم ہر معا
کامیاب ہی ہوں۔''

''آپ کو موقع مل بھی جاتا تو آپ اسے انجکشن نہ دے سکتے۔''

''کیوں......؟''

''اس وقت انجکشن کا سامان آپ کی جیب میں تھا ہی نہیں جب آپ اسپتال
ہوئے تھے۔''

''یہ کیسے ممکن ہے!'' منیجر اپنی جیبیں ٹٹولتا ہوا بولا۔ پھر یکلخت کھڑا ہو کر
گھورنے لگا۔

''بیٹھ جائیے۔'' اوزاکا نے بیحد نرم لہجے میں کہا۔ ''اور انڈیلوں؟''

''انجکشن کا سامان کیا ہوا۔'' منیجر نے اسے بدستور گھورتے ہوئے سخت لہجے

''میں نے آپ کی جیب سے نکال لیا تھا۔''

''تمہیں اس کی جرأت کیسے ہوئی۔''

''اس لیے کہ میں فیمی کا پاگل پن برداشت نہ کر سکتا......! وہ میری زندگی ہے۔''

''اسی لیے مجھے بہکانے کی کوشش کر رہے تھے۔''

''کیا آپ کو اس معصوم لڑکی پر رحم نہیں آتا۔''

''اوزاکا تم غداری کے مرتکب ہوئے ہو......!''

فعتاً اوزاکا نے ریوالور نکال لیا اور اس کا رخ منیجر کی طرف کرتا ہوا بولا ''قتل کا
ب بھی ہو سکتا ہوں......!''

''کک......کیا مطلب۔''

''دوسرے کمرے میں فون بھی موجود ہے۔ تم ابھی انہیں مطلع کرو گے کہ انجکشن لگا دیا ہے۔''

''اوزاکا نے سخت لہجے میں کہا۔

منیجر دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکاتا رہا۔

''چلو......!'' اوزاکا نے ریوالور کی نال سے دوسرے کمرے کے دروازے کی طرف
کرتے ہوئے کہا اور منیجر اسی جانب گھوم گیا۔

فون کے قریب پہنچ کر اوزاکا نے ریوالور کی نال منیجر کی کمر سے لگا دی اور بولا ''نمبر
کر کے اطلاع دو......! یہ میں تم پر بھی احسان کر رہا ہوں۔ اس کے فوائد تمہیں بعد میں
ہوں گے۔''

منیجر نے خاموشی سے نمبر ڈائیل کئے اور ماؤتھ پیس میں بولا ''جبار اسپیکنگ......!
یک ہے۔ میں نے لڑکی کو انجکشن دے دیا ہے۔ اوہ......! کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔
شناخت کرنے کے بعد وہ بیہوش ہو گئی تھی۔ پھر اسے اسپتال ہی کے ایک کمرے میں
یا۔ چونکہ میں اس کے ساتھ تھا۔ اس لیے مجھے ہی اس کے پاس بیٹھنا پڑا۔ اس طرح
بیہوشی ہی کی حالت میں اسے انجکشن دے دیا......! نہیں مجھے یقین ہے کہ میرا تعاقب
یا۔ ہاں ہاں میں تنہا ہی تھا۔ میرے ساتھ اور کوئی نہیں تھا۔''

اس نے ریسیور کریڈل پر رکھا ہی تھا کہ اوزاکا نے بڑی پھرتی سے ریوالور کا دستہ اس کی
رسید کر دیا۔ وہ لڑکھڑایا اور پھر دوسری ضرب اسے فرش پر لے آئی تھی۔ دیکھتے ہی

دیکھتے بے حس وحرکت ہو گیا۔

اوزاکا نے فریدی کے آفس کے نمبر ڈائیل کئے۔ دوسری طرف فوراً ہی کال ریسیو

''مجھے کرنل فریدی سے بات کرنی ہے۔'' اوزاکا نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

''میں فریدی ہی بول رہا ہوں۔ کون صاحب ہیں؟''

''میں اپنا نام نہیں بتا سکتا لیکن آپ کو آگاہ کرتا ہوں کہ وہ لڑکی فیمی جواپنے بھا

شناخت کرنے کے بعد بیہوش ہوگئی ہے۔ سخت خطرے میں ہے۔''

''میں نہیں سمجھا آپ کیا کہہ رہے ہیں۔''

''وہ یا تو قتل کر دی جائے گی یا فرانسیسی والگو کی طرح پاگل ہو جائے گی۔ بہ

کہ آپ خود ہی اس کے پاگل ہو جانے کا اعلان کر کے اسے کسی محفوظ جگہ پر پہنچا دیں

''اس کی کیا ضمانت ہے کہ وہ ہوش میں آنے کے بعد واقعی پاگل نہ ہو چکی

دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''ابھی تک بے ہوش ہے۔''

''اس کی طرف سے مطمئن رہیے۔ جس کو یہ کام سونپا گیا تھا وہ اس میں کامیا

ہو سکا۔'' اوزاکا نے کہہ کر جلدی سے رابطہ منقطع کر دیا۔ بات نہیں بڑھانا چاہتا تھا۔

لیکن اب وہ بیہوش منیجر کو پُرتشویش نظروں سے دیکھے جا رہا تھا..... تھوڑی دیر

طرح چونکا جیسے کچھ یاد آ گیا ہو۔ تیز قدموں سے چلتا ہوا باہر آ گیا اور گاڑی کے ڈ

کے خانے سے ایک چھوٹی سی ڈبیہ نکالی اور پھر اندر واپس آ گیا۔

ڈبیہ سے ایک شیشی اور چھوٹی ہائپوڈرمک سرنج نکالی۔ شیشی سے زرد رنگ کا

سیال سرنج میں کھینچا اور بیہوش منیجر کے بازو میں انجکٹ کر دیا۔

دوسرے دن کے اخبارات میں فیمی کے دماغی توازن کھو بیٹھنے کی کہانی چھ

بھائیوں کی لاشیں دیکھ کر بے ہوش ہو گئی تھی۔ دوبارہ ہوش میں آئی تو ذہنی توازن کھو

خبر کے مطابق اب پولیس کی تحویل میں تھی۔

لیکن حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ ہوائی کیوں چھوڑی گئی ہے کیونکہ فیمی

آئی تھی تو حمید اس کے قریب ہی موجود تھا۔ اس سے تھوڑی سی گفتگو بھی ہوئی تھی لیکن
زبان سے کوئی ایسی بات نہیں نکلی تھی جسے حمید دماغی خلل پر محمول کرتا۔ اس نے فریدی کو
دی تھی کہ وہ ہوش میں آگئی ہے۔ اس کے بعد فریدی نے خود اپنی نگرانی میں لڑکی کو
ے کہیں اور منتقل کر دیا تھا۔ اور پھر اس کے بعد سے فریدی سے ملاقات بھی نہیں ہوئی
اس وقت ناشتے کی میز پر بھی حمید تنہا تھا۔

دوسرا اخبار اٹھایا۔ اس کی سرخی بھی یہی تھی اور پھر انور کے اخبار اسٹار پر نظر پڑی اور وہ
تصویر کو دیکھ کر چونک پڑا۔

من وعن وہی تھا۔ وہی آنکھیں۔ وہی سر سے چپکی ہوئی پگڑی جس سے دونوں کان بھی
جاتے ہیں۔ بلاشبہ یہ جیرالڈ شاستری کی تصویر تھی۔ وہ کسی کھڑکی میں کھڑا ہوا تھا۔ تصویر
میں کھڑکی کا فریم بھی صاف نظر آ رہا تھا۔

اسٹار نے پولیس کو مخاطب کر کے سوال کیا تھا کہ یہ کون ہے؟ پولیس نے تو عرصہ ہوا اس
کی موت کی تصدیق کر دی تھی۔ لیکن یہ پچھلے دنوں شہر میں دیکھا گیا ہے اور یہ تصویر کرائم
انور نے اتاری ہے۔ کیا یہ جیرالڈ شاستری نہیں ہے؟

حمید تیزی سے کھوپڑی سہلانے لگا.....! ڈرائینگ روم میں فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔

وہ ناشتے کی میز سے اٹھ کر ڈرائنگ روم میں آیا۔ رمیش کی کال تھی۔

''کرنل صاحب کہاں ہیں!'' اس نے سوال کیا۔

''پتا نہیں۔ پچھلی رات سے ملاقات نہیں ہوئی۔ کیا بات ہے۔ امر سنگھ تو خیریت سے ہے۔''

''وہ ٹھیک ہے..... لیکن..... کرنل صاحب کے لیے ایک اہم اطلاع ہے.....!''

''کیا مجھے اس سے دلچسپی نہیں ہو سکتی۔''

''پتا نہیں۔ جناب کس موڈ میں ہیں.....!''

''کیا بات ہے مجھے بتاؤ۔''

''اسٹیل ملز کا منیجر پاگل ہو گیا ہے۔ ایک گاڑی میں بیٹھا ہوا ملا ہے۔ حلق پھاڑ پھاڑ کر
باب۔''

''تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اسٹیل ملز کا منیجر ہے۔''

''کل میں نے اسے پولیس ہسپتال میں دیکھا تھا۔ بہرحال اسے گاڑی سے پرنسٹن کے تھانے میں پہنچا دیا گیا ہے۔''

''اچھی بات ہے۔ میں دیکھوں گا۔''

''آج کا اسٹار بھی دیکھا۔''

''ہاں دیکھ چکا ہوں۔ انور کا کوئی اسسٹنٹ معلوم ہوتا ہے!''

''میرا خیال ہے کہ آصف صاحب ہتھکڑیاں لے کر دوڑے گئے ہوں گے۔''

''پتا نہیں!'' کہہ کر حمید نے رابطہ منقطع کر دیا۔

اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔ وہ سوچ رہا تھا تو پھر چلنا چاہئے پرن تھانے کی طرف...... ہوسکتا ہے رمیش کو غلط فہمی ہوئی ہو۔ اگر وہ پاگل ہو گیا ہے تو کیا سکا ہو گا کہ وہ اسٹیل ملز کا مینجر ہے۔

تھوڑی دیر بعد آرمڈ کار پرنسٹن کے تھانے کی طرف جا رہی تھی اور حمید سوچ رمیش نے اسے اپنے محکمے ہی کے حوالے سے پرنسٹن والوں کے سپرد کیا ہو گا۔

وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ اسے ایک خالی کمرے میں بند کر دیا گیا ہے.....! حمید سلاخوں کے قریب آ کھڑا ہوا۔ یہ اسٹیل ملز کا مینجر جبار ہی تھا۔

''آپ نے مجھے پہچانا۔'' حمید نے سوال کیا۔

''پپ..... پپ..... پیں۔'' جواب ملا۔

''کل پولیس ہسپتال میں ہم ملے تھے......!''

''خرررر...... خرچ......!''

''آپ فینی کی نگہداشت کر رہے تھے۔''

''داشت...... داشت...... بھاگ جاؤ سالے۔''

''بیکار ہے کیپٹن......!'' عقب سے انچارج کی آواز آئی۔ ''بالکل دماغ الٹ

''جب تک کرنل صاحب کی طرف سے ہدایات نہ ملیں کسی کو اس سے جائے۔'' حمید نے مڑ کر انچارج سے کہا۔

''یہ کون ہے؟''

''میں نہیں جانتا۔ لیکن یہ محکمے کے زیرِ نگرانی رہا تھا۔ اسی دوران میں یہ حالت ہوئی۔''

''ب تو بن رہا ہے۔''

''جو کچھ بھی ہو۔ لیکن اسے قطعی چھیڑا نہ جائے اس کے سلسلے میں جو کچھ بھی کریں گے رنل صاحب ہی کریں گے۔''

''بہت بہتر۔''

''اس طرف کسی کو بھی نہ آنے دیا جائے۔ خواہ وہ خود کو اس کا رشتہ دار ہی کیوں نہ ظاہر کرے۔''

''ایسا ہی ہو گا۔ مطمئن رہیں۔''

حمید باہر آ کر گاڑی میں بیٹھا اور وائرلیس ٹیلیفون پر اپنے محکمے کے ایکس چینج سے رابطہ م کر کے بولا۔ ''اگر میری کوئی کال آئے تو اسے اے سی فائیو کی طرف ڈائریکٹ کر دینا۔''

''کچھ دیر پہلے کسی عورت کی کال آئی تھی۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''میرے لیے۔'' حمید نے حیرت سے پوچھا۔

''نہیں..... پہلے کرنل صاحب کو پوچھا تھا.....! پھر آپ کو.....!'' دوسری طرف سے کہا گیا۔

''خیر اب کرنل صاحب کی کالیں بھی میری طرف ہی ڈائرکٹ کر دینا۔''

''بہت بہتر۔''

''ویٹس آل۔'' کہہ کر حمید نے ریسیور ڈیش بورڈ کے خانے میں رکھ دیا لیکن سوال تھا اب کہاں جائے اور کیا کرے۔ انور سے نہیں الجھنا چاہتا تھا کہ فریدی نے اس سے باز نے کو کہا تھا۔ اوہ قاسم.....! اسی کی خبر لینا چاہئے۔ پتا نہیں اب بھی وہیں جما ہوا ہے یا گھر پس آ گیا۔ گھر ہی چلنا چاہئے.....! گاڑی کا رخ موڑتے ہوئے اس نے طویل سانس ....! کچھ دور چلا تھا کہ فون کا بزر سنائی دیا۔ ڈیش بورڈ کے خانے سے ریسیور نکالا۔

''اے سی فائیو......!'' اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

''کال ہے جناب۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''ملاؤ۔'' حمید نے کہا۔

دوسری طرف بولنے والی کوئی عورت ہی تھی۔

''ہیلو...! کیپٹن!'' اس نے کہا۔ ''میں رے کیشی بول رہی ہوں۔ کرنل سے بات نہیں

ہو رہی۔''

''وہ کہیں مصروف ہیں۔ کوئی خاص بات.....!''

''فیمی کا کیا حال ہے۔ میں نے اخبار میں اس کے متعلق دیکھا تھا۔ کیا میں م
سکتی ہوں۔''

''پتا نہیں۔ کرنل ہی بتا سکیں گے۔ مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ اسے رکھا کہاں گیا
فی الحال یہ بھی نہیں جانتا کہ کرنل کہاں ہیں۔''

''آپ سے کہاں ملاقات ہو سکے گی۔''

''اس وقت تو میں گاڑی پر ہوں.....!''

''اگر کوئی حرج نہ ہو تو ادھر ہی آ جایئے۔''

''ضرور.....ضرور.....دس منٹ میں پہنچ رہا ہوں!'' حمید نے کہا اور سلسلہ منقطع
آواز سن کر اپنے ایکسچینج کے آپریٹر سے بولا۔ ''میں ریڈ ٹائیڈ جوڈو کلب جا رہا ہوں۔ نو

''بہت بہتر جناب.....ریڈ ٹائیڈ جوڈو کلب، یہ کہاں ہے جناب۔''

''سرسبز کالونی میں.....! فون نمبر ڈائریکٹری میں دیکھ لینا۔''

''اوکے سر!'' دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

حمید سوچ رہا تھا کہ آخر وہ اس سے کیوں ملنا چاہتی ہے۔ اس نے فیمی کے بار
پوچھا تھا جس کا جواب اسے مل گیا تھا۔ کیا اس کے سلسلے میں کچھ اور بھی بتانا چاہتی ہے

انور آفس جانے کے لیے تیار ہی ہو رہا تھا کہ باہر سے کسی نے کال بل کا بٹن

''اوہ.....تو تم پہنچ گئے مردود!'' انور دانت پیس کر بڑبڑایا۔ وہ آئینے کے سامنے
کی گرہ درست کر رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ صبح ہی صبح انسپکٹر آصف سے ضرور مڈبھیڑ ہو
گھر پر ہو خواہ دفتر میں۔

بڑی بیزاری سے اس نے دروازہ کھولا تھا لیکن وہ تو ایک سفید فام عورت تھی جو
اور خاصی تر و تازہ نظر آ رہی تھی۔ خطوط بھی دلآویز تھے لیکن یہاں اس کا کیا کام۔

''مجھے مسٹر انور سے ملنا ہے.....!'' اس نے کہا۔

''میں ہی انور ہوں.....!''

''اوہ مسٹر انور.....! کیا مجھے تھوڑا سا وقت دے سکو گے!''

''ضرور.....ضرور!'' وہ پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔

''میں نے تمہارا پتہ تمہارے آفس سے معلوم کیا ہے۔ پہلے وہیں گئی تھی۔'' وہ فلیٹ میں
ہوتی ہوئی بولی۔

''اچھا.....اچھا.....بیٹھو!'' انور نے کرسی کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

''شکریہ!'' وہ بیٹھتی ہوئی بولی۔

''اب بتاؤ۔ میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں.....!''

''تم نے اسے کہاں دیکھا تھا۔''

''اوہ۔ شاید تم اس تصویر کی بات کر رہی ہو۔''

''ہاں۔ اسی کی۔''

''مجھے افسوس ہے محترمہ.....!''

''جوڈیتھ.....تم مجھے جوڈی کہہ سکتے ہو.....!''

''ہاں تو جوڈی.....تاوقتیکہ پولیس مجھے اس کی اجازت نہ دے میں جگہ کے بارے
ی کو بھی نہیں بتا سکتا۔''

''پولیس! پولیس کو اس سے کیا سروکار.....! پولیس کیوں!''

''شاید تم نے تصویر سے متعلق تحریر پر غور نہیں کیا۔''

''تحریر۔ وہ میری سمجھ ہی میں نہیں آئی۔''

''بڑی عجیب بات ہے۔'' انور اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

''بڑی عجیب بات کیوں ہے۔''

''تحریر تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آئی۔''

''پولیس کو اس سے کیا سروکار ہو سکتا ہے۔''

''وہ کون ہے۔''

''میرا چچا ہے۔ مسٹر برٹرانڈ......! ایک سال سے میں اسے تلاش کر رہی ہوں''

''حالانکہ وہ کئی سال پہلے مر چکا ہے....! یہاں جیرالڈ شاستری کہلاتا تھا۔''

''یقیناً تم لوگوں کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ اس کا نام برٹرانڈ گراہم ہے اور ہم پچھلے سال پیرس میں ملے تھے۔''

''اس کے باوجود بھی میں تمہیں یہ نہیں بتا سکوں گا کہ میں نے اسے کہاں دیکھا''

''اتنا غیر انسانی رویہ مت اختیار کرو۔''

''مائی ڈیر جوڈی میں مجبور ہوں۔ یہ اصول کی بات ہے' میں نے پولیس سوال کیا ہے؟''

''اس کا نام جیرالڈ شاستری نہیں ہے۔''

''لیکن پولیس کو تسلیم کر لینا پڑا ہے کہ وہ جیرالڈ شاستری کے علاوہ اور کسی کی ہو سکتی۔''

''تو پھر مجھے بتاؤ کہ میں اس سلسلے میں کس پولیس آفیسر سے ملوں۔''

''کہیں بھی کسی پولیس آفیسر سے بات کر سکتی ہو۔''

اتنے میں پھر کسی نے باہر سے گھنٹی بجائی اور انور اٹھتا ہوا بولا۔ ''معاف کرنا۔ میں ا

''دروازہ کھلتے ہی انسپکٹر آصف کی پھولی ہوئی تھوتھنی دکھائی دی......!''

''بڑے اچھے وقت پر آئے ہو۔'' انور مسکرا کر بولا۔ ''اس وقت یہاں اس کی موجود ہے۔''

''کیا بکواس کر رہے ہو تمہیں میرے ساتھ وہاں چلنا ہے۔'' آصف غرایا۔

''پہلے اس سے مل لو۔''

''آصف اس کے ساتھ سٹنگ روم میں داخل ہوا اور جوڈی کو دیکھ کر ٹھٹک

انور لہک کر بولا۔ ''یہ مس جوڈتھ گراہم ہیں اور آپ ایک بڑے پولیس آفیسر مسٹر آصف

جوڈی نے اٹھ کر آصف سے مصافحہ کیا اور بولی۔ ''یہ تو بڑا اچھا ہوا۔ مسٹر انور آ آفیسر کی اجازت چاہتے تھے۔''

''میں نہیں سمجھا!'' آصف بیٹھتا ہوا بولا۔

''میرے چچا کے معاملے میں۔''

آصف نے حیرت سے انور کی طرف دیکھا۔ لیکن انور اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

''کیا معاملہ ہے!'' آصف نے اس سے سوال کیا۔

''بہتر ہوگا کہ تم خود ہی بتاؤ'' انور نے جوڈی سے کہا۔

''وہ تصویر جو مسٹر انور نے اپنے اخبار میں چھاپی ہے۔ میرے چچا برٹرانڈ گراہم کی ہے۔''

''اوہ۔'' آصف ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔

''میں مسٹر انور سے درخواست کر رہی تھی کہ مجھے وہ جگہ بتا دیں جہاں انہوں نے میرے چچا کو دیکھا تھا۔ لیکن یہ کہتے ہیں کہ پولیس سے اجازت حاصل کئے بغیر میں ایسا نہیں کر سکتا۔''

''کیا تمہارے چچا زندہ ہیں مس گراہم۔'' آصف نے پوچھا۔

''کیوں نہیں۔ لیکن شاید وہ کسی سے ملنا نہیں چاہتے۔''

''تمہارے چچا ایسی ہی پگڑی باندھتے ہیں۔''

''اوہ۔ انہیں دیس دیس کے ملبوسات کا خبط ہے۔ یہ میرے لیے ایسی کوئی حیران کن بات نہیں ہے۔''

''آخری بار ان سے کب ملاقات ہوئی تھی۔''

''پچھلے سال پیرس میں۔''

''تم یہاں کب سے ہو۔''

''چھ ماہ سے۔ یہاں سرکاری پولٹری فارمنگ کے ادارے سے وابستہ ہوں۔''

''کیا تمہارے چچا تم سے چھپتے پھر رہے ہیں۔''

''خدا جانے۔ یہی تو میری سمجھ میں نہیں آتا۔ پیرس میں بھی وہ اچانک غائب ہو گئے تھے۔''

''تمہارا تعلق کس ملک سے ہے۔''

''انگلینڈ سے اور میرے چچا انگریز ہیں۔''

''پچھلی ملاقات سے چھ ماہ قبل ہم انگلینڈ میں ساتھ ہی رہتے تھے۔''

''علیحدگی کیسے ہوئی تھی۔''

''بس ایک دن وہ اچانک غائب ہو گئے تھے۔ بہرحال میری جانب سے دس ہزار کی

پیش کش ہے اس کے لیے جو بھی انہیں تلاش کرنے میں میری مدد کرے۔“

آصف چونک کر انور کو گھورنے لگا۔ پھر اردو میں بولا۔ ”میں سمجھ گیا۔“

”کچھ غلط ہی سمجھے ہو گے۔“ انور مسکرا کر بولا۔

”تم نے اس لڑکی کو بیوقوف بنانے اور ٹھگنے کے لیے وہ تصویر چھاپی ہے۔“

”ہم دونوں پہلی بار ملے ہیں۔“

”ابھی معلوم ہو جاتا ہے۔“ آصف نے کہا اور لڑکی سے انگلش میں پوچھا۔ ”تمہارے چچا کی کوئی تصویر ہے یا نہیں۔“

”ہے لیکن وہ عربی لباس میں ہے۔“

”میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔“

”میں دکھاتی ہوں!“ اس نے اپنے ہینڈ بیگ کا زپ کھولتے ہوئے کہا۔ پھر ایک تصویر نکال کر آصف کی طرف بڑھا دی۔ انور بھی اٹھ کر اس کے قریب آ گیا۔ یہ تصویر بھی بلاشبہ شخص کی تھی۔ فرق صرف لباس کا تھا۔

”کیا یہ تصویر تم نے کسی اور کو بھی دکھائی تھی۔“

”بہتیروں کو......!“ جوڈی نے جواب دیا۔

”اب میں بالکل سمجھ گیا!“ آصف پھر اردو میں بولا اور انور کو تیز نظروں سے دیکھا۔

”کیا سمجھ گئے۔“

”کبھی نہ کبھی تم نے بھی یہ تصویر دیکھی ہو گی اور اسے جیرالڈ سے مشابہ پا کر یہ اسکیم بنا ڈالا تا کہ لڑکی کو ٹھگ سکو۔ دس ہزار روپے خاصی رقم ہے۔“

”مشابہت کے بارے میں کیا خیال ہے۔“

”صد فی صد جیرالڈ شاستری معلوم ہوتا ہے۔“ آصف نے خشک لہجے میں کہا۔

”اور اب تمہیں اس جگہ کی نشاندہی کرنی پڑے گی۔“

”مجھے بیحد افسوس ہے بوڑھے بیٹے کہ میں ایسا نہیں کر سکوں گا۔“

”ہوش میں رہ کر بات کرو۔ ورنہ ہتھکڑیاں لگا دوں گا۔“

”کرنل صاحب کا حکم ہے کہ میں جگہ کی نشاندھی نہ کروں......!“

”کرنل کون ہوتا ہے حکم دینے والا۔ تصویر کا مسئلہ میرے سپرد ہوا ہے۔“

”اس کے باوجود بھی تم مجھے مجبور نہیں کر سکتے۔ پہلے ثابت کر دو کہ وہ جیرالڈ ہے پھر مجھ پر دھونس جمانا۔“

”کیا مطلب۔“

”پولیس کا موقف ہے کہ جیرالڈ مر چکا ہے۔“

”اچھا تو پھر۔“

”اب اگر وہ مجھ سے جیرالڈ کا پتہ پوچھتی ہے تو اسے دماغی خلل ہی کہا جائے گا۔“

”شاید تم سچ مچ بند ہونا چاہتے ہو۔“

”کوشش کر ڈالنے میں کیا مضائقہ ہے۔ میں خود کو گرفتاری کے لیے رضا کارانہ طور پر پیش نہیں کر سکتا۔“

”فریدی کے بل پر مت پھولو۔“

”مجھے اس پر مجبور نہ کرو کہ کل کے اخبار میں تمہاری تصویر الٹی چھپ جائے۔“

”کیا میں مایوس ہو جاؤں!“ جوڈی نے دردناک لہجے میں پوچھا۔

”ہرگز نہیں!“ آصف بولا۔ ”میں تمہاری مدد کروں گا۔“

”پانچ ہزار پیشگی دے سکتی ہوں۔“

”تم میرے پاس آئی تھیں۔ ان سے بات نہ کرو۔“ انور نے جوڈی سے کہا۔

”یہی سہی لیکن پہلے تم وعدہ کرو کہ میری مدد کرو گے۔“

”کیا تمہارا چچا بہت مالدار اور لاولد ہے۔“

”یہی بات ہے۔“ جوڈی نے کسی قدر ہچکچاہٹ کے ساتھ کہا۔

”لیکن وہ تم سے کیوں بھاگتا پھر رہا ہے!“

”مجھ سے تو نہیں بھاگ رہا۔ مجھ سے بھاگنے کی کوئی وجہ ہی نہیں ہو سکتی۔“

”اگر تمہارے حق میں کوئی وصیت مرتب کر چکا ہے تو تم بھی چین سے بیٹھو اور اس کی موت کا انتظار کرو۔“

”کیا میں محض اس کی دولت حاصل کرنے کے لیے اس کی بھتیجی ہوں۔“

"یہ سوال خود سے کرو۔"

"مسٹر انور....! میں اپنے چچا کو بیحد چاہتی ہوں کیونکہ میرے والدین بچپن ہی میں مر گئے تھے اور میری پرورش اسی چچا نے کی تھی۔"

"تم وقت گزارنے کی کوشش کر رہے ہو۔" آصف نے اردو میں دخل اندازی کی۔

لیکن انور سنی ان سنی کر کے بولا۔ "مس گراہم مجھے افسوس ہے۔"

"اس جملے کا کیا مطلب لوں۔"

"بعض حالات کی بنا پر میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتا۔"

"میں تمہیں صرف دس منٹ کا وقت دیتا ہوں میرے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔" آصف اردو میں غرایا۔

"میرے گھر میں بیٹھ کر اس طرح مت غراؤ۔"

"کیا اپنی بے عزتی ہی کرانا چاہتے ہو۔"

"تمہارے حصے کا خیال رکھا جائے گا۔ اب چلتے پھرتے نظر آؤ۔"

"کیا مطلب!"

"دس ہزار کے چوتھائی۔"

"میرے علم میں لا کر تم کسی کو نہیں ٹھگ سکتے۔"

"ایسی چاند سی صورت کو ٹھگا نہیں جاتا۔ پوجا کی جاتی ہے۔"

"سیدھی طرح اس جگہ کی نشاندہی کر دو۔"

"گریشم لاج۔ وہ گریشم لاج کی ایک کھڑکی تھی۔ بس اب جاؤ۔"

"تمہیں میرے ساتھ چلنا پڑے گا۔"

"تمہارے فرشتے بھی مجھے اس پر مجبور نہیں کر سکتے۔"

"اچھی بات ہے میں تمہیں دیکھ لوں گا۔" آصف اٹھتا ہوا بولا۔

"کیا اجازت مل گئی۔" جوڈی نے انور سے پوچھا۔

"نہیں۔" آصف نے زور سے کہا اور کمرے سے نکلا چلا گیا۔

"مم۔ میں نہیں سمجھ سکتی۔" وہ ہکلا کر رہ گئی۔

"اس شخص کے اجازت دینے یا نہ دینے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

"تو پھر چلو میرے ساتھ۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ مجھے دراصل اس آفیسر سے اجازت لینی پڑے گی جس نے اس سلسلے میں رازداری برتنے کو کہا تھا۔"

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ آخر میرے چچا کے لیے پولیس کیوں اتنی پریشان ہے!"

"ایک بہت بڑے مجرم سے مشابہت رکھتا ہے آپ کا چچا۔"

"لیکن وہ مجرم تو شاید مر چکا ہے تمہاری ہی تحریر کے مطابق۔"

"پولیس کی اپنی کوئی دشواری ہوگی۔ ویسے جہاں میں نے تمہارے چچا کو دیکھا تھا وہ جگہ اب بالکل ویران ہے وہاں کوئی نہیں ہے۔ فلیٹ میں قفل پڑا ہوا تھا۔"

"میں کم از کم اس کا فلیٹ تو دیکھ لوں گی۔"

"وہ اس کا فلیٹ نہیں ہے۔"

"یہ تم کس طرح کہہ سکتے ہو۔"

"اس لیے کہ میں اس فلیٹ کے اصل مکینوں سے واقف ہوں۔"

"تھوڑی سی آس بندھی تھی تم نے توڑ دی۔" اس نے مغموم لہجے میں کہا۔

"تم مجھے اپنا پتہ دے دو جیسے ہی پھر کہیں نظر آیا تمہیں مطلع کر دوں گا۔"

"خیر یہی سہی میں تم سے رابطہ رکھوں گی۔" اس نے انور کو اپنا کارڈ دیتے ہوئے کہا۔

حمید نے ریڈ ٹائیڈ جوڈو کلب کے سامنے گاڑی روکی اور چوکیدار کو قریب بلا کر کہا کہ وہ گاڑی پر نظر رکھے اور کسی کو اس کے قریب نہ آنے دے اور پھر گاڑی سے اتر کر عمارت میں داخل ہوا۔ کیشی اس کی منتظر تھی۔ حمید نے اسے قدرے پریشان بھی پایا۔

"کوئی خاص بات!" حمید نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"فیمی اور اسکے بھائیوں کا معاملہ میرے لیے مستقل طور پر الجھن کا باعث بنا ہوا ہے۔"

"یہی حال ہم لوگوں کا بھی ہے۔"

''لیکن آپ نے مجھ سے غلط بیانی کی تھی۔ اخبار میں کچھ اور آیا ہے۔''

''یقین کرو مجھے اس وقت تک حالات کا صحیح علم نہیں تھا۔''

''وہ عورت کون تھی جو ماری گئی۔''

''میں یہ بھی نہیں جانتا اور دراصل مجھے اپنے پیشے سے کوئی خاص لگاؤ نہیں ہے۔ بہرا
مشین کی طرح چلتا رہتا ہوں۔ باس سے جو حکم ملا اس کی تعمیل کر دی۔''

''خیر..... بہرحال..... میں ایک دشواری میں بھی پڑ گئی ہوں۔ وہ آدمی جس کی تصویر اخ
میں شائع ہوئی ہے۔ پچھلی رات مجھ سے ملا تھا۔''

''اوہ۔''

''وہ کون ہے.....!''

''اگر وہ واقعی تم سے ملا تھا تو ایک بہت بڑے مجرم کا ہمشکل ہے جو کئی سال ہوئے
ہماری آنکھوں کے سامنے مر گیا تھا۔''

''جیرالڈ شاستری۔''

''ہاں یہی نام تھا اس کا لیکن تم کس دشواری میں پڑ گئی ہو۔''

''پچھلی رات وہ آیا اور مجھے ایک لفافہ تھما کر چلا گیا۔ یہ دیکھئے.....!'' اس نے میز
دراز سے ایک لفافہ نکال کر حمید کی طرف بڑھا دیا۔

لفافے سے جو پرچہ برآمد ہوا تھا اس پر یہ مختصر سی تحریر تھی۔

محض تمہاری وجہ سے فیمی اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے گی۔

حمید نے پرچے کو الٹ پلٹ کر دیکھا اور پھر ریکیشی کے چہرے پر نظر جما دی۔

''آپ مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں۔'' وہ جھنجھلا کر بولی۔

''میں سوچ رہا ہوں کہ اب کہیں آپ کسی دشواری میں نہ پڑ جائیں۔''

''مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔ اگر آج کے اخبارات میں اس کی تصویر نہ دیکھتی اور
ساتھ ہی فیمی کے احوال سے آگاہی نہ ہوتی تو کبھی آپ کو تکلیف نہ دیتی۔''

''بات میری تکلیف کی نہیں ہے۔'' حمید نے پُرتفکر لہجے میں کہا۔

''پھر کیا بات ہے.....!''

''میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ اب وہ لوگ آپ کو پریشان کریں گے۔ کاش میں
آپ کو ان لاشوں کی شناخت کرانے کے لیے نہ لے گیا ہوتا۔''

''اس کی فکر آپ نہ کریں!'' وہ ہنس کر بولی۔ ''میں اپنی حفاظت خود کر سکتی ہوں بہترین
قسم کے لڑاکے میرے شاگرد ہیں۔''

''یہ تو ٹھیک ہے لیکن.....!'' حمید جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا۔ ایسی زبردست
فکرمندی اپنے چہرے سے ظاہر کر رہا تھا جیسے خود اس پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہوں۔
ریکیشی اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتی رہی۔ دراصل حمید یہ سوچ رہا تھا کہ وہ
کس حد تک سچ بول رہی ہے اور اس کی کیا ضمانت ہے کہ وہ خود بھی انہی لوگوں سے متعلق
نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے فریدی نادانستگی میں اس پر اعتماد کر بیٹھا ہو۔ لیکن پھر اسے یاد آیا کہ
فریدی جو پہلے خود ریکیشی سے ملنے نکلا تھا۔ اچانک راستے ہی میں رہ گیا تھا اور اسے بھیج دیا
تھا ریکیشی کے پاس۔

''کیا اس کے علاوہ بھی کوئی بات ہے؟'' دفعتاً ریکیشی نے سوال کیا اور حمید چونک کر
اس کی طرف دیکھنے لگا۔

''مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے۔ جیسے میری عقل ہی خبط ہو گئی ہو۔'' حمید نے کہا۔

''کیا جیرالڈ شاستری مر کر بھوت ہو گیا تھا۔''

''آپ بھوتوں پر یقین رکھتے ہیں؟''

''دیکھے ہیں میں نے پھر یقین کیوں نہ رکھوں گا۔''

''لیکن کرنل فریدی تو اس قسم کی ضعیف الاعتقادی کے شکار نہیں ہیں۔''

''نہ ہوں گے۔'' حمید نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

''آپ بہت پریشان نظر آ رہے ہیں!'' وہ ہمدردانہ لہجے میں بولی۔

''حالات ہی ایسے ہیں۔''

''حالات ہی تو میں جاننا چاہتی ہوں۔ آخر یہ کیا ہو رہا ہے اس شہر میں ایگل بیچ پر
دھماکے ہوئے تھے۔ آگ لگی تھی۔ لوگ شہر میں اسٹین گنوں سے فائرنگ کرتے پھرتے ہیں۔
اس دوران میں کئی آدمی مر گئے۔''

''جب بھی کسی مجرم کا بھوت پولیس والوں کو دکھائی دیتا ہے۔ یہی ہونے لگتا ہے۔''

''آخر اوسوا اور پیاموں نے پولیس والوں پر کیوں فائرنگ کی تھی۔''

''انہوں نے خاص طور پر پولیس والوں پر فائرنگ نہیں کی تھی بلکہ اس عورت کو مارنا چاہا تھا جو اس وقت پولیس کی تحویل میں تھی۔''

''اس عورت سے کیا جرم سرزد ہوا تھا۔''

''ان مجرموں کے خلاف کچھ ثبوت تھے اس کے پاس وہ بھی انہی کی ساتھی ثابت ہوا ہے۔ پولیس نے محض شبہے کی بنا پر اسے گرفتار کیا تھا۔''

''ان لوگوں کا جرم کیا ہے؟''

''اس کا تو مجھے علم نہیں ہے۔''

''کمال ہے مجرم بھی ہیں اور پولیس کو ان کے جرم کا علم بھی نہیں ہے۔''

''میں نے گزارش کی تھی کہ مجھے علم نہیں ہے۔ ہم لوگ تو صرف احکامات کی تعمیل کے لیے ہوتے ہیں۔''

''کرنل کو تو علم ہوگا ہی۔''

''یقینی بات ہے وہ کبھی کوئی لایعنی قدم نہیں اٹھاتے۔''

رے کیشی خاموشی سے اسے دیکھتی رہی اور حمید تھوڑی دیر بعد بولا ''ایک بات سمجھ میں نہیں آئی مس رے کیشی آخر وہ آپ کو یہ اطلاع کیوں دے گیا کہ فیمی پاگل ہو جائیگی۔''

''یہی تو میں بھی سوچ رہی ہوں۔ پولیس اور کسی ذریعے سے بھی ان لاشوں کی شناخت کرا ہی لیتی اور.....'' وہ جملہ پورا نہ کر سکی کیونکہ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا۔ کال ریسیو کر کے بولی ''جی ہاں موجود ہیں۔''

اور ریسیور حمید کی طرف بڑھا دیا۔ دوسری طرف سے آپریٹر کی آواز آئی۔ ''آپ کی کال ہے جناب!''

''کنکٹ کرو۔'' حمید نے کہا اور پھر اس نے فریدی کی آواز سنی۔

''وہاں کیا کر رہے ہو!'' اس نے سوال کیا۔

حمید اسے بتانے لگا کہ کس طرح رے کیشی نے اسے کال کر کے بلایا تھا اور اس

حیرت انگیز اطلاع دی تھی۔

''ہوں... اچھا.....!'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''تم نے منیجر کو دیکھا.....!''

''اوہ تو آپ کو اس کی بھی اطلاع مل گئی.....!''

''ہاں۔ اس کے بارے میں کیا خیال ہے!''

''بناوٹ نہیں معلوم ہوتی..... لیکن..... فیمی.....!''

''اس کی فکر نہ کرو.... تمہیں ایک لڑکی کو چیک کرنا ہے!''

''زہے نصیب۔''

''جوڈیتھ گراہم نام ہے۔ ہوٹل ڈی فرانس کے کمرہ نمبر بیالیس میں مقیم ہے اس کے کاغذات چیک کرو۔ کب سے یہاں مقیم ہے اور کیا کرتی ہے۔ اسٹار میں جو تصویر شائع ہوئی ہے اسے دکھا کر صاحب تصویر کے بارے میں معلومات حاصل کرو۔''

''اور مس رے کیشی سے کیا کہوں؟''

''ریسیور اسے دو۔''

حمید نے ریسیور اس کی طرف بڑھاتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ ''کرنل!''

وہ ریسیور کان سے لگا کر سنتی رہی پھر ہنس کر بولی۔ ''نہیں کرنل..... میں تم لوگوں کو الزام نہیں دے رہی۔ اگر اخبار میں اس کی تصویر نہ دیکھتی تو تمہیں خبر بھی نہ ہونے دیتی۔''

''میں اپنی حفاظت خود کر سکتی ہوں۔ میرا نشانہ بھی تم دیکھ چکے ہو..... نہیں ایسی کوئی بات نہیں..... لیکن میں فیمی کے انجام پر مغموم ضرور ہوں..... او کے.....! خدا حافظ۔''

اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ کر طویل سانس لی۔ پھر حمید کی طرف دیکھ کر مسکرائی اور بولی۔ ''وہ خود فیمی کی دیکھ بھال کر رہے ہیں۔''

حمید نے سر کو جنبش دے کر اٹھتے ہوئے کہا۔ ''اچھا مس! اب میں تو چلا دوسرا کام بتا دیا گیا ہے۔ اکثر خواب میں بھی دوڑنے لگتا ہوں۔''

''زندگی اسی کا نام ہے۔'' رے کیشی مصافے کے لیے ہاتھ بڑھاتی ہوئی بولی۔

ہوٹل ڈی فرانس پہنچ کر معلوم ہوا کہ اس وقت جوڈیتھ اپنی ڈیوٹی پر ہوگی۔ سرکاری پولٹری فارم میں لیبارٹری انچارج کے عہدے پر فائز تھی۔

اس اطلاع پر حمید نے آنکھیں سکوڑیں اور فارم کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ سوچ رہا
کہ مرغیوں سے گھری ہوئی لڑکی کیسی لگتی ہوگی۔ کٹ کٹ کٹاخ...... کٹ کٹ کٹاخ......
کے ذہن میں مرغیوں کی آوازیں گونجنے لگیں اور وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ ''لاحول ولاقوۃ۔''

اس دوران میں پوری طرح ہوشیار بھی رہا تھا اور اس پر نظر رکھی تھی کہ تعاقب تو نہیں
جا رہا لیکن ابھی تک اس کا ثبوت نہیں مل سکا تھا۔ بالآخر فارم تک پہنچ گیا۔ لڑکی سے ملا
خوش ہو گیا۔ توقعات سے بڑھ کر نکلی تھی۔ اس نے اسے اپنا شناخت نامہ دکھا کر کاغذات
طلب کیے۔

''مجھے افسوس ہے کیپٹن! میں اپنے کاغذات ہر وقت ساتھ نہیں لیے پھرتی اور پھر میں
سرکاری ملازم بھی ہوں۔'' اس نے کسی قدر خشک لہجے میں کہا اور حمید بے حد خوش اخلاقی
مظاہرہ کرتا ہوا بولا۔ ''محض ضمنی سی کارروائی ہے۔ اس میں توہین کا پہلو نہ نکلنا چاہیے۔''

''آخر کیوں؟ پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا۔''

''بسا اوقات اسکی بھی ضرورت پیش آجاتی ہے اور ہم ایک ایک غیر ملکی کو چیک کرتے ہیں۔''

''یعنی مجھ پر کوئی الزام نہیں ہے۔''

''ہرگز نہیں محترمہ۔''

''کاغذات دکھانے کے لیے مجھے اپنے ہوٹل تک چلنا پڑے گا۔''

''کیا ابھی آپ کو اجازت مل جائے گی۔''

''کوشش کرتی ہوں۔ ویسے بھی آج دیر سے پہنچی تھی۔ اوہ میں سمجھ گئی۔ اس کرائم رپورٹر
نے آپ کو میرے متعلق بتایا ہوگا۔''

''ابھی تک میری ملاقات کسی کرائم رپورٹر سے نہیں ہوئی۔''

''پھر اور کوئی ذریعہ ہوگا۔ بہرحال میں معلوم کرتی ہوں کہ ابھی آپ کے ساتھ جا سکوں
گی یا نہیں۔''

''تعاون کا بہت بہت شکریہ۔''

وہ کمرے سے نکل گئی اور حمید مرغیوں کا شور سنتا اور بور ہوتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آ
کر اس نے خوشخبری سنائی کہ اسے پورے دن کی چھٹی مل گئی ہے۔

حمید نے اسے آرنڈ کار میں بٹھایا اور ہوٹل ڈی فرانس کی طرف روانہ ہو گیا۔ اندازہ
لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ کس قسم کی لڑکی ہوگی وہ تو بالکل خاموش ہی ہو گئی تھی۔ ایسا لگتا
تھا جیسے اندیشوں اور تفکرات میں گھر کر رہ گئی ہو۔ آخر حمید ہی نے تھوڑی دیر بعد سوال کیا۔
''میرا ملک کیسا لگا آپ کو......!''

''ابھی میری سمجھ ہی میں نہیں آیا۔'' لڑکی نے جواب دیا۔

''مطلب یہ تھا کہ آپ بور تو نہیں ہو رہیں۔''

''بور ہونا تو لازمی ہے جب ڈھنگ کی کوئی کمپنی نہ ملے۔''

''ہاں..... یہ تو ہوتا ہے۔ دراصل ہمارا مزاج دوسروں سے مختلف ہے۔''

''میرا بھی یہی خیال ہے۔''

حمید نے سوچا خود کو لیے دیئے رہنے کی عادی معلوم ہوتی ہے۔ لہٰذا اس نے بھی
خاموشی اختیار کر لی۔ ہوٹل ڈی فرانس پہنچ کر وہ اسے اپنے کمرے میں لائی اور کاغذات
دکھانے لگی۔ کاغذات ٹھیک ہی معلوم ہوتے تھے۔

پھر حمید نے اسٹار کا تازہ پرچہ بریف کیس سے نکال کر اس کے سامنے رکھتے ہوئے
کہا۔ ''کیا آپ نے اس شخص کو کہیں دیکھا ہے؟''

یک بیک اس نے حمید کو گھور کر دیکھا اور بولی۔ ''آپ نے جھوٹ کیوں بولا تھا۔''

''کس سلسلے میں؟'' حمید نے حیرت سے پوچھا۔

''اس تصویر کے سلسلے میں کہ اسی کرائم رپورٹر نے آپ کو میرے پاس نہیں بھیجا تھا۔''

''میں اپنے چیف کے حکم سے یہاں آیا ہوں۔''

''تو پھر اس نے آپ کے چیف ہی کو مطلع کر دیا ہوگا۔ بہرحال میں نے اس کرائم
رپورٹر سے تھوڑی سی غلط بیانی کی تھی۔ یہ میرا اچھا نہیں ہے لیکن مجھے اس کی تلاش ہے کیونکہ
اسی کی وجہ سے میرا کیریئر تباہ ہو گیا۔''

''اوہ.....! کیا آپ اسی کرائم رپورٹر کی بات کر رہی ہیں جس کے حوالے سے یہ تصویر
چھپائی گئی ہے۔''

''جی ہاں.....! میں اس کے پاس گئی تھی اس سے معلوم کرنے کی کوشش کی تھی کہ اس

نے اسے کہاں دیکھا تھا لیکن اس نے نہیں بتایا۔ یہی کہتا رہا کہ پولیس کی اجازت نہیں

''آپ نے ابھی کہا تھا کہ یہ آپ کا چچا نہیں ہے۔''

''جی ہاں اور نہ برٹرانڈ گراہم نام ہے۔ یہ نام تو میں نے اپنے نام کی مناسبت سے

''پھر کیا نام ہے؟''

''خدا ہی جانے۔ ایسے لوگوں کے اصل ناموں سے کوئی بھی واقف نہیں ہوتا۔''

''میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔''

''میں اس شخص کو بن ہارا کے نام سے جانتی ہوں۔''

''لیکن آپ نے اس کرائم رپورٹر سے غلط بیانی کیوں کی تھی۔''

''ضروری نہیں کہ میں ہر ایک کو اپنے اصل معاملات سے آگاہ کرتی پھروں۔''

''یہ بھی درست ہے۔ تو گویا آپ کا اس سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔''

''اتنا خاص تعلق ہے کہ میں اسے قتل کر دینا چاہتی ہوں۔''

''پلیز.....! پلیز.....!'' حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''آپ ایک پولیس آفیسر سے

رہی ہیں۔''

''میں سمجھتی ہوں۔ اسی لیے صاف صاف گفتگو کر رہی ہوں.....! اس کی وجہ

چچا جیل میں سڑ رہا ہے.....! برٹرانڈ گراہم اسی کا نام ہے.....!''

''آپ کا چچا برٹرانڈ گراہم اسی کی وجہ سے جیل میں سڑ رہا ہے۔''

''جی ہاں.....! اور وہ کوئی معمولی آدمی نہیں۔ میرے ملک کا بہت بڑا سائنسدان
شخص بن ہارا اس کا اسسٹنٹ تھا۔ وہ ایک سرکاری پروجیکٹ پر کام کر رہے تھے اس
ہارا نے بعض اہم چیزیں غائب کر دی اور خود معصوم بنا رہا۔ میرے چچا پھنس گئے پھر
اس شخص کے بارے میں معلومات حاصل کرنی شروع کیں تو پتا چلا کہ بہت بڑا فراڈ
مختلف ممالک کے سائنسی تکنیکی راز چرا کر ادھر ادھر کر دیتا ہے۔ میں نے اپنے ملک کی
کو اس سے باخبر کر دیا لیکن یہ وہاں سے فرار ہو گیا۔ پھر میں یہاں چلی آئی۔ چچا کے
دنیا میں اور کوئی نہیں۔''

''بے حد افسوس ہوا مس گراہم.....!''

''صرف افسوس ظاہر کریں گے۔''

''افسوس ظاہر کرنے نہیں آیا تھا۔ اس شخص کے بارے میں معلومات حاصل کرنی تھیں
کیونکہ اس شخص نے ہمیں چونکا دیا ہے۔''

''آپ بھی شاید جیرالڈ سٹری کا قصہ سنائیں گے۔''

''ظاہر ہے کہ اسی نام کے ایسے ہی ایک آدمی سے ہمارا سابقہ پڑ چکا ہے او. ہمارے
لینے کی سب سے بڑی وجہ ہے کہ کشت وخون کے ایک حالیہ واقعے سے بھی اس کا کچھ
کچھ تعلق ضرور ہے۔ آپ نے اخبارات میں دیکھا ہوگا کہ دو افراد نے ایک پولیس پارٹی پر
حملہ کیا تھا اور مارے گئے تھے۔''

''جی ہاں۔ شاید.....اور کوئی عورت بھی ماری گئی تھی۔''

''دراصل اسی ملزمہ کو مار ڈالنے کی کوشش کی گئی تھی۔''

''اچھا تو پھر!''

''یہ شخص جس کا نام آپ نے بن ہارا بتایا ہے اُنہی دونوں کے فلیٹ میں دیکھا گیا تھا۔''

''اوہ.....! میں سمجھتی ہوں۔ وہ یہاں بھی کچھ کر رہا ہے۔ مسٹر آفیسر جلد کچھ کیجئے ورنہ
آپ کے ملک کو بھی کوئی بہت بڑا نقصان پہنچ جائے گا۔''

''آپ نے سچ مچ تشویش میں مبتلا کر دیا۔''

''وہ میک اپ کا بھی ماہر ہے۔''

''لیکن آنکھوں کی مخصوص بناوٹ کو نہیں چھپا سکتا۔''

''اس کے لیے تاریک شیشوں کی عینک کافی ہوگی۔''

''آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔'' حمید نے کچھ سوچتے ہوئے تصویر کی طرف اشارہ کر کے
کہا۔ ''تو یہ اس کی اصلی شکل ہے۔''

''خدا جانے۔ میں نے تو اسی شکل میں دیکھا تھا۔''

''لیکن یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ میک اپ کا ماہر بھی ہے۔''

''ظاہر ہے کہ اس کے بارے میں چھان بین کی ہوگی میں نے۔''

''اگر وہ ایسا ہی خطرناک آدمی ہے تو آپ کو اس طرح کرائم رپورٹر کے پاس نہ جانا

جانا چاہئے تھا۔“

”ہاں۔۔۔ اب میں بھی یہی سوچ رہی ہوں۔“

”لیکن یہ معلوم کر لینے کے بعد کہ اس نے اسے کہاں دیکھا تھا۔ آپ کیا کرتیں“

”یقین کیجئے کہ میں اسے قتل کر دینے کی کوشش کرتی۔“

”آپ پھر ایک غیر ذمہ دارانہ بات کہہ رہی ہیں۔“

”میں مجبور ہوں اپنی شدید نفرت سے اور شدید ترین جذبہ انتقام سے۔“

”ہم سے تعاون کیجئے۔ آپ کی یہ خواہش بھی پوری ہو جائے گی۔“

”کس طرح تعاون کروں۔“

”ظاہر ہے کہ آپ کو اس کی تلاش ہے۔ جہاں بھی نظر آئے خود کوئی قدم اٹھانے کے بجائے ہمیں مطلع کر دیجئے۔“

”ہاں یہ ہو سکتا ہے۔“

”اس طرح ہو سکتا ہے آپ کی یہ شکایت بھی رفع ہو جائے گی کہ یہاں کوئی ... نہیں ملتی۔“

”آپ۔۔۔۔ ہاں آپ بہت کلچرڈ آدمی معلوم ہوتے ہیں۔“

”میں اپنی بات نہیں کر رہا۔۔۔۔!“

”کیوں؟ کیا آپ بھی عورتوں سے شرماتے ہیں۔ یہاں میں نے عام طور پر دیکھا کہ عورتوں سے گفتگو کرتے وقت زیادہ تر مرد بوکھلائے بوکھلائے سے نظر آتے ہیں۔“

”صدیوں سے دونوں الگ الگ رہتے چلے آئے ہیں۔“ حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”ادھر کچھ دنوں سے بعض لوگ کسی قدر آزاد خیال ہو گئے ہیں۔“

”خیر بہر حال۔۔۔۔ میں ایسا ہی کروں گی لیکن آپ کو کس طرح مطلع کیا جائے؟“

حمید نے اپنا کارڈ نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا۔ ”کسی نہ کسی نمبر پر مجھ سے یا چیف سے ضرور رابطہ قائم ہو جائے گا۔“

”چیف کا کیا نام ہے۔۔۔۔!“

”لائیے کارڈ کی پشت پر لکھ دوں۔۔۔۔!“ حمید نے کہا اور فریدی کا نام لکھ کر

واپس کر دیا۔

وہاں سے روانگی کے بعد وہ سوچ رہا تھا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ ڈیش بورڈ کے خانے سے فون کا ریسیور نکالا اور محکمے کے ایکسچینج سے رابطہ قائم کر کے فریدی سے ملانے کو کہا۔ اندازہ تھا کہ فریدی نے ایکسچینج کو اپنی کالز کے بارے میں کچھ ہدایات ضرور دی ہوں گی۔

فریدی سے جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا اور حمید نے جوڈیتھ گراہم کے بارے میں رپورٹ دی۔

”برٹرانڈ گراہم۔۔۔۔ ہاں یہ نام تو کچھ سنا ہوا سا لگتا ہے۔ خیر میں اسے دیکھوں گا غالباً سائنٹسٹ ہی ہے۔۔۔۔! اچھا۔ سنو۔۔۔۔! اگر وہ تم سے وہ جگہ دیکھنے کی خواہش ظاہر کرے تو ضرور دکھا دینا۔“

”لیکن میں نے اس سے کہا ہے کہ اگر وہ اسے کہیں دیکھے تو ہمیں مطلع کر دے۔“

”یہ بھی ٹھیک ہے۔ اب واپس آفس جاؤ۔“

”آپ کہاں ہیں۔۔۔۔!“

اس کے جواب میں اس نے رابطہ منقطع ہونے کی آواز سنی اور جھنجھلا کر رہ گیا۔

ان لوگوں میں سے اب صرف اوزاکا ہی باقی تھا جن کا ڈربی ہاؤز سے رابطہ رہتا تھا۔ اس نے منیجر کے پاگل ہو جانے کی اطلاع ڈربی ہاؤز تک بذریعہ فون پہنچائی۔ منیجر کے علاوہ اور کسی کو بھی ڈربی ہاؤز میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔ بقیہ لوگ صرف فون کے ذریعے رابطہ رکھ سکتے تھے۔ اوزاکا کی کال جس نے بھی ریسیور کی تھی بہت طیش میں معلوم ہوتا تھا۔

”تم سب ناکارگی کا ثبوت دے رہے ہو۔ آخر وہ پاگل کیسے ہو گیا۔“ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”میں کیا بتاؤں۔۔۔۔!“ اوزاکا نے بھی اپنے لہجے میں کرارا پن پیدا کرنے کی کوشش کی۔

”معلوم کرو۔۔۔۔!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”بہت بہتر۔۔۔۔!“

”اور ہاں۔۔۔۔! جبار کی عدم موجودگی میں جو کوئی بھی منیجر کی ذمہ داریاں سنبھالے گا وہ

ہم میں سے نہیں ہوگا۔ خیال رکھنا۔‘‘

’’بہت بہتر۔‘‘ اب یہاں صرف میں ہی رہ گیا ہوں ..... ! تنہا کیا کر سکوں گا۔

’’ٹھیک ڈھائی بجے ..... ! ریمپارٹ لمیٹڈ کے پرچیز آفیسر مسٹر جیکسن سے مل کر اپنا نام دینا تمہاری یہ دشواری بھی رفع ہو جائے گی۔ اسکے تعاون سے تمہیں فیمی کو بھی تلاش کرنا ...

’’بہت بہتر۔‘‘

’’اس پر گہری نظر رکھو کہ تمہارا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا۔‘‘

’’مجھے یقین ہے کہ ابھی تک ایسا نہیں ہوا۔‘‘

’’اسی اطمینان پر غافل نہ ہو جانا۔‘‘

’’میں خیال رکھوں گا جناب!‘‘

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر اس نے بھی ریسیور ہک پر ... اور بوتھ سے باہر آ گیا۔ اس نے یہ کال ایک پبلک ٹیلیفون بوتھ سے کی تھی۔

آج کے اخبارات میں سے اس نے فیمی کے پاگل ہو جانے کی خبر دیکھی تھی اور ... ہو گیا تھا کہ کرنل فریدی بالآخر بات کی تہہ تک پہنچ گیا تھا اور اب اسے خود اس کی بھی تلاش ... گی۔ لیکن اب وہ اس سے کسی قسم کا بھی تعلق نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ یہ قدم تو اس نے محض ... تحفظ کی خاطر اٹھایا تھا ورنہ اسے یہاں کے قانون یا قانون کے محافظوں سے کیا ہمدردی ہو سکتی تھی۔ وہ تو ان لوگوں سے انتقام لینے کے لیے شیطان کا ساتھی بھی بن سکتا تھا جنہوں نے ہیروشیما کو تباہ کیا تھا اور جن کی وجہ سے ساری دنیا میں ایٹمی دوڑ شروع ہو گئی تھی۔

بہر حال اب اسے بہت زیادہ محتاط رہنا تھا۔ مقامی پولیس کی طرف سے بھی اور تنظیم کی طرف سے بھی ..... تنظیم میں غداری کی سزا موت تھی اور وہ فریدی سے رابطہ کر کے غداری کا مرتکب ہو چکا تھا۔ یہی نہیں بلکہ تنظیم کے ایک بڑے کارکن کی دیوانگی کا سبب بنا تھا۔ اسے علم تھا کہ دیوانگی کا اختتام موت پر ہوگا اسی بنا پر اس نے مینیجر کو انجکشن دیا ... اب ہوش میں تو آ ہی نہ سکے گا ورنہ اس کی زبان بند کرنے کے لیے قتل ہی کرنا پڑتا۔ اس نے ریوالور کے زور پر اس سے ڈربی باؤز والوں تک غلط اطلاع بھجوائی تھی۔

دو بجے تک جیسے تیسے وقت گزارنے کے بعد اس نے ریمپارٹ لمیٹڈ کے ...

ٹھیک ڈھائی بجے وہ پرچیز آفیسر کے کمرے کے سامنے تھا۔ کاغذ کے ایک ٹکڑے پر اپنا نام ... اس کے پاس بھجوایا اور پھر سامنا ہونے پر مخصوص کارڈ جس کی پشت پر دو تنھیں سی ... تھیں اس کی طرف بڑھا دیا۔

جیکسن نے ... بیٹھنے کا اشارہ کیا اور اپنے اسسٹنٹ کو کچھ ہدایت دینے لگا۔ اسسٹنٹ ایک فائل میز پر سے اٹھا کر باہر چلا گیا۔

جیکسن اوزاکا کو چند لمحے غور سے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔ ’’فی الحال پانچ افراد تمہارے چارج میں دیئے جاتے ہیں۔‘‘

’’بہت بہتر!‘‘

’’قواعد کے مطابق تم ان سے رابطہ قائم کرو گے۔‘‘

’’میں جانتا ہوں۔‘‘

’’یہ رہی فہرست! اس میں نام پتے اور فون نمبر موجود ہیں .....‘‘ اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

اوزاکا نے اسے دیکھے بغیر جیب میں رکھ لیا اور چپ چاپ کمرے سے نکل آیا۔ ان کے درمیان یہی طریقہ رائج تھا۔ غیر ضروری گفتگو نہیں ہوتی تھی۔ نہ ملتے وقت مصافحہ کیا جاتا تھا اور نہ رخصت ہوتے وقت۔ بس ایسا ہی لگتا تھا جیسے دو اجنبی سر راہ ملے ہوں ایک نے وقت پوچھا۔ دوسرے نے گھڑی دیکھ کر وقت بتایا اور اپنی اپنی راہ لگے۔ کچھ دور چلنے کے بعد وہ ایک ریستوران میں داخل ہوا اور ایک ایسی میز منتخب کی جس کے آس پاس والی میزیں خالی تھیں۔

ویٹر کو چائے کا آرڈر دے کر جیب سے وہ کاغذ نکالا۔ جو کچھ دیر پہلے جیکسن سے ملا تھا۔ تھوڑی دیر تک اسے دیکھتا رہا اور پھر تہہ کر کے جیب میں رکھ لیا۔ ان پانچوں ناموں میں سے ایک بھی تنا سا نظر نہ آیا۔

چائے پی ... ریستوران سے باہر نکلا ... ڈربی باؤز والوں کو مطلع ... تھا کہ وہ مسٹر جیکسن سے مل چکا ہے ... ان کے فون پر وہاں سے ... سے اور رابطہ قائم ... چکا ہوں۔

’’ان لوگوں کو کسی جگہ طلب کر کے خود کو ان سے متعارف کراؤ۔‘‘ دوسری طرف سے

آواز آئی۔

''بہت بہتر جناب۔''

''ان کی مدد سے اس شخص کو تلاش کرنے کی کوشش کرو جس کی وجہ سے ہماری دشواریاں پیدا ہو رہی ہیں۔''

''بہت بہتر جناب!''

اس کے اسسٹنٹ کو ہر وقت نظروں میں رکھنے کی کوشش کرو۔ اسی کے توسط [illegible] تک پہنچ سکو گے۔''

''میں سمجھ گیا۔ ایسا ہی ہوگا۔''

''تم ان لوگوں کو کہاں طلب کرو گے اور کس وقت۔''

''نیشنل پارک میں۔ پیپل کے درخت کے نیچے والی بنچ پر......! وقت پانچ بجے شام......!'' ''ٹھیک ہے۔'' دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

بات ختم ہو گئی تھی۔ لیکن اس کے ذہن کے عقبی حصے میں کوئی چیز کھٹک رہی تھی۔

گفتگو کا آخری حصہ الجھن کا باعث بنا ہوا تھا۔ ڈربی ہاؤز سے صرف احکامات [illegible] جاتے تھے۔ یہ نہیں پوچھا جاتا تھا کہ ان احکامات کی تعمیل کس طرح ہوگی......! تو کیا [illegible] وہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ میں کسی مخصوص وقت پر کہاں ہوں گا......! اوہ تو یہ بات [illegible] میں اسٹیل ملز میں ان کا تنہا کارکن باقی بچا ہوں اور ادوسوا اور پیاموکی شناخت کے بعد [illegible] پولیس کی نظروں میں آ چکی ہے۔ تو کیا وہ محض اسی بنا پر خود اسے ٹھکانے لگا دینے کے [illegible] غور کر رہے ہیں۔ اسے محتاط رہنا چاہئے۔ لیکن کس طرح؟ اسے کسی ایسی جگہ کا انتخاب [illegible] چاہئے تھا جہاں محفوظ رہ سکتا۔ لیکن بے خیالی میں نیشنل پارک کے ایک ویران حصے کا [illegible] دیا تھا۔ وہاں تو بڑی آسانی سے مار لیا جائے گا۔ وہ پانچ ہوں گے اور وہ خود تنہا۔

اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ یا تو روپوش ہو جاتا یا ڈٹ کر مقابلہ کرتا......! اسے والگو یاد آیا جسے خود اسی نے دیوانگی کا انجکشن دیا تھا اور اس [illegible] فائرنگ کی تھی جس میں دو افراد والگو کی نگرانی کرنے والوں کا تعاقب کر رہے تھے۔ دونوں افراد اتنے ہی اہم تھے کہ انہیں پولیس کی نظروں سے بچانے کے لیے خود [illegible] دیا جاتا اگر وہ دونوں نروس نہ ہو گئے ہوتے تو خود اس کا کیا حشر ہوتا۔ یقیناً وہی جو ادوسوا اور پیاموکا ہوا تھا۔ وہ اتنی صفائی سے نکل نہ آیا ہوتا۔

اوزاکا نے پھر اپنی گاڑی ایک جگہ روک دی اور پشت گاہ سے ٹک کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

کچھ دیر بعد اس نے ڈیش بورڈ کے خانے سے ایک کیمرہ نکالا اور اسے الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ یہ اس کا اپنا ذاتی اسلحہ تھا اور کسی کو بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ کیمرے کی شکل کا مشین پستول جس کا ایک بٹن دباتے ہی بٹ معہ ٹریگر باہر نکل آتا تھا اور مقابل کے سنبھلنے سے پہلے ہی فائرنگ شروع ہو جاتی تھی...... بہر حال اس نے یہی فیصلہ کیا کہ وہ حالات کا مقابلہ کرے گا۔ کیمرہ نما مشین پستول کو بائیں شانے سے لٹکا کر اس نے انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی پھر حرکت میں آ گئی۔

تھوڑی دیر بعد ایک پبلک ٹیلیفون بوتھ سے ان پانچوں سے یکے بعد دیگرے رابطہ قائم کر کے آگاہ کیا کہ انہیں ٹھیک پانچ بجے کہاں پہنچنا ہے۔

ابھی چار ہی بجے تھے لیکن وہ نیشنل پارک کی طرف روانہ ہو گیا۔ قبل از وقت اپنے بچاؤ کے راستے بھی تو متعین کرنے تھے۔ ویسے یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ سرے ہی سے وہم میں مبتلا ہو گیا ہو۔ بہر حال ہر صورت میں محتاط رہنا چاہئے۔

اتفاق سے وہ بنچ اسے خالی مل گئی جس کی نشاندہی ان پانچوں سے کر چکا تھا لہٰذا اس نے سوچا کہ اس پر فی الفور قبضہ کر لینا چاہئے تاکہ کوئی ادھر نہ آئے۔ پتھر کی بنچ تھی اور اس کے عقب میں مالتی کی گنجان جھاڑیاں تھیں۔ اس بنچ پر عموماً کوئی نیند کا مارا ہی قبضہ کرتا [illegible]......! دوپہر کو تو اس کا خالی ملنا محال ہی ہوتا تھا۔

ابھی کمر سیدھی کرنے کو لیٹ ہی گیا۔ گاڑی پارک کے باہر کھڑی کی تھی۔ بار بار گھڑی پر نظر ڈالتا تھا۔ پونے پانچ بجے یک بیک اٹھ بیٹھا اور تیزی سے مالتی کی جھاڑیوں کی طرف مڑا......! ادھر بھی احتیاطاً دیکھ ہی لینا چاہئے اس نے سوچا اور اسکے قدم اسی جانب اٹھ گئے۔

بڑی آہستگی سے وہ جھاڑیوں کے اندر گھسا تھا اور دائیں بائیں نظر ڈال ہی رہا تھا کہ کسی نے عقب سے گردن پر ضرب لگائی اور وہ کسی تناور درخت کی طرح ڈھتا چلا گیا۔

پتا نہیں کتنی دیر بعد ہوش آیا تھا...... سب سے پہلے گردن کے درد نے شعور کو
جھنجھوڑا تھا۔ اسکے ساتھ ہی بیہوش ہو جانے سے قبل کی پچویشن یاد آئی تھی۔ وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا
کھلے آسمان کے نیچے نہیں تھا بلکہ اس کے سر پر ایک طویل وعریض چھت تھی۔ اس
متعدد جگہوں سے ہلکی سبز رنگ کی تیز روشنی پھوٹ رہی تھی۔ ایسی صورت میں اسے فوراً
مشین پستول کیوں نہ یاد آتا۔ لیکن وہ اب اس کے پاس نہیں تھا۔

موت سے نہیں ڈرتا تھا۔ لیکن اس پر افسوس تھا کہ اپنوں ہی کے ہاتھوں مارا جائے

دفعتاً عجیب سی آواز سناٹے میں گونجی اور کوئی کہنے لگا۔ ''تم نے بہت ہوشیار بننے کی
کوشش کی تھی اوزاکا...... اب اپنا اعمال نامہ سنو! اسکے بعد خود ہی اپنے لیے سزا بھی تجویز کر

اوزاکا آواز کی سمت گھوما لیکن اس طویل وعریض ہال میں کوئی بھی نہ دکھائی دیا
نے سختی سے ہونٹ بھینچ لیے سراسیمگی کے اظہار سے بچنا چاہتا تھا۔ اس کی دانست میں موت
نہیں ٹل سکتی تھی۔ لہٰذا بے بسی کا اظہار کیوں ہونے دیا جائے۔ بدستور سینہ تانے کھڑا
آواز پھر آئی۔ ''تم نے والگو کو انجکشن دیا تھا لیکن اس کی جیب سے وہ شناختی کارڈ نہیں نکالا
جس پر اس کے لیے کچھ ہدایات درج تھیں۔ تمہاری اس غفلت کی بنا پر وہ پولیس کے
لگ گیا۔ کیا تمہیں اس سے انکار ہے۔''

''نہیں۔'' اوزاکا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہوں۔''

''اب ایک جوابدہی کے لیے تیار ہو جاؤ۔'' آواز آئی۔

اوزاکا کچھ نہ بولا۔ آواز پھر آئی۔ ''جبار نے مطلع کیا تھا کہ وہ فیمی کی نگرانی کے لیے
اسپتال گیا تھا۔ لیکن تم اچھی طرح جانتے ہو کہ یہ جھوٹ ہے۔''

''مجھے اس سے کیا سروکار۔'' اوزاکا نے سخت لہجے میں کہا۔

''تم جبار کو بیہوشی کی حالت میں ایک جگہ چھوڑ گئے تھے۔ وہ پاگل کیسے ہو گیا اوزاکا''

''یہ بھی الزام ہے۔ میں اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔''

''اوزاکا!'' اس بار کی دہاڑ سے اوزاکا بھی تھرا گیا۔

پھر وہ نکل بھاگنے کے کسی راستے کی تلاش میں ادھر ادھر نظریں دوڑانے لگا تھا۔
اس ہال میں کئی دروازے تھے لیکن ایک بھی کھلا ہوا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ ہو سکتا ہے
سبھی مقفل ہوں۔ اس نے سوچا۔

آواز پھر آئی ''کیا یہ غلط ہے کہ تم نے جبار کے سینے پر پستول رکھ کر اس سے وہ کال
کرائی تھی۔''

''تم...... میں...... ایسا...... کک...... کیوں...... کرتا......!'' اوزاکا ہکلانے لگا۔

''فیمی کو بچانے کے لیے...... پھر تم نے پولیس کو فون پر مطلع کیا۔''

''الزام...... الزام......!'' وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر چیخا۔

''خاموش! پوری بات سنو......! تمہارے مشورے پر پولیس نے فیمی کے پاگل ہو
جانے کی داستان گڑھی ہے وہ جہاں بھی ہے پوری طرح صحت مند ہے۔''

اوزاکا کھڑا ہانپتا رہا۔

''تم نے پولیس کو اور کیا بتایا ہے۔'' آواز آئی۔

''کچھ بھی نہیں!'' اوزاکا بے ساختہ بولا۔ اس نے کاندھے ڈال دیئے تھے۔

''ذہن پر زور دے کر یاد کرو......!'' اس بار نرم لہجے میں پوچھا گیا۔

''ہیروشیما کے شہیدوں کی قسم میں نے تنظیم کے بارے میں اسے کچھ بھی نہیں بتایا۔
میں فیمی کو پاگل ہونے سے بچانا چاہتا تھا۔''

''کس سے بات کی تھی؟''

''کرنل فریدی سے۔ محض فیمی کی حد تک...... گمنام کال تھی...... میں نے اسے نہیں بتایا
کہ میں کون ہوں اور نہ یہی بتایا کہ ڈربی ہاؤز ہمارے رابطے کی جگہ ہے۔ ہیروشیما کے
شہیدوں کی قسم اس میں ذرہ برابر بھی جھوٹ نہیں ہے۔''

''لیکن اب فیمی تمہیں کیسے مل سکے گی۔''

''میں نہیں۔ میں نہیں جانتا۔''

''وہ تمہیں مل سکتی ہے......!''

''کس طرح۔'' اوزاکا نے بیتابی سے پوچھا۔

''کرنل فریدی سے مل بیٹھنے کی کوشش کرو اور ہم سے بھی رابطہ رکھو...... پھر جب ہم
کہیں اس کی رہنمائی ڈربی ہاؤز کی طرف کر دو۔''

''میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا۔''

''وہ روپوش ہو گیا ہے۔ ہم اس کا سراغ کھو بیٹھے ہیں...... یہ خطرناک صورتحال ہے جس کے خلاف بھی وہ اس طریق کار کو اختیار کرتا ہے وہ فنا ہو جاتا ہے۔ یہی اس کی روایت رہی ہے۔''

''اب میں سمجھ گیا۔''

''وہ تمہاری دوسری کال کا منتظر ہوگا۔''

اوزاکا کچھ نہ بولا۔

''کیا سوچنے لگے۔'' آواز آئی۔

''میں بھی یہی سوچ رہا ہوں وہ دوسری کال کا منتظر ہوگا۔''

''بس تو پھر اس سے فائدہ اٹھاؤ فیمی بھی واپس مل جائے گی اور ہمارا کام بھی بن جائے گا۔ اسے کئی طرف سے گھیرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ لیکن وہ بیحد چالاک ہے۔ صرف ہی ایک ایسا کارڈ ہو جس سے بازی جیتی جا سکتی ہے۔''

اوزاکا طویل سانس لے کر رہ گیا۔

''ہم جانتے ہیں کہ ہمارا کوئی آدمی بھی تنظیم کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ تم صرف دل کے ہاتھوں مجبور ہو گئے تھے۔ فیمی کی حد سے آگے نہیں بڑھے۔ ہر چند کہ تنظیم انتقامی جذبے کے علاوہ اور کسی جذبے پر یقین نہیں رکھتی لیکن تمہارے معاملے میں یہ رعایت دی جا سکتی ہے۔''

''جبار کے سلسلے میں جو کچھ بھی میں نے کیا ہے اس پر نادم ہوں۔'' اوزاکا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''اوہ...... اسے بھول جاؤ۔ تنظیم سے تعلق رکھنے والے سارے مقامی آدمی حصول زر کے لیے ہمارے ساتھ ہوئے ہیں انہیں ہمارے کاز سے کوئی دلچسپی نہیں اور جبار اول درجے کا احمق تھا۔ یہ سارا کھیل اسی کی بیوقوفیوں کی بنا پر بگڑا ہے۔ جو کام اس نے لوگوں سے لیا تھا۔ مقامی آدمیوں سے لینا چاہئے تھا۔''

''آپ بہتر سمجھ سکتے ہیں۔''

''اب فریدی پر ہاتھ ڈال دینا تمہارا مشن ہونا چاہئے۔''

''میں بالکل تیار ہوں۔ مجھ سے جو غلطی سرزد ہوئی اس کا مداوا اپنی جان دے کر کرنا چاہتا ہوں۔''

''تم زندہ رہو گے اور اب جبار کا چارج تمہیں دیا جا رہا ہے۔''

''بہت بہت شکریہ! لیکن میں اس قابل نہیں ہوں......!''

''نہیں تم قابل قدر ہو۔ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر بھی تم اپنی حد سے آگے نہیں بڑھے...!''

اوزاکا تھوک نگل کر رہ گیا...... پھر آواز نہیں آئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اسے اپنا سر چکراتا سا محسوس ہوا۔ کسی قسم کی بو بھی چاروں طرف پھیل رہی تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ جس طرح یہاں گیا تھا۔ اسی طرح واپس بھی جائے گا۔ وہ فرش پر بیٹھ گیا۔ آنکھوں تلے اندھیرا گہرا ہوتا جا تھا اور پھر وہ ہر قسم کے احساس سے بیگانہ ہو گیا۔

⊛

چاروں طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ اس نے ایک بار پھر اپنی آنکھیں ملیں اور تاریکی گھورنے لگا۔ شاید وہ ایک بار پھر بیہوش ہو گیا تھا۔ ہاں یقیناً یہی بات تھی۔ وہ سوچنے لگا۔ نو کے اختتام پر اس نے کسی قسم کی بو محسوس کی تھی اور اس کا سر چکرانے لگا تھا۔ غالباً کسی لی بو تھی۔ لیکن اب وہ کہاں ہے؟ اس نے ادھر ادھر ہاتھ چلائے اور سیدھا ہو بیٹھا......! نی گاڑی تھی۔ کیا اس کی اپنی گاڑی؟ ٹٹول کر ڈیش بورڈ کو ہاتھ لگایا۔ کنجی اگنیشن میں تھی۔ دروازہ کھول کر پچھلی سیٹ سے نیچے اترا......! ڈیش بورڈ کے ایک خانے میں ہاتھ ل گیا۔ ٹارچ موجود تھی۔ پھر بھی مزید اطمینان کے لیے اس نے ٹارچ روشن کی۔ یہ اس کی ٹارچ تھی۔ پھر ٹارچ کی روشنی کا دائرہ گاڑی کے آس پاس گھومتا رہا۔ اس نے اپنی گاڑی ہوٹل کے پارکنگ پلاٹ پر کھڑی کی تھی۔ لیکن یہ وہ جگہ نہیں تھی۔ کچھ دیر وہیں کھڑا روشنی ڈالتا رہا پھر اگلی سیٹ پر بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کرنے لگا۔ پختہ سڑک تھوڑے فاصلے پر نظر آئی تھی لیکن یہ کوئی ویرانہ ہی تھا۔

گاڑی سڑک کے قریب پہنچی ہی تھی کہ عقب سے آواز آئی۔ ''بائیں جانب موڑ کر چلتے رہیں...... کوئی حماقت نہ کرنا۔ میں نے تمہیں کور کر رکھا ہے...... کھوپڑی میں سوراخ ہو جائے گا۔''

بولنے والا پچھلی سیٹ پر تھا۔ ایک بار پھر اوزاکا کے جسم سے پسینہ پھوٹنے لگا۔ اور اس نے چپ چاپ تعمیل کی۔ گاڑی بائیں جانب مڑی تھی۔

”کم از کم چالیس کی رفتار سے چلو۔“ عقب سے آواز آئی اور اس نے ایکسیلریٹر پر دباؤ ڈالا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آخر یہ کون ہے اور کہاں سے ٹپک پڑا اس وقت تو نہیں تھا [illegible] سے پچھلی سیٹ پر ہوش آیا تھا۔

”تم کون ہو بھائی!“ اس نے تھوڑی دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”ایک [illegible] معمے کو حل کرنا چاہتا ہوں...!“

”کس معمے...؟“

”[illegible] جو [illegible] کی طرف سے [illegible] رہا ہے۔“

”میں نہیں سمجھا تم کیا کہہ رہے ہو۔“

”بڑی عجیب بات ہے کہ تم مجھ سے پوچھ رہے ہو جبکہ اس معمے کا ایک حصہ تم ہو۔ [illegible] تم ساڑھے چار بجے نیشنل پارک کی پیپل والی بنچ پر نہیں لیٹے ہوئے تھے۔“

”یقیناً لیٹا ہوا تھا۔ تو پھر...“

”پھر [illegible] تم [illegible] ذرا دیر کو مالتی کی جھاڑیوں میں گئے تھے... پھر میں نے [illegible] دو آدمی تمہیں ایک اسٹریچر پر اٹھائے ہوئے جھاڑیوں سے برآمد ہوئے۔ لباس سے ہسپتال کے ملازم معلوم ہوتے تھے۔ ایک ایمبولنس گاڑی میں وہ اسٹریچر رکھ دیا گیا۔ تم بے حس و حرکت پڑے ہوئے تھے۔ پھر ایمبولنس قریباً پانچ میل کا فاصلہ طے کر کے ایک [illegible] میں داخل ہوئی۔ پھر تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا کہ تمہاری گاڑی بھی وہیں پہنچا دی گئی۔“

”عجیب کہانی ہے۔“ اوزاکا تھوک نگل کر بولا۔

”غالباً دو گھنٹے بعد تم پھر بیہوشی کی حالت میں باہر لائے گئے اور تمہیں تمہاری گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ڈال دیا گیا۔ پھر انہی میں سے ایک آدمی نے تمہاری گاڑی ڈرائیو کی۔ پھر ایک تاریک گلی میں پارک کر کے خود بھی تاریکی میں غائب ہو گیا۔ کنجی اس نے [illegible] ہی میں لگی رہنے دی۔ اس کے بعد میرا کام شروع ہوا۔ میں تمہاری گاڑی یہاں [illegible] لے آیا۔“

نمبر 41

”آخر تم نے کیوں زحمت کی۔“ اوزاکا نے سوال کیا۔

”یہ معمہ حل کرنے کے لیے۔“

”تمہیں اس سے کیا سروکار۔“

”معمے حل کرنے کا شائق ہوں۔“

”لیکن میں ضروری نہیں سمجھتا کہ تمہیں بھی کچھ بتایا جائے۔“

”میں نے تمہیں پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا کہ میرے ہاتھ میں پستول ہے۔“

”دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑانا کہاں کا انصاف ہے۔“

”میں نے اس وقت بہت محنت کی ہے۔ جس کا ثمرہ یہی ہونا چاہئے کہ معمہ حل ہو جائے۔“

”یہ محض مذاق تھا۔ بس یہ سمجھ لو کہ ایک ڈرامے کی ریہرسل تھی۔“

”تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ تم بیہوش نہیں تھے۔“

”ہرگز نہیں!“ اوزاکا نروس سی ہنسی کے ساتھ بولا۔

”تم غلط بیانی سے کام لے رہے ہو۔ تمہاری آواز سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ بلک گیس کے زیر اثر رہ چکے ہو۔“

”اوزاکا نے طویل سانس لی اور پُر معنی انداز میں سر ہلا کر رہ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ تنظیم ہی کا کوئی آدمی ہے اور اس کا مزید امتحان مقصود ہے۔“

”نہ اس سے کسی کو کوئی نقصان پہنچا ہے اور نہ ہم قانون شکنی کے مرتکب ہوئے پھر کسی کو کیا۔“ اوزاکا تھوڑی دیر بعد بولا۔

”تو وہ لوگ تمہارے دوست تھے۔“ عقب سے آواز آئی۔

”یقیناً۔ اس میں کیا شک ہے۔“

”اگر وہ تمہارے دوست ہوتے تو تمہیں ایسی جگہ بحالت بے ہوشی نہ چھوڑ جاتے جہاں بائے صرف دس روپوں کے لیے قتل ہو جاتے ہیں۔“

”ہو سکتا ہے کہ انہوں نے نادانستگی میں ایسا کیا ہو۔“

”تم اچھی طرح جانتے ہو کہ یہ جھوٹ ہے۔“

”ختم کرو یہ قصہ!“ اوزاکا زبردستی ہنس کر بولا۔ ”اپنی اس نگہداشت کے صلے میں تمہیں

ایک بوتل کی قیمت دے سکتا ہوں۔کون سی پیتے ہو۔''

''بلیک ڈنکی۔''

''یہ کیا چیز ہوئی۔''

''وہائٹ ہارس کے ٹکر کی ہوتی ہے۔''

''مسخرے بھی ہو!'' اوزاکا ہنس کر بولا۔

''بہت زیادہ۔تمہارا جی خوش کرنے ہی کے لیے تو تمہیں اپنے ساتھ لے جار

''یہ مذاق ختم کرو!'' اوزاکا نے تلخی سے کہا۔''میں غدار نہیں ہوں۔اسے ثابت کر

''تم سے ایسی ہی امید تھی۔''

''تو پھر بس اب میرا پیچھا چھوڑ دو۔''

''نہیں دوست ابھی بعض نکتوں کی وضاحت کرنا باقی ہے۔''

''تو کرو۔میں نے منع نہیں کیا۔''

''کہیں اطمینان سے بیٹھ کر۔''

''جو دل چاہے کرو۔'' اوزاکا بیزاری سے بولا۔اسے یقین آ گیا تھا کہ وہ
کوئی فرد ہے۔نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے اسٹیئرنگ کرتا رہا۔پولیس کو اس
از امکان قرار دیا تھا کیونکہ اسے یقین تھا کہ اس کا تعاقب نہیں کیا گیا تھا۔اس سل
نے ہر طرح سے اپنا اطمینان کر لیا تھا۔

کچھ دیر بعد عقب سے آئی۔''آگے دائیں جانب جو کچا راستہ ہے اس پر گاڑی
اوزاکا کچھ نہ بولا۔لیکن اس نے وہی کیا تھا جو اس سے کہا گیا تھا۔کچے را
ہچکولے لینے لگی اور اوزاکا نے جھنجھلا کر کہا۔''لیکن کوئی ٹائر فلیٹ نہ ہو جائے۔''

''بے فکر رہو میں اسپیئر وہیل لگانے میں تمہاری مدد کروں گا۔''

اوزاکا نے دل ہی دل میں اسے ایک گندی سی گالی دی اور اسٹیئرنگ کرتا رہا
کچے راستے کی دونوں جانب اونچی اونچی جھاڑیاں بھی تھیں۔اس لیے وہ
ہی دور تک دیکھ سکتا تھا۔یہ کچا راستہ نہ جانے کہاں جاتا تھا۔ایک بار پھر تنظیم
کے دل میں غبار اٹھنے لگا۔کسی طرح مطمئن ہی نہیں ہوتے مردود اور اس نے

انہ بہرانے کی ذمہ داری پورے ملک پر نہیں تھی۔وہ صرف چند افراد تھے۔ساری دنیا کے
ادامن پسند ہیں۔جب تک بہکائے نہیں جاتے فرشتوں کی سی زندگی بسر کرتے ہیں اور
نہیں بہکانے کی ذمہ داری صرف چند افراد پر ہوتی ہے۔وہ بڑی عقیدت سے ان دانشوروں
کا اگلا ہوا زہر اپنی روح کی گہرائیوں میں اتار لیتے ہیں۔

''تم خاموش کیوں ہو گئے۔'' عقب سے آواز آئی۔''کوئی غلط بات تو نہیں سوچ رہے۔''

''نن......نہیں۔'' وہ بوکھلا کر بولا۔''غغ......! غلط بات کیوں سوچوں گا۔''

''میں نے کہا شاید کچھ کر گزرنے کے امکانات پر غور کر رہے ہو۔''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔''

''بس ذرا دور اور......پھر ہم اطمینان سے بیٹھ کر گفتگو کر سکیں گے۔''

''ضرور۔ضرور۔''

ایک جگہ پچھلی سیٹ والے نامعلوم آدمی نے گاڑی روکنے کو کہا اور بولا۔''تاروں کی
چھاؤں میں تم مجھے صاف دکھائی دے رہے ہو اس کا خیال رکھنا......اب اترو گاڑی سے۔''

اوزاکا سوچ رہا تھا کاش ان مردودوں نے اس کا کیمرہ نما مشین پستول بھی واپس کر دیا ہوتا۔

''تم مطمئن رہو۔میں چپ چاپ چلوں گا۔ اوزاکا نے گاڑی سے اترتے ہوئے کہا اور
وہ اسے اپنے قریب ہی کھڑا نظر آیا۔ریوالور کی نال اس کی کمر سے چبھ رہی تھی۔

وہ اسے ایک جانب لے چلا۔جلدی ہی وہ کچی مٹی کی دیواروں اور پھوس کی چھت
والے ایک چھوٹے سے مکان میں پہنچ گئے تھے۔گمنام اجنبی نے ٹارچ روشن کر رکھی تھی۔

اوزاکا نے کنکھیوں سے ریوالور والے ہاتھ کی طرف دیکھا ہی تھا کہ اجنبی نے کہا۔
''پھر تم نے مجھ پر حملہ کر بیٹھنے کے امکان پر سوچنا شروع کر دیا ہے......!''

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔''

''اچھا تو پھر وہ لالٹین جلا دو۔ ماچس قریب ہی رکھی ہوئی ہے۔''

اوزاکا نے سوچا ٹھیک ہے۔یہی لالٹین تمہارے منہ پر کھینچ ماری جائے گی۔

وہ جھک کر لالٹین جلانے لگا۔لیکن اس سے بے خبر تھا کہ اجنبی اس کے سر پر پہنچ گیا ہے
پستول کی نال بھی اس کی گدی سے جا لگی اور وہ چونک پڑا۔

"میں تمہارے خیالات صاف پڑھ رہا ہوں۔ لالٹین جلا کر چپ چاپ پیچھے ہٹ" اجنبی بولا اور اوزاکا طویل سانس لے کر رہ گیا۔ پھر مڑتے ہی اس طرح بوکھلا کر پیچھ جیسے موت کا فرشتہ نظر آ گیا ہو۔

"بیٹھ جاؤ......!" اجنبی نے پیال کے بستر کی طرف اشارہ کیا۔

"کک......کرنل......!"

"شکر ہے کہ تم مجھے پہچانتے بھی ہو۔"

"لل......لیکن......!"

"بیٹھ جاؤ۔ اطمینان سے باتیں ہوں گی۔" فریدی نے کہا۔ "تمہیں اس پر حی ہونی چاہئے۔ میرے آلات سراغرسی عام آلات سے مختلف ہیں۔"

"مم......میں نہیں سمجھا۔"

"تمہیں اسی پر تو حیرت ہوگی کہ میں یک بیک تم تک کیسے پہنچ گیا۔"

"یقیناً میں دن بھر مطمئن رہا تھا کہ کوئی میرا تعاقب نہیں کر رہا۔"

"ایسا بھی ہوتا ہے۔ تم اس وقت سے میری نظروں میں رہے ہو جب مسٹر جا ساتھ فیمی سمیت پولیس ہسپتال پہنچے تھے...... تم ان کے ساتھ اندر نہیں گئے تھے گاڑی بیٹھے رہے تھے......!"

"لیکن...... میں ایسی جگہ رہتا ہوں جہاں پہنچنے کے لیے ویرانے سے گزرنا پڑتا وہاں تعاقب کرنے والوں کا پتا لگا لینا مشکل نہیں ہے۔"

"اوہ۔ تو کیا تم سمجھتے ہو کہ میں کل بھی تمہارے پیچھے پھرتا رہا ہوں......!"

وہ کچھ بولا۔ فریدی نے کہا۔ "جبار کی دیوانگی کی اطلاع ملنے کے بعد میں نے طرف خصوصی توجہ دی تھی اور اب یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ فیمی کے سلسلے میں تدبیر اختیار کرنے کا مشورہ تمہی نے فون پر دیا تھا۔ وہ محفوظ ہے۔"

"لل......لیکن کیوں؟" اوزاکا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "آخر وہ کیا جانتی پوشیدہ رکھنے کے لیے وہ اس کی زندگی ختم کر دینا چاہتے تھے۔"

"سوال میں تم سے کروں گا؟"

"میں صرف اس کا تحفظ چاہتا تھا کرنل۔ اب تم مجھے مار ڈالو۔"

"تمہیں مار ڈالنے کے لیے میں نے اتنی محنت نہیں کی۔"

"ہاں تم مجھ سے اس تنظیم کے بارے میں معلوم کرنا چاہو گے۔"

"ظاہر ہے۔"

"ہم اس پر موت کو ترجیح دیتے ہیں۔"

"اور اگر میں ہی تمہاری تنظیم کے بارے میں بتانا شروع کر دوں تو۔"

وہ کچھ نہ بولا۔ البتہ سوالیہ نظروں سے فریدی کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

"میں تمہیں بتاؤں کہ تم لوگ بُری طرح بیوقوف بنائے جا رہے ہو۔"

"کیا مطلب۔"

"تم انہی لوگوں کے لیے کام کر رہے ہو جنہوں نے ہیروشیما کو تباہ کیا تھا۔"

"ناممکن۔" غیر ارادی طور پر اوزاکا کی زبان سے نکل گیا۔

"فیمی تنظیم کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی۔ اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ اس کے بھائی کسی تنظیم کے رکن بھی تھے۔"

"پھر اسے مار ڈالنے کی کوشش کیوں کی گئی تھی۔ اگر تمہارا اسسٹنٹ بروقت نہ پہنچ گیا ہوتا تو جبار اسے وہ انجکشن ضرور دے دیتا جو موت سے پہلے ذہن پر دیوانگی طاری کرتا ہے۔"

اوزاکا نے کسی قدر غلط بیانی کی۔ وہ فریدی کو نہیں بتانا چاہتا تھا کہ اس نے انجکشن کا سامان پہلے ہی جبار کی جیب سے اڑا لیا تھا۔

فریدی نے اسٹار کا تازہ شمارہ اسکے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ "ذرا اس تصویر کو دیکھو......!"

"میں دیکھ چکا ہوں۔"

"اور شاید یہ بھی جانتے ہو کہ یہ فیمی کے فلیٹ میں دیکھا گیا تھا۔"

"نہیں۔" اوزاکا کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یہ حقیقت ہے!" اور فیمی محض اس لیے مار ڈالی جاتی کہ اس نے اسے قریب سے دیکھا تھا اور اس کے بارے میں وہ بات بتا سکتی تھی جو دور سے دیکھنے والے نہ بتا سکتے۔"

"میں بالکل نہیں سمجھا کرنل۔ میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ یہ ہے کون۔"

''ایک ایسے مجرم کا ہمشکل جو میری موجودگی ہی میں اپنے انجام کو پہنچا تھا۔ یعنی مر گیا تھا
''اس کا فیمی سے کیا تعلق۔''
''اس کے بھائیوں کا دوست ہے۔ اوسوا اور پتا مو نے اس کا تعارف فیمی سے ای کرایا تھا۔''
''میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔''
''اور اسی سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ تم لوگ بیوقوف بنائے جا رہے ہو۔ لیکن ابھی اسکی وضاحت نہیں کروں گا۔ ہوسکتا ہے میں نے کوئی نتیجہ اخذ کرنے میں جلدی کی ہو۔''
''لیکن تم نے ہیروشیما کا نام لیا تھا۔ میں یقین نہیں کرسکتا کہ اوسویا پتا مو نے فیمی کو اس کے بارے میں کچھ بتایا ہو۔''
''میں تم سے متفق ہوں۔ فیمی کو ان معاملات کا علم نہیں لیکن تم یہ کیوں بھول جاتے کہ پتا مو کئی گھنٹے ہسپتال میں بیہوش پڑا رہا تھا اور کبھی کبھی بحالت بیہوشی چیخنے بھی لگتا تھا۔''
''بہتیری بے ربط باتیں اس کی زبان سے نکلی تھیں۔ جنھیں میں نے اپنے طور پر ترتیب دے کر کچھ نتائج اخذ کئے تھے۔ میں تمہارے ملک کے ان دہشت پسندوں کے بارے میں خاصی معلومات رکھتا ہوں جو ہیروشیما کی تباہی کا انتقام لینا چاہتے ہیں۔ لیکن میں تمہیں آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ تم لوگ بیوقوف بن رہے ہو۔''
''کس طرح یہ بھی تو بتاؤ۔''
''بہت جلدی بتا دوں گا...... تھوڑے سے شواہد اور اکٹھا کرلوں۔ ویسے اس کے بارے میں میرا نظریہ غلط نہیں ہوسکتا۔''
''تم تو اس طرح کہہ رہے ہو جیسے فی الحال مجھے بخش دو گے۔ گرفتار نہیں کرو گے۔''
''ہاں میں تمہیں گرفتار نہیں کروں گا۔''
''مجھے حیرت ہے۔''
''کیا تم مجھے یہ بھی نہیں بتاؤ گے کہ اس عمارت میں اسی طرح کیوں لے جائے گئے تھے''
اوزاکا سوچ میں پڑ گیا۔ اگر وہ اس عمارت میں لے جانے کے اصل مقصد سے فریدی کو آگاہ کر دے تو کیا نتیجہ نکلے گا۔ کیا اس طرح وہ اس کا مزید اعتماد حاصل نہ کر سکے گا۔

اس کے بعد اسے موقعے کا منتظر رہنا چاہیے۔
اس نے طویل سانس لے کر کہا۔ ''فیمی کے سلسلے میں تم نے مجھ پر جو احسان کیا ہے اس کا تقاضا یہی ہے کہ میں تمہاری یہ خواہش پوری کر دوں۔''
پھر اس نے پوری روداد من وعن دہرا دی تھی۔
''خوب۔ تو یہ قصہ ہے۔'' فریدی نے پُر تفکر انداز میں کہا۔
''تمہیں بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے فی الحال تنظیم اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ کسی نہ کسی طرح تم پر قابو پایا جائے۔''
''جیرالڈ شاستری کا ہم شکل بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔'' فریدی سر ہلا کر بولا۔
''اس کے بارے میں۔ میں کچھ بھی نہیں جانتا۔''
''جوڈیتھ گراہم نامی کسی لڑکی کے بارے میں کیا جانتے ہو۔''
''میرے لیے بالکل نیا نام ہے۔''
''تم آئندہ بھی مجھ سے فون پر رابطہ رکھ سکو گے۔''
''میں اپنی صحیح پوزیشن کا اندازہ نہیں لگا پا رہا۔''
''اور میں سوچ رہا ہوں کہ تم کس حد تک میرا ساتھ دے سکو گے۔''
''اس کا فیصلہ میں اسی وقت کروں گا جب تم یہ ثابت کر دو گے کہ ہم لوگ بیوقوف جا رہے ہیں۔''
''بہت جلد ثابت کر دوں گا۔''
اوزاکا خاموش ہی رہا۔ فریدی نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ ''تمہارا نام غالباً اوزاکا ہے اور ٹیل ملز میں تنہا رہ گئے ہو۔ یعنی اب تمہارے ملک کا کوئی اور آدمی وہاں نہیں ہے۔''
''یہ غلط نہیں ہے۔''
''کیا میں فیمی کو بتا دوں کہ محض تمہاری وجہ سے اس کی جان بچ گئی۔''
''تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔ کیا اس نے میرا ذکر نہیں کیا۔''
''نہیں۔ شاید سوچتی ہو کہ کہیں میں تمہیں گرفتار نہ کرلوں۔''
اوزاکا کچھ کہنے والا تھا کہ اس نے کسی کتے کی غراہٹ سنی۔ پھر ایسا لگا جیسے بیک وقت

کئی کتے کسی پر حملہ آور ہوئے ہوں۔ ٹھیک اسی وقت فریدی کے ریوالور سے ایک فا
لالٹین کا شیشہ چور چور ہو گیا...... اندھیرا ہوتے ہی اوزاکا نے زمین پر لوٹ لگائی تھی
دیوار سے جالگا تھا۔ باہر سے فائروں کی پے در پے کئی آوازیں آئی تھیں۔ کتوں کا شور
جاری تھا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ایک دوسرے کو بھنبھوڑے ڈال رہے
ایک بار پھر اوزاکا کے ذہن پر جھنجھلاہٹ طاری ہوگئی۔ مردودوں نے بالکل نہتا کر دیا
اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ لیکن یہ ہوا کیا؟ کیا ہو رہا ہے؟
کی گاڑی کا تعاقب کرتے ہوئے وہاں پہنچے تھے؟ لیکن اس کی کیا ضرورت تھی کہ یہ
دوڑے آتے۔ فریدی کو گھیرنا تھا تو وہیں گھیر سکتے تھے جہاں اسے گاڑی میں ہوش
کتوں کا شور بدستور جاری تھا۔ لیکن اب فائر نہیں ہو رہے تھے۔ پھر آہستہ آہستہ
آوازیں بھی دور ہوتی چلی گئیں۔ اوزاکا جہاں تھا وہیں دم سادھے پڑا رہا اور اب پھر
کا سا سناٹا فضا پر طاری ہو گیا تھا۔

مزید کئی منٹ اسی عالم میں گزر گئے۔ پھر اس نے لیٹے ہی لیٹے دروازے کی
کھسکنا شروع کیا...... باہر بھی سناٹا تھا......! کچھ دیر اندھیرے میں آنکھیں پھاڑنے
کے بعد وہ اس سمت چل پڑا جدھر اپنی گاڑی چھوڑ آیا تھا۔

گاڑی من وعن اسی حالت میں ملی جس میں چھوڑی گئی تھی۔ اگنیشن کو ہاتھ
بھی موجود تھی۔ کانپتے ہوئے ہاتھ سے انجن اسٹارٹ کیا۔ اتنی دیوانہ وار ڈرائیونگ
پہلے کبھی نہیں کی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے ملک الموت اس کے تعاقب میں ہو۔

٭

ٹیلیفون کی گھنٹی کی آواز بڑی کریہہ لگ رہی تھی۔ کیونکہ اس سے اس کی نیند میں
تھا۔ آنکھیں کھولے بغیر کانوں میں انگلیاں ٹھونس لینے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن اس
فرق پڑتا۔ گھنٹی تو بجتی رہی...... اس نامعقول آواز سے تو اسی صورت میں پیچھا چھوٹ
کہ وہ اٹھ کر ریڈل سے ریسیور اٹھا لیتا۔

بالآخر اٹھنا پڑا۔ ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں دہاڑا۔ ''ہالو......!''

''کون صاحب ہیں!'' دوسری طرف سے سہمی ہوئی سی آواز آئی۔

''ساجد حمید۔''

''اوہ...... کیپٹن میں الطاف نگر کا ایس آئی بول رہا ہوں۔''

''فرمایئے۔''

''یہاں جنگل میں چھ لاشیں ملی ہیں...... ان میں ایک کتا بھی ہے۔''

''خوب!'' حمید سانس لے کر بولا۔ ''ایک کتے کی لاش ہے اور بقیہ پانچ۔''

''جی نہیں کتا الگ سے ہے۔''

''آپ کچھ گھبرائے ہوئے سے لگ رہے ہیں۔''

''اوہ جناب......! چھ آدمیوں کی لاشیں اور ایک مردہ کتا۔''

''خدا کی پناہ۔ آپ اس وقت جنگل میں کیا کر رہے تھے صبح کے چھ بجے ہیں۔''

''واقعی شاید میں بہت گھبرایا ہوا ہوں۔'' دوسری طرف سے نروس سی ہنسی سنائی دی۔

''لہٰذا پہلے خود کو اچھی طرح سنبھال لیجئے۔''

''دراصل جنگل میں رات کو فائروں کی آوازیں سنی گئی تھیں اور صبح کسی نے فون پر اطلاع دی کہ جنگل میں لاشیں......!''

''آپ نے خود دیکھی ہیں۔'' حمید اس کی بات کاٹ کر بولا۔

''جی ہاں۔ اطلاع ملنے پر ہم گئے تھے۔ دراصل گمنام کال تھی۔ لیکن اس آدمی نے خصوصیت سے کہا تھا کہ آپ کو اطلاع دے دی جائے۔''

''اپنا نام نہیں بتایا تھا۔''

''جی نہیں اور ان میں ایک انگریز کی لاش بھی ہے۔''

''اور دوسرے؟''

''وہ مقامی ہی معلوم ہوتے ہیں۔''

''اچھی بات ہے۔ میں پہنچ رہا ہوں۔''

ریسیور کریڈل پر رکھتے ہوئے حمید نے سوچا شاید کھیل شروع ہو گیا ہے۔ لیکن الطاف نگر کے ایس۔ آئی کے توسط سے پیغام بھجواتا کیا معنی رکھتا ہے۔

بڑی پھرتی سے اس نے روانگی کے لیے تیار ہونا شروع کیا تھا۔ کچن سے کافی تھرماس اور کچھ سلائس لیے اور آرنڈ کار میں آ بیٹھا۔ اس طرح ناشتہ اور ڈرائیونگ آپس میں گڈمڈ ہو کر رہ گئے۔

ایس آئی تھانے میں اس کا منتظر تھا۔ وہاں سے وہ جنگل کی طرف روانہ ہوئے۔ ایس آئی کے بیان کے مطابق لاشوں کی نگرانی کے لیے کچھ کانسٹیبل جنگل میں پہلے سے موجود تھے۔ یہ مسافت بھی جلد ہی طے ہو گئی۔ ایس آئی نے کہا۔ ''لاشوں کو ان کی جگہوں سے نہیں ہٹایا گیا۔'' حمید نے چھ لاشیں یکے بعد دیگرے مختلف مقامات پر دیکھیں۔ دو افراد گولی سے مرے تھے اور چار کے نرخرے ادھڑے ہوئے تھے۔

''یہ معاملہ سمجھ میں نہیں آتا۔'' ایس آئی بولا۔ ''یہ چاروں تو ایسا لگتا ہے کہ جیسے درندوں کے شکار ہوئے ہوں۔''

''ہاں۔ وہ کتا کدھر ہے۔'' حمید نے چونک کر پوچھا۔

اور پھر کتے کی لاش دیکھ کر اس نے طویل سانس لی۔ یہ فریدی کے بہترین تربیت یافتہ کتوں میں سے تھا۔ چار کتوں کی اس ٹولی سے تعلق رکھتا تھا۔ جس کے بارے میں حمید کا خیال تھا کہ اگر یہ کتے بول سکتے تو فریدی کی باتوں کا باقاعدہ طور پر جواب بھی دے سکتے.....! ان میں سے ایک مارا گیا۔

''اسے میری گاڑی میں رکھوا دیجیے۔'' حمید نے مردہ کتے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''اور وہ لاشیں!''

''ظاہر ہے کہ پولیس ہسپتال جائیں گی۔''

''کاغذات کس طرح تیار ہوں گے جناب.....!''

''اس کی فکر نہ کیجیے.....! آپ نے لاشوں کی نشاندہی کی تھی۔ میں نے موقعہ واردات کا جائزہ لے لیا.....! اور آپ نے میرے ہی مشورے پر لاشیں یہاں سے ہٹا دیں۔''

''مم..... میں سمجھ گیا.....!''

''کتے کی لاش کا ذکر ضروری نہیں ہے۔''

ایس۔ آئی نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ ''اس نسل کا کتا میری نظر سے گزرا ہے۔''

''اسی لیے تو لے جا رہا ہوں۔ اس کی کھال اتروا کر محفوظ کر لوں گا۔''

ایس آئی شاید اس جواب سے مطمئن نہیں ہوا تھا لیکن اس نے پھر کوئی سوال نہ کیا ... پہلے صرف اتنا کہا تھا۔ ''پتا نہیں..... وہ کال کس کی تھی۔''

''میرے ہی محکمے کا کوئی آدمی ہو گا۔'' حمید نے لاپرواہی سے کہا۔ گاڑی میں کتے کی لاش اگلی اور پچھلی سیٹوں کے درمیان ڈال دی گئی تھی۔

واپسی گھر ہی کی طرف ہوئی۔ کتے کی لاش کے بارے میں سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کا کیا کرے۔ غالباً فریدی نے اسی لیے اس کو اطلاع بھجوائی تھی کہ ان لاشوں کے ساتھ کتے کی لاش بھی پولیس ہسپتال تک نہ پہنچ سکے۔

گھر پہنچ کر اس کے علاوہ اور کچھ نہ کر سکا کہ کتے کی لاش کو فریدی کی تجربہ گاہ کے سرد خانے میں رکھ کر دیتا۔ اس سے نپٹا ہی تھا کہ ایک ملازم نے قریب آ کر کہا۔ ''پتا نہیں کون تھا۔''

''کیا بک رہے ہو۔''

''جی ہاں۔ کئی بار فون پر بکواس کر چکا ہے۔''

''تم کیا بکواس کر رہے ہو۔'' حمید بھنا کر بولا۔

''گھنٹی بجتی ہے۔ ریسیور اٹھاتا ہوں لیکن ادھر بس ایک ہی رٹ ہے..... کراؤن کراؤن سگنل.....!''

حمید کو بے ساختہ ہنسی آ گئی اور وہ حیرت سے اس کی شکل تکنے لگا.....!

''آواز پہچانی تھی!'' حمید نے پوچھا۔

''نہیں صاحب۔''

''پتا نہیں۔ کون بیوقوف تھا؟'' حمید نے آنکھیں نکال کر سوالیہ انداز میں کہا۔

''مجھ اور کیا کہوں۔ وہی ایک رٹ..... میں کہے جا رہا ہوں کہ یہ کرنل فریدی صاحب کا ... ہے اور وہ بکے جا رہا ہے۔ کراؤن سگنل۔''

''بھاگ جاؤ۔'' حمید ہاتھ ہلا کر بولا۔

وہ اسے ایسی ہی نظروں سے دیکھتا ہوا رخصت ہوا تھا جیسے خدشہ ہو کہ اب
جھپٹ بھی پڑے گا۔

اس کے چلے جانے کے بعد حمید کو پھر ہنسی آ گئی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ایسی بھی
کہ ملازمین تک بیوقوف سمجھنے لگیں۔

دراصل وہ فریدی ہی کی کال تھی۔ لیکن شاید کال ٹیپ کیے جانے کے خدشے
آواز بدلنی پڑی تھی...... اس پیغام کا مطلب یہ تھا کہ وہ مخصوص ساخت کے ٹرانسمیٹر
رابطہ قائم کرنا چاہتا ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا جیبی ٹرانسمیٹر تھا اور بیس میل کے دائرے
کارآمد سمجھا جاتا تھا۔

حمید نے کچھ ہی دیر بعد اسی ٹرانسمیٹر سے سگنل دیا اور اپنے سیٹ پر جوابی سگنل
بولا۔ ''ہیلو۔ ہارڈ اسٹون...... زیرو کالنگ......!''

''ہارڈ اسٹون!'' سیٹ سے آواز آئی۔ ''کیا کر آئے ہو۔''

''اپنا مال اپنے ساتھ لایا ہوں۔ لاوارث مال یتیم خانے بھجوادیا ہے۔'' حمید نے

''اب غالباً تم سمجھ گئے ہو گے کہ یہ طریقہ کیوں اختیار کیا گیا تھا۔''

''کیا ایسے ہی خراب حالات ہیں۔ لیکن اسکا کیا کروں۔ فی الحال تو ریفریجریٹر میں رکھ دیا ہے۔''

''راستے ہی میں کہیں ٹھکانے لگا دیا ہوتا......!''

''میں سمجھا تھا شاید آپ آخری رسوم بھی ادا کریں گے۔''

''اسے ریکارڈ پر لانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔''

''ہوا کیا تھا......!''

''پھر بتاؤں گا اوور اینڈ آل......!''

حمید نے بھی سوئچ آف کر دیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آئندہ کے لیے شاید کوئی
ہدایت ضروری نہیں تھی۔ اسی لیے بات آگے نہ بڑھ سکی۔

✡

دوسری صبح بڑی مشکل سے اوزاکا کی آنکھ کھلی تھی۔ پچھلی رات اس دشواری

آنے کے بعد سیدھا اپنی قیام گاہ پر پہنچا تھا اور نیند اس پر غشی کی طرح طاری ہو گئی تھی۔

آنکھ کھلتے ہی پچھلی رات کے واقعات دوبارہ ذہن پر مسلط ہوتے چلے گئے۔ آخر وہ
سب کیا تھا......؟ اوہ...... گھڑی میں وقت دیکھ کر وہ چونک پڑا۔ نو بجے تک سوتا رہا تھا۔ اسے
ڈربی ہاؤز سے رابطہ قائم کر کے پچھلی رات کی رپورٹ دینی چاہیے۔

اس نے فون پر ڈربی ہاؤز کے نمبر ڈائیل کیے...... کرتا ہی رہا لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا
جیسے وہاں ریسیور اٹھانے والا کوئی موجود ہی نہ ہو۔ قریباً دس منٹ تک کوشش کرتا رہا لیکن
کامیابی نہ ہوئی۔ پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ چوبیس گھنٹوں میں کسی وقت بھی ڈربی ہاؤز فون
کر کے ان سے رابطہ قائم کیا جا سکتا تھا۔ یہ بالکل انوکھی بات تھی۔ پتا نہیں کیا چکر تھا۔

پھر اس نے فریدی کے نمبر ڈائیل کیے...... لیکن ادھر سے لائن انگیج ہونے کی آواز
آئی۔ تھوڑی دیر رک کر پھر کوشش کی۔

''ہیلو۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''کرنل فریدی سے ملاؤ!'' اس نے اپنی آواز تبدیل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا
دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''یور آئیڈنٹٹی پلیز!''

''کیا بتانا ضروری ہے۔'' وہ جھنجھلا کر بولا۔

''جی نہیں۔ ایسی کوئی ہدایت نہیں ہے۔ لیکن ان کے لیے کالیں تو برابر چلی آ رہی ہیں۔
البتہ وہ کسی نمبر پر بھی نہیں مل رہے۔''

''خیر پھر دیکھوں گا!'' کہہ کر اوزاکا نے رابطہ منقطع کر دیا اور سوچنے لگا۔ تو پھر اب شہر
جانا چاہیے۔ اسٹیل ملز سے پہلے ہی ایک ہفتے کی چھٹی لے چکا تھا۔

پچھلی رات والا ہنگامہ پھر یاد آ گیا۔ آخر ہوا کیا تھا۔ کیا وہ لوگ ان کے پیچھے لگے چلے
آئے تھے اور کتوں کی مدد سے انہیں جنگل میں تلاش کیا تھا۔ فریدی تو نکل گیا تھا۔
لیکن وہ خاصی دیر تک اس کچے مکان ہی میں رہا تھا۔ آخر کوئی کتا وہاں بھی کیوں نہیں
گھسا تھا۔ آوازوں کی بنا پر اس نے اندازہ لگایا تھا کہ کتے کئی عدد ہیں۔ مکان کا دروازہ کھلا ہی
ہوا تھا۔ پھر کسی کتے نے اس طرف رخ کیوں نہیں کیا تھا۔

اسی ادھیڑ بن میں مبتلا شہر کے لیے روانہ ہوا۔ نہ جانے کیوں اسے ایسا ہی محسوس ہو رہا

تھا جیسے اس کی زندگی بھی تھوڑی ہی رہ گئی ہو...... پتا نہیں پولیس کے ہاتھوں مارا جا
ہی آدمیوں کے توسط سے انجام کو پہنچے۔ ویسے فریدی کی یہ بات اس کے ذہن میں
کھٹک رہی تھی کہ وہ بیوقوف بن رہے ہیں اور نادانستگی میں انہی لوگوں کے لیے کا
ہیں جو ہیروشیما کی تباہی کا باعث بنے تھے۔ دراصل تنظیم کا طریق کار کچھ ایسا تھا
دوسرے کی خبر نہیں ہوتی تھی اور کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ وہ کس کو جواب دہ ہے۔ تو
کے بارے میں کیوں نہ معلومات حاصل کی جائیں۔ لیکن اگر فریدی کا خیال صحیح ثابت
کیا کرے گا۔ کس کا گریبان تھامے گا۔ فی الحال ریمپارٹ لمیٹڈ کے پرچیز آفیسر جبار
علاوہ اور کوئی بھی نظروں میں نہیں تھا اور وہ سفید فام بھی تھا لیکن اوزاکا اس کی قو
بارے میں کوئی رائے قائم نہیں کر سکا تھا۔ لہجہ نہ امریکی تھا اور نہ انگلش! خیر دیکھا جا
شہر پہنچ کر اس نے سب سے پہلے اخبار خریدا اور اس میں اپنے مطلب کی خبریں تلا
لگا۔ خصوصیت سے اسے پچھلی رات والی فائرنگ کی فکر تھی۔ لیکن اسکے حوالے سے کوئی
آئی۔ یہاں ایک پبلک ٹیلیفون بوتھ سے اس نے پھر ڈربی ہاؤز سے رابطہ قائم کرنے کی
کر ڈالی لیکن ناکام رہا۔ وہی پہلے کی سی کیفیت تھی۔ یعنی ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اب
ریسیور اٹھانے والا موجود نہ ہو۔

اس صورت حال نے نئے اندیشوں کو جنم دینا شروع کیا۔ کہیں وہ لوگ اس کے
بھی تو کوئی کھیل نہیں کھیل رہے۔ تو پھر اب اسے کیا کرنا چاہئے۔ اس طرح مرنا تو ا
گوارہ نہیں تھا والگو مر گیا تھا یا جیسے منیجر جبار مرنے والا تھا۔ عجیب زہر تھا وہ بھی بعض لو
گھنٹوں میں چٹ پٹ ہو جاتے تھے اور بعض لوگ دیوانگی کے عالم میں بھی کچھ دیر دن گز
مرتے تھے۔ شاید جبار بھی زندہ تھا ورنہ اخبارات میں اس کی موت کی خبر ضرور آتی
وہ...... لیکن دیوانگی ہی کے بارے میں کونسی خبر آ گئی تھی۔ اخبارات نے اس کے بار
کچھ بھی نہیں لکھا تھا۔ ہو سکتا تھا کہ پولیس کی کسی احتیاطی تدبیر کی بنا پر ایسا نہ ہو سکا ہو۔
اس نے اپنی گاڑی ایک جگہ چھوڑ دی اور پیدل ہی اس علاقے کی طرف چل پڑا
فریدی کی کوٹھی تھی۔ سوچ رہا تھا کہ مرنا تو ہے ہی پھر کچھ کر کے کیوں نہ موت کو گ
جائے......! والگو کی نگرانی کرنے کے دوران میں وہ فریدی کے اسسٹنٹ کیپٹن حمید کو دیکھ

چکا تھا۔ لہٰذا سوچ رہا تھا کہ شاید اسی سے ملاقات ہو جائے۔ ممکن ہے اسے علم ہو کر فریدی
کہاں مل سکے گا۔ یا فون ہی پر اس سے کس طرح رابطہ قائم ہو سکے گا۔
عجیب سی ذہنی خلش میں مبتلا ہو گیا تھا۔ یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ خود اپنی پوزیشن صاف
نہیں ہے۔ یعنی وہ تنظیم کا ساتھی اب بھی ہے یا مقامی پولیس کو مدد دے رہا ہے۔
اسی کش مکش میں مبتلا فریدی کی کوٹھی کے قریب بھی جا پہنچا۔ لیکن اب سمجھ میں نہیں آ رہا
تھا کہ کیا کرے۔ کیا براہ راست ملنے کی کوشش کرنا مناسب ہوگا۔ ذہن نے نفی میں جواب
دیا۔ کسی طرح بھی مناسب نہ ہوگا۔ کوٹھی کے سلاخوں دار پھاٹک کے قریب ہی رک گیا
پھاٹک اندر سے بند تھا۔ حتیٰ کہ ذیلی کھڑکی بھی بولٹ تھی۔

دوپہر کا سورج سر پر تھا اور اس کی پرچھائیں گھٹ کر ڈیڑھ یا دو فٹ سے زیادہ نہیں رہ
گئی تھی اور عجیب اتفاق تھا کہ اس وقت اس کی نگاہ اپنی پرچھائیاں ہی پر جمی ہوئی تھی۔ اچانک
اسے ایسا محسوس ہوا۔ جیسے اس کی پرچھائیں سے ایک دوسری پرچھائیں نکل رہی ہو۔ وہ چونک
پڑا اور حیرت سے آنکھیں پھاڑے اس دوسری پرچھائیں کو دیکھتا رہا۔ جو اب پھاٹک کے اندر
رینگ گئی تھی اور آہستہ آہستہ عمارت کی طرف بڑھ رہی تھی۔ لیکن وہ کس کی پرچھائیں تھیں۔
اس کے آس پاس کوئی بھی نہیں دکھائی دیتا تھا۔ اس کے لیے یہ ایک بالکل ہی نئی سچویشن تھی
پرچھائیں خود اس کی پرچھائیں سے جدا ہوئی تھی۔ لیکن اس کی اپنی پرچھائیں وہیں تھی۔
جہاں اسے ہونا چاہئے تھا۔

اس نے جبار سے پرچھائیوں والے تجربے کے بارے میں سنا تھا۔ لیکن اس نے ایسی
کوئی بات نہیں بتائی تھی کہ وہ کسی شخص کی پرچھائیں سے برآمد ہو کر تباہیاں پھیلاتی ہے۔ وہ
اس متحرک پرچھائیں کو دیکھتا رہا۔ یہ بھی بھول گیا تھا کہ خود کہاں کھڑا ہے۔

جیسے ہی وہ پرچھائیں عمارت کے ایک حصے پر پڑی ایک زبردست کڑاکا ہوا اور عمارت
کا وہ حصہ دیکھتے ہی دیکھتے ملبے کا ڈھیر بن گیا۔ اوزاکا اچھل کر بھاگا......! پھر یہ دیکھنے کا ہوش
کہاں تھا کہ وہ پرچھائیں کدھر گئی...... عجیب افراتفری کا عالم تھا لوگ چیخ رہے تھے ادھر ادھر
بھاگتے پھر رہے تھے اور اسی شور میں بے شمار کتوں کے بھونکنے کی آوازیں بھی شامل تھیں۔
اوزاکا دوڑتا رہا...... لیکن پھر اس خیال کے تحت جھٹکے کے ساتھ رک گیا کہ وہ کسی ویرانے

میں دوڑ نہیں لگا رہا۔ شہری آبادی میں ہے کہیں لوگ اسی کے پیچھے نہ دوڑنا شروع کر
آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ عجیب سی بدحواسی ذہن پر مسلط تھی ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اپنی گا
بھی نہ پہنچ سکے گا۔ اپنی پرچھائیں کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا ہوا چل رہا تھا......! لیکن
پرچھائیں تو اس وقت بھی اپنی پوزیشن ہی میں رہی تھی جب دوسری پرچھائیں نے فر
کوٹھی میں داخل ہو کر قیامت ڈھائی تھی......! کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو گیا۔

ایسے رخ پر چل رہا تھا کہ اس کی پرچھائیں اس کے آگے ہی تھی۔ اچانک بائیں
سے دوسری پرچھائیں اس کی پرچھائیں پر جھپٹی اور پھر اسی میں مدغم ہو کر رہ گئی۔ وہ ایک
پھر اچھل کر بھاگا اور آس پاس کے لوگ اسے حیرت سے دیکھنے لگے۔

بدقت تمام ایک ریستوان تک پہنچا تھا اور اس کی کرسی پر بیٹھ کر ہانپنے لگا تھا جو
آئی تھی۔

✡

کیپٹن حمید نے کراؤن ٹرانسمیٹر پر سگنل دیا۔ تھوڑی دیر بعد سگنل کا جواب آ
بوکھلائے ہوئے انداز میں فریدی کو رپورٹ دینے لگا۔

''آپ کا کتا خانہ بالکل تباہ ہو گیا۔ بہت تھوڑے سے کتوں کی جانیں بچائی جا سکی ہیں''

''کیا بک رہے ہو......!'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''پرچھائیں...... پرچھائیں۔''

''کیا مطلب......!''

''ایک زبردست کڑاکا ہوا تھا اور کتے خانے کی چھت دیواروں سمیت بیٹھ گئی کچھ
گئے اور کچھ نکل کر کمپاؤنڈ اور عقبی پارک کی طرف بھاگے۔ ملازموں کا بیان ہے کہ ایک
پرچھائیں ان کتوں کے پیچھے دوڑتی پھرتی رہی۔ پھر کئی کتے خود بخود گرے اور ختم ہو
بس وہی بچ سکے ہیں۔ جو عقبی پارک والی جھاڑیوں میں گھس گئے تھے۔''

''تم کہاں تھے؟'' دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

''میں باہر تھا۔''

بر 41

''اب کہاں ہو......؟''

''اب بھی باہر ہی ہوں۔''

''ٹھیک ہے۔ سارے ملازموں کو بھی وہاں سے ہٹا دو جو کتے زندہ بچے ہیں انہیں محکمے
کے حوالے کر دو اور مقفل کر دو کوٹھی کو۔''

''سانپوں اور دوسرے جانداروں کے لیے کیا ہو گا۔''

''انہیں وہیں رہنے دو۔ میں خود ان کی دیکھ بھال کر لوں گا۔''

''صرف میں باقی رہا جاتا ہوں۔'' حمید بے بسی سے بولا۔

''ضرور باقی رہو۔'' اس نے فریدی کے قہقہے کی آواز سنی۔

''آپ ہنس رہے ہیں۔'' وہ بھنا کر بولا۔

''بہت دنوں کے بعد ایسی تفریح ہاتھ لگی ہے۔''

''اگر شہر کی اونچی اونچی عمارتیں گرنے لگیں تو کیا ہو گا۔''

''انٹر سروسز انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سے پوچھو۔''

''تو کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ انہیں پہاڑیوں پر سے ہو رہا ہے۔''

''میں کچھ نہیں جانتا۔ مجھ سے پچھلی رات والی جھڑپ کا انتقام لیا گیا ہے۔''

''اس پر غور کیجئے۔ وہ شہر میں بھی تباہی پھیلا سکتے ہیں۔''

''اور حکومت کو دھمکی دے سکتے ہیں کہ اگر میں ان کے حوالے نہ کر دیا گیا تو وہ بڑے
پر تباہی پھیلا دیں گے۔''

''پھر کیا ہو گا......!''

''خدا جانے......! تم خود اپنی حفاظت کرو۔''

''یعنی کسی گوشے میں چھپ کر بیٹھ رہوں......!''

''بیوقوفی کی باتیں مت کرو۔ کیا میں کسی گوشے میں چھپا بیٹھا ہوں۔''

''اوہ۔ واقعی میں حماقت کی باتیں کر رہا ہوں۔ اچھا میں بھی وہی کروں گا جو آپ نے
ہے۔ لیکن پچھلی رات کیا ہوا تھا۔''

''مجھے گھیرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ لیکن چار کتوں نے ان کے منصوبے کو ناکام بنا دیا۔

ان میں سے ایک مارا گیا۔ اب صرف تین کتے میرے ساتھ ہیں اور میں تنہا اس کو...
دیکھ رہا ہوں۔"

"دیکھئے مجھے یہ معاملہ ایسا نہیں معلوم ہوتا کہ آپ تنہا خطرے میں پڑیں......!"

"مجھے اپنا کوئی آدمی ضائع نہیں کرانا ہے۔"

"خواہ خود ضائع ہو جائیں۔"

"ہاں یہ ممکن ہے۔"

"آئندہ نسلیں آپ کو سنکی دی گریٹ کے نام سے یاد کریں گی۔"

"اوور اینڈ آل" کہہ کر فریدی نے گفتگو کا سلسلہ ختم کر دیا۔

حمید پہلے ہی کوٹھی کو مقفل کرا چکا تھا اور اس وقت فریدی کو ایک پبلک پارک... کرنے کی کوشش کی تھی اور جلد ہی کامیاب بھی ہو گیا تھا۔ لیکن اب سوچ رہا تھا کہ اسے... چاہیے۔ فریدی کے اس وقت کے رویے نے اس پر واضح کر دیا تھا کہ اب اسے خود ہی... ہے۔ قدم قدم پر ہدایات نہیں ملیں گی۔ بہر حال اب یہ ضروری تھا کہ وہ اپنے اصل تشخص... کے عام آدمیوں کی بھیڑ میں گم ہو جائے۔ ورنہ اب اس پر بھی ہاتھ ڈالنے کی کوشش ضرور... گی۔

آرمڈ کار اب بھی اس کے استعمال میں تھی۔ سب سے پہلے تو اس سے پیچھا... چاہیے۔ کیونکہ وہ سیکڑوں گاڑیوں کے درمیان دور ہی سے پہچانی جا سکتی تھی۔ اسے... دوسرے ٹھکانے یاد آئے...... ارجن پور والے فلیٹ میں میک اپ کا پورا سامان بھی م... اور وہ اس وقت ارجن پورے ہی سے قریب تھا۔ فلیٹ تک چند منٹ کا پیدل سفر... جہاں پارک کی تھی وہیں کھڑی رہنے دی اور پیدل ہی ارجن پور کی طرف چل پڑا... کے ڈاکخانے سے وہ آفس فون کر سکتا تھا کہ آرمڈ کار جہاں کھڑی ہے وہاں سے... پہنچا دی جائے۔ اس کی دوسری کنجیاں بھی آفس ہی میں موجود تھیں۔ لہٰذا اس کی بھی... نہیں تھی کہ وہ گاڑی لے جانے والے کو اپنی تحویل والی کنجیاں دیتا۔

قریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد وہ ارجن پورے والے فلیٹ سے برآمد ہوا اور اب بجز... دیکھنے والے بھی اسے کیپٹن حمید کی حیثیت سے نہیں پہچان سکتے تھے۔ چال...

...ہٹ بھی پیدا ہو گئی تھی...... وہ سوچ رہا تھا کہ واقعی اس کی ضرورت ہے کہ آئی ایس آئی ڈائریکٹر جنرل کو اس حادثے سے آگاہ کر دیا جائے۔ پتا نہیں فریدی نے طنز کیا تھا یا یہی ...تا تھا کہ وہ اس واقعے کی اطلاع آئی ایس آئی کے ڈائریکٹر جنرل تک ضرور پہنچا دے۔ ...ڈی۔ آئی۔ جی کو تو پہلے یہ مطلع کرتے ہوئے وضاحت کر دی تھی کہ وہ خود موقعہ واردات پر پہنچ سکے گا اور یہ بھی ذہن نشین کرانے کی کوشش کی تھی کہ مجرموں کا یہ اقدام محض ایک ...لی ہے کہ اگر ہم لوگوں نے پہاڑوں والے کیس سے متعلق اپنا نظریہ تبدیل نہ کیا تو وہ اس ...بھی زیادہ بھیانک کوئی قدم اٹھائیں گے اور یہ حقیقت بھی تھی کہ محض اس فلم کی وجہ سے ...بات بڑھی تھی۔ اگر صرف فلم والوں ہی پر زور دیا گیا ہوتا تو کچھ بھی نہ ہوتا...... وہ پھر ...پورے کے پوسٹ آفس میں پہنچا اور فون پر ڈائریکٹر جنرل سے براہ راست گفتگو کرنے کی ...شش کرنے لگا......! لیکن اس سے رابطہ قائم نہ ہو سکا۔ آخر اس نے اپنے ڈی۔ آئی۔ جی ...نمبر ڈائیل کیے...... آفس سے معلوم ہوا کہ گھر پر ہے...... رابطہ قائم ہو گیا اور حمید نے ...ایس آئی کے ڈائریکٹر جنرل کو اطلاع دینے کے بارے میں فریدی کا خیال ظاہر کیا۔

"میں اسے ضروری نہیں سمجھتا۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "کرنل نے طنز کیا ہوگا۔ ...اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ وہ احساس بے بسی میں مبتلا ہو جائے اور ہاں میں تمہارے اس خیال سے متفق ہوں کہ مجرم فریدی سے یہی چاہتے ہیں کہ وہ یا تو ...کارروائی کا رخ بدل دے یا پھر اس کیس ہی سے دستبردار ہو جائے۔ تم کسی طرح میرا اس ...رابطہ قائم کرا دو۔"

"بہت بہتر جناب! میں کوشش کروں گا۔ ویسے آپ انہیں مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔"

"میں نہیں چاہتا کہ شہر خلفشار کا شکار ہو جائے گا۔ اس لیے مل بیٹھ کر کچھ سوچنا چاہیے۔"

"بہت بہتر جناب۔"

"کتوں پر انھوں نے اس لیے غصہ اتارا کہ کتوں ہی کی وجہ سے وہ فریدی پر ہاتھ نہ ...سکے۔"

"جی ہاں...... میرا بھی یہی خیال ہے۔"

"لیکن بات اس سے بھی آگے بڑھ سکتی ہے۔ حکومت کو بھی دھمکایا جا سکتا ہے۔ کیا

بڑی سے بڑی فوج بھی ان پرچھائیوں کا سامنا کر سکے گی۔''

''میری عقل کام نہیں کر رہی جناب۔'' حمید لمبی سانس کھینچ کر بولا۔''کیا ہم
اختیار کریں گے۔''

''ابھی اس معاملے کی نوعیت ذاتی ہے۔یعنی وہ صرف فریدی پر ہاتھ ڈالنے کے
سب کچھ کرر ہے ہیں۔''

''تو پھر یہ بھی سمجھ لیجئے کہ وہ کسی طرح بھی اس سے باز نہیں آئیں گے۔ پتہ نہیں
کے پاس ان کے خلاف کتنا مواد ہے۔جس کا علم ان کی دانست میں کسی اور کو نہیں ہو سکا

''میں نہیں سمجھا۔''

''کرنل کو قابو میں کر لینے کے بعد انہیں اور کسی کی پرواہ نہ ہو گی اور وہ اپنا کام
رکھ سکیں گے۔''

''اور اگر وہ انہیں نہ مل سکا تو شہر میں تباہی پھیلائیں گے۔''

''دونوں ہی صورتیں گوارہ نہیں کی جا سکتیں......!''

''اس بحث میں نہ پڑو۔اسے مجھ سے ملانے کی کوشش کرو۔''

''میں کوشش کروں گا جناب!''

دوسری طرف سے رابطہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔

اوزاکا اس وقت سے شہر ہی میں چکر کاٹتا رہا تھا۔لیکن گاڑی سے اترنے کی
نہیں پڑی تھی۔ دھوپ سے بھی بچ رہا تھا کہ پرچھائیں کا سوال ہی نہ پیدا ہو سکے۔جب
اپنی پرچھائیں سے دوسری پرچھائیں کے نکلنے کا منظر یاد آتا پیشانی پر پسینے کی بوندیں
لگتی تھیں۔

گاڑی میں بیٹھے بیٹھے ہی اس نے شام کا اخبار خریدا اور پھر اسے وہ خبر مل ہی گئی
انتظار تھا۔جنگل میں پائی جانے والی چھ لاشوں میں سے ایک کی شناخت بھی ہو گئی
پانچ مقامی آدمی تھے جن کی شناخت نہیں ہو سکی تھی۔ چھٹا ایک سفید فام غیر ملکی تھا
ریمپارٹ لمیٹڈ کے پرچیز آفیسر جیکسن والکوٹ کی حیثیت سے پہچانا جا چکا تھا۔ دو افراد
سے مرے تھے اور چار کی گردنیں کسی درندے نے بھنبھوڑ ڈالی تھیں۔اوزاکا کو کتوں کی

یاد آئیں......تو کیا وہ فریدی ہی کا کارنامہ تھا۔کیا اس کے ساتھ کتے بھی تھے اگر تھے تو
بہترین قسم کے تربیت یافتہ ہوں گے کیونکہ اسے وہاں ان کی موجودگی کا احساس تک نہیں ہو
سکا تھا......بہر حال وہ آدمی بھی ختم ہو گیا جس کے توسط سے دوسروں تک پہنچنے کا امکان ہو سکتا
تھا۔ جیکسن والکوٹ اب وہ جلد از جلد اپنی اس قیام گاہ کی طرف نکل بھاگنا چاہتا تھا جو ویرانے
میں واقع تھی۔

راستے بھر پچھلی رات کے واقعات کے بارے میں سوچتا رہا اور وہ پرچھائیں تو اس کے
ذہن پر مسلط ہو کر رہ گئی تھی۔ آخر وہ لوگ جنگل میں کس طرح آ پہنچے تھے۔ بہر حال ایک شبہے
نے اس کے ذہن میں سر ابھارا تھا اور وہ جلد از جلد اس کی تصدیق کر لینا چاہتا تھا۔ گھر پہنچ کر
گاڑی کو سیدھا گیراج میں لیتا چلا گیا۔ پھر گاڑی سے اتر کر گیراج کا دروازہ بند کیا ٹارچ ہاتھ
میں تھی۔ ورنہ یہاں تو اتنا اندھیرا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سجھائی دیتا......ٹارچ روشن کئے ہوئے
گاڑی کے نیچے گھسنے کی کوشش کرنے لگا۔ پھر جلد ہی اسے وہ چیز نظر آ گئی جس کی موجودگی کا شبہ
اسے راستے بھر پریشان کرتا رہا تھا۔ یہ مقناطیسی فریم والا ایک الیکٹرونک بگ تھا جو مڈگارڈ میں
اندر کی طرف چپکا ہوا تھا۔ اسے چھیڑے بغیر چپ چاپ گاڑی کے نیچے سے نکل آیا۔ اسی
الیکٹرونک بگ نے ان کی رہنمائی کی ہو گی اور وہ گاڑی تک پہنچ گئے ہوں گے۔ پھر گاڑی سے
اس کچے مکان تک پہنچنا کیا مشکل تھا۔ لیکن فریدی کے ٹرینڈ کتوں نے کھیل بگاڑ دیا ورنہ ان کی
کامیابی یقینی تھی۔ پتا نہیں چھ ہی تھے یا کچھ اور بھی جو ان کتوں سے بچ نکلے ہوں۔

گیراج سے نکل کر جنریٹر چلا دیا۔ روشنی اور ٹیوب ویل کے لیے بجلی اسی سے فراہم کی
جاتی تھی۔

پھر لیونگ روم میں داخل ہو کر وہاں کی بجلی جلائی اور جہاں تھا وہیں کھڑا رہ گیا کیونکہ
سامنے ہی فریدی صوفے پر بیٹھا ہوا دکھائی دیا تھا۔ اس نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش
رہنے کا اشارہ کیا۔ اوزاکا متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکاتا رہا۔ فریدی اٹھ کر اس کے قریب آیا
اور جیب سے ایک پرچہ نکال اس کی طرف بڑھا دیا۔ پرچے میں تحریر تھا۔

''مجھے شبہ ہے کہ تمہارے پاس کوئی ایسی ڈیوائس موجود ہے
جس نے پچھلی رات ان تک ہماری گفتگو بھی پہنچائی تھی اور اسی

ڈیوائیس کی رہنمائی میں ہم تک پہنچ گئے تھے۔لیکن تمہیں علم نہیں کہ وہ تمہارے پاس موجود ہے۔ غالباً تمہارے لباس کے ساتھ یہ کارروائی اس وقت ہوئی ہو گی جب تم بیہوش تھے۔کل بھی تو تم نے یہی کوٹ پہن رکھا تھا۔بس یونہی خاموش کھڑے رہو۔ میں معلوم کرلوں گا۔''

تحریر پڑھ کر اوزاکا نے کچھ کہنا چاہا۔لیکن فریدی نے پھر اسے خاموش رہنے کا اور اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا ڈیوائیس ڈٹکٹر نکال کر اس کے کوٹ سے جگہ جگہ مس کیا ڈٹکٹر سے ہلکی سی بھنبھناہٹ پیدا ہونے لگتی تھی۔ جیسے ہی وہ سینے کی طرف لایا۔ یہ آواز تیز ہو گئی اور وہیں فریدی نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ پھر اشارہ کیا کہ وہ اپنی قمیض کے بٹن کھول دے۔ ڈٹکٹر اس نے اپنی جیب میں ڈال لیا تھا۔اوزاکا متحیرانہ انداز میں اس کے اشارات پر عمل کر رہا تھا۔قمیض کے بٹن کھلتے ہی وہ لاکٹ دکھائی دیا جو اس کی گردن سے لٹک رہا تھا۔ فریدی نے اشارہ کیا وہ اسے اتار کر میز پر رکھ دے اور اسکے ساتھ باہر نکل چلے۔ اوزاکا نے بُرا سامنہ بنا کر اسکی یہ خواہش پوری کردی۔ دونوں باہر نکلے اور کھیتوں میں اترتے چلے گئے۔

''اب تم مجھ سے گفتگو کر سکتے ہو۔'' فریدی نے کہا۔

''میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں کہ وہ سب کیسے ہوا تھا۔'' اوزاکا ہانپتا ہوا بولا۔

''اُسی لاکٹ کی رہنمائی پر وہ وہاں پہنچے تھے۔ دو میری گولیوں سے مرے اور کتوں نے سنبھال لیا۔''

''لیکن وہ لاکٹ سالہا سال سے میرے گلے میں پڑا ہوا ہے۔میری ماں کی تصویر ہے اس میں۔''

''انہوں نے اسے کھول کر اس میں کچھ اور بھی رکھ دیا ہے۔ میں ابھی تمہیں دکھاؤں گا۔لیکن اس کے قریب تم خاموش ہی رہو گے۔''

''گاڑی میں بھی ایک بگ لگا ہوا ہے۔ پچھلے مڈگارڈ میں اندر کی طرف۔''

''وہ ان کا نہیں میرا ہے۔میں نے لگایا تھا تاکہ تمہارے بارے میں باخبر رہ سکوں۔''

''اوزاکا طویل سانس لے کر رہ گیا۔ پھر بولا۔'' دوسرے معاملے میں بھی بالکل بے قصور ہوں۔''

''دوسرا کون سا معاملہ......!''

''وہ تمہاری کوٹھی کا انہدام......!''

''میں نے کب کہا ہے کہ تم براہ راست اس کے ذمہ دار ہو......فکر نہ کرو وہ مجھے اس طرح بھی خوفزدہ نہیں کر سکتے۔ خیر تم فیمی کی خیریت دریافت کرنا چاہو گے وہ معمول پر آ گئی ہے اور اس کا خیال ہے کہ اس کے بھائی مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث ہو سکتے ہیں۔لیکن تم ہرگز نہیں ہو۔ وہ تمہیں فرشتہ سمجھتی ہے......!''

''اوزاکا کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کا سینہ پھٹ جائے گا۔عجیب سا طوفان دل کی گہرائیوں سے اٹھا تھا۔ اس نے سوچا تنظیم جائے جہنم میں...... وہ فیمی کے اعتماد کو ٹھیس پہنچانے سے حتی الامکان گریز کرے گا۔''

''کیا تم نہیں جانتے کہ تمہاری کوٹھی کیسے برباد ہوئی۔'' وہ تھوڑی دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''ملازموں نے ایک پرچھائیں دیکھی تھی۔'' فریدی نے لاپرواہی سے کہا۔

''لیکن یہ نہیں دیکھ سکے ہوں گے کہ پرچھائیں آئی کہاں سے تھی۔''

نہیں وہ تو اس حصے کے انہدام کے بعد باہر آئے تھے۔''

وہ پرچھائیں میری پرچھائیں سے نکلی تھی اور تباہی پھیلا کر پھر اسی میں ضم ہو گئی تھی۔''

''میں نہیں سمجھا۔'' فریدی کے لہجے میں حیرت تھی۔

اوزاکا اسے تفصیل سے بتانے لگا اور پھر بولا۔'' میں نے دن میں کئی بار تم سے فون پر گفتگو کرنے کی کوشش کی تھی اور جواب نہ ملنے پر سوچا تھا کہ کہیں تم ان کے ہاتھ لگ ہی نہ گئے ہو۔اس لیے میں تمہاری کوٹھی کی طرف گیا تھا کہ کسی طرح معلومات حاصل کروں۔''

''بڑی عجیب بات بتائی ہے تم نے۔'' فریدی طویل سانس لے کر بولا۔

''اب بتاؤ میں کیا کروں...... یہ پرچھائیں مجھ سے کیوں چمٹ گئی ہے۔''

''اسے دیکھنا پڑے گا اوزاکا......! کہیں وہ ڈیوائیس ہی اس کا ذریعہ بھی نہ بنی ہو جو تمہارے لاکٹ میں موجود ہے۔''

''اگر ایسی کوئی بات ہے تو اب میں اسے نہیں پہنوں گا۔''

''میرا مشورہ اس کے خلاف ہوگا۔ اگر تم نے لاکٹ اتار دیا تو وہ ہوشیار ہو جا
اور پھر شاید تمہاری زندگی بھی خطرے میں پڑ جائے۔''

''میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ فیمی میری بہت بڑی کمزوری بن گئی ہے۔ میں
کے لیے جان دینے کی قسم کھائی تھی۔''

''وہ لوگ فراڈ ہیں اوزاکا۔ تمہارے ملک کے دوست نہیں ہیں۔ بس ہیروئیم
پر انھیں کچھ جاں نثار مل گئے ہیں۔ میں تو مفت کے مزدور کہوں گا۔ تمہاری مدد
حربے ایجاد کرتے ہیں اور پسماندہ ممالک کو دہشت زدہ کر کے وہاں اپنی فیکٹریاں لگا
ہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں کہ اپنے ملک کو بھی فروخت کر دیں۔''

''بین الاقوامی ٹھگوں کے چکر میں پڑ گئے ہو تم لوگ، میں کسی دن ثابت کر دوں گا

''اب تو مجھے بھی ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے۔'' اوزاکا بڑے خلوص سے بولا۔

''فی الحال تم لاکٹ کو پہن لو۔ پھر میں دیکھوں گا۔ اس کھولنے کی کوشش بھی مت

''تمہاری مرضی۔'' وہ مردہ سی آواز میں بولا۔

پھر وہ خاموش ہو گئے۔ رات بھی صدیوں طویل خاموشی کا بوجھ اٹھائے ہانپ رہی

ختم شد

جاسوسی دنیا نمبر 123

سائیوں کا ٹکراؤ

(تیسرا حصہ)

پیشرس

عمران پسند مجھ سے خفا ہیں کہ آخر فریدی کے سلسلہ وار ناول کیوں شروع کر دیئے! دیکھئے آخر فریدی پسندوں کا بھی تو کچھ حق ہے مجھ پر۔ اُن کی فرمائش کی تکمیل کون کر... ''سایوں کا ٹکراؤ'' ملاحظہ فرمائیے اور انشاء اللہ اگلے ناول (خاص نمبر) میں اس کہانی کا... ہو جائے گا اور پھر آپ عمران سے بھی مل سکیں گے۔ جاسوسی دنیا کا یہ سلسلہ میری توقعات... بڑھ کر پسند کیا جا رہا ہے۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ کتابیں کسی قدر دیر سے شائع ہو... ہیں جس کی وجہ..... اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ میرا قلم ہی تیزی سے نہ چل رہا ہو... کل لکھنے کے معاملے میں موڈ کا پابند ہو کر رہ گیا ہوں۔ پہلے مشین کی طرح چلتا رہتا تھا... بھی چلتا ہوں اگر آسمان پر بادل نہ ہوں۔ بادل آئے اور میں گھٹن کا شکار ہوا۔ کراچی... بادل کم از کم میرے لئے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ موڈ بے حد خراب کر دیتے ہیں کیونکہ... کے بادلوں کا حملہ براہِ راست معدے پر ہوتا ہے۔ یہ لاہور کے بادلوں سے مختلف ہیں... میں گدگدیاں پیدا کرتے ہیں۔ لاہور کے بادل اس لئے یاد آئے کہ کتاب لیٹ ہو... میری زیادہ تر خبر لاہور ہی والے لیتے ہیں۔

بہرحال سایوں کا ٹکراؤ ملاحظہ فرمائیے اور مطمئن رہیئے کہ خاص نمبر یعنی اس... آخری ناول بے حد زور دار ہوگا۔ لیکن اس وقت جب یہ سطور لکھ رہا ہوں کراچی پر... چھائے ہوئے ہیں۔ دُعا کیجئے کہ وعدہ پورا کرنے کے قابل رہ سکوں۔

وقت وقت کی بات ہے۔ کبھی یہی بادل سرخوشی اور سرشاری لایا کرتے تھے، اب... ٹروبل میں مبتلا کرتے ہیں۔

آج کل ملک میں بلڈ پریشر کا ہفتہ منایا جا رہا ہے۔ ریڈیو پر روزانہ بلڈ پریشر سے متعلق تقریریں ہوتی ہیں۔ جسے دیکھئے ریڈیو کھولے بیٹھا بڑے انہماک سے سن رہا ہے اور ان تقریروں کو سن کر مجھے ایسا محسوس ہونے لگا ہے کہ شاید میں بھی کسی قدر اس کا شکار ہوں۔ محترم شفیق الرحمان نے کہیں لکھا تھا کہ بلڈ پریشر صرف انہیں ہوتا ہے جو یہ جانتے ہیں کہ بلڈ پریشر کیا چیز ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس ہفتے کے اختتام پر کم از کم کراچی کا بچہ بچہ بلڈ پریشر میں مبتلا نظر آئے گا۔ بھائی منانا ہی تھا تو ''ہفتہ حسن'' یا ''ہفتہ خوش لباسی'' منایا ہوتا۔ ویسے میں کراچی کے وہمیوں کو اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ جہاں دن میں دس بار دس طرح کی ہوائیں چلتی ہوں وہاں خون کی روانی میں اُتار چڑھاؤ پیدا ہوتے رہنا کوئی غیر معمولی بات نہیں۔ لہٰذا اس طرح سڑکوں پر اپنی نبضیں ٹٹولتے ہوئے نہ چلئے۔ آپ ویسے بھی بہت کم پیدل چلتے ہیں۔ اس لئے گیسز کے دباؤ میں مبتلا رہتے ہیں۔ گیسٹرکس کا علاج کیجئے۔ خود پر بلڈ پریشر کا ہوا سوار کرنے کی ضرورت نہیں۔ صبح اُٹھ کر ہلکی پھلکی ورزش بھی کر لیا کیجئے۔ اللہ اللہ خیر صلا۔

اتنا لکھ لینے کے بعد سوچ رہا ہوں کہ آخر میں نے یہ کیا شروع کر دیا۔ ابتداء سے انتہا تک آپ کو اپنے موڈ اور وہموں کے بارے میں بور کرتا رہا۔ گویا واقعی میں نے بھی اس ''ہفتے'' کی تقریروں سے اثر قبول کیا ہے۔

ایک بار پھر عرض کر دوں کہ اس سلسلے میں میرے مخاطب صرف کراچی کے باشندے ہیں۔ جہاں ہر تیسرا آدمی گیسٹرکس کا مریض ہے۔ اس لئے ہر تیسرا آدمی اس وہم میں مبتلا ہو سکتا ہے کہ وہ حقیقتاً بلڈ پریشر کا مریض ہے۔ لہٰذا معدے کو درست رکھنے کی کوشش کیجئے آپ کی نبض معمول کے مطابق چلتی رہے گی۔

لاحول ولا قوۃ..... پھر وہی! قلم مانتا ہی نہیں..... اے بلڈ پریشر کے ہفتے!

والسلام

ابن صفی

۲۳/۰۲/۱۹

کیپٹن حمید ٹرانسمیٹر پر بھی کرنل سے رابطہ قائم نہیں کر سکا تھا۔ دو دن سے برا
کے سیٹ سے سگنل دے رہا تھا لیکن جواب نہیں ملتا تھا۔ اس کی طرف سے کوئی ہدایت
کی بناء پر اس نے اپنے محکمے کے ڈی آئی جی سے بھی رابطہ منقطع کر لیا۔ آخر اُسے کیا
دیتا کیونکہ وہ تو اس پر مُصر تھا کہ کہیں وہ حیرت انگیز پرچھائیاں شہر ہی کو جہنم کا نمونہ بنا
رکھ دیں۔ لیکن ابھی تک یہ معاملہ فریدی کی کوٹھی کے ایک مخصوص حصے سے آگے نہیں بڑھا
اور اس وقوعے سے متعلق شہر میں بھانت بھانت کی چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔ ویسے حقیقت
علم اُس کے محکمے کے ڈی آئی جی کے علاوہ اور کسی کو بھی نہیں تھا اور گھر کے ملازم
زبانیں خود حمید نے بند کر دی تھیں۔

بہر حال اب سوال تھا کہ وہ خود کیا کرے۔ کب تک ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا ر
اس سلسلے میں صرف ایک ہی ایسی ہستی نظروں کے سامنے تھی جس کے خلاف خود فریدی
بھی شبہ ظاہر کیا تھا اور یہ تھی تجرباتی پولٹری فارم کی لیبارٹری انچارج جوڈی اسمارٹ
شکل بھی تھی۔ لہٰذا اس کی کڑی نگرانی کی راہ میں کوئی شے بھی حائل نہیں ہو سکتی تھی۔
بڑے خلوص سے اس کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔ میک اپ میں تھا اس لئے بہت زیادہ
کرنے کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ دوسری طرف اس چکر میں تھا کہ ہوٹل ڈی فرانس
راہداری میں اُسے بھی کوئی کمرہ مل جائے جس میں جوڈی کا کمرہ تھا۔ یہ خواہش بھی
پوری ہو گئی تھی۔ اس طرح آرام سے راتیں گزارنے کا بھی انتظام ہو گیا تھا۔ ایک ترک
کی حیثیت سے یہ کمرہ حاصل کیا تھا اور رجسٹر میں عدنان خلیلی نام درج کرایا تھا۔ ہم

ن مقیم ہو جانے کے بعد معلوم ہوا کہ اس راہداری میں تنہا وہی نہیں ہے، جسے جوڈی سے
پی ہو سکتی ہے۔ ایک فرد اور بھی تھا اور جوڈی کے برابر والے کمرے میں مقیم تھا۔ حمید اس کی
یت کا اندازہ نہیں لگا پایا تھا۔ لیکن تھا سفید فام، عمر تیس اور چالیس کے درمیان رہی ہوگی۔
مضبوط جسم والا معلوم ہوتا تھا۔ آنکھوں سے بھی خاصی توانائی جھلکتی تھی۔ حمید نے کمرہ نمبر کے
والے سے ہوٹل کے رجسٹر میں اس کا نام دیکھنے کی کوشش کی تھی لیکن کامیاب نہیں ہوا تھا۔

اُسی شام کو جب وہ اپنے کمرے سے برآمد ہو کر کہیں جانے لگی تو حمید نے اُس کے
ی کو بھی کمرے سے نکلتے دیکھا۔ لیکن وہ جلدی میں نہیں معلوم ہوتا تھا۔ انداز سے ایسا لگتا
جیسے اُسے علم ہو کہ وہ کہاں جا رہی ہے۔

ڈائننگ ہال میں پہنچ کر اس نے کمرے کی کنجی کاؤنٹر کلرک کے حوالے کی اور باہر نکلی
گئی۔ دوسرے آدمی کو بھی اس مرحلے سے گزرنا پڑا۔ پھر حمید کی باری آئی۔ اتنی دیر میں وہ
وں ہی ڈائننگ ہال سے جا چکے تھے۔ حمید باہر نکلا تو ان دونوں میں سے کوئی بھی نظر نہ آیا۔
ی سے ٹیکسیوں کے اڈے کی طرف بڑھا۔

جوڈی تو کہیں نہ دکھائی دی البتہ اس کا پڑوسی ایک ٹیکسی میں بیٹھا ہوا نظر آیا۔ حمید نے
ٹیکسی کے نمبر ذہن نشین کر لئے اور جیسے ہی ٹیکسی اڈے سے نکل کر سڑک پر مشرق کی جانب
ی حمید بھی ایک ٹیکسی تک جا پہنچا۔

"اس گاڑی کا پیچھے چالو۔" حمید نے اُسی ٹیکسی کی طرف اشارہ کر کے ڈرائیور سے کہا۔

"آؤ صاحب۔" ڈرائیور نے جھپٹ کر دروازہ کھولا اور حمید کے بیٹھتے ہی گاڑی کو سڑک
پر نکال لانے میں حیرت انگیز پھرتی دکھائی۔ کچھ دور چل کر اُس نے حمید سے انگلش میں سوال
کیا کہ وہ کس ملک کا باشندہ ہے۔

"میں ترک ہوں۔" حمید نے جواب دیا۔

"میں گائیڈ کے فرائض بھی انجام دے سکتا ہوں۔"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔"

"عام طور پر میری گاڑی دن بھر کے لئے بک ہوتی ہے، کل کے لئے ابھی تک کسی
سے بات نہیں ہوئی۔ اگر آپ چاہیں تو میری خدمات حاصل کر سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" حمید نے کہا۔ "کل ہی کیوں! اسی وقت سے کل تک کے لئے مجھ

"شکریہ جناب...... ترک بھائیوں کے لئے تو جان بھی حاضر ہے۔"

"یہی میں تمہارے لئے بھی کہہ سکتا ہوں۔" حمید ہنس کر بولا۔

تھوڑی ہی دیر بعد حمید نے اندازہ لگالیا کہ اگلی ٹیکسی ساحل کی طرف جا رہی ہے خاموش بیٹھا رہا۔ ڈرائیور خاصا ہوشیار معلوم ہوتا تھا۔ مناسب فاصلے سے ٹیکسی کا تعاقب رکھا۔

"آپ کب تشریف لائے ہیں۔" ڈرائیور نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"آج ہی آیا ہوں۔"

"پھر آپ مطمئن رہیئے۔ میں آپ کو یہاں کے سارے قابل دید مقامات دکھا گا۔ اوہ...... کیا بس...... اُس گاڑی کے پیچھے چلتے رہنا ہے۔"

"ہاں...... فی الحال۔"

شاید ڈرائیور کو کسی قسم کا شبہ ہوگیا تھا۔ حمید نے اس کے لہجے سے یہی محسوس کیا تھا۔

کچھ دیر بعد ڈرائیور بولا۔ "اوہ جناب میں معافی چاہتا ہوں۔"

"کس بات کی۔"

"کل میں مصروف رہوں گا۔ مجھے یاد ہی نہیں تھا۔ میرے ایک عزیز کی شادی ہے

"کوئی بات نہیں! پھر سہی۔ میں یہاں کئی دن قیام کروں گا۔"

اگلی ٹیکسی سی سائیڈ ہیون کے قریب رک گئی اور ڈرائیور نے حمید سے پوچھا۔

"روکوں جناب۔"

"یہاں نہیں...... کچھ دور آگے چلو۔"

غالباً ایک فرلانگ آگے اُس نے ٹیکسی رکوائی کرایہ ادا کیا اور اُس وقت تک وہیں رہا جب تک کہ ٹیکسی اڈے کی طرف نہیں چلی گئی۔

اب وہ ٹہلتا ہوا سی سائیڈ ہیون کی طرف جا رہا تھا۔ یہاں لان پر میزیں لگائی تھیں۔ درختوں پر روشنی کے قمقمے لٹکائے جاتے تھے اور کئی لاؤڈ سپیکرز سے ہلکی موسیقی نشر رہتی تھی۔ میزوں پر سی فوڈ، کوک اور کافی سرو کی جاتی تھی۔

حمید نے جوڈی کو اپنے پڑوسی کے ساتھ ایک میز کے گرد بیٹھے دیکھا۔ دونوں کسی بحث میں اُلجھے نظر آرہے تھے۔

اس نے ان کے عقب والی میز سنبھال لی۔ جوڈی اپنے پڑوسی سے کہہ رہی تھی۔

"بہرحال تم نے مجھے بڑی پریشانی میں مبتلا کردیا ہے۔ آخر یہ سب کیا ہے۔ اگر میں یہ جانتی کہ اس معاملے کا پولیس سے بھی کوئی تعلق ہے تو میں ہرگز تمہاری بات نہ مانتی۔"

"دیکھو ڈارلنگ......!" پڑوسی بولا۔ "اس مسئلے پر زیادہ جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اچھا تو یہی بتا دو کہ معاملہ کیا ہے۔"

"کوئی خاص بات نہیں۔ بس چند افراد کو زچ کرنا ہے۔"

"اور پولیس بھی ان میں شامل ہے۔"

"پتا نہیں پولیس کہاں سے آکودی۔ میں تو نہیں سمجھ سکتا۔"

"اچھا تو یہی بتا دو کہ اجنبیوں کی طرح میرے پڑوس میں کیوں رہتے ہو اور ہمیں ملاقات کے لئے اتنی دور کیوں آنا پڑتا ہے۔"

"سب ٹھیک ہوجائے گا۔ تم کیوں فکر مند ہوتی ہو اور پھر اگر تم اس مذاق میں حصہ نہیں لینا چاہتی تھیں تو پہلے ہی انکار کردیا ہوتا۔ تمہیں اس اخباری خبر سے پہلے ہی اندازہ کرلینا چاہئے تھا کہ اس میں کہیں نہ کہیں پولیس سے ضرور دوچار ہونا پڑے گا۔"

"اس خبر کو بھی تم نے محض مذاق ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"اوہ ختم بھی کرو۔ تمہیں کیا پریشانی ہے۔ وہ پولیس آفیسر تم سے صرف ایک ہی بار ملا تو تھا۔"

"سنو! میں نے جیرالڈ شاستری کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں۔ وہ دنیا کا بہت بڑا مجرم تھا۔ اگر چاہتا تو کوئی ایک ملک فتح کرکے اُس پر اپنی حکومت قائم کرلیتا۔ یہ شخص کون ہے جو اس سے اس قدر مشابہت رکھتا ہے۔"

"تمہاری ہی طرح میں بھی اس سے لاعلم ہوں۔"

"وہ لوگ کون ہیں جنہوں نے تمہیں اس پر آمادہ کیا تھا۔"

"تم خواہ مخواہ اس بحث میں اُلجھ رہی ہو۔ چلو اُٹھو ساحل پر ٹہلیں گے۔"

"نہیں پہلے تم مجھے مطمئن کرنے کی کوشش کرو۔ میری پوزیشن بہت خراب ہوگئی ہے

میں یہاں سرکاری ملازم ہوں۔“

”میں بھی ایک سرکاری پروجیکٹ پر کام کر رہا ہوں۔“

”اور وہ لوگ جنہوں نے تمہیں اس مذاق میں شامل کیا تھا ان کی کیا حیثیت ہے۔“

”وہ بھی ..... میرا مطلب ہے۔“ وہ کچھ کہتے کہتے ایک دم جھنجھلا کر بولا۔ ”میں ہوں کہ اب اس موضوع پر گفتگو نہیں ہوگی۔“

”اچھا تو پھر یہ ہماری دوستی کی آخری شام ہے۔“

”خدا کی پناہ! تم باز نہیں آؤ گی۔ اچھا میں تمہیں سب کچھ سچ سچ بتا دوں گا۔“

”میں ابھی سننا چاہتی ہوں۔“

”لمبی کہانی ہے۔ اُٹھو ٹہلیں گے بھی اور قصہ بھی جاری رہے گا۔“

حمید نے محسوس کیا کہ جوڈی ہچکچا رہی ہے۔ لیکن اُسے اُٹھنا ہی پڑا تھا۔ دونوں سی ہیون کے کمپاؤنڈ سے نکل گئے۔ حمید بھی اُٹھا۔

وہ ساحل کی طرف جا رہے تھے۔ حمید نے خاصے فاصلے سے تعاقب جاری رکھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ آس پاس کی روشنیوں کی حدود سے نکل گئے اور اب دو تاریک سا دھندلے آسمان کے پیش منظر میں ساحل پر چلے جا رہے تھے۔ حمید کسی غیر متعلق سے انداز میں ان کے پیچھے تھا۔ وہ چلتے رہے حتیٰ کہ ساحل پر چہل قدمی کرنے والوں سے بہت دور نکل آئے۔ حمید ان دونوں کی آوازیں صاف سن رہا تھا لیکن باتیں سمجھ میں نہ آ رہی تھیں۔ پھر اچانک اس نے ایک سائے کو دوسرے پر جھپٹتے دیکھا اور جوڈی کی ہلکی سی سنی جو فوری طور پر گھٹ کر رہ گئی تھی۔ وہ اچھل کر اُن کی طرف دوڑا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے جوڈی کا ساتھی اس کا گلا گھونٹنے کی کوشش کر رہا ہو۔

حمید نے عقب سے خود اس کی گردن جکڑ کر داہنے گھٹنے سے کمر پر ضرب لگائی جوڈی اُس کی گرفت سے نکل گئی۔

جوڈی کا ساتھی پلٹ پڑنے کے لئے زور لگا رہا تھا۔ لیکن حمید کی گرفت سخت تھی۔ اُس نے کسی قدر ترچھا ہو کر اُسے کمر پر لادا اور پٹخ دیا۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ اس کے سینے پر سوار تھا۔ دو تین رگڑوں ہی میں اس نے گردن ڈال دی اور پھر بے حس و حرکت ہو گیا۔

41

حمید اُسے چھوڑ کر جوڈی کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ ریت پر اوندھی پڑی تھی۔ اُس نے سیدھا کیا اور وہ کراہنے لگی۔

”تم محفوظ ہو۔“ حمید نے بڑی نرمی سے کہا۔ ”خود کو سنبھالو۔“

وہ کراہتی ہوئی اُٹھ بیٹھی۔ دونوں ہاتھوں سے اپنی گردن ٹٹول رہی تھی۔

”میں نے اُسے مار گرایا تھا۔“ حمید نے آہستہ سے کہا۔

”ک..... کیا ہوا۔“

”وہ اُدھر پڑا ہوا ہے۔“

”مم..... مار ڈالا۔“

”نہیں بے ہوش ہو گیا ہے۔ تم کیا محسوس کر رہی ہو۔“

”ٹھیک ہوں۔ تم کون ہو۔“

”تم مجھے نہیں جانتیں۔ میں اتفاقاً ادھر نکل آیا تھا۔ کیا اُس نے تمہیں لوٹنے کی کوشش کی تھی۔“

”ن نہیں..... میرا دوست ہے۔ نشے میں تھا۔“

”اتنے زیادہ نشے میں تو نہیں معلوم ہوتا تھا کہ تمہارا گلا گھونٹنے لگتا۔“

”کبھی کبھی سنک جاتا ہے۔“

”تب پھر اُسے پاگل خانے میں ہونا چاہئے۔“

”وہ نشے میں.....!“

”اگر میں ذرا سی بھی دیر کرتا تو کہاں ہوتیں۔“

”اوہ..... میرے خدا میں کیا کروں۔“

”کیا وہ بھی غیر ملکی ہی ہے۔“

”ہاں..... میرا دوست ہے۔“

”اور دیدہ دانستہ تمہارا گلا گھونٹنے کی کوشش کر رہا تھا۔“

”میں کچھ نہیں جانتی۔“

”کہاں قیام ہے۔“

”ہوٹل ڈی فرانس میں۔“

''اور یہ......!''

''میں نہیں جانتی۔''

''کیا ہوش میں آنے کے بعد پھر تم پر حملہ کرسکتا ہے۔''

''مم......میں نہیں جانتی۔ براہِ کرم مجھے جانے دو۔''

''لیکن اس کا کیا ہوگا۔''

''میں نہیں جانتی۔ مجھے جانے دو۔''

''کیا خود میں اتنی توانائی پاتی ہو کہ ہوٹل ڈی فرانس تک تنہا چلی جاؤ۔''

''میں چلی جاؤں گی۔''

''اچھی بات ہے تو جاؤ۔''

''لل......لیکن اس کا کیا ہوگا۔'' وہ ہچکچاہٹ کے ساتھ بولی۔

''میں اسے پانی میں پھینک دوں گا۔''

''اوہ......نہیں۔''

''تو کیا پولیس کے حوالے کردوں۔''

''مم......میں کچھ نہیں جانتی۔''

''اچھا تو پھر میری تجویز یہ ہے کہ اس کے ہوش میں آنے تک تم بھی یہیں ٹھہر

''میں جارہی ہوں۔''

''ایک منٹ! میرا نام عدنان خلیلی ہے اور میں ترک ہوں۔''

''میں جوڈتھ گراہم ہوں۔ تمہارا بہت بہت شکریہ۔'' کہتی ہوئی وہ آگے بڑھ کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ تھی وہ اسے جاتے دیکھتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد پھیلے ہوئے اندھیرے میں مدغم ہوگئی۔

اب سوال تھا کہ حمید اس شخص کا کیا کرے۔ ایک بار پھر ٹرانسمیٹر پر فریدی کرنے کی کوشش کی لیکن پھر بھی جوابی اشارہ نہ ملا۔ محکمے کے کسی فرد سے فون تھی اور فون کرنے کے لئے اُسے بے ہوش آدمی کو وہیں تنہا چھوڑ دینا پڑتا۔ اس ہیون کے لان پر ان دونوں کے درمیان ہونے والی بات چیت سنی تھی اور اس

کہ جوڈی کا تعلق اس گروہ سے نہیں بلکہ صرف ایک فرد سے تھا جس نے اُس سے محض یہ کام یا تھا کہ وہ جیرالڈ شاستری کے ہم شکل سے متعلق ایک کہانی سمیت کرائم رپورٹر انور تک پہنچ جائے۔ لہٰذا یہ بے ہوش آدمی اُس کے لئے جوڈی سے زیادہ اہم تھا۔

تو پھر اب کیا کیا جائے۔ دفعتاً اُسے کچھ یاد آیا اور اس نے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب ٹولی۔ والگو کے پاس سے برآمد ہونے والا اس گروہ کا شناختی کارڈ اس وقت بھی اس کی جیب میں موجود تھا۔

وہ بے ہوش آدمی سے کچھ دور ہٹ کر بیٹھ گیا۔ اُسے یقین تھا کہ وہ ہوش میں آنے کے بعد اُسے حملہ آور کی حیثیت سے نہیں پہچان سکے گا۔ وہاں اندھیرا ہی اتنا تھا کہ اس کی شکل نہیں دیکھ سکا ہوگا۔

تھوڑی دیر بعد اُس نے محسوس کیا کہ بے ہوش آدمی کے جسم میں حرکت ہوئی ہے۔ تیزی سے اُس کے قریب پہنچا اور جھک کر دیکھنے لگا۔

''کیا تم سن رہے ہو۔'' اس نے آہستہ سے پوچھا۔ اوہ.....وہ جلدی سے اُٹھ بیٹھا۔ پھر شاید الجھ بھی پڑتا۔ لیکن حمید اس کا شانہ تھپک کر بولا۔ ''خود کو قابو میں رکھو۔ وہ اپنا کام کرگئی۔ میں دیر سے پہنچا۔ یہ دیکھو۔'' اس نے جیب سے گروہ کا شناختی کارڈ نکال کر اس پر پنسل ٹارچ کی روشنی ڈالتے ہوئے کہا۔

''اوہ......!'' اجنبی ڈھیلا پڑ گیا۔

''اب تم میرے ساتھ چلو گے۔ ہوٹل ڈی فرانس واپس نہیں جاؤ گے۔'' حمید نے کہا۔

وہ اُٹھ گیا اور حمید نے پوچھا۔ ''کیا میں تمہیں سہارا دوں۔''

''نہیں! شکریہ۔ میں چل سکتا ہوں۔''

''جوڈتھ نے کسی سے ساز باز کررکھی تھی اور میں تمہاری دیکھ بھال پر متعین کیا گیا تھا۔ اس وقت مجھے کسی قدر دیر ہوگئی اور وہ دونوں اپنا کام کرگئے۔''

اجنبی کچھ نہ بولا۔ خاموشی سے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ سی سائیڈ ہیون کے قریب پہنچ کر حمید نے اُس سے پوچھا۔ ''کیا تم کچھ پیو گے۔''

''نہیں! شکریہ۔''

ٹیکسی جلد ہی مل گئی اور حمید نے ڈرائیور سے موڈل ٹاؤن کی طرف چلنے کو کہا۔ اجنبی روشنی میں آتے ہی اُسے غور سے دیکھنے لگا تھا۔ ٹیکسی موڈل ٹاؤن کی طرف روانہ ہوگئی۔ یہاں کی ایک عمارت کی کنجی اس وقت بھی حمید کی جیب میں موجود تھی۔ شہر میں متعدد ایسی عمارتیں تھیں جنہیں فریدی بوقت ضرورت استعمال کرتا رہتا تھا۔

"کیا تم بالکل ٹھیک ہو۔ مطلب یہ کہ طبی امداد کی ضرورت تو نہیں۔" حمید نے اجنبی سے پوچھا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔" اُس نے جواب دیا۔ "طبی امداد کی ضرورت نہیں۔ حملہ بے خبری میں عقب سے ہوا تھا ورنہ میں اس حال کو نہ پہنچتا۔" حمید خاموش ہی رہا۔

موڈل ٹاؤن پہنچ کر حمید راستے سے متعلق ڈرائیور کو ہدایات دینے لگا اور پھر ایک عمارت کے سامنے ٹیکسی رک گئی۔

عمارت کا قفل کھولتے وقت حمید نے اجنبی سے کہا۔ "جب تک کہ کوئی دوسری ہدایت نہ ملے تمہیں اسی عمارت تک محدود رہنا پڑے گا اور تمہاری دیکھ بھال میرے ذمہ ہوگی۔"

وہ کچھ نہ بولا۔ دونوں عمارت میں داخل ہوئے۔ حمید روشنی کے سوئچ آن کرتا چل رہا تھا۔ گفتگو کے معاملے میں محتاط رہنا چاہتا تھا۔ کیونکہ ان لوگوں کے طریق کار کا اندازہ صرف اسی حد تک رکھتا تھا کہ وہ سب زیادہ تر ایک دوسرے کے لئے اجنبی تھے اور شناختی کارڈ کے ذریعے آپس میں رابطہ قائم کرتے تھے۔

"اپنا کھانا اس دوران میں تمہیں خود تیار کرنا پڑے گا۔" حمید نے کہا اور یک بیک چونک پڑا۔ روشنی میں پہلی بار اُسے غور سے دیکھا تھا۔

"تت...... تمہاری ...... ایک آنکھ۔" وہ ہکلا کر رہ گیا۔

"اسی کش مکش کے دوران نکل گئی ہوگی۔" اُس نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"معاف کرنا مجھے علم نہیں تھا۔"

"ہاں، میری ایک آنکھ نقلی تھی۔ بچپن میں ضائع ہوگئی تھی۔"

"مجھے افسوس ہے۔"

"اوہ..... کوئی بات نہیں۔ دوسری مل جائے گی۔" اجنبی مسکرا کر بولا۔ "ہاں تو مجھے یہاں تنہا رہنا پڑے گا۔"

"مجھے یہی ہدایت ملی ہے کہ تمہیں یہاں تنہا چھوڑ دوں۔ کھانے پینے کی چیزیں میں خود ہی فراہم کردوں گا۔ تا اطلاع ثانی تم بیرونی برآمدے میں بھی قدم نہ رکھنا۔"

"بہت اچھا۔"

"اب میں جارہا ہوں۔ کھانے پینے کی چیزیں فراہم کروں گا۔" حمید نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارا انتظار کروں گا۔"

حمید واپسی کے لئے مڑ گیا۔

جوڈیتھ گراہم بری طرح ہانپ رہی تھی۔ بڑی دشواریوں میں ہوٹل ڈی فرانس تک پہنچی تھی۔ بے سدھ ہوکر بستر پر گر گئی۔ آنکھیں چھت کی جانب نگراں تھیں۔ پلکیں جھپکائے بغیر دیکھے جارہی تھی۔ گردن کا درد بڑھ رہا تھا۔ وہ تصور بھی نہیں کرسکتی تھی کہ اچانک اس کا رویہ اس طرح بدل جائے گا اور پتا نہیں وہ کون تھا جو اس کے حق میں فرشتہ بن گیا۔ اگر وہ عقب سے اس پر حملہ نہ کر بیٹھتا تو وہ مرہی چکی ہوتی۔

آہستہ آہستہ پورا معاملہ اُس کی سمجھ میں آتا چلا رہا تھا۔ وہ سچ مچ کوئی بڑی سازش تھی جس میں اُس نے اُس کو آلہ کار کی حیثیت سے استعمال کیا تھا اور اس سے متضاد بیانات دلوائے تھے۔ کرائم رپورٹر انور سے کچھ کہلوایا تھا اور پولیس انکوائری کے جواب میں دوسرا اور اُس سے بالکل مختلف بیان تھا۔

رات گئے تک وہ اسی الجھن میں پڑی رہی۔ نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ سوچ رہی تھی کہ اس ملک میں وہ تنہا ہے۔ اگر کسی خاص مقصد کے تحت اُسے مارڈالنے کی کوشش کی گئی تھی تو دوبارہ بھی اُس پر حملہ ہوسکتا ہے۔ کیا اُس نے خود کو پولیس سے بچائے رکھنے کے لئے اس کی زبان بند کردینے کی کوشش کی تھی۔

دفعتاً کسی نے دروازے پر ہلکی سی دست دی اور وہ اچھل پڑی۔ پھر خوفزدہ نظروں سے

دروازے کی طرف دیکھتی ہوئی اُٹھ بیٹھی۔

دستک پھر ہوئی۔ وہ دروازے کی بجائے فون کی طرف بڑھی اور ہاؤز ڈیٹکٹیو سے قائم کرتے ہوئے بولی۔ ''میں خطرہ محسوس کر رہی ہوں، کوئی میرے دروازے پر دستک رہا ہے۔ فوراً پہنچو۔''

اس نے اپنے نام اور کمرہ نمبر کا حوالہ دے کر ریسیور رکھ دیا۔ دروازے پر بدستور دستک جاری تھی۔ وہ دم سادھے بیٹھی رہی۔ دستک دینے کا انداز جارحانہ نہیں تھا۔

پھر ایک تیز قسم کی دستک سنائی دی۔ ساتھ ہی آواز آئی۔ ''ہاؤز ڈیٹکٹیو محترمہ! براہ دروازہ کھول دیجئے۔ یہ ایک پولیس آفیسر ہیں۔''

اُس نے اُٹھ کر ہچکچاہٹ کے ساتھ دروازہ کھول دیا۔ ہاؤز ڈیٹکٹیو کے ساتھ وہی آ کھڑا دکھائی دیا جس نے اُس کے کاغذات دیکھے تھے۔ وہ مسکرا کر بولی۔ ''اُمید ہے کہ تم بھولی نہ ہوگی۔''

''اوہ...... نہیں آؤ...... اندر آجاؤ۔'' وہ طویل سانس لے کر بولی اور ہاؤز ڈیٹکٹیو کہا۔ ''معاف کرنا، مجھے غلط فہمی ہوئی تھی۔''

''کوئی بات نہیں۔'' کہتا ہوا وہ رخصت ہو گیا۔

کیپٹن حمید کمرے میں داخل ہوا۔ وہ اس وقت میک اپ میں نہیں تھا۔

جوڈی دروازہ بند کر کے وہیں کھڑی اُسے بغور دیکھتی رہی۔

''کیا بیٹھنے کو بھی نہ کہو گی۔'' حمید بولا۔

''اوہ...... نہیں بیٹھو بیٹھو۔''

''ناوقت تکلیف دہی پر نادم ہوں۔''

''اوہ...... کوئی بات نہیں۔ بتاؤ میں اس وقت تمہارے لئے کیا کر سکتی ہوں۔''

''اب تم سچ بول سکتی ہو۔'' حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

''کک...... کیا مطلب......؟''

''اگر میں نے اپنا ایک آدمی تمہاری نگرانی پر نہ لگا دیا ہوتا تو تم اس وقت ساحل پڑی ہوتیں۔''

وہ کانپ کر رہ گئی۔ پھر اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا۔

''لیکن تم اب بھی خطرے میں ہو۔'' حمید بولا۔

''کک...... کیوں؟ کیا تمہارے آدمی نے اُسے گرفتار نہیں کر لیا۔''

''نہیں...... وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا کیونکہ میرا آدمی تنہا تھا۔''

''یہ اچھا نہیں ہوا۔'' وہ مضطربانہ انداز میں بولی۔

''اور اس پر دوبارہ ہاتھ ڈالنے کی صرف یہی صورت ہو سکتی ہے کہ تم اس کے بارے میں مجھے سب کچھ بتا دو۔''

''میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ جیروم اچانک اتنا وحشی ہو جائے گا۔ خدا کی پناہ۔ یقین نہیں آتا۔''

''اتنا قریبی دوست ہے۔'' حمید نے حیرت سے پوچھا۔

''تم یقین نہیں کرو گے کہ ہم جلد ہی شادی کرنے والے تھے۔ حالانکہ صرف دو ماہ پہلے ہماری ملاقات ہوئی تھی۔ وہ ایسا پیارا آدمی تھا...... خداوند میں کیسے یقین کروں۔ کیا وہ پاگل ہو گیا تھا۔''

''مس گراہم مجھے حیرت ہے۔ میں نے آج تک نہیں سنا کہ کسی لڑکی کو کسی یک چشم آدمی سے اس حد تک لگاؤ ہوا ہو۔ ساری دنیا کی عشقیہ داستانوں میں بھی کوئی ایک چشم ہیرو نظر نہیں آتا۔''

''میں نہیں سمجھی تم کیا کہنا چاہتے ہو...... کیسا یک چشم۔ کس کی بات کر رہے ہو۔''

''مسٹر جیروم کی۔''

''میں اب بھی نہیں سمجھی۔''

''کیا اس کی ایک آنکھ نقلی نہیں ہے۔''

''ہرگز نہیں۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔''

حمید طویل سانس لے کر رہ گیا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ ''کیا وہ جیروم نہیں تھا جس نے ساحل پر تمہارا گلا گھونٹنے کی کوشش کی تھی۔''

''بلاشبہ وہی تھا۔''

''تو پھر وہ یک چشم ہے۔ اس کش مکش کے دوران میں اُس کی نقلی آنکھ نکل کر گر گئی تھی۔''

''مجھے یقین نہیں آتا۔''

''اگر وہ دوبارہ ہاتھ لگا تو ثابت کر دوں گا۔ خیر اب مجھے اسکے ٹھکانے سے آگا

''وہ یہیں برابر والے کمرے میں مقیم تھا۔'' وہ بائیں جانب اشارہ کر کے بولی۔

''اچھا...... کمال ہے۔ واقعی اُس کی وہ آنکھ نقلی نہیں لگتی تھی۔''

''میں تو بہت قریب سے اُسے دیکھتی رہی ہوں۔''

''اگر وہی تھا تو اتنے قریب ہونے کے باوجود بھی وہ یہاں تمہارے لئے اجنبی بنا رہا تھا۔'' حمید نے سوال کیا۔

''جب سے تم نے مجھ سے پوچھ گچھ کی تھی اُس نے چھپ کر ملنا شروع کر دیا۔ دوسروں کے سامنے اجنبی بنا رہتا تھا اور اُس کے بعد ہی یہاں کمرہ بھی لے لیا تھا۔''

''ویسے کہاں رہتا ہے؟''

''تین سو گیارہ گرینڈ ایونیو۔''

''کرتا کیا ہے۔''

''کمرشل آرٹسٹ ہے۔ کئی بڑی کمپنیوں کے لئے کام کرتا ہے۔''

''اور اُسی نے تمہیں جیرالڈ شاستری کے ہم شکل کے بارے میں پوچھ گچھ کرنے پر اُکسایا تھا۔''

''ہاں، اُسی نے اور یہ بھی کہا تھا کہ وہ کوئی خطرناک معاملہ نہیں ہے۔ بس کسی سے مذاق کرنا چاہتا ہے۔''

''تم نے انور سے کچھ کہا تھا اور مجھ سے کچھ۔ دونوں بیانات میں بہت واضح تضا

''میں نے اپنے دل سے کچھ بھی نہیں کہا تھا۔''

''یعنی اس نے دو طرح کے بیان تم سے دلوائے تھے۔''

''ہاں، اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔''

''تم بڑی دشواری میں پڑ گئی ہو۔''

''خدا جانے! میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔''

''تم مجرموں کے ایک گروہ کی آلہ کار بن گئی ہو۔''

''یقین کرو۔ میں جیروم کے علاوہ اور کسی کو بھی نہیں جانتی۔ کسی گروہ سے اس کا تعلق ہوگا، میرا نہیں ہے۔''

''میرا خیال ہے کہ تم اس معاملے میں جھوٹ نہیں بول رہیں۔''

''شکریہ! میں یہاں بالکل تنہا ہوں۔ پتا نہیں میرا کیا حشر ہوگا۔''

''فکر نہ کرو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ بس تم اس معاملے میں اپنی زبان بند رکھنا۔''

''یعنی تم میرے خلاف کارروائی نہیں کرو گے۔''

''فی الحال میں تمہاری حفاظت کروں گا۔ یہ خطرناک لوگ ہیں۔ ہاں تو اس نے تمہیں کس طرح انور کے پاس بھیجا تھا۔''

''اس نے اُس تصویر کو دیکھ کر مجھ سے کہا تھا کہ اس کہانی کے ساتھ انور تک جاؤں۔ واپسی پر وہ بیان رٹایا جو مجھے پولیس کو دینا تھا۔ میں تیار نہیں تھی، لیکن اس نے کہا کہ مقصد صرف یہ ہے کہ اُس کے کچھ دوست حیران رہ جائیں گے۔ تم تو جانتی ہی ہو کہ بعض تعلقات کیسے ہوتے ہیں۔ کوئی بات ٹالی نہیں جا سکتی۔ پھر تمہیں بیان دینے کے بعد اس کا رویہ بدل گیا، اُس نے کہا کہ وہ قریب رہ کر میری حفاظت کرے گا۔ لیکن ہم دونوں کو اجنبیوں کی طرح رہنا پڑے گا۔ خداوندا...... اب بھی میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔''

''اسی الجھن سے بچانے کے لئے اس نے تمہیں مار ڈالنا چاہا تھا۔'' حمید مسکرا کر بولا اور وہ نظریں چُرانے لگی۔

''اب تم ہاؤز ڈیٹیکٹیو کو فون کر کے میری طرف سے کہو کہ یہاں آ جائے۔'' حمید نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

''کک...... کیا کرو گے؟''

''ضابطے کی کارروائی۔'' حمید نے کہا۔

ہاؤز ڈیٹیکٹیو ایک ریٹائرڈ سب انسپکٹر پولیس تھا اور حمید سے واقف تھا۔ اس لئے حمید کو بے ضابطہ کارروائی کے سلسلے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی۔ ورنہ وہ تلاشی کے وارنٹ کے

بغیر جیروم کے کمرے کی تلاشی لینے کا مجاز نہیں تھا۔

تلاشی کے نتیجے میں صرف ایسے آلات قابل گرفت نظر آئے جن کے ذریعے
جوڈی کے کمرے میں ہونے والی گفتگو بخوبی سن سکتا تھا۔ اس کے علاوہ حمید کو جن چیز
تلاش تھی وہ اُسے نہ مل سکیں۔ مثلاً ایسے کاغذات جن سے اس کی شخصیت پر روشنی پڑ سک

یہ بے ضابطہ کارروائی تھی لہٰذا ہاؤز ڈیٹکٹیو سے یہ کہنے کی بھی ضرورت نہیں تھی ک
سلسلے میں اپنی زبان بند رکھے۔ وہ خود ہی سمجھ دار تھا۔ زبان کھولنے پر خود اس کی پوزیشن
ہو سکتی تھی۔

جیروم کا کمرہ مقفل کر کے وہ جوڈی کے کمرے میں واپس آیا اور وہ مضطربانہ انداز
بولی۔ ''وہاں کیا دیکھ رہے تھے۔''

''یہی کہ تم پر اُس کی کتنی کڑی نگرانی تھی۔''

''میں نہیں سمجھی۔''

''وہاں ایسے آلات موجود ہیں جن کے ذریعے وہ تمہارے کمرے میں ہونے والی
بخوبی سنتا رہا ہوگا۔''

''آخر یہ سب کیا ہے؟'' وہ اُلجھ کر بولی۔

''جب تم نہیں سمجھ سکتیں تو فی الحال میں کیا بتا سکوں گا۔ جلد ہی تمہیں سب کچھ
ہو جائے گا۔''

''میں اب کیا کروں۔''

''اپنے معمولات میں کوئی فرق نہ آنے دو۔ کوئی تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔''

''یہ تو میں نے دیکھ ہی لیا ہے۔''

''اس کے ملنے جلنے والوں کے بارے میں کچھ بتاؤ۔''

''عجیب اتفاق ہے کہ اُس نے کبھی کسی سے میرا تعارف نہیں کرایا۔ کبھی کبھی
اوقات میں ملا ہی نہیں جب ہم دونوں ساتھ رہے ہوں۔''

''آخری سوال!'' حمید ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ ''اب اپنے ذہن کو اچھی طرح ٹٹول کر
اب بھی تمہاری زندگی میں اُس کے لئے کوئی گنجائش ہے۔''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔'' وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔ ''ایسے حالات سے گزرنے کے
ہی دیوانہ ہی اُس کے لئے اچھے احساسات رکھ سکے گا۔''

''گڈ...... اگر کوئی اس کے بارے میں تم سے پوچھ گچھ کرے تو کھل کر لاعلمی ظاہر کرنا۔
نے کبھی اُس کا نام تک نہیں سنا۔''

''لیکن وہ لوگ جو اس معاملے سے واقف ہیں۔''

''صرف انور جانتا ہے اور مجھے علم ہے۔''

''ٹھہرو! مجھے یاد آ رہا ہے۔'' وہ ہاتھ اُٹھا کر کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ ''انور کے فلیٹ میں
قت ایک پولیس آفیسر بھی موجود تھا اور اُس نے بھی میری کہانی سنی تھی۔''

''انور کی زبان میں بند کردوں گا اور اُس پولیس آفیسر کو تم خود جھٹلا سکتی ہو۔ انور
رے بیان کی تائید کرے گا۔''

''میں تمہاری بے حد شکر گزار ہوں۔''

''دشواری میں پڑے ہوئے لوگوں کو سہارا دینا میرے فرائض میں شامل ہے۔''

''لیکن اگر یہ واقعہ پیش نہ آیا ہوتا تو۔''

''تم بدستور مشتبہ افراد کی فہرست میں شامل رہتیں۔''

وہ طویل سانس لے کر رہ گئی۔

''اور ہاں......!'' حمید نے چلتے چلتے کہا۔ ''دروازہ اندر سے مقفل کر کے سونا۔''

''پھر کب ملو گے۔''

''کیا تم چاہتی ہو کہ میں پھر ملوں۔''

''اب تمہارے علاوہ یہاں اور کسی کو نہیں جانتی۔''

''میں دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔''

وہ اس وقت تک راہداری میں کھڑا رہا تھا جب تک دروازہ بند ہو جانے کے بعد قفل
گھومنے کی آواز نہیں سن لی تھی۔ راہداری میں سناٹا تھا۔ وہ تیزی سے اس کمرے میں
ہو گیا جس میں عدنان خلیلی کے نام سے مقیم تھا۔

اُوزاکا عجیب سی وحشت میں مبتلا تھا۔ کھلے آسمان کے نیچے آنے سے تو کانپ جاتا تھا۔ باہر نکلنا ہی پڑتا تو زیادہ تر کوشش یہی ہوتی کہ اس پر دھوپ نہ پڑے گویا اپنی پرچھائیں سے بھی خوف کھانے لگا تھا۔ فریدی کی ہدایت کے مطابق وہ لاکٹ بھی اُس کے گلے میں پڑا ہوا تھا جس کے بارے میں فریدی نے شبہ ظاہر کیا تھا کہ اندر کسی قسم کی الیکٹرونک ڈیوائیس موجود ہے۔ ہر چند کہ وہ لاکٹ اس لاکٹ سے مشابہ تھا جو بچپن ہی سے اُس کی گردن میں پڑا آرہا تھا لیکن وہ لوگ شاید اس کی پشت کے نشانات کی نقل کرنا بھول گئے تھے جو اصل لاکٹ میں موجود تھے اور جن میں پسینے کی تہیں جم گئی تھیں۔ اسی فرق نے فریدی کے خیال کی توثیق کی تھی ورنہ وہ اسے باور کرلینے پر بھی تیار نہ ہوتا۔ پھر فریدی ہی کی ہدایت کے مطابق اُس نے اُسے کھولنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ دن میں متعدد بار ڈربی ہاؤز کے نمبر ڈائیل کرتا تھا لیکن اس کی کال ریسیو نہیں کی جاتی تھی۔

اسے یقین تھا کہ اب ڈربی ہاؤز بالکل خالی ہے۔ اس کے باوجود بھی اُس کے معمول میں فرق نہیں آیا تھا۔ دن میں کئی بار فون پر اُس کے نمبر ڈائیل کرتا۔ اُس رات کے بعد ابھی تک فریدی سے دوبارہ ملاقات نہیں ہوئی تھی۔

اسٹیل ملز کی ڈیوٹی جاری تھی۔ معمول کے مطابق وہاں اپنے فرائض انجام دے کر واپس آجاتا۔

اسٹیل ملز کا نیا منیجر جمشید سخت گیر آدمی معلوم ہوتا تھا۔ آنکھوں ہی سے سختی جھلکتی تھی۔ نرم لہجے میں بھی بات کرتا تو ایسا محسوس ہوتا جیسے کوئی بھیڑیا غرا رہا ہو۔ لیکن فریدی سے ملی ہوئی اطلاع کے مطابق اس کا تعلق تنظیم سے نہیں تھا۔

جمشید کسی دوسرے محکمے سے آیا تھا۔ اُوزاکا کا خیال تھا کہ اسٹیل ملز ہی کے کسی آدمی کو منیجر کے عہدے پر ترقی دے دی جائے گی لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔

سابق منیجر جبار کے متعلق اُوزاکا کو علم نہیں تھا کہ زندہ بھی ہے یا بحالت دیوانگی اُس کی موت واقع ہو چکی ہے۔ اُس کے بارے میں اخبارات میں کوئی خبر نہیں آئی تھی۔

نیا منیجر مل کے سارے عہدیداروں کو فرداً فرداً اپنے دفتر میں طلب کر کے گفتگو کررہا تھا۔

اُس کی باری بھی آگئی۔

وہ اپنے آفس میں تنہا تھا اور اُوزاکا کی پرسنل فائل اُسکے سامنے رکھی ہوئی تھی۔ اُس نے اُسے ایک کرسی کی طرف ہاتھ اُٹھا کر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور وہ اس کا شکریہ ادا کر کے بیٹھ گیا۔

"اُن دونوں سے تمہارے کیسے تعلقات تھے جنہوں نے پولیس پارٹی پر حملہ کیا تھا۔" اُس نے پہلا سوال کیا۔

"میرے ہم وطن تھے۔"

"میں نے ذاتی تعلقات کے بارے میں پوچھا ہے۔"

"ظاہر ہے کہ قریبی تعلقات رہے ہوں گے، ہم وطن ہونے کی حیثیت سے۔"

"تم کہاں تھے جب انہوں نے پولیس پارٹی پر حملہ کیا تھا۔"

"یہیں تھا، ڈیوٹی پر۔"

"کیا تم بتا سکو گے کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا تھا۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں اُن کی نجی زندگیوں میں دخیل نہیں تھا۔"

"اُن کی کوئی بہن بھی تھی۔"

"ہاں تھی تو...... لیکن شاید وہ اب پولیس کی تحویل میں ہے۔"

"تم سابق منیجر مسٹر جبار کے خاص آدمیوں میں سے ہو۔"

"خاص سے کیا مراد ہے۔"

"دوستانہ تعلقات تھے؟"

"وہ میرا خیال ضرور کرتے تھے، لیکن اُسی طرح جیسے کوئی آفیسر کسی ماتحت پر زیادہ مہربان ہو۔ میری دانست میں اس تعلق کو دوستانہ کہنا مناسب نہ ہوگا۔"

"اس مہربانی برتاؤ کی کوئی خاص وجہ تھی؟"

"میری دانست میں تو کوئی خاص وجہ نہیں تھی۔"

"غیر فطری بات۔" جمشید بُرا سا منہ بنا کر بولا اور اُسے گھورتا رہا۔

"اُوزا کا عجیب سی اُلجھن محسوس کر رہا تھا۔لیکن اس بات کا اُسکے پاس کوئی جواب نہ

"میں بہت جلد معلوم کرلوں گا۔" جمشید اُسے کینہ توز نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

"میں نہیں سمجھا آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"پچپن لاکھ کے غبن کا پتہ لگایا ہے میں نے۔"

"ضرور لگایا ہوگا۔لیکن مجھے اُس سے کیا سروکار۔"

"یہی تو دیکھنا ہے۔" جمشید غرایا۔"اور یہ بھی دیکھنا ہے کہ جبار اس طرح مر کیوں گیا۔"

"مر گیا......؟" اُوزا کا اچھل پڑا۔

"کیوں؟ کیا تمہیں علم نہیں۔"

"نہیں......میں نہیں جانتا۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔" جمشید نے خشک لہجے میں کہا۔

"مسٹر منیجر! مجھے خواہ مخواہ ہراساں کرنے کی کوشش مت کرو۔ میں منتظر رہوں گا میرے خلاف کیا ثابت کر سکتے ہو۔" اُوزا کا بھی طیش میں آ کر بولا۔

جمشید نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے اور اُسے گھورتا رہا۔

"کیا میں اب جا سکتا ہوں؟"

"جاؤ......!" جمشید دروازے کی طرف ہاتھ اُٹھا کر دہاڑا۔

اُوزا کا نے باہر نکلتے ہوئے زور سے دروازہ بند کیا تھا۔اس طرح اپنی دانست میں وہ جمشید کو باور کرانا چاہتا تھا کہ وہ اس سے ذرہ برابر بھی مرعوب نہیں ہوا۔ بھلا اُس کو کیا سروکار ہو سکتا تھا کہ وہاں پچپن لاکھ کا غبن ہوا تھا یا نہیں۔وہ تو اپنے ملک کی حکومت کی طرف سے تکنیکی ہدایت کار کی حیثیت سے یہاں بھیجا گیا تھا اور اپنے اس فرض کی ادائیگی دیانتداری سے کرتا رہا تھا۔نجی زندگی میں جس تنظیم سے وابستہ تھا، اس کی ایک شاخ یہاں بھی موجود تھی اور اُسی کی طرف سے اس کو ہدایت ملی تھی کہ تنظیم کے معاملات میں بھی ملز کے منیجر ہی کے احکامات کی تعمیل کرنی پڑے گی۔ منیجر کی حیثیت سے اگر وہ مرتب ہوا تھا تو یہ اس کا ذاتی معاملہ تھا۔جس کی سن گن بھی اُوزا کا کو کبھی نہیں ملی تھی۔اوہ، جہنم میں جائے۔وہ سوچتا ہوا اپنے آفس میں واپس آیا۔زیادہ سے زیادہ یہی ہو سکتا تھا کہ اُسے ناپسندیدہ قرار دے کر اُس کے ملک واپس کر دیا جاتا اور پھر اس کے خلاف غبن کا الزام ثابت کیسے ہوگا، جب کہ اس کے فرشتوں کو بھی اس کا علم نہیں تھا۔"

ڈیوٹی کا وقت ختم ہونے تک وہ اپنے آفس میں بیٹھا رہا۔ نئے منیجر کے رویئے نے اُسے شدید جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر دیا تھا۔چار بجے وہ آفس سے نکل کر اپنی گاڑی میں آ بیٹھا۔ سوچ رہا تھا کہ ایک بار پھر ڈربی ہاؤز سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔اپنی قیام گاہ تک پہنچنے کے لئے اُسے شہری آبادی سے بھی گزرنا پڑتا۔اُس نے سوچا کہ وہیں سے کسی پبلک ٹیلی فون بوتھ سے ڈربی ہاؤز فون کرے گا۔ پھر شہر پہنچ کر وہ کوئی ایسا فون بوتھ تلاش کرنے لگا جس تک پہنچنے کے لئے اُسے دھوپ سے نہ گزرنا پڑے۔ پرچھائیں کا خوف اُس پر ہر وقت طاری رہتا تھا۔

اس کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی کیونکہ ابھی دھوپ موجود تھی۔بس پھر وہ سیدھا اپنی قیام گاہ کی طرف نکلا چلا گیا۔ گلے میں پڑے ہوئے لاکٹ نے اُس کی زندگی تلخ کر رکھی تھی لیکن وہ اسے اتار بھی نہیں سکتا تھا۔فریدی نے اُسے باور کرایا تھا کہ اگر انہیں اس کا شبہ بھی ہو گیا کہ اُسے لاکٹ کے راز سے آگاہی ہو گئی ہے تو وہ اُسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

قیام گاہ پر پہنچ کر اس نے فون پر ڈربی ہاؤز کے نمبر ڈائیل کئے۔ اس بار ایسا لگا جیسے دوسری طرف سے کسی نے ریسیور اٹھایا ہو۔

"ہیلو......!" نسوانی آواز آئی اور وہ متحیر رہ گیا۔ پہلے کبھی اُدھر سے کوئی نسوانی آواز نہیں سنی تھی۔اس خیال سے کہ کہیں کوئی غلط نمبر نہ مل گیا ہو، اس نے پوچھا "ڈربی ہاؤز۔"

"ہاں، ڈربی ہاؤز ہے۔"

"میں اُوزا کا بول رہا ہوں۔"

"کون اُوزا کا۔"

"تم کون ہو۔"

"میں پامیلا ہوں۔"

''کیا وہاں کوئی مرد موجود نہیں ہے۔''

''تمہیں کس سے ملنا ہے۔''

''اُوزاکا اس کا کیا جواب دیتا۔ ڈربی ہاؤز کے کسی فرد کا نام نہیں جانتا تھا۔''

''مسٹر پے فن سے۔'' کچھ نہ کچھ تو کہنا ہی تھا۔ ویسے اُس کے فرشتوں کو بھی علم نہ تھا۔ یہی نام اُس کی زبان پر کیوں آیا تھا۔

''شاید تم پچھلے کرایہ دار کی بات کر رہے ہو۔''

''کسی مرد سے بات کراؤ۔''

''یہاں سرے سے کوئی مرد ہے نہیں۔ میں یہاں تنہا رہتی ہوں، اور آج ہی میں نے یہ عمارت کرائے پر حاصل کی ہے۔''

''کیا تم تنہا ہو۔''

''بالکل...... تم کون ہو اور کہاں سے بول رہے ہو۔''

''یہ معلوم کر کے کیا کرو گی۔ ظاہر ہے کہ میرا تعلق پچھلے کرایہ دار سے تھا۔''

''مجھ سے بھی ہو سکتا ہے تعلق۔''

''تعلقات کسی ضرورت کے تحت ہوتے ہیں۔''

''کیا تمہاری ساری ضرورتیں پوری ہو چکی ہیں۔''

''ایسا تو نہیں ہے۔''

''تو پھر ہو سکتا ہے کہ میں تمہارے کسی کام آ سکوں۔''

''مثلاً......!'' اوزاکا نے کسی قدر تیز لہجے میں پوچھا۔

''میں تمہیں بتا سکتی ہوں کہ تمہاری آئندہ زندگی میں کیا ہونے والا ہے۔ میں پامسٹ بھی ہوں اور ستارہ شناس بھی۔''

''میں نے اپنی آئندہ زندگی کے بارے میں کبھی کچھ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی۔''

''ڈرتے ہو۔''

''نہیں یہ بات نہیں ہے۔ اگر پہلے سے سب کچھ معلوم ہو جائے تو زندگی میں کوئی چارم نہیں رہتا۔''

''اس بات پر میں تم سے متفق ہوں۔ تو پھر تم مجھ سے ملنے آ رہے ہو۔''

''آخر کیوں؟''

''اس شہر میں تم پہلے آدمی ہو جس سے میری گفتگو ہوئی ہے۔ خود کو بہت تنہا محسوس کر رہی ہوں۔ کیا تم اس عمارت کے دوسرے کرایہ دار سے دوستی نہیں کر سکتے۔''

''شاید تم مجھے پسند نہ کرو۔ میں یوروپین نہیں ہوں۔''

''میں بھی نہیں ہوں۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''پھر کون ہو۔''

''فلپینی۔''

''لیکن لہجہ انگریزوں جیسا ہے؟''

''ماں انگریز تھی۔''

''اچھا تو پھر میں تمہارے لئے کیا کروں؟''

''آ سکتے ہو تو آ جاؤ۔''

''ڈربی ہاؤز سے بیس میل کے فاصلے پر ہوں۔''

''تب تو مجبوری ہے۔ خیر پھر سہی۔ لیکن یاد رکھنا۔'' دوسری طرف سے کہا گیا اور رابطہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔

اُوزاکا نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ وہ سوچ رہا تھا کیا یہ ممکن ہے کہ ان لوگوں نے ڈربی ہاؤز چھوڑ دیا ہو۔ تو پھر کیوں نہ اُسے بلاوا ہی سمجھا جائے۔ بڑی عجیب پوزیشن میں خود کو محسوس کر رہا تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ تنظیم کی نظروں میں اب اس کی کیا حیثیت ہے۔ دوسری طرف فریدی نے یہ معلوم ہو جانے کے بعد بھی کہ اس کی کوٹھی میں تباہی پھیلانے والی اُسی کی ذات تھی، اُسے چھوٹ دے رکھی تھی۔ آخر یہ دونوں حریف اس سے کیا چاہتے ہیں۔ فریدی یہ سمجھتا تھا کہ اس کے توسط سے وہ تنظیم کا قلع قمع کر سکے گا۔ بہت بڑی بھول تھی۔ اب یہ بھی ناممکن تھا کیونکہ فیمی فریدی کے قبضے میں تھی، فیمی جس کے لئے وہ تنظیم سے غداری کا مرتکب ہوا تھا۔ بھلا وہ فیمی کو اس کے قبضے سے نکالے بغیر اُسے تنظیم کے حوالے کیسے کر سکتا تھا۔ پھر اس کی پوزیشن کیا تھی۔ وہ کہاں کھڑا تھا اور کسی دوسری مرحلے کی طرف

مراجعت کی تو خود اس کا کیا حشر ہوگا۔ کبھی کبھی تو اُسے فیمی پر بھی غصہ آنے لگتا کہ ا
سے خواہ مخواہ اُس اُلجھن میں پڑا ہے۔ دراصل یہ اُوزاکا کی پرانی کمزوری تھی۔ کسی
ثابت قدمی سے قائم نہیں رہ سکتا تھا۔ کبھی تنظیم سے وفاداری کا جذبہ اُبھرتا اور کبھی
تڑپنے لگتا۔ کبھی فریدی کی مہربانی یاد آتی اور کبھی سوچتا کہ فتنے کی اصل وجہ تو وہی ہے۔

تھوڑی دیر بعد ان سارے خیالات کو ذہن سے جھٹک دینے کے لئے شراب شروع کردی۔ پھر عین ہنگام سرخوشی میں اچانک فون کی گھنٹی کی آواز نے اسے چو تھا۔ ریسیور اٹھایا، کال ریسیو کی۔ دوسری طرف اسٹیل ملز کا نیا منیجر جمشید تھا۔

''تم تصور نہیں کرسکتے کہ ہم سب کس پوزیشن میں ہیں۔'' اس نے کہا۔

''میں نہیں سمجھا آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔'' اُوزاکا بولا۔

''اگر اس غبن کی خبر کسی طرح آؤٹ ہوگئی تو حکومت کی پوزیشن خراب ہوگی۔ کیو ادارہ ورلڈ بنک کی امداد سے قائم ہوا تھا۔''

''میں جانتا ہوں مسٹر منیجر! لیکن غبن کے سلسلے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔''

''جبار نے اتنی بڑی رقم فوری طور پر تو ہضم نہ کرلی ہوگی کہیں نہ کہیں اس کا کچھ ضرور محفوظ ہوگا۔''

''ممکن ہے۔'' اُوزاکا نے لاپرواہی سے کہا۔

''تو پھر تم میری مدد کرو......؟''

''میں کس طرح مدد کرسکتا ہوں جناب۔''

''میرے ساتھ مل کر اُسے تلاش کرو۔''

''کہاں تلاش کروں۔''

''جہاں جہاں اس کے ملنے کا امکان ہو۔''

''میں آپ کو کس طرح یقین دلاؤں کہ مسٹر جبار کے نجی معاملات کے بارے میں بھی نہیں جانتا۔''

''پھر بھی اگر ہم دونوں مل کر تلاش کریں تو اس میں کیا حرج ہے۔''

''کوئی حرج نہیں ہے۔'' اُوزاکا زچ ہوکر بولا۔

نہیں تو پھر میری دوسری کال کے منتظر رہنا۔'' کہہ کر دوسری طرف سے رابطہ منقطع

یہ بری مصیبت گلے لگ گئی ہے۔ اس نے سوچا۔ پتہ نہیں کس قسم کا آدمی ہے۔ ہوسکتا جبار ہی کی طرح تنظیم ہی سے تعلق رکھتا ہو۔ لیکن ڈربی ہاؤز سے تو اُسے پہلے ہی آگاہ کیا تھا کہ اب جو آدمی منیجر کی جگہ پر آئے گا وہ تنظیم سے متعلق نہ ہوگا۔ اگر تنظیم سے نہیں ہے تو غبن کی بات صرف اُوزاکا ہی سے کیوں کی؟ اسسٹنٹ منیجروں سے پوچھ کیوں نہیں کی۔ شاید اُس کے علاوہ اور کسی سے بھی اس سلسلے میں گفت وشنید نہیں کی گئی تھی ایسا ہوتا تو کسی دوسرے ذریعے سے بھی یہ بات اُوزاکا تک پہنچی ہوتی۔ پچپن لاکھ کا غبن کوئی واقعہ نہیں۔ جنگل کی آگ کی طرح یہ خبر پورے مل میں پھیل گئی ہوتی۔ ہوسکتا ہے نے غبن کیا ہو اور رقم رکھنے کی جگہ کی نشاندہی کرنے سے قبل ہی پاگل ہوگیا ہو۔ آخر تنظیم مصارف بھی تو ہوتے ہیں۔ ان کے لئے رقم کہاں سے آتی ہوگی۔ ہوسکتا ہے رقم کا کا ایسے ہی ذرائع سے ہوتا ہو۔ لیکن اگر جمشید تنظیم ہی کا آدمی ہے تو یہ بات اُس سے چھپائی جارہی ہے جب کہ جبار کے بارے میں اُسے اور فیمی کے دونوں بھائیوں کو علم وہ تنظیم ہی کا آدمی ہے۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ حقیقتاً اب تنظیم کے مقامی سربراہ کو اُس نہیں رہا اور اب وہ صرف ایک مہرے کی حیثیت سے استعمال کیا جارہا ہے۔ ایسا مہرہ کے پٹ جانے کا امکان بھی روشن ہو۔ تو پھر اُسے کیا کرنا چاہئے۔ یہ ایک سوال تھا جس اب اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوسکتا تھا کہ خود کو حالات کے رحم وکرم پر چھوڑ دے۔ تو کیوں نہ وہ ڈربی ہاؤز کی طرف روانہ ہوجائے۔ اس عورت پامیلا کو بھی دیکھے۔ ٹھیک ہے۔ ایسا ہی ہونا چاہئے۔

حمید اس وقت عدنان خلیلی کے میک اپ میں تھا جب جیروم سے مڈبھیڑ ہوئی تھی۔ اس سے دوبارہ ملنے سے قبل اُسے پھر وہی میک اپ کرنا پڑا۔ ہوٹل ڈی فرانس میں بھی

کمرہ عدنان خلیلی ہی کے نام سے حاصل کیا تھا۔

جیروم اُسی عمارت میں ملا جہاں حمید نے اُسے ٹھہرایا تھا۔ دن کی روشنی میں عجیب لگ رہی تھی۔ دوسری آنکھ کی عدم موجودگی نے چہرے پر ویرانی پھیلا رکھی تھی۔ محسوس کیا کہ وہ بہت زیادہ مغموم بھی ہے۔

''اب مجھے کیا کرنا ہوگا۔'' اُس نے مردہ سی آواز میں حمید سے پوچھا۔

''فی الحال یہیں رہو گے۔ کیونکہ ابھی تک اس سلسلے میں مجھے کوئی ہدایت نہ'' حمید نے جواب دیا۔

''وہ زندہ ہے یا مرگئی۔''

''زندہ ہے۔''

''اگر زندہ ہے تو مجھے اپنی زندگی سے مایوس ہو جانا چاہئے۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ جیروم کی ایک آنکھ سے ایک موٹا سا قطرہ گال پر ڈھلک آیا۔

''ہوسکتا ہے تمہارے اندیشے بے بنیاد ہوں۔'' حمید نے کہا۔

''میں موت سے نہیں ڈرتا۔'' جیروم جھنجھلا کر بولا۔ ''میں تو اُس زندگی سے خائف جو اُس کے بغیر گزرے گی۔''

''اوہو......تو کوئی ایسی بھی بات ہے۔''

جیروم کچھ نہ بولا۔ اُس کے چہرے کا اضمحلال کچھ اور بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد کہا۔ ''پہلے اُس سے مل بیٹھنے کو کہا گیا۔ پھر ہدایت ملی کہ اس سے جذباتی طور پر بھی کرنا ہے۔ جب بات سچ مچ بہت آگے بڑھ گئی تو کہا گیا مار ڈالو۔ تم خود سوچو کیا دینے والی بات نہیں ہے۔''

''ہوگی۔'' حمید نے لاپرواہی کے اظہار میں شانے سکوڑے۔

''ہم بھی آدمی ہیں۔ مشین نہیں۔''

''مجھے حیرت ہے کہ تمہیں اس پر بھی غور کرنے کا وقت مل جاتا ہے۔''

''میں کہہ چکا ہوں کہ مشین نہیں ہوں۔''

''تمہاری باتیں عجیب ہیں۔''

''میں زندہ نہیں رہنا چاہتا۔''

''تم مجھ سے یہ سب کچھ کیوں کہہ رہے ہو۔'' حمید نے جھنجھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

''اس لئے کہ تمہارے توسط سے یہ بات وہاں تک پہنچ جائے۔''

''کی تک۔''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ وہ تو اب میری شکل تک دیکھنے کی روادار نہ ہوگی۔''

''میں اپنے کام سے کام رکھتا ہوں۔ کسی کے لئے بھی تمہارا پیغام بر نہیں بن سکتا۔''

کہا اور پھر چونک کر بولا۔ ''تم نے یہاں کا فون تو استعمال نہیں کیا......؟''

''کیوں؟''

''تمہارے لئے یہی حکم ہے کہ تاحکم ثانی ایسے بن جاؤ جیسے دنیا سے ناپید ہوگئے ہو۔''

''کیسی مجبوری ہے۔ نہیں میں نے فون نہیں استعمال کیا۔''

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور حمید کو کال ریسیو کرنے کے لئے دوسرے کمرے میں جانا پڑا۔ اور پھر اس کا چہرہ کھل اُٹھا کیونکہ دوسری طرف سے فریدی کی آواز آئی تھی۔

''کیا کرتے پھر رہے ہو۔''

''یہاں کال کرنے کا مطلب تو یہی ہوسکتا ہے کہ آپ سارے احوال سے واقف'' حمید نے کہا۔

''اچھے جا رہے ہو۔ لیکن تم نے اُس سے کیا کہا ہے۔''

''اُن کے گروہ کے ایک فرد کا رول ادا کر رہا ہوں۔''

''کیا قصہ ہے۔''

حمید اُسے بالتفصیل بتانے لگا کہ کس طرح جیروم ہاتھ لگا تھا۔

''ٹھیک ہے۔ اُسے روکے رکھو۔'' فریدی نے کہا۔

''آپ کہاں ٹھہرے ہیں۔''

''نہیں۔''

''آپ کیا کرتے پھر رہے ہیں۔''

لیکن اس سوال کے جواب میں اُس نے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سنی اور بھنا کر

ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

پھر اس کمرے میں واپس آیا جہاں جیروم کو چھوڑ گیا تھا۔

''میرے لئے کوئی ہدایت۔'' جیروم نے پوچھا۔

''یہی کہ تم اسی عمارت تک محدود رہو۔ کسی ایسی کھڑکی کے قریب بھی مت جس سے دیکھ لیے جانے کا امکان ہو۔''

''کب تک......!''

''تاحکم ثانی۔''

وہ ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ ''آخر ہم نے زندگیاں اپنے اوپر حرام کرلی ہیں۔''

''تم ذہنی طور پر بہت اُلجھ گئے ہو۔'' حمید اُسے گھورتا ہوا بولا۔

''مجھے ایسی باتیں سوچنے کی کیا ضرورت ہے؟''

''شاید بہت بہتر حالات میں زندگی بسر کر رہے ہو۔''

''کیا تم ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔'' حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''بہت چڑچڑے معلوم ہوتے ہو۔''

''مجھے بہت زیادہ عقلمند آدمیوں سے نفرت ہے۔''

''ایسے ہی معلوم ہوتے ہو۔'' اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''لیکن تم شاید سچ مچ زندگی سے بیزار ہو گئے ہو۔''

''کھلی ہوئی بات ہے ورنہ تم سے اتنی باتیں کیوں کرتا۔''

''یہ کیا بات ہوئی۔'' حمید نے کہا۔

''اگر بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی تو تم نشے میں معلوم ہوتے ہو۔'' جیروم لہجے میں کہا اور حمید سوچ میں پڑ گیا کہ کہیں اس سے کوئی غلطی تو نہیں ہوگئی۔ وہ تک اُسی تنظیم کے فرد کا رول ادا کر رہا تھا اور اُسے تنظیم کے اصول وضوابط کے بارے بھی نہیں معلوم تھا۔ اُسے محتاط رہنا چاہئے۔ لیکن وہ جیروم کی آنکھوں میں ایسے دیکھے جا رہا تھا جیسے اپنے سوال کے جواب پر مصر ہو۔

''ہم آپس میں نجی گفتگو نہیں کرتے۔ اپنے کام سے کام رکھتے ہیں۔'' جیروم تھوڑی دیر بعد بولا۔

''تم مجھے کوئی نئی اطلاع نہیں بتا رہے لیکن مجھے دیکھو کہ میں نے تم پر اس سلسلے میں کوئی اصرار نہیں کیا۔''

''ہاں...... یہ بات میرے لئے بھی عجیب ہے۔'' جیروم نے سر ہلا کر کہا۔

''لیکن میں نے نہ تمہارا نسب نامہ سنا ہے اور نہ اپنا سنایا ہے۔ اسی کو کافی سمجھتا ہوں۔ تم طور پر دکھی ہو اور میں تمہارا ذاتی غم بٹانے پر تیار''

''مگر یہ بھی تنظیم کے قواعد وضوابط کے خلاف ہے۔''

''ہر تنظیم سے کچھ آزاد خیال لوگ بھی وابستہ ہوتے ہیں۔''

''آزاد خیالی کا نام لے کر تم بہت بڑا خطرہ مول لے رہے ہو۔''

''میں بہت دنوں سے موت کی تلاش میں ہوں۔''

''ہم سبھی ہیں۔''

''انسانی فطرت تبدیلی چاہتی ہے۔''

''تبدیلی کی خواہش تنظیم سے فرار کی طرف بھی لے جاسکتی ہے۔'' جیروم نے پُرتشویش لہجے میں کہا۔

''سمجھدار لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ قواعد وضوابط کی بندش ناسمجھ لوگوں کے لئے ضروری ہوتی ہے۔'' حمید نے کہا۔ ''انتہائی آزاد خیالی کے باوجود بھی میں تنظیم سے برگشتہ نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کی افادیت سے کما حقہ واقفیت رکھتا ہوں۔''

''اب میں ان باتوں میں سر نہیں کھپانا چاہتا۔'' جیروم اپنی پیشانی مسلتا ہوا بولا۔ ''کوئی بات کرو۔''

''وہ لڑکی بہت خوبصورت ہے جسے تم نے مار ڈالنے کی کوشش کی تھی۔''

''اوہ...... اُسے بھی نہ یاد دلاؤ۔''

''اگر اُسے مرنا ہی ہے تو اور کسی کے ہاتھوں مرجائے گی۔'' حمید نے کہا۔

''ضروری نہیں ہے۔ اُس کا تعلق تنظیم سے نہیں ہے۔''

''پھر تمہارے ہاتھوں کیوں ختم کرائی جا رہی تھی۔''

''میں کچھ نہیں جانتا۔ ختم کرو یہ باتیں۔ مجھے کب تک تنہا رہنا پڑے گا۔ تنہائی میں دم گھٹتا ہے۔''

''میں اس کے بارے میں کیا بتا سکوں گا۔''

''میں نے یہاں ایک الماری میں میک اپ کا سامان بھی دیکھا ہے۔''

''کبھی کبھی مجھے میک اپ میں بھی رہنا پڑتا ہے۔'' حمید بولا۔

''کیا ہم میک اپ میں بھی یہاں سے نکل سکتے ہیں؟''

''نکل تو سکتے ہیں، لیکن اس کی ضرورت......!''

''دیواروں کے درمیان میرا دم گھٹتا ہے۔''

''مجھے تم سے ہمدردی ہے لیکن میں ایسا کوئی قدم نہیں اُٹھا سکتا۔''

جیروم کچھ نہ بولا۔ حمید نے جیب سے تمباکو کا پاؤچ نکالا اور سگریٹ رول کرنے لگا۔ میک اپ میں وہ پائپ کو ہاتھ بھی نہیں لگاتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد جیروم نے کہا۔ ''تو پھر تم مجھے تنہا چھوڑ جاؤ گے۔''

''تھوڑی دیر کے لئے۔'' حمید بولا۔ ''بہرحال میں رات یہیں گزاروں گا کیونکہ یہیں رہتا بھی ہوں۔ پچھلی رات کسی کام سے باہر رہنا پڑا تھا۔''

''تم یہاں تنہا رہتے ہو۔''

''فی الحال تنہا ہی سمجھو۔''

''اوہو.....تو کیا مستقبل قریب میں تنہائی رفع ہونے والی ہے۔''

''شاید ہو ہی جائے کیونکہ میں عنقریب ایک السیشین کتیا خریدنے والا ہوں۔''

''کتیا خریدنے والے ہو'' اس نے مایوسانہ انداز میں دہرایا۔

''کیوں کیا تمہیں افسوس ہوا؟''

''میں سمجھا تھا شاید شادی کرنے والے ہو۔''

''نہیں بھائی۔ کتیا خواہ دن رات بھونکتی رہے اسکی زبان میری سمجھ میں نہیں آئے گی۔''

''عورت کی زبان سے ڈرتے ہو۔''

''اگر میری کھوپڑی میں کتے کا مغز ہوتا تو قطعی نہ ڈرتا۔''

''بزدل......!'' جیروم ہنس کر بولا۔

''تم گلا گھونٹ کر مار سکتے ہو۔ مجھ سے تو یہ بھی نہیں ہو سکے گا۔''

''تو ابھی تک کوئی عورت تمہاری زندگی میں نہیں آئی۔''

''عورتوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا فن مجھے نہیں آتا۔'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا ''پھر لاشعوری طور پر میں چاہتا ہی نہیں کہ کوئی عورت میری طرف آئے۔''

''میں سمجھ گیا ہوں۔ تم صرف عورتوں کی زبان سے ڈرتے ہو۔''

''شاید یہی بات ہے۔''

''اس کی بھی ایک تدبیر ہے۔'' جیروم مسکرا کر بولا۔ ''جب دیکھو کہ کوئی عورت آسمان [illegible]ن کی طرف آ رہی ہے اُس سے فوراً کنارہ کشی اختیار کر لو۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''جب تک صرف محبت کی باتیں کرتی رہے اُس سے تعلق رکھو اور جیسے ہی محسوس ہو کہ تلخی پیدا ہو رہی ہے چھوڑ بھاگو۔''

''بھاگتے بھاگتے زندگی گزر جائے گی۔''

''کسی سے دوستی بھی نہ ہوگی تمہاری۔''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔''

''خود کو ضائع کر رہے ہو۔'' وہ پُرتشویش لہجے میں بولا۔ ''پھر کہتا ہوں کہ ہم میک اپ میں یہاں سے نکل چلیں۔ پھر میں تمہیں دکھاؤں کہ زندگی کیا چیز ہے اور عورت کے بغیر لایعنی''

''دشواری یہ ہے کہ مجھے میک اپ کرنا نہیں آتا ورنہ نکل گیا ہوتا۔''

''تمہاری دوسری آنکھ کا کیا ہوگا۔''

''وہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ تاریک شیشوں کی عینک لگا لوں گا۔''

''ٹھیک بات ہے، لیکن کہیں مارے نہ جائیں۔''

''تو تم کبھی میک اپ میں پہچانے جا سکتے ہو۔''

''ابھی تک تو ایسا نہیں ہوا۔''

"اب بھی نہیں ہوگا۔"

"ذرا مجھے سوچنے دو۔"

"اب کیا سوچو گے۔"

"یہی کہ کہیں یہ فعل تنظیم سے غداری کے زمرے میں تو نہیں آتا۔"

"ابھی تم خود ہی کہہ رہے تھے کہ اصول وضوابط سمجھ دار لوگوں کے لئے نہیں ہوتے۔"

"بکواس کرنے میں کیا لگتا ہے۔"

"نہیں، میں تم سے اس مسئلے پر متفق ہوگیا تھا اور ہے بھی۔ سوچنے کی بات۔ ہم خو(د) نجی زندگیوں میں بھی کچھ کریں ہمارے دل تنظیم ہی کے ساتھ ہوں گے۔ قواعد وضوا(بط کی) پابندی اسلئے کرائی جاتی ہے کہ ضمیر کی تشکیل ہوجائے۔ ہمارا ضمیر تشکیل پاچکا ہے۔ اگر یہ نہ ہوتی میں اُس عورت کو مار ڈالنے کی کوشش کیوں کرتا؟ یقین کرو مجھے اُس سے محبت ...

"اچھی بات ہے۔" حمید طویل سانس لیکر بولا۔ "میں تمہاری شکل تبدیل کردوں؟"

انور کو فریدی یا حمید کی تلاش تھی۔ کیونکہ انسپکٹر آصف بُری طرح اُس کے سر ہوا ... انور نے جیراللہ شاستری کے ہم شکل کی پبلسٹی فریدی کے ایماء پر کی تھی۔ پھر آصف جوزی ... بھی جا پہنچا۔ وہ اُسے بتا چکی تھی کہ تجرباتی پولٹری فارم کی لیبارٹری انچارج ہے۔ ... ملاقات انور کے فلیٹ ہی میں ہوئی تھی۔ لیکن جب آصف پولٹری فارم پہنچا تو جوزی نے پہچاننے ہی سے انکار کردیا۔ جب اُس نے انور کے فلیٹ کا حوالہ دیا تو اُس نے اُس (سے) لاعلمی ظاہر کی۔ سرے ہی سے انکار کردیا کہ وہ کسی کرائم رپورٹر سے ملی تھی۔ دراصل ... سے پہلے حمید اُس سے مل چکا تھا اور اُس نے اُسے جیسی پٹی پڑھادی تھی اُسی کے مطا(بق) آصف سے پیش آئی۔ آصف اُسے شریفانہ انداز میں دھمکیاں دے کر پھر انور کی طرف آیا۔

ادھر انور نے تو گویا بھس میں چنگاری ہی ڈال دی۔ کہنے لگا۔ "تم بتا نہیں ...

... بات کر رہے ہو۔ ایسی کوئی لڑکی مجھ سے ملنے نہیں آئی تھی تم نے خواب دیکھا ہوگا۔"

ظاہر ہے کہ آصف پاگل ہوگیا ہوگا۔ جو کچھ زبان پر آیا تھا بے تکان کہتا چلا گیا تھا اور شاید پھانسی تک کی "نوید" سنا کر رخصت ہوگیا تھا۔ انور نے سوچا خواہ مخواہ الجھن میں پڑنے سے کیا فائدہ۔ فریدی کو اس کی اطلاع دے دینا چاہئے۔ وہ خود ہی آصف کو سنبھال لے گا۔

اسی تلاش کے دوران میں ایک جگہ قاسم سے مڈبھیڑ ہوگئی اور اُس نے اُس سے حمید کے بارے میں پوچھا۔

"میں خود ہی ڈھونڈ رہا ہوں سالے قو۔" وہ آنکھیں نکال کر بولا۔

"کیوں، تمہیں کیا تکلیف ہے؟"

قاسم اُسے قہر آلود نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ "پہلے خود ہی تیار تھی۔ اب انکار قردیا۔"

"کیا مطلب...... کیا کہہ رہے ہو۔ کس نے انکار کردیا۔"

"فلم اسٹار شاداں نے۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا۔"

"فلم اسٹار شاداں کس بات سے انکار قردے گی۔" قاسم نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں پوچھا۔

"بھئی میں کیا بتا سکتا ہوں۔ تم ہی بتاؤ گے۔"

"اچھا تو بتاتا ہوں۔ سنو...... سالے نے قیا قردیا ہے۔" کہہ کر سانس لینے کے لئے رکا اور پھر بولا۔ "وہ میری بزنس پارٹنر بننے والی تھی۔ سالے نے اُسے بہکا دیا۔"

"تم لفظ سالے پر اس قدر کیوں زور دے رہے ہو۔"

"ہر جگہ سالا بن جاتا ہے۔ اچھا تم ہی بتاؤ، قیا میری بیوی اُس کی سگی بہن ہے۔"

"میں کیا جانوں۔"

"نہیں ہے...... لیکن جہاں قسی عورت نے مسکرا کر میری طرف دیکھا جھٹ سے سالا بن جاتا ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ ہم دونوں مل کر اُسے تلاش کرتے ہیں۔ تم ذہن پر زور دے کر بتاؤ کہ وہ کہاں مل سکے گا۔"

"خود سالا ہر عورت کو مسکرا کر دیکھتا ہے۔" قاسم اُس کی بات پر دھیان دیئے بغیر اپنی میں بولتا چلا گیا۔ "تمہاری رشیدہ کو بھی مسکرا کر دیکھتا ہے اور تم اتنے بے غیرت ہو کہ کچھ نہیں کہتے۔ مارو سالے کو۔"

"ملے بھی تو۔"

"مارو غے۔"

"چلو تلاش کرتے ہیں۔"

"قیسے چلوں۔ میں غاڑی میں ہوں...... تم موٹر سائیکل پر۔"

"میں پیچھے پیچھے آ رہا ہوں۔ جہاں اس کے ملنے کا امکان ہو وہیں گاڑی روک دینا۔"

"قیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں جھک مارتا پھر رہا ہوں۔" قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔

"ہو سکتا ہے ہم دونوں مل کر تلاش ہی کر لیں۔"

"جہنم میں جائے...... اب میں شاہینہ پہلوان کے پاس جاؤں غا...... شاداں کی ایسی تی تیسی۔"

"شاہینہ پہلوان کہاں سے آ ٹپکی۔"

"اب اس کے اکھاڑے کی ترقی کراؤں غا۔"

"کیا تم اُسے جانتے ہو؟"

"نام سنا ہے۔"

"کبھی ملے بھی ہو۔"

"نہیں تو...... سنا ہے کہ وہ اپنے اکھاڑے کو ترقی دینا چاہتی ہے لیکن مالی حالت اجازت نہیں دیتی۔"

"تو تم اس کی مالی امداد کرنا چاہتے ہو۔"

"یہی بات ہے۔"

"آج کل مجھے بھی مالی امداد کی ضرورت ہے۔"

"تو پھر میں قیا قروں۔"

"شاہینہ کو کہاں تلاش کرتے پھرو گے۔ میں تمہارے سامنے موجود ہوں اور تم انسانی ہمدردی سے اس قدر بھرپور ہو کہ پھٹے پڑتے ہو۔"

"لل...... لیقن...... لیقن......!" قاسم ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔

"اب کیا پریشانی ہے۔ میری مدد کر کے دلی سکون حاصل کرو۔"

"اے بس جاؤ!" قاسم کھسیانی ہنسی کے ساتھ بولا۔ "قیا تم لونڈیا ہو۔"

"تو صرف لونڈیوں کی مدد کرتے ہو۔"

قاسم نے جھینپے ہوئے انداز میں سر ہلا دیا۔

"اے او موٹے خبیث سرمایہ دار...... یہ انسانی ہمدردی نہیں، عیاشی ہے۔" انور دانت پیس کر بولا۔

"مم...... میں تمہیں جان سے مار دوں گا۔" قاسم نے دروازہ کھول کر گاڑی سے نیچے اُترنے کی کوشش کی۔

"بس بُرا مان گئے۔" انور ہنس کر بولا۔

"تم مجھے غالیاں دے رہے ہو۔"

"تم غلط سمجھے! میں نے تو اُس آسیب کو گالی دی تھی جو تم پر مسلط ہے۔"

"آسیب......!" قاسم کی ذہنی رو بہک گئی۔ چشم زدن میں آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا۔

"ہاں آسیب! میں دیکھ رہا ہوں۔ تمہیں احساس نہیں ہوتا۔"

"اچھا......!" قاسم ہونقوں کی طرح منہ پھاڑ کر رہ گیا۔

"کسی دن تمہیں سمندر میں ڈبو دے گا۔"

"ارے باپ رے۔" قاسم تھوک نگل کر رہ گیا۔ پھر قبل اس کے کہ انور مزید کچھ کہتا وہ خوفزدہ آواز میں بڑبڑایا۔ "اب میں سمجھ غیا...... ارے باپ رے۔"

انور نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں اور آہستہ سے بولا۔ "مجھے ضرور بتاؤ، شاید میں تمہاری کچھ مدد کر سکوں۔"

"میں قبھی قبھی...... سوچا کرتا ہوں کہ جا کر سمندر میں ڈبکیاں لگاؤں۔" قاسم ہانپتا ہوا بولا۔

"چلو ثابت ہو گیا۔" انور طویل سانس لے کر بولا۔ "وہی تمہارے ذہن میں ڈالا کرتا ہے کہ ایک دن سچ مچ جا کر ڈوب مرو گے۔"

"پھر میں قیا قروں انور بھائی۔"

"تم کیا کر سکتے ہو۔ خیر میں کسی عامل کامل کو تلاش کروں گا۔"

"جلدی کرو۔"

"جب تک حمید نہیں مل جاتا، میں تمہارے لئے کچھ بھی نہ کر سکوں گا۔"

"اچھا تو چلو ڈھونڈیں۔"

اس نے انجن اسٹارٹ کیا اور رولز آگے بڑھ گئی۔ انور کی موٹر سائیکل اُس کے پیچھے تھی لیکن وہ اس سے بے خبر تھا کہ آصف کے دو ماتحت خود اس کا تعاقب کر رہے ہیں۔ وہ دونوں بھی موٹر سائیکلوں ہی پر تھے۔

انور اب یہ بھی سوچ رہا تھا کہ قاسم کے ساتھ وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ۔ اپنے ہی طور پر کچھ کرنا چاہئے۔ لہٰذا ایک جگہ جب قاسم ٹریفک کی بھیڑ میں پھنس گیا تو اس نے اپنی موٹر سائیکل آگے نکال لی۔ اُسے یقین تھا کہ قاسم کو اس کی خبر تک نہ ہو سکی ہوگی۔ وہ تیزی سے آگے نکلا چلا گیا۔ سوچ رہا تھا کہ حمید جوڈی سے صرف ایک ہی بار نہ ملا ہوگا۔ کیوں نہ اُسی سے پوچھ گچھ کی جائے۔ اس وقت وہ ڈیوٹی ہی پر ہوگی۔ لہٰذا اُس نے موٹر سائیکل تجرباتی پولٹری فارم کے راستے پر ڈال دی۔

شہری آبادی سے نکل آنے کے بعد ہی اُسے ان دونوں موٹر سائیکلوں کا علم ہو سکا تھا جو اُس کا تعاقب کر رہی تھیں۔ اس نے اپنی موٹر سائیکل کی رفتار کم کر دی۔ دیکھنا چاہتا تھا کہ کون لوگ ہیں تعاقب کرنے والے۔ شاید فوری طور پر اندازہ نہیں لگا سکے تھے کہ اُس نے رفتار کم کر دی ہے ورنہ وہ بھی فاصلہ برقرار رکھنے کی کوشش کرتے اور پھر انور نے ان میں سے ایک کو آصف کے ماتحت کی حیثیت سے پہچان لیا۔ اب بات بگڑ سکتی تھی اگر وہ سیدھا تجرباتی پولٹری فارم کی طرف چلا جاتا۔ اس نے پھر ایک دم رفتار بڑھائی اور یوٹرن لے کر واپسی کے لئے پلٹ پڑا۔ یوٹرن لیتے وقت اگر حاضر دماغی آڑے نہ آئی ہوتی تو ایک ایمبولینس گاڑی سے یقینی ٹکر ہو جاتی جو مخالف سمت سے آ رہی تھی۔ تعاقب کرنے والی موٹر سائیکلیں آگے نکل گئی تھیں۔ ایمبولینس گاڑی کے بریک چرچرائے اور انور کی موٹر سائیکل اس کی اگلی نشست والے دروازے سے صرف ایک فٹ کے فاصلے پر رکی تھی۔

ایمبولینس گاڑی کا ڈرائیور سختی سے ہونٹ بھینچے اُسے دیکھے جا رہا تھا پھر قبل اس کے

کہ کچھ کہتا اس نے کوئی سیال شے اُس کے چہرے پر اُچھال دی اور انور کو فوری طور پر ایسا محسوس ہوا جیسے پورا چہرہ تیز آنچ میں جھلس کر رہ گیا ہو۔ دماغ چکرا گیا اور غشی طاری ہوتے ہوتے اس نے سوچا، کیا اُس کے چہرے پر تیزاب پھینکا گیا ہے۔ تت...... تیزاب...... اور اس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

دونوں ہپیوں کے روپ میں باہر نکلے تھے۔ جیروم کا میک اپ بھی حمید ہی نے کیا تھا اور اس نے آنکھ والا عیب چھپانے کے لئے تاریک شیشوں کی عینک لگا لی تھی۔

خود حمید گویا دوہرے میک اپ میں تھا۔

یعنی عدنان خلیلی کے میک اپ پر گھنی ڈاڑھی اور مونچھوں کا اضافہ کیا تھا۔

حمید نے اپنی دانست میں یہ کوئی احمقانہ قدم نہیں اُٹھایا تھا بلکہ یہ دیکھنا چاہتا تھا جیروم کی اس کا مقصد کیا ہے؟ اس طرح وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔ اُسے کہاں لے جانا چاہتا ہے۔

ٹیکسیوں کے اڈے پر پہنچ کر حمید نے اُس سے پوچھا "کہاں چلو گے۔"

"جہاں دل چاہے لے چلو۔" اس نے جواب دیا۔ "میں تو کھلے آسمان کے نیچے آنا چاہتا تھا۔"

"سوال یہ ہے کہ میں ہی تمہیں کہاں لے چلوں۔"

"چلو تو پھر یونہی بے مصرف مارے مارے پھرتے ہیں۔"

"بے مصرف پھرنا تو میرے بس سے باہر ہے۔" حمید بولا۔

"کسی ایسے ہوٹل میں چلیں جہاں فلور شو ہوتا ہو۔"

"آج کل ایسے ہوٹلوں میں ہپی نہیں گھسنے پاتے۔"

"یہ عجیب ملک ہے۔ ہاں میں نے تم سے ابھی تک نہیں پوچھا کہ تم کس ملک سے تعلق رکھتے ہو۔"

"میں ترک ہوں۔"

”مجھے نہیں معلوم تھا کہ ترک بھی تنظیم میں شامل ہیں۔“

”تم کیا جانو! یہ ایک بین الاقوامی تنظیم ہے۔“ حمید نے کہا۔

”اس حد تک اندازہ نہیں تھا۔ بھلا ترکوں کو اس تنظیم سے کیا دلچسپی ہوسکتی ہے۔“

”پھر نجی معاملات چھیڑ دیئے تم نے۔ یہ ہم ہی بہتر سمجھ سکتے ہیں کہ ہمیں تنظیم دلچسپی ہوسکتی ہے۔“

”اوہ...... معاف کرنا۔ میں بھول گیا تھا۔“

دونوں بڑی دیر تک پیدل ہی سڑکوں پر پھرتے رہے۔ بھوک لگی تو ایک عوامی ہ جا بیٹھے جس کی فضا سیخ کے کبابوں سے مہکی ہوئی تھی۔

”اس خوشبو نے بار بار مجھے اپنی طرف کھینچا ہے۔“ جیروم ناک سکوڑ کر مزید خوشبو کرتا ہوا بولا۔ ”لیکن کبھی ہمت نہیں پڑی۔ پتا نہیں کیا چیز ہو۔“

”تم نے اچھا ہی کیا تھا۔ ورنہ صبح ہی صبح ٹھنڈے پانی کے لئے تڑپتے۔ خیر م ہوں۔ بعض ہوٹل والے ایسا مواد صرف چٹنی تک محدود رکھتے ہیں۔“ اس نے کہا اور لڑکے کو بلا کر پوچھا۔ ”ادھر کباب میں مرچ ہوتا۔“

”نہیں صاحب۔“ لڑکے نے جواب دیا۔ ”چٹنی میں ہوتا۔“

”اچھا اچھا...... صرف کباب لاؤ...... دو درجن۔“

لڑکا چلا گیا اور جیروم نے کہا۔ ”میں ایسے کسی ہوٹل میں کبھی نہیں بیٹھا۔“

”لذیذ کھانے ایسے ہی ہوٹلوں میں ملتے ہیں۔ کسی دن تمہیں بھینس کے پا اوجھڑی کی حلیم بھی کھلواؤں گا۔“

”یہ کیا چیزیں ہیں۔“

”بس کھانے سے تعلق رکھتی ہیں۔“

کباب آئے اور کھائے گئے۔ جیروم نے تعریفوں کے پل باندھ دیئے۔ ہوٹل کر پھر آوارہ گردی شروع کردی۔

تھوڑی دیر بعد جیروم بولا۔ ”اب کہیں بیٹھ کر پئیں گے۔“

”اس سلسلے میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکوں گا۔ صرف تم ہی پیو گے۔“

”تو پھر میں بھی نہیں پیوں گا۔ خرید کر ساتھ لے چلیں گے۔“

حمید کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد جیروم نے پوچھا۔ ”کیا تم مجھے جوڈی کے بارے میں کچھ بتا سکو گے۔“

”میں اُس کے بارے میں کیا بتا سکتا ہوں۔“

”تم نے اُسے دوبارہ بھی دیکھا تھا۔“

”نہیں تو۔ اس کی ضرورت بھی کیا تھی۔ تم بار بار یہ کیوں بھول جاتے ہو کہ ہم اپنے کام سے کام رکھتے ہیں اور اتنا ہی کرتے ہیں جتنا کہا جاتا ہے۔“

”میں معافی چاہتا ہوں۔ کہیں میرا دماغ نہ خراب ہوجائے۔ ایسی ٹریجڈی دنیا کی تاریخ میں نہیں ملے گی۔“

”کیسی ٹریجڈی۔“

”کیا یہ ٹریجڈی نہیں ہے کہ ایک چاہنے والے نے اپنی محبوبہ کو مار ڈالنے کی کوشش کی۔“

”ہماری محبوبہ ہماری تنظیم ہے۔“ حمید بولا۔

”آئیڈیل ازم میرے حلق سے نہیں اترتا۔“

”غداری کی بو آنے لگی ہے تمہاری باتوں سے۔“

”نہیں۔“ جیروم خوفزدہ لہجے میں بولا۔ ”مجھے غلط نہ سمجھو۔ میں بہت دکھی ہوں۔ وہ تنظیم کی محبت ہی تھی جس نے مجھے اس فعل پر آمادہ کیا تھا۔“

”غیر محتاط ہوکر گفتگو مت کیا کرو۔“ حمید نے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

”میں تمہارا شکر گزار ہوں دوست۔ تمہاری جگہ اور کوئی ہوتا تو کب کا مجھے گولی مار چکا ہوتا۔ لیکن یقین کرو کہ اُس واقعے کے بعد سے میرا ذہن میرے قابو میں نہیں رہا ہے۔“

”واقعی میں پاگل ہوگیا ہوں۔“

”نہیں! اسے اپنے ذہن سے جھٹک دینے کی کوشش کرو۔“

”میری طبیعت بگڑ رہی ہے۔ مجھے گھر لے چلو۔“ وہ چلتے چلتے لڑکھڑا کر بولا۔ حمید نے سہارا دے کر اسے سنبھالا تھا۔ پھر ایک ٹیکسی روکی اور وہ دونوں قیام گاہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

”اب کیا حال ہے؟“ حمید نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔ لیکن اُس نے جواب نہ دیا۔ سیٹ

کی پشت سے ٹکا ہوا تھا اور جسم کی پوزیشن سے ظاہر ہو رہا تھا جیسے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ گئے ہوں۔

"کیسی طبیعت ہے۔" حمید نے بازو پکڑ کر ہلایا اور وہ کسی بے جان آدمی کی طرح پر آ گرا۔ بدقت تمام حمید اُسے پھر سیدھا بٹھا سکا۔ نبض تو ٹھیک ہی چل رہی تھی۔ البتہ سانسیں کسی قدر اُلجھ اُلجھ کر آ رہی تھیں اور شاید وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

ہوش آ جانے پر بھی بہت دیر تک اس کی سمجھ ہی میں نہ آ سکا کہ وہ کس پوزیشن میں ہے اور کہاں ہے۔ یادداشت اُسے اُس واقعے کی طرف نہ لے جا سکی جس کی بناء پر بے ہوش ہوا تھا۔ غالباً اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اب وہ اپنے چہرے پر وہ جلن نہیں محسوس کر رہا تھا جس سے بے ہوش ہو جانے سے قبل دو چار ہوا تھا۔

اس نے آنکھیں بند کر لیں اور دوبارہ سو جانے کی کوشش کرنے لگا۔ غالباً سمجھ رہا تھا کہ وہ اپنے بستر پر ہے۔ یوں بھی اکثر رات کو اچانک آنکھ کھل جاتی تھی اور تھوڑی دیر بعد وہ پھر گہری نیند سو جایا کرتا تھا۔ اس وقت بھی وہی عمل دہرانے کی کوشش کی اور ٹھیک اسی لمحے پر جب ذہن پر پھر غنودگی طاری ہونے لگی تھی۔ دفعتاً شعور میں ایک جھماکا سا ہوا اور یادداشت کی سطح پر وہ وقوعہ اُبھر آیا جس کی بناء پر بے ہوشی طاری ہوئی تھی۔ وہ بوکھلا کر اُٹھ بیٹھا۔ تو پھر یہ اندھیرا کیسا۔ کیا اُس نئے وقوعے کی بناء پر وہ اپنی بینائی کھو بیٹھا ہے۔ لیکن وہ ہے کہاں۔ مضطربانہ انداز میں اپنے چاروں طرف ٹٹولنے لگا۔ وہ ایک نرم اور آرام دہ بستر تھا۔ لیکن یہ اندھیرا کیوں؟ کیا سچ مچ وہ اپنی بینائی کھو بیٹھا ہے۔ بستر سے نیچے پیر لٹکائے جو فرش پر ٹک گئے۔ پھر وہ بستر سے اُٹھ ہی رہا تھا کہ چاروں طرف روشنی پھیل گئی۔ تیز قسم کی روشنی۔ اور اس کی آنکھیں چندھیا کر رہ گئیں۔ تو گویا...... تو گویا اُس کی بینائی محفوظ تھی۔ اس خوشی میں وہ سب کچھ بھول کر فوری ردعمل کے طور پر اُس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ پھر آہستہ آہستہ کھولیں۔ وہ ایک عمدہ قسم کی خواب گاہ تھی۔ واہ۔ تو اس کا اغواء ہوا تھا۔ اس تصور نے اُسے خاصا محظوظ کیا۔ لیکن یہ اغواء کنندگان کون ہو سکتے ہیں۔ اس نے دروازے کی طرف دیکھا اور اُٹھ کر

ہینڈل گھمانے لگا لیکن دروازہ نہ کھلا۔

"بیکار ہے مسٹر انور۔" عقب سے آواز آئی اور وہ اچھل پڑا۔ تیزی سے مڑا تھا لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ وہ اسے سماعت کا واہمہ سمجھنے پر بھی تیار نہ تھا۔ پھر وہ اپنی گدی سہلا ہی رہا تھا کہ آواز پھر آئی۔ "پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم بالکل محفوظ ہو۔ نہ صرف تم بلکہ تمہاری موٹر سائیکل بھی۔"

"تم کون ہو، سامنے آؤ۔"

"یہ ناممکن ہے۔ کیونکہ میں تم سے کوسوں دور ہوں۔ صرف میری آواز ہی تم تک پہنچ رہی ہے۔"

"اس ملاقات کا مقصد۔" انور نے تلخ لہجے میں پوچھا۔

"تم بہت ذہین آدمی ہو۔"

"شکریہ۔ یہ تم مجھے فون پر بھی بتا سکتے تھے۔ اس کے لئے اتنی زحمت کیوں کی۔"

"تمہاری میزبانی کا شرف بھی حاصل کرنا چاہتا تھا۔"

"نادیدہ میزبان! اس مہربانی کی وجہ۔"

"تمہاری وجہ سے ہمارا ایک کھیل بگڑ گیا۔ تم نے جیرالڈ شاستری کی واپسی کی خبر اُس طرح نہیں چھاپی جس طرح ہم چاہتے تھے۔ تم نے اس سلسلے میں شاید کرنل فریدی کے مشورے پر عمل کیا تھا۔"

"تمہارا خیال غلط نہیں ہے۔"

"اور اب تم ہمارا ایک کام اُسی طرح کرو گے جس طرح ہم کہیں گے۔"

"ہو سکتا ہے۔ لیکن میں کوئی کام معاوضے کے بغیر نہیں کرتا۔"

"معاوضہ دینا ہوتا تو ہم میں سے کوئی تمہارے دفتر میں حاضری دیتا۔"

"پھر میں تمہارا کوئی کام نہیں کر سکتا۔"

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ یہاں سے نکل جانے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ مسٹر انور کسی وہم میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم یہیں کھڑے کھڑے پل بھر میں مر سکتے ہو۔"

"میرے لئے مر جانا کوئی غیر معمولی واقعہ نہیں ہو سکتا۔"

''بیوقوفی کی باتیں مت کرو۔''

''میں نے تمہیں حقیقت سے آگاہ کیا ہے۔''

''خیر ان باتوں کو چھوڑو۔ معاوضے کے مسئلے پر بھی غور کیا جاسکتا ہے۔''

''بات صاف نہیں ہوئی۔ شبہ باقی ہے اور پھر ابھی تک یہ بھی نہیں بتایا گیا کہ کیا ہوگا۔''

''جیرالڈ شاستری سے متعلق دوسری خبر فلیش کرو گے۔''

''کیا نوعیت ہوگی اس خبر کی۔''

''یہی کہ اگر کرنل فریدی کو جیرالڈ شاستری کے حوالے نہ کردیا گیا تو پورا شہر کھنڈ جائے گا۔''

''اس کا مطلب یہ ہوا کہ جیرالڈ شاستری حکومت کو چیلنج کر رہا ہے۔''

''ہاں...... یہ خبر اسی تاثر کے ساتھ فلیش کی جائے گی۔''

''اور اس کے بعد میری گردن کہاں ہوگی۔ میں حکومت کے ذمہ داروں کو کس ط یقین دلاؤں گا کہ یہ میری ذہنی اختراع نہیں ہے۔''

''فریدی کی قیام گاہ کا ایک حصہ منہدم ہوگیا ہے۔ اس کے بارے میں تمہارے ا کی کیا رائے ہے۔'' سوال کیا گیا۔

''ابھی تک کوئی رائے نہیں قائم کی جاسکی۔''

''بالکل اسی طرح پورا شہر کھنڈروں میں تبدیل ہوسکتا ہے۔''

''تمہاری یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔''

''جیرالڈ دوسری دنیا سے واپس آیا ہے۔ اسے آسیب سمجھو۔ تم پر بھی مسلط ہوسکتا ہ تم ہی شہر میں تباہی پھیلا سکتے ہو۔''

''اب تو تم نے اس بات کو اور زیادہ گنجلک بنادیا۔''

''تم جیرالڈ شاستری کے زیر سایہ آچکے ہو مسٹر انور اور اب تم بلا معاوضہ ا احکامات کی تعمیل کرو گے۔''

''یہ کیا بات ہوئی؟''

''میں کوسوں دور سے اُسے تم پر مسلط ہوتے دیکھ رہا ہوں۔''

''گویا تم بھی کوئی بدروح ہو۔''

''دھوپ میں چلتے وقت اپنی پرچھائیں پر نظر رکھنا۔''

''شائد تم بہت زیادہ پی گئے ہو۔'' انور بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

''شب بخیر۔'' کہا گیا اور پھر سناٹا چھا گیا۔ انور کو ایسا محسوس ہوا جیسے کانوں میں سیٹیاں بجنے لگی ہوں۔ تھوڑی دیر تک یہی کیفیت رہی اور پھر وہ دوبارہ دروازے کی طرف مڑا اور ے ہینڈل پر زور آزمائی کرنے لگا۔ لیکن بے سود۔ دروازہ نہ کھل سکا۔ تھک ہار کر پھر بستر بیٹھا۔ گھڑی میں وقت دیکھنے پر معلوم ہوا کہ بے ہوش ہونے سے اب تک پورے بارہ ے گزر چکے ہیں۔

پتا نہیں کیا چکر ہے۔ وہ سوچ رہا تھا۔ ویسے یہ بات اُس کی سمجھ میں آ گئی تھی کہ مجرموں فریدی کی تلاش ہے۔ لیکن کیوں؟

اُس نے جیرالڈ کے ہم شکل کو جس عمارت میں دیکھا تھا وہیں وہ دونوں بھی رہتے تھے وں نے فریدی کی گاڑی پر فائرنگ کی تھی اور بالآخر اسی کے ہاتھوں مارے گئے تھے یا زخمی ئے تھے اور فریدی کی گاڑی میں ایک عورت بھی تھی جس پر کوئی الزام تھا اور وہ انہی دونوں فائرنگ سے ہلاک ہوگئی تھی اور یہ قصہ شروع ہوا تھا ایک فلم کی شوٹنگ سے جس میں ہیرو نے گھوڑے سمیت چور چور ہوگیا تھا۔

اچانک اُسے اس نادیدہ آدمی کی لایعنی باتیں یاد آئیں۔ جیرالڈ کا بھوت جس کا سایہ ن پر بھی ہوسکتا ہے، اور وہ دھوپ میں چلتے وقت اپنی پرچھائیں پر نظر رکھے۔ یہ سب کیا اس تھی۔ لیکن اس کا اس طرح یہاں لایا جانا بے مقصد تو نہیں ہوسکتا۔ وہ یقیناً فریدی پر النا چاہتے ہیں گویا کسی اور کی اُن کی نظروں میں کوئی وقعت نہیں ہے۔ صرف فریدی ہی ان کی مجرمانہ مصروفیات میں مداخلت کرسکتا ہے۔ خدا جانے اُسے کس طرح اس مقصد کے حصول کے لئے آلہ کار بنایا جائے۔

پورے بارہ گھنٹے گزر جانے کے بعد بھی اُسے بھوک نہیں محسوس ہوئی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے رات کا کھانا کھا چکا ہو اور اب آہستہ آہستہ نیند بھی اُس کے ذہن پر مسلط ہوتی جارہی

تھی۔ بستر پر لیٹ گیا اور پھر پتہ ہی نہ چل سکا کہ کب نیند آ گئی۔

دوسری بار آنکھ کھلنے پر تو بھونچکا ہی رہ گیا۔ کیونکہ وہ کسی پبلک پارک کی بنچ گویا بیٹھے ہی بیٹھے سوتا رہا تھا۔ بنچ ایک گھنیرے درخت کے سائے میں تھی جس سے فاصلے پر دھوپ پھیلی ہوئی تھی اور قریب ہی کی ایک روش پر اس کی اپنی موٹر سائیکل آئی۔ بوکھلا کر اُٹھ بیٹھا۔ گھڑی پر نظر ڈالی۔ نو بجے تھے۔ پچھلے دن کے سارے واقعات ایک کر کے نظروں کے سامنے پھر گئے اور وہ بوکھلا کر اپنی موٹر سائیکل کی طرف بڑھا یک بیک ٹھٹک کر رہ گیا۔ نادیدہ آدمی کی یہ ہدایت یاد آ گئی تھی کہ دھوپ نکلتے وقت پرچھائیں پر نظر رکھنا۔ پارک میں اس وقت سناٹا تھا۔ اُس کے علاوہ دور دور اور کوئی دکھائی دیتا تھا۔

وہ وہیں کھڑا اپنی پرچھائیں کو گھورتا رہا۔ دفعتاً اُس کی پرچھائیں سے ایک پرچھائیں نکلی اور وہ اچھل کر پیچھے ہٹ آیا۔ اس کی پرچھائیں اپنی جگہ پر برقرار تھی لیکن سے نکلی ہوئی دوسری پرچھائیں ایک جانب آہستہ آہستہ بڑھ رہی تھی۔ جیسے ہی اُس کا حصہ ایک بنچ پر پڑا وہ چور چور ہوگئی۔ پھر وہ ایک درخت کی طرف جھپٹی اور درخت کا تنا بیچ دو ٹکڑے ہوگیا۔ وہاں سے اس نے پارک کے ایک جنگلے کی طرف دوڑ لگائی اور انور نے کہ لوہے کے جنگلے کا ایک حصہ بھی پاش پاش ہوگیا۔

پھر اُسے اتنا ہوش کہاں تھا کہ وہ کچھ اور بھی دیکھتا۔ بدحواسی سے موٹر سائیکل کی طرف دوڑا غنیمت ہی تھا کہ پارک سے سڑک آتے آتے کوئی ایکسیڈنٹ نہیں ہوا۔ موٹر سائیکل بڑی تیز رفتاری سے سڑک پر دوڑ رہی تھی اور وہ یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ پرچھائیں پارک ہی میں تباہی پھیلاتی رہ گئی تھی یا دوبارہ اُس کی پرچھائیں میں ضم ہوگئی تھی۔

جیرؤم بڑی مشکل سے ہوش میں آیا تھا۔ بے ہوشی ہی کے عالم میں حمید نے کسی طرح کھینچ کھانچ کر ٹیکسی سے اُتارا اور برآمدے میں ڈال دیا اور ٹیکسی والے کو کرایہ ادا کر بولا۔ ''بہت پی گیا ہے؟''

اس نے بھی یونہی خواہ مخواہ دانت نکالے اور کرایہ لے کر رفو چکر ہوگیا۔ حمید نے دروازہ کھولا پھر جیرؤم کی بغلوں میں ہاتھ دے کر گھسیٹتا ہوا سٹنگ روم تک لایا اور فرش پر ڈال دیا۔ اچانک بے ہوشی کی وجہ اب تک اُس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ کبابوں کے علاوہ اور کچھ کھایا بھی نہیں تھا اور شراب نوشی کی تجویز تو حمید نے پہلے ہی مسترد کر دی تھی۔

بہرحال وہ اس کے قریب ہی بیٹھا اُسے پُرتشویش نظروں سے دیکھتا رہا۔ مزید دس منٹ گزر گئے اور اس کے بعد جیرؤم کے جسم میں کسی قدر جنبش ہوئی۔

حمید خاموش بیٹھا دیکھتا رہا۔ جیرؤم نے کروٹ لی اور آہستہ آہستہ کراہنے لگا۔ اُس کا رخ حمید کی طرف نہیں تھا۔ حمید بہ آہستگی اُٹھا اور دبے پاؤں باہر نکل گیا۔ پھر دروازہ بھی اتنی آہستگی سے بند کیا تھا کہ آواز نہ ہونے پائی۔ اس کے بعد وہ قفل کے سوراخ سے آنکھ لگا کر اندر دیکھنے لگا۔ جیرؤم ابھی تک اُسی کروٹ پڑا ہوا تھا اور اب کچھ کہہ بھی رہا تھا۔ لیکن الفاظ صاف سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے نیند کی حالت میں بڑبڑا رہا ہو۔

پھر وہ چت ہوگیا اور حمید نے اسے اُٹھتے دیکھا۔

ٹھیک اُسی وقت جیبی ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا اور حمید تیزی سے پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ عمارت کے ایک دور افتادہ گوشے میں پہنچ کر ٹرانسمیٹر نکالا اور اُسے منہ کے قریب لا کر بولا۔ ''ہیلو۔ اٹ از ڈاکٹر زیٹو۔''

''ہارڈ اسٹون۔'' فریدی کی آواز آئی۔ ''تم اس وقت کہاں ہو۔''

''مہمان کے ساتھ اُسی عمارت میں۔''

''تم رات اس کے ساتھ نہیں گزارو گے۔ اُسے وہاں تنہا چھوڑ دو۔''

''پھر میں کہاں جاؤں؟''

''وہیں...... جہاں قیام ہے۔''

''وہ گاڑی میں خود بخود بے ہوش ہوگیا تھا۔''

''گاڑی میں کیوں! کیا تم اسے باہر لے گئے تھے۔''

''اُس نے مجبور کیا تھا۔'' حمید نے کہا اور اُسے بتانے لگا کہ کس طرح اُس نے میک

اپ کرکے باہر نکلنے کی تجویز پیش کی تھی اور اسی پر اڑ گیا تھا اور پھر واپسی پر اچانک گا
بے ہوش ہو گیا۔

''تمہیں اسی پر جمے رہنا چاہئے تھا کہ تم ایسا نہیں کر سکتے۔''

''اب تو ہو ہی گئی حماقت۔''

''خیر......تم وہاں رات بسر نہیں کرو گے۔ پھر کوئی بہانہ کرو اور نکل جاؤ۔''

''آپ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟''

''اس کی فکر نہ کرو۔ جو کچھ بھی کر رہے ہو کرتے رہو۔ شاید ہم جلد ہی کامیاب ہو جائیں۔''

''کامیابی کی نوعیت کیا ہوگی۔''

''اس گفتگو کو ملاقات پر اُٹھا رکھو اوور اینڈ آل۔''

حمید نے سوئچ آف کرکے ٹرانسمیٹر جیب میں ڈال لیا اور پھر نشست کے کمرے طرف پلٹ آیا۔ دروازہ اسی طرح بند ملا جیسا چھوڑ گیا تھا۔

قفل کے سوراخ سے پھر آنکھ لگا دی۔ جیروم دونوں ہاتھوں سے سر تھامے فرش پر نظر آیا۔ اُس کا جسم ہل رہا تھا۔ حمید نے غور کیا تو سسکیاں بھی سنائی دیں۔ اوہ....تو وہ رو تھا۔ وہ اُسے متحیرانہ انداز میں دیکھتا رہا۔ پھر دفعتاً وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اور جیر اچھل پڑا۔ جلدی جلدی آنسو پونچھنے لگا تھا۔

''تم کہاں چلے گئے تھے۔'' اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''تمہارے لئے کسی ڈاکٹر کو تلاش کر رہا تھا۔''

''اوہ.....اس کی ضرورت نہیں۔ میں ٹھیک ہو جاؤں گا۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے۔

''میں تو کچھ سمجھ ہی نہ سکا۔ باتیں کرتے کرتے بے ہوش ہو گئے تھے۔''

''پرانا مرض ہے۔'' وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ''جب بھی وہ بے وفا یاد آتی ہے میری یہی حالت ہو جاتی ہے۔''

''ارے تم اُسے بے وفا کہہ رہے ہو جبکہ خود ہی اُسے مار ڈالنا چاہتے تھے۔''

''میں اُس کی بات نہیں کر رہا۔''

''اوہ، تو کوئی اور بھی ہے؟'' حمید نے حیرت سے پوچھا۔

اس نے بڑی معصومیت سے سر کو اثباتی جنبش دی اور پھر آنسو پونچھنے لگا۔

''اُس نے بے وفائی کی تھی تم سے۔''

اس نے پھر سر ہلایا اور ایسے انداز میں حمید کی طرف دیکھتا رہا جیسے خود ہی تفصیل میں کے لئے بے چین ہو۔

نہ جانے کیوں حمید کو اُس پر رحم آ گیا اور اس نے کہا۔ ''کہہ ڈالو۔ اس سے جی کا بوجھ ہے۔''

''وہ بہت اچھی تھی۔ میں ہی خراب ہوں۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ میں اس کے اس کے باپ کو خارش زدہ بلا کہا کرتا تھا۔''

''پتا نہیں کیوں بالآخر قصور تمہارا ہی نکلتا ہے۔'' حمید طویل سانس لے کر بولا۔ ''مجھے مجھے بھی اپنی ہر محبوبہ کا باپ بلڈاگ لگتا ہے لیکن میں نے آج تک کسی پر اپنا خیال ظاہر کیا۔''

''مجھے غصہ آ جائے تو اظہار خیال میں کوئی دشواری نہیں آتی۔'' جیروم نے کہا۔ نے ایک ایسے شخص کو پسند کر لیا جس نے اُسکے باپ کا آخری دانت بھی توڑ دیا تھا۔''

''یعنی تمہارا رقیب ڈینٹل سرجن تھا؟''

''میرے سامنے تو نہیں تھا۔ ہو سکتا ہے میرے بعد ہو گیا ہو۔''

''تمہیں بھوک تو نہیں لگ رہی۔''

''نہیں......!'' اس نے سر کو جنبش دے کر کہا۔

''اچھا' تو پھر میں باہر جا رہا ہوں۔ شاید تمہارے ساتھ رات بسر نہ کر سکوں۔''

''ایسا نہ کرو۔ مجھے تنہا نہ چھوڑو۔'' وہ گھگھیایا۔

''بھلا یہ کیسے ممکن ہے۔ جبکہ مجھے یہی حکم ملا ہے۔''

''میں نے خود کو کیسے عذاب میں ڈال لیا ہے خداوندا۔ اب کیا ہوگا۔ کیسی نادانی ہو گئی مجھ سے۔''

''تم پھر غیر محتاط ہو گئے۔ دیوار کے بھی کان ہوتے ہیں۔''

''تم میرا مطلب نہیں سمجھے۔ میں اپنے اس رجحان کو الزام دے رہا تھا جو
مجھے ہر ایک سے محبت ہو جاتی ہے۔''

''یہ تمہارے اپنے سوچنے کی بات ہے۔ میں تو فائل کا سرے سے قائل ہی نہیں
ہر اچھی صورت میرے لئے پیدا کی گئی ہے۔'' حمید نے سینے پر ہاتھ مار کر فخریہ انداز

''سوچتا تو میں بھی یہی ہوں لیکن عملی طور پر یہ کبھی ممکن نہیں ہوا۔ ایک کو دو
ہو گیا اور بالآخر دونوں نے مجھ سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔''

''بیک وقت دو عدد کیوں لے بیٹھتے ہو۔ ایک سے تکمیل عشق کر کے دوسری کی
قدم بڑھاؤ۔''

''ایک کی موجودگی میں دوسری کو الگ رکھنا مجھ سے نہیں ہو پاتا۔''

''بہر حال مجھے جانا ہی پڑے گا۔ مجبوری ہے۔ شب فراق تنہا گزارو۔''

''مجھے ڈر ہے کہ میں تنہائی میں نہ مر جاؤں۔''

''دو چار کی موجودگی میں بھی مرنے سے کیا فرق پڑتا ہے۔''

''یہی سوچنا چاہئے مجھ کو۔ لیکن نہیں سوچ پاتا۔''

''صدر دروازہ مقفل کرنا مت بھولنا۔''

''تو کیا واقعی چلے جاؤ گے۔''

''بعض اوقات میں سوچتا ہوں کہ تمہارا تعلق تنظیم سے ہے بھی یا نہیں۔'' حمید جھنجھلا کر

''اوہ خدایا...... شاید میں سچ مچ پاگل ہو جاؤں گا۔''

''اچھا شب بخیر۔'' حمید نے کہا اور دروازہ کھولا ہی تھا کہ پھر پیچھے ہٹ آیا۔
اسٹین گنیں لئے سامنے کھڑے نظر آئے تھے۔ وہ ان کی زد پر تھا۔ اس لئے ہاتھ اوپر اٹھا
کے علاوہ اور کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ جیروم نے بھی انہیں دیکھ لیا تھا۔ وہ بھی بوکھلا کر کھڑا ہو
ہاتھ اُٹھا دیئے۔

''تم دونوں باہر نکلو۔'' ایک آدمی نے کہا۔ یہ دیسی ہی تھا اور صورت سے جرا
معلوم ہوتا تھا۔

''آخر کیوں؟'' حمید نے پوچھا۔

''تم مردود پیوں نے یہاں بڑی گندگی پھیلا رکھی ہے۔''

''کیا یہ تمہارے باپ کا گھر ہے؟'' حمید بھنا کر بولا۔

''اوہ، اس وقت تو بڑی صاف اردو بول رہے ہو۔ وہاں دو ٹکے کے ہوٹل میں
...ے سے ایسی اردو بولے تھے جیسے سچ مچ انگلینڈ سے چلے آ رہے ہو۔''

حمید سناٹے میں آ گیا۔ تو گویا وہ پہچانا جا چکا ہے اور یہ شروع ہی سے اُن کا تعاقب
...رتے رہے ہیں۔ ورنہ ہوٹل میں ہونے والی گفتگو کا حوالہ کیسے دیا جاتا۔

''چلو، باہر نکلو اور چپ چاپ گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔'' اس نے اسٹین گن کو جنبش دیکر کہا۔

یہ تو بہت بُرا ہوا۔ حمید تیزی سے سوچ رہا تھا کیا کرنا چاہئے۔ دونوں ہی خاصے پھرتیلے
...معلوم ہوتے تھے۔ آنکھیں ایسی نہیں تھیں کہ پل بھر کے لئے بھی ٹارگٹ سے غافل
...ہتیں۔ تو گویا اب پھنس ہی گئے۔ دفعتاً جیروم کے حلق سے عجیب سی آوازیں نکلنے لگیں۔
...اب اُسے خطرے کا احساس ہوا تھا اور ڈر کے مارے گھگھی بندھ گئی تھی۔ ان دونوں نے
...یں کمرے سے نکالا اور صدر دروازے کی طرف لے چلے۔ جیروم حمید کے برابر ہی ہاتھ
...ٹھائے ہوئے چل رہا تھا۔ وہ دونوں اُن کے پیچھے تھے۔

''اب کیا ہوگا......؟'' جیروم گھٹی گھٹی سی آواز میں بولا۔

''میں کیا جانوں۔ جب تک تم نے باہر چلنے پر اصرار نہیں کیا تھا محفوظ رہے تھے۔ اب
...ہارے ہی ساتھ میں بھی مارا جاؤں گا۔''

''کاش، تم نے میری بات نہ مانی ہوتی۔ میں تو پاگل ہوں۔''

''خاموشی سے چلتے رہو۔'' حمید نے سخت لہجے میں کہا۔

ایک سیاہ رنگ کی وین برآمدے ہی سے لگی کھڑی نظر آئی جس کے پچھلے دروازے کے
...ریب ان کا تیسرا ساتھی کھڑا تھا۔ اس نے دروازہ کھولا اور یہ دونوں اندر بٹھا دیئے گئے۔
...روازہ بند ہونے کی آواز پر جیروم اس طرح اُچھل پڑا جیسے توپ چلی ہو۔ حمید کو اس پر حیرت
...تھی کہ انہوں نے اُن کی جامہ تلاشی لئے بغیر وین میں بٹھا دیا تھا۔ اس نے اپنے بغلی ہولسٹر کو
...ٹولی جس میں اعشاریہ تین آٹھ کا ریوالور موجود تھا۔

گاڑی حرکت میں آ گئی۔ وہ تینوں اگلی ہی سیٹ پر تھے اور انہیں اس ڈبے میں بند کر دیا

تھا۔ اندھیرے میں وہ ایک دوسرے کی شکل نہیں دیکھ سکتے تھے۔

''اب کیا خیال ہے۔'' حمید نے جیروم سے پوچھا۔ ''میک اپ میں بھی پہچان لئے گئے۔''

''مم...... میں بہت شرمندہ ہوں۔''

''کیا فائدہ اس شرمندگی سے۔ ہماری ایک بھی نہ سنی جائے گی۔''

''مم...... مجھے خوفزدہ کرنے کی کوشش مت کرو۔''

''ہاں بھلا مرنے سے پہلے خوفزدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔''

''کک...... کیا تم سمجھتے ہو کہ تم بچ جاؤ گے؟''

''ظاہر ہے کہ یہ ناممکن ہے۔ لہٰذا پریشان ہونے سے کیا فائدہ۔''

''تت...... تم عجیب آدمی ہو۔''

''لیکن عجیب آدمی ہونے کی بناء پر بھی مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔''

''کچھ سوچو...... ورنہ ہماری سزا موت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوگی۔''

''جیسی حماقت مجھ سے سرزد ہوئی ہے اُس کی سزا موت بھی کم ہے۔''

''تم نے ازراہ انسانیت میری بات مانی تھی۔ سزا کا مستحق صرف میں ہوں۔''

''گیہوں کے ساتھ گھن بھی پستا ہے۔''

''میں کہتا ہوں کچھ سوچو۔''

''تم خود ہی کیوں نہیں سوچتے۔ جو کچھ کہو گے اس پر عمل کروں گا۔''

''یہ دروازہ کھولنے کی کوشش کرو۔''

''اسے باہر سے مقفل کیا گیا ہے۔''

اور ٹھیک اسی وقت اُن دونوں نے کھانسنا شروع کر دیا۔ اندھیرے میں کچھ نظر تو آ رہا تھا البتہ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ویگن کے اس حصے میں دھواں بھر رہا ہو۔ پھر دم گھٹنے سی کیفیت ذہنوں پر طاری ہونے لگی تھی۔

''ہمیں یہیں مار دیا جائے گا۔'' حمید گھٹی گھٹی سی آواز میں بولا۔ ''گیس۔''

''نہیں...... نہیں۔'' جیروم حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخنے لگا۔ ''میں مرنا نہیں چاہتا۔''

حمید نے کچھ کہنا چاہا لیکن کہہ نہ سکا۔ اب وہ جیروم کی آواز بھی نہیں سن سکتا تھا کیونکہ

جیروم میں شاید اب چیخنے کی سکت بھی نہیں رہی تھی۔

پتا نہیں دوبارہ کب حمید کو ہوش آیا تھا لیکن ذہن جلد ہی صاف ہو گیا۔ کیونکہ کسی قسم کی شدید تکلیف کا احساس آنکھ کھلتے ہی ہوا تھا۔ خود کو ایک ستون سے جکڑا ہوا پایا۔ بے ہوشی کی حالت ہی میں اُسے ستون سے لگا کر کھڑا کر دیا گیا تھا اور پنڈلیوں سے سینے تک رسی کو متعدد بل دیئے گئے تھے۔

جیروم قریب ہی فرش پر اوندھا پڑا نظر آیا۔ اُسکے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔

یہ مشرقی طرز پر بنی ہوئی کسی عمارت کا دالان تھا جسے روشن رکھنے کے لئے دو بڑے بڑے کیروسین لیمپ دونوں سروں پر موجود تھے۔ حمید سوچ رہا تھا کہ اب پستول اور جیبی ٹرانسمیٹر اس کے قبضے میں نہ ہوگا۔ کہیں مخصوص ساخت کا یہ ٹرانسمیٹر فریدی تک پہنچنے کا ذریعہ نہ بن جائے۔ یہ کیا حماقت سرزد ہوگئی۔ آخر جیروم سے اس طرح لپٹ لگنے کی کیا ضرورت تھی۔ لیکن اس کے سلسلے میں فریدی سے بھی کوئی ہدایت نہیں ملی تھی۔ اس نے اُسے جیروم کے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا اور اس نے بھی یہی کہا تھا کہ وہ جیروم کو محکمے کی حوالات میں رکھنے کی بجائے اپنے ہی ساتھ رکھے اور اُسے یہی باور کراتا رہے کہ وہ خود بھی اسی تنظیم سے تعلق رکھتا ہے۔

جیروم کے چہرے پر اب مصنوعی ڈاڑھی نہیں تھی۔ خود اُس کا چہرہ بھی ہلکا ہو گیا تھا۔ لیکن چہرے کے مختلف حصوں پر محسوس ہونے والے دباؤ کی موجودگی کی بناء پر وہ وثوق سے کہہ سکتا تھا کہ اُس کا عدنان خلیلی والا میک اپ بدستور موجود ہے۔ یہ پلاسٹک میک اپ تھا۔

جیروم کا چہرہ اُسی کی طرف تھا اور اس کی ضائع ہو جانے والی آنکھ پر عجیب سی بے بسی طاری تھی۔ حمید کو اس پر رحم آنے لگا۔ لیکن خود اس کا کیا حشر ہوگا؟ ابھی تو عدنان خلیلی کا میک اپ برقرار ہے۔ کیا یہ اسی طرح برقرار رہ سکے گا۔

دفعتاً جیروم کو چھینک آئی اور وہ آنکھیں کھول کر آہستہ آہستہ کراہنے لگا۔

''بڑے نازک دماغ معلوم ہوتے ہو۔ کیروسین لیمپ کا دھواں چھینکیں لا رہا ہے۔'' حمید بڑبڑا کر بولا اور جیروم نے اُٹھ بیٹھنے کی کوشش کی لیکن اس پوزیشن میں اُٹھ بیٹھنا آسان تو نہ تھا۔ ... کسمسا کر بدستور پڑا رہ گیا۔

''بس پڑے رہو یونہی۔'' حمید بولا۔

''اب کیا ہوگا۔'' جیروم کے حلق سے بھائیں بھائیں سی آواز نکلی۔

''شادی ہوگی۔'' حمید نے خوش ہوکر کہا۔

''تم بندھے ہوئے ہو۔''

''اور بالکل بخیریت ہوں، لیکن تمہاری خیریت مجھے خطرے میں نظر آرہی ہے۔ جلاد اپنے تیغے سمیت آئے گا اور ایک ہی وار میں تمہاری گردن دور جا پڑے گی۔''

''نن نن نن...... نہیں...... ہینہ۔''

''اُٹھ کھڑے ہونے کی کوشش کرو۔ تمہارے صرف ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔''

''میں نے کوشش کی تھی۔ نہیں اُٹھ پا رہا۔''

''سینے پر زور دے کر کولہے اوپر اُٹھاؤ اور دوزانو بیٹھ جانے کی کوشش کرو۔''

''اچھا کرتا ہوں۔'' وہ مردہ سی آواز میں بولا۔ ''لیکن وہ لوگ کہاں ہیں۔''

''ہوش آنے کے بعد سے میں نے کسی کو بھی نہیں دیکھا۔ جلدی کرو۔''

حمید کی ہدایت پر عمل کر کے وہ بدقت دوزانو بیٹھ گیا۔

''اب کھڑے ہونے کی کوشش کرو۔ یہ کچھ ایسا مشکل نہ ہوگا۔'' حمید نے بے لہجے میں کہا۔

جیروم اُٹھ بھی گیا اور حمید نے آہستہ سے کہا۔ ''میرے قریب آؤ اور دیکھو کہ انہوں نے اس بندش کی گانٹھ کہاں لگائی ہے۔''

جیروم ستون کے گرد چکر لگا کر بولا۔ ''پیچھے۔''

''گانٹھ تک تمہارے دانتوں کی پہنچ ہوسکتی ہے؟'' حمید نے پوچھا۔

''بالکل...... بالکل......!''

''بس تو پھر جتنی جلدی ممکن ہو گانٹھ کو دانتوں سے کھولنے کی کوشش کرو۔ تمہارے ہاتھ کھول دوں گا اور ہم دونوں آزاد ہوں گے۔''

''کک کہیں...... وہ نہ آجائیں؟''

''اس کی فکر نہ کرو۔ میں چوہوں کی طرح مار لیا جانا پسند نہیں کروں گا۔ دو دو ہاتھ

ت مجھے ذرہ برابر بھی افسوس نہ ہوگا۔''

جیروم دانتوں سے گانٹھ کھولنے کی کوشش کرتا ہوا کراہتا رہا۔ حمید سختی سے ہونٹ بھینچے کھڑا ان بودے آدمی پر شدت سے غصہ آرہا تھا۔ ایک عورت بھی تو نہیں ماری جاسکی تھی اس تنظیم ہے یا کیچوؤں کا جھنڈ۔

''کیا دس گھنٹے لگاؤ گے۔'' اس نے تیز لہجے میں پوچھا۔

''ب بس۔'' جیروم ہانپتا ہوا بولا۔ ''زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ کسی قدر ڈھیلی ہوگئی ہے۔''

اور پھر ذرا ہی دیر میں حمید آزاد ہوگیا۔ بڑی پھرتی سے اُس نے جیروم کے ہاتھ کھولے تھے۔

ے ہی بوکھلائے ہوئے انداز میں ناچنے لگا اور حمید نے اس کا گریبان پکڑ کر جھٹکا دیا۔

''ہوش میں آؤ...... ہمیں نکل چلنے کی کوشش بھی کرنی ہے۔''

''تت...... تو کرو۔''

حمید نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ دالان کے آگے صحن تھا جس کی دیواریں خاصی نہیں۔ پھر وہ دالان کے اندر والے دروازوں کی طرف متوجہ ہوا۔ صحن میں کوئی دروازہ تھا۔

دالان کا ایک دروازہ دھکا دینے پر کھل گیا لیکن اندر اندھیرا تھا۔ دروازہ تھوڑا سا کھول ن گن لیتا رہا لیکن کسی قسم کی آواز نہ سنائی دی۔ اس نے دالان کا ایک کیروسین لیمپ اور کمرے میں داخل ہوا۔ جیروم اس کے پیچھے تھا۔

سامنے ہی ایک میز پر اُس کا ہولسٹر ریوالور سمیت رکھا ہوا نظر آیا۔ اس کے قریب ہی ٹرانسمیٹر بھی موجود تھا۔ اسی طرح جیروم کی جیب سے برآمد ہونے والی ساری اشیاء بھی ہوئی تھیں۔ انہیں میں ان دونوں کے شناختی کارڈ بھی تھے۔ حمید نے طویل سانس لی۔ والے کارڈ کے پشت والی تحریر پر اُس نے پہلے ہی مارکر سے سیاہی پھیر دی تھی۔ ورنہ جاتی اور وہ آدمی اُنہیں محض باندھ کر ڈال جانے پر اکتفا نہ کرتے۔ اُن کا کوئی نہ کوئی یہاں موجود ہوتا۔ بہرحال اُس نے آگے بڑھ کر اپنی چیزوں پر قبضہ کیا اور جیروم کی کی طرف کھسکا دیں۔

''آخر وہ ہمیں یہاں اس طرح کیوں چھوڑ گئے ہیں۔'' جیروم نے گویا خود سے سوال کیا۔

"ہوسکتا ہے کسی کو ہماری گرفتاری کی اطلاع دینے گئے ہوں۔ کیروسین لیمپ ثابت ہوتا ہے کہ یہ جگہ شہری آبادی سے الگ تھلگ ہے۔" حمید نے کہا اور وہ باہر راستے کی تلاش میں متعدد دروازوں سے گزرتے رہے۔ صدر دروازے پر پہنچ کر رک کیونکہ وہ باہر سے بند تھا۔

"اب کیا ہوگا۔" جیروم بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"یہی تو دیکھتا پھر رہا ہوں کہ اب کیا ہوگا۔"

"قفل پر فائر کرو۔"

"کس قفل پر۔ کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ یہ دروازے جدید طرز کے نہیں ہیں۔ کنڈی لگائی گئی ہے۔"

"اُدھر صحن کی طرف۔" جیروم نے کہا اور مزید کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ ایسا معلوم جیسے کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے کہا۔ "اُدھر چلو...... تو تدبیر ہو جائے۔"

"کیا تدبیر ہو جائے گی۔" حمید آنکھیں نکال کر بولا۔

"تم چلو تو، مجھے ایک جگہ دیوار پر کچھ غیر معمولی سی چیز نظر آئی تھی۔"

"دیوار پر سڑک نظر آئی ہوگی۔" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

لیکن وہ پھر صحن کی طرف واپسی کے لئے مڑ گیا تھا۔ صحن میں پہنچ کر جیروم نے جانب اشارہ کیا۔ "یہ دیکھو" دیوار کے جس حصے کی طرف اس نے اشارہ کیا تھا دروازہ رہا ہوگا۔ جسے نکال کر بعد میں اینٹیں چن دی گئی تھیں۔

"آہاں...... واقعی۔" حمید سر ہلا کر رہ گیا۔ چنائی اکھڑی اینٹوں سے ہوئی زیادہ محنت کے بغیر نکالا جا سکتا تھا۔

"اگر ایک اینٹ بھی نکال دینے میں کامیاب ہو گئے تو بقیہ کام بے حد آسان گا۔" جیروم نے کہا۔

"جب سے ملے ہو صرف یہی ایک عقلمندی کی بات کی ہے تم نے۔" حمید لے کر بولا۔

اور پھر وہ دونوں ہی بڑی تندہی سے اس کام میں لگ گئے تھے۔ ایک اینٹ نکال لینے بعد انہوں نے جلد ہی اتنا بڑا سوراخ بنا لیا جس سے بہ آسانی گزر جاتے۔ دونوں لیمپ وہ باہر نکل آئے۔

"تیز چلو۔" حمید ایک جانب بڑھتا ہوا بولا۔ تاروں کی چھاؤں میں وہ اتنا تو دیکھ ہی تھا کہ آس پاس اس عمارت کے علاوہ اور کوئی دوسری نہیں ہے اور درختوں کی بہتات کہہ رہی تھی کہ وہ عمارت کسی باغ کے درمیان واقع ہے۔

سمت کا تعین کئے بغیر چل پڑے تھے۔ جلد از جلد عمارت سے بہت دور نکل جانا چاہتے حمید نے ریوالور ہولسٹر سے نکال لیا۔ اُسے حیرت تھی کہ اُن لوگوں نے ریوالور کو خالی بھی کیا تھا۔ اُس میں پورے چھ راؤنڈ اب بھی موجود تھے۔

بھاگم بھاگ چلے جا رہے تھے اور دونوں ہی خاموش تھے۔ دفعتاً جیروم نے کہا۔ "آخر جا رہے ہیں۔"

"بہت دور...... اُفق کے پار" حمید بھنا کر بولا۔ نہ جانے کیوں اُسے اس وقت اُس کی بھی زہر لگ رہی تھی۔

"اس طرح چلتے رہنا تو ٹھیک نہیں ہے۔"

"تو پھر لیٹ جاؤ۔"

"کیا نہیں تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔"

"چپ چاپ چلتے رہو۔"

"اچھا تو پھر تم جانتے ہو گے کہ اس وقت کہاں ہو اور تمہیں کہاں جانا ہے۔"

"ایسی کوئی احمقانہ بات میرے ذہن میں نہیں ہے۔"

"اُف فوہ۔ تمہاری کوئی بات تو میری سمجھ میں آئے۔"

"دیکھو دوست ہم بے کارواں ہو چکے ہیں۔ کیا تم اب بھی تنظیم کی طرف واپس جا سکتے ہو۔"

"یہی یاد نہ دلاؤ۔ میری آنکھوں میں اندھیرا چھانے لگتا ہے۔"

"یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے کہ اب ہمارا تنظیم سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ اگر اب اُن کے خارش زدہ کتوں کی طرح مار دیئے جائیں گے۔"

"اور اب ہم میک اپ میں بھی نہیں ہیں۔"

"میک اپ سے بھی کیا فائدہ پہنچا تھا۔ آخر انہوں نے ہمیں پہچان کر ہی تو

"اس سلسلے میں میرا دوسرا خیال ہے۔" جیروم بولا۔

"اوہو۔ تمہارا بھی کوئی خیال ہے۔"

"کیوں نہیں...... سنو! میرا خیال ہے کہ انہوں نے تمہارے سپرد ایک کام کر
لاعلمی میں خود تمہاری نگرانی بھی کرائی تھی اور اسی نگرانی کے نتیجے میں ہم پکڑے گئے۔

"واقعی...... سامنے کی بات ہے یہی ہوسکتا ہے۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ ورنہ
میک اپ ایسا نہیں کیا تھا کہ آسانی سے پہچانے جاسکتے۔"

"لہٰذا میری رائے ہے کہ ہمیں مفقود الخبر ہوجانا چاہیے۔ وہ ہمارا پتہ نہیں
گے۔ کیونکہ اس وقت تعاقب یا نگرانی کا امکان نہیں ہے۔"

"اس کے لئے تمہیں نہ صرف اپنی قیام گاہ بلکہ ملازمت بھی چھوڑنی پڑے گی۔
گے کہاں سے۔"

"میرے پاس اتنا سرمایہ ہے کہ ایک سال بہ آسانی نکل جائے گا۔"

"میرے پاس تو اب رہنے کو گھر بھی نہیں رہا۔ ظاہر ہے کہ اب میں وہاں تو
جاسکتا۔"

"فکر نہ کرو۔ تم کہاں ملازم ہو؟"

"میٹرو اینڈ جانسن میں۔"

"تو تمہاری بھی ملازمت گئی۔"

"اور کیا......!" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"فکر مت کرو۔ تمہارے اخراجات بھی میرے ذمہ۔" جیروم بولا۔

"اب کے میں تمہارا ایسا میک اپ کروں گا کہ عرصہ تک خراب نہ ہو سکے
مسئلہ میرے بس سے باہر ہوگا۔"

"کیا اس بھری پُری دنیا میں صرف میں ہی ایک یک چشم ہوں؟"

"دل چھوٹا نہ کرو۔ لاکھوں ہوں گے۔"

"مصنوعی آنکھ کی موجودگی میں تو بہ آسانی پہچانا جاسکوں گا۔"

"یقین کرو...... تمہاری وہ مصنوعی آنکھ حیرت انگیز تھی۔ میں اندازہ نہیں لگا پایا تھا کہ وہ مصنوعی ہے۔"

"اب اس ذکر کو جانے دو۔ جان بچانے کی کوشش کرو۔"

"میں نہیں جانتا کہ ہم کدھر جارہے ہیں۔" حمید نے کہا۔

"کہیں نہ کہیں تو کوئی سڑک یا ریلوے لائن دکھائی دے گی۔" جیروم بولا۔

حمید خاموشی سے چلتا رہا۔ اس پر اپنی رائے کا اظہار نہیں کیا تھا۔

اسٹیل ملز کے منیجر جمشید نے اُوزاکا کو پھر اپنے دفتر میں طلب کیا تھا۔ اُوزاکا نے پہنچنے میں دیر نہیں لگائی لیکن تہیہ کرلیا تھا کہ اگر اس نے اُلٹی سیدھی باتیں کیں تو وہ اُس سے نپٹ لے گا۔

"بیٹھ جاؤ۔" جمشید اُسے گھورتا ہوا بولا۔ اوزاکا خاموشی سے بیٹھ گیا اور اُسے ایسی نظروں سے دیکھتا رہا جیسے بالکل اُلو سمجھتا ہو۔

"تم نے کیا سوچا۔" جمشید نے اُس کی طرف توجہ دیئے بغیر سوال کیا۔

"کس بارے میں۔"

"وہی غبن کا معاملہ۔"

"پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"وہ اچانک اس طرح پاگل ہوکر مر کیوں گیا۔"

"آپ مجھ سے ایسے سوالات کر رہے ہیں جن کے جواب میرے بس سے باہر ہیں۔ آپ کو مجھ پر کسی قسم کا شبہ ہو تو صاف صاف بتایئے تاکہ میں اپنی صفائی پیش کرسکوں۔"

"میں نے تم سے کہا تھا کہ اس سلسلے میں میری مدد کرو۔"

"ظاہر ہے جب میں کچھ جانتا ہی نہیں تو مدد کیسے کرسکوں گا۔"

"تم جانتے ہو۔"

"بکواس ہے۔" اوزاکا میز پر ہاتھ مار کر کھڑا ہو گیا۔

"تم ہوش میں تو ہو۔"

"میں بالکل ہوش میں ہوں۔ اگر مجھ سے بے ضابطہ قسم کی گفتگو کی گئی تو اچھا نہ ہو..."

"بیٹھ جاؤ۔" دفعتاً جمشید نے مسکرا کر نرم لہجے میں کہا۔

وہ بُرا سا منہ بنائے ہوئے بیٹھ گیا اور جمشید نے بے حد نرم لہجے میں کہا۔ "باضابطہ تو اسی طرح ہو سکتی ہے کہ میں پولیس کو فون کر دوں۔"

"بے شک فون کر دیجئے۔"

"پختہ ثبوت کے بغیر پولیس کو فون نہیں کیا جا سکتا۔ تم یہی سمجھتے ہو نا میرے پاس ثبوت موجود ہیں۔"

"میرے خلاف......!"

"تم تینوں کے خلاف...... دو وہ جو مر گئے۔"

اوزاکا الجھن میں پڑ گیا۔ بھلا کس قسم کا ثبوت ہو سکتا ہے۔

اس کی دانست میں تو اُس کی دوسری حیثیت کا علم سابق منیجر یا اس کے دونوں ساتھیوں کے علاوہ اور کسی کو بھی نہیں تھا۔ بہر حال وہ مستفسرانہ نظروں سے جمشید کو دیکھ... جمشید بھی پلکیں جھپکائے بغیر اُس کی آنکھوں میں دیکھے جا رہا تھا۔ حتیٰ کہ اوزاکا کی پیشا... پسینے کی دھاریں بہنے لگیں اور وہ کھنکار کر بولا۔

"میں اپنے خلاف ثبوت کے بارے میں کچھ سننے کا منتظر ہوں۔"

"تمہیں جو تنخواہ ملتی ہے اس کی رسیدیں یہاں فائلوں میں موجود ہیں۔ لیکن تم... رسیدیں سابق منیجر کو نجی طور پر بھی دی تھیں جو اس کے گھر پر موجود تھیں۔ تم تینوں کی... اور ان کی مجموعی رقم تمہاری سالانہ تنخواہوں سے کہیں زیادہ ہے۔"

اوزاکا نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کی اور بولا۔ "آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے... سے انکار نہیں کر سکتا کہ وہ رسیدیں قطعی نجی ہیں۔ سابق منیجر مجھ سے قرض لیتا رہتا تھا... واپسی پر رسید بھی لیتا تھا۔"

"اسے ذہن میں رکھو کہ وہ تمہاری تنخواہ کی سالانہ رقم سے کہیں زیادہ کی رسیدیں..."

"میں کچھ پس انداز کرتا ہوں اور کچھ جوئے میں جیتتا ہوں۔ ریس کھیلنا میرا محبوب مشغلہ ہے۔ میرا منتخب کردہ گھوڑا شاذ و نادر ہی ہارتا ہے۔ کہنے کا مطلب یہ کہ آپ اُن رسیدوں کی بناء پر میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

جمشید خاموش بیٹھا اُسے گھورتا رہا پھر بولا۔ "اچھی بات ہے میں دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں اور اب تم جا سکتے ہو۔"

اوزاکا اُٹھا اور اس کے آفس سے باہر آ گیا۔

تنظیم کے لئے مختلف کاموں کی اُجرت اُسے سابق منیجر ہی کے توسط سے ملتی تھی اور وہ ان کی رسید بھی لیتا تھا لیکن اوزاکا کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ رسیدیں اُسی کے پاس رہ گئی ہوں گی۔ وہ تو سمجھتا تھا کہ سابق منیجر اُن رسیدوں کو آگے بڑھا دیتا ہوگا۔ بہر حال اُس نے جمشید کے سامنے اس کی جو توجیہہ پیش کی تھی اب اُس پر جمے رہنا پڑے گا۔

جمشید نے ایک بار پھر اُس کا موڈ خراب کر دیا تھا اور وہ بھی ڈیوٹی کے اختتام سے ذرا پہلے۔ جب وہ سوچ رہا تھا کہ آج تو ڈربی ہاؤز والی پراسرار پامیلا کو دیکھ کر ہی رہے گا۔

پچھلی شام اُس سے فون پر گفتگو ہونے کے بعد اوزاکا نے ڈھیروں شراب پی تھی اور اُس سے ملاقات کرنے کے لئے چل پڑا تھا۔

زیادہ شراب نوشی اُس کے اعصاب پر زیادہ بُرا اثر نہیں ڈالتی تھی۔ یعنی نہ تو وہ ذہنی طور پر بہکتا تھا اور نہ کسی جسمانی کمزوری میں مبتلا ہوتا تھا۔ بس آنکھوں سے ظاہر ہو جاتا تھا کہ اس نے پی رکھی ہے۔ بہر نوع وہ اُسی حال میں ڈربی ہاؤز تک پہنچا تھا۔ کمپاؤنڈ کا پھاٹک بند تھا اور پھاٹک کے آس پاس کے حصے تیز قسم کی روشنی میں نہائے ہوئے تھے۔ اُس نے کال بل کا بٹن دبایا اور تھوڑی دیر بعد کال بل کے بٹن کے اوپر ہی لگے ہوئے مائیک سے آواز آئی۔

"کون ہے؟"

وہی نسوانی آواز تھی جو فون پر سن چکا تھا۔

"میں اوزاکا ہوں، جس سے ملنے کی تم نے خواہش ظاہر کی تھی۔" اوزاکا نے مائیک پر نظر جمائے ہوئے کہا۔

"اوہ...... ہیلو......!" آواز آئی اور پھر کسی قدر تذبذب کے ساتھ کہا گیا۔ "لیکن مجھے

افسوس ہے کہ تم نے شراب پی رکھی ہے۔''

اوزاکا بوکھلا گیا۔ وہ تو سمجھا تھا کہ وہاں صرف مائیک سسٹم ہے لیکن یہ تو شارٹ ٹیلیویژن کا معاملہ معلوم ہوتا ہے۔ وہ عمارت کے کسی گوشے میں بیٹھی اُسے صاف دیکھ رہی اور ٹی وی کا کیمرہ شائد پھاٹک کی محراب میں کہیں نصب تھا۔

''اس میں کیا قباحت ہے۔'' اوزاکا نے کہا۔ ''میں پی کر بہکتا نہیں ہوں۔''

''بہتیرے نہیں بہکتے لیکن میں ایسے کسی آدمی سے بالمشافہ گفتگو کرنا پسند نہیں کرتی نے ذراسی بھی پی رکھی ہو۔''

''تمہاری مرضی۔'' اوزاکا نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔ ''میں تو محض تمہارے کہنے سے چلا آیا۔''

''مجھے افسوس ہے مسٹر اوزاکا۔ پھر کبھی سہی۔ جب تم نے پی نہ رکھی ہو۔''

اوزاکا بڑی بے نیازی سے اپنی گاڑی کی طرف پلٹا تھا اور اُسے دل ہی دل میں ہزاروں گالیاں دیتا ہوا پھر اپنی قیام گاہ کی طرف روانہ ہو گیا تھا اور آج دن بھر یہی سوچتا رہا تھا کہ واپسی پر ڈربی ہاؤز ضرور جائے گا۔ خواہ کچھ ہو جائے۔ لیکن جمشید نے چھٹی سے تھوڑی دیر پہلے موڈ اتنا خراب کر دیا تھا کہ اب اُسے فی الحال کسی قسم کی بھی تفریح سے دلچسپی نہیں رہی تھی۔ غصے میں بھرا ہوا اپنے آفس پہنچا اور کرسی پر بیٹھ کر ہانپنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بجی۔ اُس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے جمشید کی آواز آئی اور ایک بار پھر اُس کی سانس پھولنے لگی۔ وہ نرم لہجے میں کہہ رہا تھا۔

''اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ مجھ سے تعاون کرو۔ میں اُن رسیدوں کو دریا بُرد کر دوں گا۔''

اوزاکا نے کچھ کہے بغیر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور سوچ سوچ کر محظوظ ہونے لگا۔ اس ہتک آمیز رویئے نے اُسے بھک سے اڑا دیا ہوگا اور وہ اپنی ہی بوٹیاں نوچتے رہ جانے کے علاوہ اور کیا کر سکا ہوگا۔

اتنے میں ڈیوٹی کے اختتام کا وقت بھی ہو گیا اور وہ اپنے آفس سے نکل کر گاڑی میں آ بیٹھا۔ شراب کی طلب محسوس ہو رہی تھی۔ لیکن پھر ڈربی ہاؤز والی پراسرار پامیلا یاد آئی اور اُدھر ہی چل پڑا۔ شام کے چار بجے تھے۔ جمشید کی گفتگو کے اثرات ذہن سے جھٹک

اس نے گنگنانا شروع کر دیا۔

بھی تیز ڈرائیونگ کر کے ڈربی ہاؤز تک پہنچا۔ حسب سابق پھاٹک پر کال بل کا بٹن مائیک سے آواز آئی کون ہے؟''

''اوزاکا......!''

''اوہ......اچھا......ذرا سر کسی قدر اوپر اٹھاؤ۔''

اوزاکا نے مسکرا کر تعمیل کی اور اس بار کہا گیا۔ ''ٹھیک ہے۔ گیٹ کی بائیں جانب سرخ دباؤ۔ پھاٹک کھل جائے گا۔ اپنی گاڑی اندر ہی لیتے چلے آؤ۔''

''شکریہ۔'' اوزاکا نے کہا اور مذکورہ بٹن دبا کر گاڑی کی طرف مڑ گیا۔ پھاٹک خود بخود گیا تھا اور پھر جیسے ہی اس کی گاڑی پھاٹک سے گزر گئی خود بخود بند بھی ہو گیا۔ گاڑی ایک روش طے کر کے پورچ میں پہنچی۔ یہاں عجیب سی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا دیکھئے عمارت کے اندر کیا پیش آئے۔

گاڑی سے اُتر ہی رہا تھا کہ ایک عورت برآمدے میں کھڑی نظر آئی اور وہ اُسے دیکھتا رہ گیا۔ بڑی پُراسرار آنکھیں تھیں اور اُس کی گندمی رنگت نے اُنہیں نہ جانے کتنی توانائی بخشی تھی۔

زرد رنگ کے لبادے میں اُس کی شخصیت بڑی دلکش لگ رہی تھی۔ اوزاکا اس کی عمر کا اندازہ نہ لگا سکا۔ جوانی کی کسی بھی عمر کا تعین کیا جا سکتا تھا۔ وہ داہنا ہاتھ آگے بڑھا کر مسکرائی۔

''خوش آمدید۔''

''شکریہ محترمہ۔ پچھلی شام کیلئے معذرت خواہ ہوں۔'' اوزاکا بولا۔

''میں سمجھی تھی شاید تم بُرا مان گئے۔''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اصول پسند لوگ مجھے اچھے لگتے ہیں۔'' اوزاکا نے کہا۔

وہ اُسے نشست کے کمرے میں لائی جو اچھا خاصا ہال معلوم ہوتا تھا اور جس میں فرنیچر کی کمی نہیں تھی۔

''میں ایک جہاں گرد عورت ہوں۔ آج یہاں کل وہاں۔ کہیں جم کر نہیں رہ سکتی۔''

''میں یہاں اسٹیل ملز میں ملازم ہوں۔''

وہ اُسے غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔ ''لیکن مجھے کہنے دو کہ تم بہت عجیب ہو۔''

''میں تو ایسی کوئی بات محسوس نہیں کرتا۔'' وہ زبردستی ہنس کر بولا۔

''شاید! لیکن میرا علم کہتا ہے کہ تم غلط بیانی سے کام لے رہے ہو۔ فون پر تمہاری سن کر میں نے تہیہ کیا تھا کہ تم سے ضرور ملوں گی۔ کیونکہ تم میرے علم میں اضافے کا بن سکتے ہو۔''

''مم..... میں کچھ نہیں سمجھا۔''

''تمہاری آواز ہی سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ تم غیر معمولی ہو۔''

''غیر معمولی ہونا بھی میری سمجھ سے باہر ہے۔''

''مجھے یقین ہے کہ تم درست کہہ رہے ہو۔ یعنی تمہیں خود بھی اپنے بارے میں کچھ نہیں معلو

''اب میں اس پر کیا کہوں۔'' اوزاکا احمقانہ انداز میں ہنس کر رہ گیا۔

''میں ثابت کردوں گی کہ تم غیر معمولی ہو۔ ذرا اپنا داہنا ہاتھ آگے بڑھاؤ۔''

اُس نے کہا اور اُٹھ کر اُسی صوفے پر آ بیٹھی جس پر اوزاکا بیٹھا ہوا تھا۔ اوزاکا نے اس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ جھک کر بغور ہاتھ کی لکیروں کو دیکھتی رہی پھر سیدھی ہو کر

''جب تم نے ہوش سنبھالا تو بالکل تنہا تھے۔ تمہارے والدین فوت ہو چکے تھے۔ تمہیں بڑھنے کے لئے سخت جدوجہد کرنی پڑی۔ ایک مہربان بوڑھی عورت نے تمہاری سرپرستی کی تھی۔ وہ بھی تنہا تھی۔ اس کا گھرانا بھی دوسری جنگ عظیم میں ختم ہو گیا تھا۔ اُسی کی مدد آگے بڑھتے رہے۔ حتیٰ کہ یہاں تک آ پہنچے۔ ویسے مستقل مزاج آدمی نہیں ہو اور یہی تمہار سب سے بڑی کمزوری ہے۔''

''مجھے تو اس میں کوئی غیر معمولی بات نظر نہیں آئی۔'' اوزاکا نے ہنس کر کہا۔

''بے شک! تم جیسے ہزاروں افراد ایسے ہی حالات سے گزر رہے ہوں گے۔ لیکن میں جو خصوصیت ہے وہ کسی کو بھی نصیب نہیں۔''

''اس کے لئے تمہیں میرے میجک بال کے قریب بیٹھنا پڑے گا اور تم خود دیکھ کہ تم کیا ہو۔''

''میں ضرور تجربہ کروں گا۔''

وہ عجیب سے انداز میں مسکرائی اور اُٹھتی ہوئی بولی۔ ''میرے ساتھ آؤ۔ تمہارا راز میرا بال آشکار کردے گا۔ میں اُسے میجک بال کہتی ہوں۔ لیکن حقیقتاً وہ ایک سائنسی ایجاد ہے جس کے ذریعے شخصیتوں کے ڈھکے چھپے گوشے بھی نظروں کے سامنے آجاتے ہیں۔''

وہ اُسے دوسرے کمرے میں لائی۔ یہاں صرف ایک میز اور ایک کرسی رکھی ہوئی تھی اور میز پر ایک بہت بڑی بلوری گیند رکھی ہوئی تھی جس کا قطر کم از کم ڈیڑھ فٹ ضرور رہا ہوگا۔

''اس کرسی کو میز کے قریب کھسکا کر بیٹھ جاؤ۔'' پامیلا نے کہا۔

اُوزاکا خاموشی سے تعمیل کرتا رہا۔ وہ میز کی دوسری طرف جا کھڑی ہوئی۔ اوزاکا نے دیکھا کہ میز کی دوسری جانب بالکل کسی ٹائپ رائٹر کا سا ''کی بورڈ'' بھی موجود ہے۔

پامیلا نے کی بورڈ کا ایک بٹن دبایا اور بلوری گیند کسی ٹی وی اسکرین کی طرح روشن ہوگئی۔

پھر اُس کی انگلیوں ایک مشاق ٹائپسٹ کی انگلیوں کی طرح بورڈ پر دوڑنے لگیں اور نے اوزاکا سے کہا۔ ''اپنی نظر میجک بال پر جمائے رکھو۔''

اُوزاکا پوری طرح گیند کی طرف متوجہ ہوگیا اور پھر اُس نے اپنا سراپا اُس گیند میں یکھا۔ وہ خود کو ایک سڑک پر پیدل چلتے دیکھ رہا تھا۔ اس کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ پھر وہ کمپاؤنڈ کے پھاٹک تک پہنچ گیا۔ بے ساختہ اُس کی نظر اپنی پرچھائیں پر اُس وقت پڑی جب ایک اور پرچھائیں سے جُدا ہو رہی تھی۔ اوزاکا بُری طرح کانپنے لگا۔ کیونکہ شاید ایک بار پھر ہی منظر اُس کی آنکھوں کے سامنے آنے والا تھا۔ دوسری پرچھائیں پھاٹک سے گزر کر کمپاؤنڈ میں داخل ہوگئی اور دیکھتے ہی دیکھتے فریدی کی کوٹھی کا ایک حصہ منہدم ہوگیا۔ پھر اُس نے دیکھا کہ وہ وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا ہے۔ کچھ دور جانے کے بعد دوسری پرچھائیں پھر ہی جو اس کے پیچھے دوڑ رہی تھی۔ آخر کار اوزاکا نے یہ بھی دیکھا کہ دوسری پرچھائیں کی پرچھائیں میں دوبارہ ضم ہوگئی۔

دوسری طرف پامیلا کی انگلیاں کی بورڈ پر بدستور چل رہی تھیں۔ پھر جیسے ہی اُس نے پنے ہاتھ روکے بلوری گیند سے روشنی غائب ہوگئی۔

اوزاکا رومال سے اپنے چہرے کا پسینہ پونچھنے لگا۔ پامیلا اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی بولی۔ ''تم نے دیکھا اپنے ہمزاد کو۔''

''مم......میں کچھ نہیں سمجھ سکا۔'' اوزاکا نے ایک الجھے ہوئے آدمی کی سی اداکاری کی۔

''مسٹر اوزاکا......اس ڈیوائس کو مت جھٹلاؤ۔ میرا یہ کمپیوٹر اپنی مثال آپ ہے۔ دنیا میں اس کا کوئی ثانی نہیں۔''

''لیکن......یہ سب کچھ۔''

''تمہیں ایسا ہی ایک واقعہ پیش آچکا ہے جس کی نشاندہی میرے کمپیوٹر نے کی ہے۔ تم اس دوسری پرچھائیں کی وجہ سے پریشان نہیں ہو۔''

''کیا واقعی مجھے اس پر پریشان ہونا چاہئے۔'' اوزاکا مسکرا کر بولا اور پامیلا نے کہا۔

''جب تک تم اس کی تصدیق نہیں کرو گے میں آگے کچھ نہ کہوں گی۔''

''اس عمارت کے کسی حصے کے گر جانے کی خبر میں نے بھی اخبارات میں پڑھی تھی۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں جانتا۔''

''اب تو تم نے دیکھ لیا کہ اس عمارت کا وہ حصہ کس طرح تباہ ہوا تھا۔ لیکن حیرت ہے کہ تم نے دوسری پرچھائیں پر توجہ نہیں دی تھی۔''

''میں کچھ نہیں جانتا۔''

''تم اپنی ایک بہت بڑی قوت سے ناآشنا ہو۔ یہی قوت تمہاری شخصیت کا ایک چھپا ہوا گوشہ ہے۔''

''مس پامیلا۔ میرا ذہن جواب دے جائے گا۔'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''ہرگز نہیں۔ ٹھہرو......اب دیکھتے ہیں کہ تم اپنی اس قوت کو کس طرح بروئے کار لا... ہو۔''

اُس کی انگلیاں پھر کی بورڈ پر دوڑنے لگیں اور گیند دوبارہ روشن ہوگئی۔ اس بار کوئی تحریر نمودار ہوئی تھی۔ اوزاکا نے تحریر پر نظریں جماتے ہوئے طویل سانس لی اور وہ پڑھ سکتا تھا۔ لکھا تھا

''اے شخص اگر تو اپنی اس قوت سے کام لینا چاہے تو تجھے لازم ہے کہ کچھ الفاظ اپنی زبان سے ادا کرے۔ الفاظ یہ ہوں گے۔ 'اے میرے ہمزاد میرے حریف کو تباہ کردے۔' پانچ منٹ کے اندر ہی اندر تجھے

اپنی قوت کا اندازہ ہو جائے گا۔''

اوزاکا کی ریڑھ کی ہڈی میں سرد سرد سی لہریں دوڑتی رہیں اور گیند کی روشنی پھر غائب ہوگئی۔ اوزاکا کی نظر اُس پر سے ہٹ کر پامیلا کے چہرے پر جم گئی۔

''تم نے دیکھا۔'' وہ مسکرا کر بولی۔ ''دل چاہے تو اب اس کا امتحان کرلو۔ ابھی تھوڑی دھوپ باقی ہے۔ اوپر کھلی چھت پر چلتے ہیں۔''

''میری کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔'' اوزاکا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''میں سمجھ رہی ہوں اور تمہیں بھی پوری طرح سمجھا دوں گی۔ چلو اوپر چلیں۔'' وہ اُٹھتی ہوئی بولی۔

''لیکن یہاں کون میرا حریف بیٹھا ہوا ہے جسے تباہ کراؤں گا۔''

''وہ نمونے کی ایک تحریر تھی۔ دیکھنا صرف یہ ہے کہ تم اپنی منشاء کے مطابق اپنے ہمزاد سے کام لے سکتے ہو یا نہیں۔ مثال کے طور پر تم کہہ سکتے ہو کہ اے میرے ہمزاد میں تجھے اپنی ذات سے الگ ہوتے دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تمہاری اس خواہش پر دوسری پرچھائیں نمودار ہوگئی تو بس سمجھ لینا کہ تم جب بھی چاہو گے ایسا کرسکو گے۔''

وہ اُسے اوپر کھلی چھت پر لے آئی۔ سورج ابھی اتنی بلندی پر تھا کہ ان کی پرچھائیاں دھوپ میں نظر آرہی تھیں۔ وہ پرچھائیوں کی طرف رخ کرکے کھڑے ہوگئے اور پامیلا نے کہا۔

''اب یہ کہو کہ اے میرے ہمزاد میری خواہش ہے کہ تو میری ذات سے الگ ہو کر مجھے دکھا۔''

''کتنی مضحکہ خیز بات ہے۔'' اوزاکا نے کھسیانی ہنسی کے ساتھ کہا۔

''قطعی مضحکہ خیز نہیں ہے۔ پلیز......دہراؤ یہی الفاظ۔''

اوزاکا نے اٹک اٹک کر اس کے کہے ہوئے الفاظ دہرائے اور اپنی پرچھائیں پر نظر جمائے کھڑا رہا۔ شاید تین منٹ بعد پرچھائیں میں لرزش سی ہوئی۔ اوزاکا کے دل کی دھڑکن بڑھ گئی اور وہ ساکت و صامت کھڑا رہا۔ دوسری پرچھائیں آہستہ آہستہ اس کی پرچھائیں سے الگ ہو رہی تھی اور پھر وہ اس سے دو گز کے فاصلے پر ٹھہر گئی۔

''اوہ......میرا علم سچا ہے۔'' پامیلا پُرمسرت لہجے میں بڑبڑائی۔ اوزاکا بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ پلکیں جھپکائے بغیر دوسری پرچھائیں کو دیکھے جارہا تھا۔

''اب اس سے کہو کہ یہ تمہیں اپنا رقص دکھائے۔'' پامیلا آہستہ سے بولی۔

''مم......میں......کک......کیا۔'' اوزاکا ہکلا کر رہ گیا۔

''کہو کہ اے ہمزاد مجھے اپنا رقص دکھا۔''

اوزاکا نے پتا نہیں کس طرح یہ الفاظ دہرائے تھے اور پرچھائیں نے تھرکنا شروع کر دیا تھا۔ پامیلا دیکھ دیکھ کر بچکانہ انداز میں خوش ہوتی رہی۔ پھر اُس نے اُوزاکا سے کہا کہو۔ بس اے ہمزاد اب پھر میری ذات میں سما جا۔''

''میں اب اسے اپنی ذات میں نہیں سمانے دوں گا۔'' اوزاکا جھنجھلا کر بولا۔

''ایسا غضب بھی نہ کرنا۔ تمہاری ہی گردن توڑ کر رکھ دے گا۔ کبھی ایسی حرکت نہ کرنا۔ کبھی اُس سے یہ نہ کہنا کہ تمہاری ذات سے ہمیشہ کے لئے الگ ہو جائے۔ بہت اچھا کیا اپنا عزم مجھ پر ظاہر کر دیا۔ اگر کہیں سہواً بھی تمہاری زبان سے اس سے جدائی کی خواہش کا اظہار ہو جاتا تو یہ تمہیں زندہ نہ چھوڑتا۔''

''اوزاکا کانپ کر رہ گیا اور اُس نے طوعاً و کرہاً پامیلا کے کہے ہوئے الفاظ دہرائے تھے کہ دوسری پرچھائیں جھپٹ کر اُس کی پرچھائیں میں مدغم ہو گئی۔

پامیلا نے اس کے شانے پر تھپکی دے کر کہا۔ ''اب نیچے چلو۔ میں تمہیں برانڈی صرف ایک پگ دے سکوں گی تاکہ تم اپنے اعصاب کو بحال کر سکو۔''

''تت......تم......برانڈی پیش کرو گی۔'' اوزاکا نے حیرت سے کہا۔

''ہاں کیوں نہیں۔ میں نے تمہیں اس لئے نہیں روکا تھا کہ مجھے شرابیوں سے ڈر معلوم ہوتا ہے بلکہ قصہ یہ ہے کہ شراب میرے اور سبجیکٹ کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔ میں اُسے صحیح طور پر پڑھ نہیں پاتی۔''

وہ اُسے پھر سٹنگ روم میں لے آئی جس کے ایک گوشے میں ایک چھوٹا سا بار بھی تھا۔ بار کے سامنے کئی اسٹول پڑے ہوئے تھے۔ اوزاکا اس خیال سے ہلکی ہلکی چسکیاں لینے لگا کہ دوسرا پگ نصیب نہیں ہو گا۔ ورنہ اُس کا گلاس تو صرف تین گھونٹ کا ہوا کرتا تھا۔

''دوسری سٹنگ میں تمہیں دوسرا سبق دوں گی۔'' پامیلا نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

''کیا اس کے لئے صرف سورج کی روشنی ضروری ہے۔'' اوزاکا نے پوچھا۔

''میرا علم کہتا ہے کہ یہ شمسی توانائی کا کارنامہ ہے۔''

''کیا مطلب......!'' اوزاکا چونک کر بولا۔

پامیلا نے زور سے قہقہہ لگایا اور بولی۔ ''کیا تم اسے واقعی ہمزاد سمجھتے ہو۔''

''پھر کیا سمجھوں۔''

''یہ بھی سائنس ہی کا کرشمہ ہے۔ کسی دوسرے کُرے کے باشندوں کا کوئی تجربہ۔''

''میں پاگل ہو جاؤں گا۔''

''سمجھنے کی کوشش کرو۔ میرا وہ میجک بال دراصل ایک خاص قسم کا کمپیوٹر ہے۔ واقعی جادو کا گیند نہیں ہے کہ مافوق الفطرت سوانح کی نشاندہی کر سکے۔ کسی دوسرے کُرے کے کسی باشندے نے تم سے اس طرح رابطہ قائم کر لیا ہے اور تمہارے توسط سے ہمارے کُرے پر بھی جسمانی طور پر وارد ہونے کی کوشش کر رہا ہے۔''

''تمہاری باتیں ہی مجھے پاگل بنا دیں گی۔''

''اوہ......دقیانوسی باتیں نہ کرو۔ تم بیسویں صدی کے اواخر میں سانس لے رہے ہو۔''

''میں کچھ نہیں سمجھ سکتا۔''

''اب اپنے گھر جا کر آرام کرو۔'' میں اُسے جسمانی طور پر اپنے کُرے پر لاؤں گی اور ایک دن تمہاری ہی طرح میرے سامنے بیٹھا گفتگو کر رہا ہو گا۔''

''خدا کی پناہ۔'' اوزاکا حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔

''کل اسی وقت پھر آنا۔'' پامیلا بار کے پیچھے سے نکلتی ہوئی بولی اور اوزاکا بھی واپسی کے لئے اُٹھ گیا۔

ڈربی ہاؤز سے نکل آنے کے بعد بھی وہ پامیلا کی سحر انگیز شخصیت کے بارے میں سوچتا رہا۔ آدھا راستہ طے ہو جانے کے باوجود اُس نے اتنی دیر تک صرف اس کے سراپا پر غور کیا تھا۔ لمحہ بھر کے لئے بھی پرچھائیں یاد نہیں آئی تھی۔ لیکن پھر اچانک اُس نے ایک جگہ گاڑی روک دی اور سیٹ کی پشت گاہ سے ٹک کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

پرچھائیں؟ کیا وہ پرچھائیں کے راز سے آگاہ نہیں تھا۔ پھر کیوں وہ پامیلا کی باتوں میں آ رہا تھا۔ اس نے خیال سے کیوں متفق ہو گیا تھا کہ وہ پرچھائیں کسی دوسرے سیارے

کی مخلوق ہے؟ اُف فوہ! کیسی چوٹ ہوئی۔ پامیلا غلط کہتی ہے کہ وہ محض ایک کرا حیثیت سے وہاں مقیم ہے اور پچھلے کرایہ دار سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ وہ یقینی طور سے متعلق ہے اور اس طرح اُس نے پرچھائیں کے بارے میں اُسے بتایا تھا کہ وہ پرچھائیں کو کس طرح استعمال کرسکتا ہے۔

ایک بار پھر اوزاکا کے جسم سے ٹھنڈا ٹھنڈا پسینہ چھوٹ پڑا۔

وہ گھنٹوں بھٹکتے پھرے لیکن نہ تو صبح ہوئی اور نہ وہ کسی باقاعدہ سڑک ہی تک پہنچ جیروم کی موجودگی میں حمید جیبی ٹرانسمیٹر بھی استعمال نہیں کرسکتا تھا۔ اس نامعقول آدمی کا اُسے بے حد کھلنے لگا تھا۔ لیکن کیا کرتا۔ یہ مرض خود ہی اُس نے اپنے گلے لگایا تھا۔ بہت عقلمند بننے کی کوشش کی تھی۔ جس کی سزا اب بھگت رہا تھا۔ فریدی سے پوچھے بغیر بھی وہ اپنے محکمے کی حوالات میں دے سکتا تھا۔ جوڈیتھ گراہم تو تھی ہی اُس کی چیرہ دستیوں کی وہ کیسے انکار کرسکتی تھی کہ جیروم نے اُس کا گلا گھونٹنے کی کوشش کی تھی۔ اُوہ..... حمید کو خود اوپر بھی غصہ آنے لگا۔ آخر اس وقت یہ سب کچھ سوچنے کی کیا ضرورت ہے اُس سے کیا ہوگا۔ دماغ ٹھنڈا رکھو ورنہ مزید دشواریوں میں پڑو گے حمید صاحب۔ اچانک دور سے مرغ کے بانگ دینے کی آواز آئی اور وہ اچھل پڑا۔ یقیناً وہ کسی بستی کے قریب تھے جو بھی رہی ہو وہاں پہنچ کر کم از کم اپنی صحیح پوزیشن تو معلوم ہوجائے گی اور وہاں کے لوگ رہنما کرسکیں گے۔

"اس طرح اچھلے کیوں تھے؟" جیروم نے پوچھا۔

"ایک ایسی لڑکی یاد آگئی تھی جس کے سر پر سینگ ہیں۔"

"ایسے حالات میں بھی تمہیں لڑکیاں یاد آسکتی ہیں۔" جیروم نے حیرت سے کہا۔

"کیسے حالات میں؟"

"تم دیکھ نہیں رہے۔"

"میں دیکھ رہا ہوں لیکن چاروں طرف اندھیرا ہے۔"

"اب مجھ سے نہیں چلا جاتا۔" جیروم جھلا کر بولا۔

"تو پھر لیٹ جاؤ۔ مجھے ایسی کوئی شکایت نہیں ہے..... میں بدستور چلتا رہوں گا۔"

"یعنی مجھے یہیں چھوڑ جاؤ گے۔"

"اور نہیں تو کیا بیٹھ کر تمہارا سر سہلاؤں گا۔"

"کبھی کبھی تم ایک غیر ہمدرد اور سفاک انسان معلوم ہونے لگتے ہو۔"

"جب جیسے حالات ہوتے ہیں اُسی کے مطابق بن جاتا ہوں۔"

"اچھا ایک بات تو بتاؤ۔" جیروم نے کہا۔ "انہوں نے ہمیں پکڑنے کے لئے اتنی جدوجہد کی تھی۔ پھر ہم اتنی آسانی سے نکل کیسے آئے۔"

"میں کیا جانوں۔" حمید بھنا کر بولا۔ وہ چاہتا تھا کہ جیروم تو کم از کم خاموش ہی رہے۔ تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ کبھی کسی کانے مرد کے ہمراہ بے کارواں ہونا پڑے گا۔ اُسے کوئی ایسا موقعہ یاد نہ آیا جب اپنے جھنڈ سے بچھڑ جانے کے بعد کوئی عورت اُس کے ساتھ نہ رہی ہو اور دونوں بے سروسامانی کے رومان سے لذت اندوز نہ ہوئے ہوں۔ لیکن یہ خبیث کانا مرد۔ واقعی ستارے گردش ہی میں تھے۔ نحوست طاری تھی اُس کے زائچے پر۔ ایک خوبصورت عورت پر قاتلانہ حملہ کرنے والے کانے مرد کو ساتھ لئے پھر رہا تھا۔

اس دوران میں مرغ نے کئی بانگیں دی تھیں اور حمید نے آواز کی سمت کا اندازہ لگا کر اُسی جانب چلنا شروع کردیا تھا۔

"واقعی اب نہیں چلا جاتا۔" جیروم کراہا۔

"اس بار دھرے گئے تو گولی ہی ماردی جائے گی۔" حمید نے کہا اور چلتا رہا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اب جیروم گر ہی پڑے گا۔ افق میں ہلکا سا اُجالا تھا اور اسی کے پس منظر میں کسی دیہی بستی کے آثار دکھائی دینے لگے تھے۔ لیکن ابھی حمید پوری طرح خوش بھی نہیں ہوسکا تھا کہ اُس نے اُسی بستی کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنیں اور وہ پوری طرح خیالات کی دنیا سے نکل آیا۔ کتوں کا تو دھیان ہی نہیں رہا تھا۔ اگر وہ اُجالا ہونے سے قبل بستی میں داخل ہوئے تو کتوں اور اُن لوگوں سے پیچھا چھڑانا دشوار ہوجائے گا جو انہیں

چور یا ڈاکو سمجھ کر حملہ آور ہوں گے۔

''رک جاؤ۔'' حمید نے جیروم سے کہا اور وہ رک گیا۔

''بیٹھ جاؤ۔''

''سچ مچ......!'' وہ پُر مسرت لہجے میں بولا اور دھم سے بیٹھ گیا۔

''اب لیٹ جاؤ۔''

''کک......کیا مطلب......!''

''روشنی ہونے سے پہلے اگر کسی بستی میں داخل ہوئے تو آوارہ کتے بھنبھوڑ ڈالیں گے۔''

''آوارہ کتوں کا بہت بہت شکریہ۔'' جیروم کہتا ہوا لیٹ گیا۔

زمین سخت اور مسطح تھی اور گھاس پھوس سے مبرا صاف ستھری جگہ تھی۔

''تم بھی لیٹ جاؤ۔'' جیروم نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

''تمہارے پاس......؟'' حمید بھڑک کر بولا۔

''نہیں مجھ سے دور۔ رات کو میرے منہ سے بدبو آنے لگتی ہے۔''

کتوں کا شور اب بھی سنائی دے رہا تھا۔ حمید جیب سے تمباکو نکال کر سگریٹ رول کرنے لگا۔

''اگر زندہ رہا تو یہ تجربہ کبھی نہ بھلا سکوں گا۔'' جیروم نے کہا۔

''اور میں بھی۔ کیونکہ تم میری زندگی میں پہلے اجنبی مرد ہو۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''اس سے پہلے بھی بارہا اس طرح آوارہ گرد ہو چکا ہوں لیکن ہمیشہ کوئی اجنبی عورت میرے ساتھ رہی ہے۔''

''مجھے بے حد افسوس ہے۔'' جیروم ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

''سوال یہ ہے کہ......!'' حمید کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

''ہاں......کہو......کیا کہنا چاہتے ہو۔''

''شہر پہنچ کر ہماری راہیں الگ ہوں گی۔ نہ اب مجھے تنظیم سے کوئی سروکار ہے اور نہ......لہٰذا......!''

''نہیں دوست! مجھ پر رحم کرو۔ میں اب اُن لوگوں میں واپس نہیں جا سکتا جن سے بچ نکلا ہوں۔ تمہارے علاوہ اب اور کسی سے بھی میری واقفیت نہیں۔ بس اتنے دن اور ساتھ دو کہ میں اس ملک ہی سے نکل جاؤں۔''

''تم دوبارہ کر بھی ایسا کر سکتے ہو۔''

''نہیں دوست! مجھے خود کو چھپائے رکھنا پڑے گا۔ اس لئے میک اپ ضروری ہے اور تم میک اپ کے ماہر معلوم ہوتے ہو۔ آج سے تمہارے اخراجات بھی میرے ذمے۔ تمہاری تھوڑی بھی خرچ نہ ہوگی۔''

''خیر......میں اس پر غور کروں گا۔''

تھوڑی دیر بعد انہوں نے ریلوے ٹرین کی آواز سنی اور ٹرین کی روشنیاں بھی دیکھیں۔ بہت زیادہ نہیں تھا اور ٹرین بھی سست رفتار تھی۔ گویا کوئی ریلوے اسٹیشن بھی قریب ہی تھا۔

جیروم اُٹھ بیٹھا اور آہستہ سے بولا۔ ''میرا خیال ہے کہ کوئی ریلوے اسٹیشن قریب ہے۔''

''لیٹے رہو چپ چاپ۔'' حمید بولا۔ ''روشنی ہونے سے قبل ہم یہاں سے ہلیں گے بھی نہیں۔''

''لیٹے رہنے سے کہیں نیند نہ آ جائے۔''

''سو جاؤ۔ میں جاگ رہا ہوں۔''

''نہیں......تم مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے۔''

حمید کا دل چاہا کہ ایک جھاپڑ رسید کر دے۔ کیا لونڈیوں کی طرح ٹھنک کر کہہ رہا ہے کہ تم چھوڑ کر چلے جاؤ گے۔

سورج طلوع ہو جانے کے بعد وہ وہاں سے اُٹھے تھے اور بستی کی طرف جانے کی بجائے اس سمت چل پڑے تھے جدھر سست رفتار ٹرین کو جاتے دیکھا تھا۔ اس طرح وہ ایک چھوٹے سے دیہی ریلوے اسٹیشن تک پہنچ سکے۔

''یہاں سے شہر بیس میل دور ہے۔'' حمید نے جیروم کو بتایا۔

''دیکھو کب کوئی ٹرین ملتی ہے۔'' جیروم ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

''ابھی معلوم ہو جائے گا۔ تم یہیں ٹھہرو۔'' کہتا ہوا حمید بکنگ آفس کی طرف بڑھ گیا۔

وہاں سے ملنے والی اطلاع کے مطابق انہیں قریباً ساڑھے تین گھنٹے انتظار کرنا پڑتا۔

"یہ تو بہت بُرا ہوا۔" جیروم بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"تمہارے ساتھ کچھ اچھا بھی ہوا ہے کبھی۔" حمید نے بھنا کر پوچھا۔

"اچھا بھی ہوا ہے کیا یہ میری خوش قسمتی نہیں ہے کہ تم جیسا دوست مل گیا ہے۔"

حمید اُسے صرف تیز نظروں سے گھور کر رہ گیا تھا۔ بھوک لگ رہی تھی۔ اس چڑچڑاہٹ کا دورہ پڑا تھا۔ اس دیہی اسٹیشن پر کھانے پینے کی چیزیں صرف گاڑیوں کی اوقات میں ملتی تھیں۔ حمید نے سوچا ساڑھے تین گھنٹے یہاں منتظر رہنے سے تو یہ بہتر بستی ہی کا رخ کیا جائے۔ وہاں کھانے کو کچھ نہ کچھ ضرور مل جائے گا۔

وہ بستی کی جانب چل پڑے۔ میدان میں دھوپ پھیل چکی تھی۔ دفعتاً حمید چلتے رک گیا۔ اُس کی نظر اپنی پرچھائیں پر پڑی تھی جس سے ایک اور پرچھائیں برآمد ہو رہی جیروم بھی رک گیا اور وہ بھی اُسی کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ ایک پوری پرچھائیں۔ دوسری پرچھائیں سے تھوڑے ہی فاصلے پر رک گئی۔ حمید نے بوکھلا کر چاروں طرف نظریں دو لیکن دور دور تک ان دونوں کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ پرچھائیں پھر حرکت میں اور ان دونوں کے گرد تیزی سے چکر لگانے لگی۔ پرچھائیں کے ساتھ ہی حمید بھی ناچ جیروم حیرت سے منہ پھاڑے کھڑا رہا۔ چکر لگاتے لگاتے دفعتاً وہ پرچھائیں حمید کی طرف اور حمید بھڑک کر بھاگا۔ لیکن پرچھائیں اُس سے کہیں زیادہ تیز رفتار تھی۔ آگے بڑھ نے اس کا راستہ روک لیا۔ حمید پھر پلٹ کر بھاگا۔ لیکن اس بار زیادہ دور نہیں جا سکا تھا ہوئی پرچھائیں پھر راہ میں حائل ہو گئی۔ جیروم دور کھڑا چیخے جا رہا تھا۔ "یہ کیا کر رہے ہو گیا ہے تمہیں۔ ہوش میں آؤ۔" لیکن حمید نے تو اب افریقی جنگلیوں کی طرح اچھل کود کر دی تھی اور وہ اس پر مجبور تھا۔ پرچھائیں ایسے زاویوں اور تواتر سے اُس پر جھپٹ کہ سچ مچ کسی وحشیانہ رقص ہی کا سا پیٹرن بن گیا تھا۔ بس اس کی کسر رہ گئی تھی کہ کہیں سے ڈھول اور تاشوں کی آوازیں بھی بلند ہونے لگتیں۔

"اوہ...... بھائی...... عدنان...... مجھے خوف زدہ مت کرو۔" جیروم گھگھیا کر میں چیخا۔ لیکن حمید کو اتنا ہوش کہاں تھا کہ جواب دیتا۔ شائد اس کی آواز ہی اس کے میں نہیں پڑ رہی تھی۔ اس کی نگاہ صرف اس پرچھائیں پر تھی۔ اس کے علاوہ اور نہ

اور نہ سن رہا تھا۔ اچھل کود میں بتدریج تیزی آتی جا رہی تھی اور پھر یک بیک وہ پرچھائیں کی اپنی پرچھائیں میں مدغم ہو گئی۔ لیکن اچھل کود اب بھی جاری تھی۔

حمید پر گویا دورہ سا پڑ گیا تھا۔ اُدھر جیروم کا یہ عالم کہ کبھی دو چار قدم اُس کی طرف بڑھتا اور کبھی بھڑک کر پیچھے ہٹ جاتا۔ حمید بھی دیکھ رہا تھا کہ دوسری پرچھائیں غائب ہو گئی لیکن اُس وحشیانہ رقص کو روک دینا اُس کے بس میں نہیں تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اُس کے اعصاب ارادے کی گرفت سے نکل گئے ہوں۔

پھر اُس کا سر چکرایا تھا اور پورا ماحول تیزی سے گردش کرنے لگا تھا۔ اس کے بعد کی سدھ ہی نہ رہی تھی۔

"عدنان...... عدنان۔" جیروم اُس کی طرف جھپٹا کیونکہ اب وہ زمین پر بالکل بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔

شہر میں سنسنی پھیل گئی تھی۔ اسٹار کے کرائم رپورٹر انور کی آپ بیتی ایسی ہی تھی۔ جو کچھ اس پر گزری تھی اُسے بے کم و کاست لکھ دیا تھا۔ جو اُسے قریب سے جانتے تھے اُن کا خیال تھا کہ یہ کسی قسم کا اسٹنٹ ہی ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کا فیصلہ کرنا اُن کے لئے بھی محال تھا کہ وہ اس طرح پولیس کو بلیک میل کرنا چاہتا ہے یا سچ مچ کوئی مجرم اُس کا نشانہ تھا۔ بہر حال پولیس نے انور کو گھیر لیا اور اُسے اس پبلک پارک میں لے جایا گیا جہاں پچھلے دن پرچھائیں نے توڑ پھوڑ مچائی تھی۔ ویسے وہاں جو نقصانات ہوئے تھے ان کی رپورٹ وہاں کے نگرانوں نے پچھلے دن ہی کر دی تھی۔ لیکن اُس رپورٹ کو اس وقت تک کوئی خاص اہمیت نہیں دی گئی تھی جب تک اسٹار کا آج کا شمارہ بازار میں نہیں آ گیا تھا۔ وہ پولیس پارٹی جو انور کو اس پارک میں لے گئی تھی اُس کے ساتھ کئی بڑے آفیسر بھی تھے۔ مطلع صاف تھا اور پورے پارک میں دھوپ بکھری ہوئی تھی۔ انور آفیسروں سے گفتگو کرتے وقت بار بار اپنی پرچھائیں کو دیکھے جا رہا تھا۔ دفعتاً چیخ پڑا۔ "وہ دیکھئے۔"

اس کی پرچھائیں سے دوسری پرچھائیں نکل رہی تھی۔ آفیسروں نے بھی دیکھ... قدم پیچھے ہٹ گئے۔ پرچھائیں پارک کے جنگلے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے... اپنی جگہ سے اُکھڑ کر سڑک پر جاپڑا۔ پرچھائیں پارک سے نیچے اُتر رہی تھی۔ پھر وہ پولیس... خالی گاڑیوں کی طرف بڑھی اور وہ ایک ایک کر کے ٹین کے کھلونوں کی طرح پچکتی چلی... سب اپنی جگہوں پر دم بخود کھڑے تھے۔ پرچھائیں پھر پارک کی طرف پلٹی اور پھر ج... جدھر سینگ سمائے نکل بھاگا۔ خود انور بھی اُن ہی میں شامل تھا۔ پھر وہ کیسے دیکھتا... پرچھائیں دوبارہ اس کی اپنی پرچھائیں میں مدغم ہوگئی تھی۔ پتہ نہیں کس طرح اپنی موٹر... تک پہنچا تھا۔

پھر فلیٹ تک پہنچتے پہنچتے پسینے میں نہا گیا۔ یہاں رشیدہ اُس کی واپسی کی منتظر تھی... اس حال میں دیکھ کر بوکھلا گئی۔

''فکر نہ کرو۔'' وہ ہاتھ ہلا کر بولا۔ ''اس وقت جو کچھ بھی ہوا ہے میرے حق میں ہوا ہے۔ ورنہ وہ کسی طرح بھی میری بات پر یقین نہ کرتے۔''

''آخر ہوا کیا؟''

''پرچھائیں نے ان کی آنکھوں کے سامنے ان کی گاڑیاں تباہ کردیں۔''

''نہیں......!'' رشیدہ اچھل پڑی۔

''یہی ہوا ہے اور وہ سب بھاگ کھڑے ہوئے۔''

''اور وہ تمہاری ہی پرچھائیں سے نکلی تھی۔''

''ہاں اور انہوں نے بھی دیکھا تھا۔''

''سمجھ میں نہیں آتا کہ کرنل فریدی بھڑوں کے کس چھتے کو چھیڑ کر خود کہاں غائب ہوگئے...''

''بس ختم کرو۔'' انور ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ ''اب میں دھوپ میں باہر نہیں نکل سکتا۔''

''نکلنا بھی نہ چاہئے۔ ہوسکتا ہے کہ اب وہ تمہیں کسی کال کوٹھری میں بند کردیں...''

''میں کہتا ہوں ختم کرو یہ بکواس۔ چائے بناؤ۔''

رشیدہ کچن کی طرف مڑ گئی اور انور آرام کرسی پر گر کر گہری گہری سانسیں... زندگی میں شاید ہی کبھی اتنا پریشان ہوا ہو۔ دفعتاً فون کی گھنٹی بجی۔ ہوعا و...

...بڑی۔

''ایس پی کرائمنز۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''یہ سب کیا تھا مسٹر انور؟''

''وہی جو میں نے لکھا تھا۔'' انور نے خشک لہجے میں کہا۔ ''آپ موجود تھے۔ آپ نے دیکھ لیا۔''

''تو آپ جانتے ہیں کہ فریدی صاحب کہاں ہیں؟''

''میری کس بات سے آپ نے اندازہ لگالیا کہ میں جانتا ہوں۔''

''میں نے سوال کیا ہے مسٹر انور۔''

''جی نہیں۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہیں۔''

''اچھی بات ہے۔ آپ براہِ کرم اپنے فلیٹ ہی تک محدود رہئے۔ باہر نکلنے کی ضرورت نہیں۔''

''بہت بہت شکریہ۔''

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر اُس نے ریسیور کریڈل پر رکھا اور ...کی طرف چل دیا۔ رشیدہ ٹی پاٹ میں پانی انڈیل رہی تھی۔

''تم کیوں چلے آئے...... جاؤ آرام کرو۔''

''شٹ اَپ...... میری بات سنو۔''

''کیا ہے؟''

''یہاں سے چلی جاؤ اور اب ادھر کا رخ بھی مت کرنا۔''

''کک...... کیا...... مطلب......؟'' وہ اُسے حیرت سے دیکھتی ہوئی ہکلائی۔ انور بے... سنجیدہ نظر آرہا تھا اور رشیدہ نے اس کی آنکھوں میں ایسی ہی کوئی بات پڑھ لی تھی کہ چپ ...چاپ کچن کے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

انور اس کے پیچھے پیچھے دروازے تک آیا۔ وہ پھر اُس کی طرف مڑی۔

''جاؤ...... فوراً۔'' وہ دروازے کی طرف ہاتھ اُٹھا کر غرایا اور رشیدہ بوکھلا کر باہر نکل گئی۔

دروازہ بند کر کے وہ پھر کچن کی طرف جا ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔

''ہیلو......!'' وہ ریسیور اُٹھا کر ماؤتھ پیس میں بولا۔

دوسری جانب سے فریدی کے محکمے کا ایک آفیسر تھا۔

"ڈی آئی جی صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔" اُس نے کہا۔

"لیکن ایس پی کرائمز نے مجھے فلیٹ تک محدود کر دیا ہے۔ خصوصاً دھوپ میں نکل سکتا۔"

"تحریری حکم ہے؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"جی نہیں زبانی۔"

"تو پھر آپ آ سکتے ہیں۔ ہم دیکھ لیں گے۔"

"دیکھئے جناب! میں خود بھی یہ خطرہ مول لینا نہیں چاہتا۔ گاڑیوں کی تباہی کی اطلا آپ کو مل ہی چکی ہوگی۔ میرا خیال ہے کہ کرنل صاحب کی کوٹھی کے ایک حصے کا انہدا اسی سلسلے کی کوئی کڑی ہے۔"

"کیا آپ کو علم ہے کہ کرنل فریدی کہاں ہیں؟"

"دیکھئے جناب! اگر مجھے علم ہوتا تو میں وہ کہانی کبھی نہ چھاپتا۔ یہ کہانی اسی لئے عام پر آئی ہے کہ نامعلوم مجرموں کو کرنل کی تلاش ہے۔"

دوسری طرف سے کسی ریمارک کی بجائے رابطہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔

ریسیور کریڈل پر رکھ کر وہ پھر کچن کی طرف چلا گیا۔ لحظہ بہ لحظہ الجھن بڑھتی جا رہی تھی آخر اُس پرچھائیں سے کس طرح پیچھا چھوٹے گا۔ آخر یہ ہے کیا بلا۔

چائے کی پیالی لئے ہوئے پھر سٹنگ روم میں واپس آ گیا۔ پہلا گھونٹ لیتے ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ بُرا سا منہ بنا کر اُس نے ریسیور اٹھایا اور دوسری طرف سے کسی نے پوچھا۔ "مسٹر انور۔"

"ہاں میں انور ہی ہوں۔"

"تو مسٹر انور میں یہی چاہتا تھا کہ تمہاری رپورٹنگ ایسی ہی ہو۔"

"اوہ.... تو تم ہو۔" انور کو وہی آواز یاد آ گئی جو اُس نے ایک نامعلوم عمارت کے ایک کمرے میں سنی تھی۔

"ہاں مسٹر انور...... اور اب میں معاوضہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔"

انور دانت پیس کر رہ گیا کچھ بولا نہیں۔ دوسری طرف سے پھر آواز آئی۔ "ہیلو

تم سن رہے ہو مسٹر انور۔"

"ہاں..... میں سن رہا ہوں۔"

"تو معاوضہ یہ ہے مسٹر انور کہ یہ پرچھائیں تمہیں ہمیشہ کے لئے بخش دی گئی۔"

"لیکن میرے کس کام کی۔"

"تمہارے حکم کی تابع رہے گی۔ تم اپنے بڑے سے بڑے دشمن پر حاوی رہو گے۔ اسے طلب کرنا ہو بہ آواز بلند کہنا اے ہمزاد حاضر ہو اور جب وہ ظاہر ہو جائے تو اُس سے جو کچھ بھی کرانا مقصود ہو کہہ دینا۔"

"کیا وہ میرے لئے پنواڑی کی دوکان سے سگریٹ کا پیکٹ بھی لا سکے گی۔" انور نے منہ بنا کر پوچھا۔

"نہیں...... وہ صرف تباہی کر سکتی ہے۔ تمہاری خواہش پر پہاڑوں تک کو ریزہ ریزہ کر دے گی۔"

"میرے لئے بے کار ہے۔ تم اُسے واپس لے سکتے ہو۔"

"نہیں مسٹر انور...... جو چیز عطا کر دی گئی ہو واپس نہیں لی جا سکتی۔"

انور کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دوسری طرف سے رابطہ منقطع کر دیا گیا۔ اُس نے ریسیور کریڈل پر رکھتے ہوئے سوچا اب پتا نہیں کیا بکواس کر رہا تھا۔ خوب گویا ہمزاد طابع ہو گیا ہے۔ کیوں نہ امتحان کیا جائے۔ لیکن کہاں؟ باہر نکلنا پڑے گا۔ پتا نہیں اب کے کیا قیامت ڈھائے۔

چائے کی پیالی اُٹھائی اور دو گھونٹ لے کر سگریٹ سلگانے لگا۔ فون کی گھنٹی پھر بجی۔ ہاتھ بڑھا کر ریسیور اُٹھا لیا اور اس بار اُس کی آنکھوں میں چمک پھر سے عود کر آئی۔ کیونکہ دوسری طرف سے کیپٹن حمید کی آواز آئی تھی۔

"میں نے تمہاری رپورٹ پڑھ لی اور ابھی ابھی پبلک پارک والی ہڑبونگ کی اطلاع ملی ہے۔ کیا تم اُس جگہ کی نشاندہی کر سکو گے جہاں تم نے وہ آواز سنی تھی۔"

"نہیں، کیونکہ اُسی کمرے تک محدود رہا تھا لیکن تم کہاں ہو۔ کرنل صاحب کہاں ہیں۔ لگتا ہے کہ یہ سب کچھ اسی لئے ہوا ہے۔" انور نے کہا۔

"میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہیں اور میں بھی کہیں بھی نہیں ہوں۔"

''کیا مطلب؟''

''میں بھی اُسی مرض میں مبتلا ہوگیا ہوں جس میں تم مبتلا کئے گئے ہو۔''

''کس طرح؟''

''تفصیل میں نہیں جا سکتا۔ میرا مشورہ ہے کہ اب تم اپنے فلیٹ سے باہر مت نکلو''

''پہلے میں نے بھی یہی فیصلہ کیا تھا۔ لیکن اب اس کا خدشہ باقی نہیں ... پرچھائیں میری مرضی کے خلاف بھی کچھ کرے گی۔''

''میں نہیں سمجھا۔ وضاحت کرو۔''

انور نے وہ گفتگو دہرادی جو اس سے قبل فون پر اُس نامعلوم آدمی سے ہوئی تھی۔

''تب تو تم اُسے ضرور آزماؤ گے۔'' حمید کی آواز آئی۔

''سوچ رہا ہوں۔''

''ابھی دھوپ ہے کیوں نہ جھریالی کے میدان کی طرف روانہ ہوجاؤ۔ میں بھی جاؤں گا۔ پھر دیکھیں گے۔''

''ابھی میں تمہارے ڈی آئی جی سے کہہ چکا ہوں کہ میں فلیٹ سے باہر نہیں نکل... وہ مجھ سے ملنا چاہتا تھا۔''

''اس کی پرواہ مت کرو۔ جھریالی کی طرف نکل جاؤ۔ میں وہیں ملوں گا۔''

انور سوچ رہا تھا کہ اُسے حمید سے ضرور ملنا چاہئے۔ آخر اس جملے کا کیا مطلب تھا ... بھی اسی مرض میں مبتلا ہوگیا ہے؟ یعنی اُس پر بھی کوئی پرچھائیں مسلط ہوگئی ہے۔

دفعتاً وہ چونک پڑا کوئی دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ وہ اُٹھ کر دروازے کے ... پہنچا اور دروازہ کھولنے سے قبل پوچھا ''کون ہے؟''

''آصف......!'' باہر سے انسپکٹر آصف کی آواز آئی۔ انور دروازہ کھول کر پیچھے ہٹ ... اور آصف اُسے گھورتا ہوا اندر داخل ہوا۔

''خوب...... میں تو سمجھا تھا شائد تمہارے ڈی آئی جی صاحب بہ نفسِ نفیس تشریف لے آئے ہیں۔''

''وہ کیوں آنے لگے۔'' آصف پھاڑ کھانے دوڑا۔

''فون پر ملاقات کی خواہش ظاہر کی تھی۔''

''میں تم سے صرف یہ پوچھنے آیا تھا کہ اس فراڈ کا کیا مقصد ہے۔''

''کیا میں تمہارے ڈی آئی جی کو مطلع کردوں کہ تم اُن کی نمائندگی کرنے گئے ہو۔''

... نے فون کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

''ٹھہرو۔'' آصف ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ ''زیادہ حماقتیں کرنیکی ضرورت نہیں۔ تم ڈوب چکے ہو۔''

''پانی کی سطح کے نیچے بھی تیر سکتا ہوں مسٹر آصف۔''

''تمہیں علم نہیں کہ عنقریب تمہاری گرفتاری کا وارنٹ حاصل کرلیا جائے گا۔''

''اس کے باوجود بھی میری گرفتاری امرِ محال ہوگی۔'' انور نے کہا اور پھر پوچھا۔

''کیا تم اپنی گاڑی میں آئے ہو۔''

''کیوں؟''

''اگر تم اس وقت میرے ساتھ جھریالی چل سکو تو میں تمہیں بہت کچھ بتا اور دکھا سکتا ہوں۔''

''کیا دکھاؤ گے۔''

''یہی کہ اس شہر میں تنہا میں ہی آسیب زدہ نہیں ہوں۔ ایک آدمی اور بھی ہے۔''

''اور اگر تم اسے ثابت نہ کر سکے تو......؟''

''خود کو وارنٹ کے بغیر ہی گرفتاری کے لئے پیش کردوں گا۔''

''اچھی بات ہے۔ پرسوں تو تم میرے آدمیوں کو ڈوج دینے میں کامیاب ہوگئے تھے، لیکن آج......!''

''دراصل تمہارے ایک آدمی کو پہچان لینے کے بعد میں پھر شہر کی طرف پلٹ پڑا تھا اور دونوں آگے نکل چلے گئے تھے۔ اُسی وقت ان لوگوں نے مجھے گھیر لیا۔''

''تم جا کہاں رہے تھے؟''

''اسٹیل ملز...... جس کا منیجر پاگل ہوکر مرگیا۔ وقت نہ برباد کرو۔ چلو میرے ساتھ۔ بقیہ باتیں گاڑی میں ہوں گی۔ ہوسکتا ہے اس بار بھی تمہاری قسمت یاوری کرے اور دوسرے ... دیکھتے رہ جائیں۔ پہلے بھی کئی بار تمہارے کام آچکا ہوں۔''

آصف کسی سوچ میں پڑ گیا۔ انور اُس کے ساتھ محض اس لئے جانا چاہتا تھا کہ گاڑی

میں دھوپ سے محفوظ رہے گا۔ موٹر سائیکل پر یہ آسانی نصیب نہ ہو سکتی۔

آخر آصف تھوڑی دیر بعد سر ہلا کر بولا۔ ''اچھی بات ہے چلو لیکن اس نکتے کو ایک لمحہ کے لئے بھی فراموش نہ کرنا کہ بہت خراب پوزیشن میں ہو۔''

''بے فکر رہو۔ تمہیں میری ذات سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔'' انور نے کہا۔ ویسے بھی اُسے یقین تھا کہ حمید میک اپ میں ہوگا۔ ورنہ پھر روپوشی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

دونوں باہر نکلے اور گاڑی میں بیٹھ گئے۔ آصف نے انجن اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

''آخر اس معاملے میں فریدی کی کیا پوزیشن ہے؟''

''یہی تو سمجھ میں نہیں آتا۔'' انور نے جواب دیا۔ گاڑی حرکت میں آ چکی تھی۔ آصف نے ایکسیلریٹر پر مزید دباؤ ڈالا اور انور نے کہا۔ ''اس نامعلوم شخص کی یہی خواہش تھی کہ میں اُس کی دھمکی تم لوگوں تک اسی انداز میں پہنچا دوں۔ اس کے عوض اُس نے مجھے ا... پرچھائیں کا مالک بنا دیا ہے۔''

''کیا مطلب......؟''

''اُس نے اُسے میری تابع فرمان کر دیا ہے۔ میں جب چاہوں اُسے طلب کر سکتا ہوں۔ وہ میرے حکم پر حرکت کرے گی۔''

''میں یقین نہیں کر سکتا۔''

''ابھی تم دیکھ ہی لو گے۔ جھریالی کا میدان اسی لئے منتخب کیا گیا ہے کہ اُدھر میلوں تک کسی آبادی کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ تباہ کاری کا امکان اس طرح ختم ہو جاتا ہے۔''

''ہم خود تو ہوں گے وہاں...... مم...... میری گاڑی۔'' آصف ہکلا کر رہ گیا۔

''فکر نہ کرو...... ہمیں کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔ گاڑی ہم بہت دور چھوڑ دیں گے۔''

آصف رفتار بڑھاتا رہا اور وہ بالآخر جھریالی کی حدود میں داخل ہو گئے۔ ایک جگہ ... نے ایک اور گاڑی کھڑی دیکھی اور آصف سے اُدھر ہی چلنے کو کہا۔

''کیوں؟ وہ کون ہے؟'' آصف نے پوچھا۔

''وہی شخص جس نے خود بھی آسیب زدہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔''

دوسری گاڑی میں ایک جدید وضع کا باریش آدمی بیٹھا ہوا نظر آیا۔ انور پر نظر پڑتے ہی

اُس نے ہاتھ ہلایا تھا۔ آصف نے اُس کی گاڑی کے برابر ہی اپنی گاڑی روک دی۔ دونوں ... اور انور نے اونچی آواز میں آصف سے کہا۔ ''یہ ہیں کریم الدین صاحب۔ یہ بھی پرچھائیں سے نوازے گئے ہیں اور یہ ہیں میرے دوست مسٹر آصف۔''

دونوں نے مصافحہ کیا۔ حمید کی شکل دیکھ کر انور کو یہی نام سوجھا تھا۔ حمید تو خاموش ہی ... اپنا عدنان خلیلی والا میک اپ بھی ختم کر دینا پڑا تھا۔

''ہاں تو بھائی کریم الدین اب کیا کہتے ہو۔'' انور نے اس سے پوچھا۔

''تم سے فون پر گفتگو کرنے کے بعد میں نے بھی وہی نسخہ آزمایا اور پانچ یا چھ منٹ بعد پرچھائیں نمودار ہوگئی اور میرے دوسرے احکامات کی تعمیل کرتی رہی۔ لہٰذا اب میری ایک ... ہے۔ الگ چلو تو بتاؤں۔''

آصف نے انور کو گھور کر دیکھا لیکن وہ اُس کی پرواہ کئے بغیر حمید کا بازو پکڑ کر اُسے دور لے آیا۔

''ہم اپنے سایوں کو الگ الگ طلب کریں۔'' حمید آہستہ سے بولا۔

''پھر دونوں کو آپس میں لڑا کر رفو چکر ہو جائیں۔''

''بے وقوفی کی بات۔'' انور بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

''یہ بھی کر کے دیکھ لیں۔ شائد اس طرح اُن سے نجات مل جائے۔''

''مایوسی ہوگی۔'' انور ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ''میں تو اس خیال کے تحت چلا آیا تھا کہ دونوں مل کر کوئی ڈھنگ کی بات سوچیں گے۔''

''ڈھنگ کی بات اس وقت سوچی جا سکتی ہے جب زیر نظر معاملے کا کوئی سر پیر بھی ہو۔''

''اس کے باوجود بھی۔'' انور کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

''پہلے تم یہ بتاؤ کہ اس خبیث کو ساتھ لانے کی کیا ضرورت تھی؟'' حمید نے تیز لہجے میں سوال کیا۔

''موٹر سائیکل پر نہیں آنا چاہتا۔ اس وقت یہی گاڑی سمیت ہاتھ لگ گیا۔''

''خیر خیر...... تو پھر کیا کہتے ہو۔ مجھے یہ دیکھنا ہے کہ دونوں پرچھائیاں ہمارے اس حکم کی تعمیل بھی کرتی ہیں یا نہیں۔''

انور گومگو کے عالم میں تھا۔ قوت فیصلہ جواب دے چکی تھی۔ بالآخر اس نے
بات ہے۔ یہ تجربہ بھی کئے لیتے ہیں لیکن گاڑیوں سے بہت دور کروتا کہ جان بچا کر
بھی سکیں۔''

''اس کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔''

''تم اتنے یقین کے ساتھ کیسے کہہ سکتے ہو۔''

''چھٹی حس کا معاملہ ہے۔'' حمید نے طویل سانس لے کر کہا۔

وہ پھر وہیں واپس آ گئے جہاں آصف کو چھوڑ گئے تھے اور انور نے اس سے

''گاڑیاں یہیں چھوڑ کر کم از کم دو فرلانگ آگے چلتے ہیں۔''

''ایک بار پھر سوچ لو۔'' آصف نے تذبذب کے عالم میں کہا۔

''یہاں پہنچ کر کچھ اور سوچنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔''

وہ آگے بڑھ گئے۔ دن ڈھلنے لگا تھا اور اُن کی پرچھائیاں آگے پڑ رہی تھیں۔

معینہ فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ رک گئے۔ انور اور حمید کا درمیانی فاصلہ سات یا
گز رہا ہوگا۔

''اے میرے ہمزاد حاضر ہو۔'' انور نے کسی قدر اونچی آواز میں کہا۔

حمید نے اپنی جگہ پر یہی الفاظ دہرائے۔ آصف کی نظریں اُن کی پرچھائیوں پر
کچھ دیر بعد پرچھائیوں میں جنبش ہوئی اور ان میں سے دوسری پرچھائیاں نکل کر اُن کے
ہی جم گئیں۔ آصف کی سانس پھولنے لگی اور ٹانگوں میں اضطراری کپکپاہٹ محسوس کرنے

پھر اُن دونوں نے اپنی اپنی پرچھائیوں کو حکم دیا کہ وہ ایک دوسری سے سو گز کے فا
پر چلی جائیں۔

پرچھائیوں میں پھر حرکت ہوئی اور وہ بتایا ہوا فاصلہ قائم کرنے کے لئے ایک
سے دور ہونے لگیں۔

''دو منٹ بعد تم دوسری پرچھائیں سے ٹکرا جانا۔'' انور نے اپنی پرچھائیں کو
ہاتھ اُٹھا کر کہا۔

''اور جب وہ تم سے ٹکرائے تو تم اُسے فنا کر دینا۔'' حمید نے اپنے ہمزاد کو ہدایت

''بھاگو مسٹر آصف۔'' انور نے آصف سے کہا اور گاڑیوں کی طرف دوڑ لگا دی۔

وہ تینوں ہی گاڑیوں کی جانب دوڑے جا رہے تھے۔ آصف اُن کے پیچھے تھا اور انور کو
بھاگا چلا جا رہا تھا۔

ابھی گاڑیوں تک پہنچے بھی نہیں تھے کہ ایک زبردست دھماکا ہوا۔ زمین ہل کر رہ گئی اور
وہ اوندھے منہ نیچے جا پڑے اور پھر پے در پے دھماکوں پر دھماکے ہوتے چلے گئے۔

کیا یہ پرچھائیوں کے ٹکراؤ کا نتیجہ تھا۔ زمین سے فضا میں غبار کے مرغولے اُٹھ رہے
اور اسی غبار کے اندر بجلیوں کی دو لہریں تڑپ تڑپ کر ایک دوسری پر گر رہی تھیں اور
دھماکے ہو رہے تھے۔

''بھاگو۔'' انور زور سے چیخا اور اُٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ گرتے گرتے وہ پھر بھاگے۔

پھر انور کو آصف کا خیال آیا۔ وہ پلٹا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹنے لگا۔

پتا نہیں کس طرح وہ گاڑی تک پہنچے تھے۔ دھماکے اب بھی ہو رہے تھے لیکن اب اُن
میں پہلی سی گونج اور گرج نہیں رہی تھی۔ غبار سے پورا میدان تاریک ہو گیا۔

انور کو ہوش نہیں کہ کس طرح اُس نے آصف کو گھسیٹ کر گاڑی میں ٹھونسا تھا اور انجن
اسٹارٹ کر کے آندھی اور طوفان کی طرح وہاں سے روانہ ہو گیا تھا۔ سڑک پر پہنچ کر اُسے حمید کا
خیال آیا۔ اس نے مڑ کر دیکھا اس کی گاڑی پیچھے نہ دکھائی دی۔ البتہ ایسا لگتا تھا جیسے میدان
سے اٹھنے والا غبار اُس کی گاڑی کا تعاقب کر رہا ہو۔ اُس نے ایکسلریٹر پر مزید دباؤ ڈالا اور
گاڑی کی رفتار بڑھ گئی۔ آصف دم سادھے پچھلی سیٹ پر پڑا رہا۔ پتا نہیں یونہی آنکھیں بند
کر رکھی تھیں یا سچ مچ اُس پر غشی طاری ہو گئی تھی۔

کیپٹن حمید تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اُس پرچھائیں بازی کا ایسا کوئی نتیجہ برآمد ہوگا۔
وہ دشواریوں سے اپنی گاڑی تک پہنچ سکا تھا۔ لیکن اُسے وہاں آصف کی گاڑی نہیں دکھائی
دی تھی۔ مڑ کر دیکھا تو غبار کا ریلا اُسی طرف بڑھتا نظر آیا۔ چھلانگ مار کر ڈرائیونگ سیٹ پر

بیٹھا اور بھاگ نکلا۔ لیکن اُس کی جیپ کا رخ سڑک کی جانب نہیں تھا۔ مارا مارا نکلا چلا اس طرح وہ کچے ہی راستے سے تارجام والی سڑک پر جانکلا۔ پتا نہیں انور اور آصف کا حشر ہوا ہو۔ لیکن اب وہ واپسی کا خطرہ نہیں مول لے سکتا تھا۔ کیا بچکانہ اور احمقانہ حرکت ہوئی تھی اور وہ انور جو افلاطون کا بھتیجا بنا پھرتا ہے اُس کی عقل پر بھی پتھر پڑ گئے تھے کہ تجویز سے بالآخر اتفاق کر بیٹھا۔

پتا نہیں اس حرکت کا کیا انجام ہو لیکن آخر وہ آصف کو اپنے ساتھ کیوں لایا تھا۔ بعد میں اُس نے اُسے بتا دیا ہوگا کہ کریم الدین حقیقتاً کون تھا۔ حمید الجھن میں پڑ گیا۔ انور نے اسے میک اپ میں دیکھ کر اندازہ کر لیا تھا کہ وہ اپنی اصلیت ظاہر نہیں کرنا چاہتا لئے اُس کا تعارف کریم الدین کے نام سے کرایا تھا۔ وہ اس سے یہ بھی نہ پوچھ سکا تھا آصف کو ساتھ لانے کا مقصد کیا تھا اور اب اس واقعے کے بعد آصف کا رویہ اُس کے کیا ہوگا۔ غالباً انور مزید دشواری میں پڑ گیا ہوگا۔ وہ سوچتا رہا حتیٰ کہ پھر اُن دونوں پرچھائیوں کا ٹکراؤ یاد آ گیا۔ کیسے خوفناک دھماکے تھے اور کتنا کثیف غبار تھا جس نے پورے میدان ڈھانپ لیا تھا لیکن کیا اس کی پرچھائیں وہیں رہ گئی ہوگی۔ اوہ پتا نہیں کیا ہوا ہو۔ دیر تک خود اُسے اس پرچھائیں سے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ پہلی بار اُس نے اُسے ایک رقص پر ضرور مجبور کر دیا تھا۔ لیکن اتنا فاصلہ ہر حال میں برقرار رکھا تھا کہ اُسے کوئی گزند سکتا۔ پھر وہ بیہوش ہو گیا تھا اور جیروم کے بیان کے مطابق اس کے گرنے سے قبل ہی پرچھائیں اُس کی اپنی پرچھائیں میں ضم ہو گئی تھی اور بیہوشی بھی زیادہ دیر تک قائم نہیں تھی۔ پھر وہ کسی نہ کسی طرح شہر تک پہنچے تھے اور جیروم اُسے ایک عمارت کے فلیٹ میں گیا تھا جس کے بارے میں اس نے اسے بتایا تھا کہ وہ اُس کے ایک دوست کا ہے جو دنوں کے لئے شہر سے باہر گیا ہوا تھا۔ فلیٹ کی کنجی اس نے نچلی منزل کے ایک دوکاندار حاصل کی تھی۔ جیروم سے متعلق اس کے احساسات کچھ عجیب سے تھے۔ کبھی اس پر غصہ اور کبھی اس شدت سے رحم آتا کہ زندگی بھر ساتھ رکھنے کا تہیہ کرنے لگتا۔

بہرحال شہر پہنچ کر اُس نے سوچا کہ ٹرانسمیٹر پر فریدی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش جائے لیکن پھر اس خیال نے اس سے باز رکھا کہ ٹرانسمیٹر کچھ دیر پہلے دشمنوں کی تحویل میں تھا

اس کی بجائے اُس نے آواز بدل کر فون پر اپنے محکمے سے رابطہ قائم کیا تھا۔

"نہیں جناب۔" دوسری طرف سے آواز آئی تھی۔ "کرنل صاحب تشریف نہیں رکھتے۔"

"ڈاکٹر زیتو کے لئے کوئی پیغام۔" حمید نے پوچھا تھا۔

"نہیں جناب۔"

غرضیکہ اس وقت سے اب تک فریدی سے گفتگو نہیں ہو سکی تھی اور وہ سوچ رہا تھا کہ جانے اب کیا ہو۔ تارجام والی سڑک کے اُس چوراہے کے قریب اُس نے گاڑی روک دی جو نیشنل ہائی وے سے مل کر بنا تھا۔ یہاں سے بائیں جانب مڑ کر وہ دوبارہ شہر کی راہ لگ سکتا تھا۔ دراصل یہی سوچنے کے لئے وہ وہاں رکا تھا کہ اُسے تارجام جانا چاہئے یا پھر شہر واپس جائے۔ آخر یہی مناسب معلوم ہوا کہ شہر ہی کا رخ کیا جائے۔ آخر یہ بھی تو معلوم کرنا تھا کہ انور پر کیا گزری۔

نیشنل ہائی وے پر ٹریفک حسب معمول تھا۔ حمید اپنی گاڑی موڑنے ہی والا تھا کہ ایک اور گاڑی اُس کے پیچھے آ رکی۔ حمید نے مڑ کر دیکھا اُس میں کئی آدمی تھے اور حمید نے محسوس کیا جیسے ان میں سے ایک نے اُسے کوئی اشارہ کیا ہو اور پھر اُس نے اُسے گاڑی سے اترتے بھی دیکھا۔ وہ لنگڑاتا ہوا اُس کی گاڑی کی طرف آ رہا تھا۔ اُس کے چہرے پر ایسا ہی اثر تھا جیسے وہ اس سے کچھ کہنا چاہتا ہو۔

"جناب عالی!" وہ اُس کے قریب پہنچ کر بولا۔ "اگر آپ شہر کی طرف جا رہے ہوں اس میں کوئی ہرج نہ ہو تو مجھے لفٹ دے دیجئے۔"

حمید نے اُسے غور سے دیکھا اور بڑی لاپرواہی سے اشارہ کیا کہ وہ دوسری طرف سے کر اس کے برابر بیٹھ جائے۔ وہ شکریہ ادا کر کے دوسری طرف والے دروازے سے اُسکے برابر بیٹھ گیا اور بولا۔ "ان شریف آدمیوں نے ازراہ عنایت یہاں تک کیلئے لفٹ دی تھی۔"

حمید نے کچھ کہے بغیر گاڑی شہر کی طرف موڑ دی اور خاموشی سے ڈرائیو کرتا رہا۔ ویسے اس اجنبی کے بارے میں کسی شبہے میں مبتلا نہیں تھا۔ کیونکہ بارہا ایسے افراد کو لفٹ دے چکا تھا جو مختلف لوگوں سے لفٹ لیتے ہوئے بالآخر منزل مقصود پر پہنچ جاتے ہیں۔ ویسے وہ سوچ رہا تھا کہ خدا کرے مغز چاٹنے والا ثابت نہ ہو۔ تھوڑی دیر بعد اجنبی نے کراہنا شروع کر دیا۔

''کیا بات ہے۔'' حمید نے پوچھا۔

''میں بہت بیمار ہوں جناب...... اچانک ٹانگ میں درد کا دورہ پڑتا ہے۔ اوہ اوف......!'' اُس نے آنکھیں بند کر کے گردن ایک طرف ڈال دی۔

حمید نے گاڑی سڑک کے نیچے اُتار کر انجن بند کر دیا۔ پہلے اجنبی کا شانہ ہلا کر آوازیں دیں پھر گردن سیدھی کر ہی رہا تھا کہ اجنبی کا ہاتھ اُس کی کنپٹی پر پڑا۔ بڑی ہلکی ضرب تھی لیکن اس کو ایسا معلوم ہوا جیسے بینائی ہی رخصت ہوگئی ہو۔ سر پکڑے ہوئے اسٹیئرنگ پر ڈھیر ہو گیا۔ اجنبی بڑی پھرتی سے پیچھے ہٹا اور دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔

تھوڑی دیر بعد حمید اُسی کی جگہ پشت گاہ پر ڈھلکا پڑا تھا اور وہ خود جیپ ڈرائیو کر رہا تھا۔

پھر دور چل کر اُس نے گاڑی پھر کچے میں اُتار دی اور کھیتوں کی طرف لیتا چلا گیا۔

لیکن جب حمید کو ہوش آیا تو جیپ میں اُس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا اور جیپ قد آدم جھاڑیوں کے درمیان کھڑی ہوئی تھی۔ وہ بوکھلا کر نیچے اُتر پڑا۔ تھوڑی دیر تک تو سمجھ ہی میں نہ آ سکا کہ ہوا کیا۔ پھر جلدی جلدی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ سب کچھ موجود تھا۔ پرس نکال کر رقم شمار کی۔ ایک روپیہ بھی غائب نہیں ہوا تھا۔ ٹرانسمیٹر بھی موجود تھا۔ ہولسٹر میں بھی ریوالور کا وزن محسوس ہو رہا تھا لیکن جب وقت دیکھنے کے لئے کلائی پر نظر ڈالی تو گھڑی غائب تھی۔ تو کیا وہ صرف گھڑی لے گیا۔ نہیں پتا نہیں کیا چکر ہے۔ ہوسکتا ہے گھڑی کہیں گر گئی ہو۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کوئی رہزن نقد رقوم کو چھوڑ کر محض گھڑی پر اکتفاء کرے۔ لیکن پھر اُس نے ایسی حرکت کیوں کی؟ اس کا کیا مقصد تھا؟

حمید نے انجن اسٹارٹ کیا۔ جیپ جھاڑیوں سے نکل کر پھر کھلے میں آ گئی۔ شام ہونے والی تھی...... تو گویا وہ دو گھنٹے تک بے ہوش رہا تھا۔

سڑک پر پہنچ کر فوری طور پر اندازہ نہ ہو سکا کہ وہ کہاں ہے اور اُسے کس سمت جانا چاہئے۔ ذہن پر ابھی تک دھند سی چھائی ہوئی تھی۔ خاصی دیر بعد شہر کی سمت کا تعین کر سکا تھا اور پھر اُس نے فیصلہ کیا کہ شہر پہنچ کر سب سے پہلے انور ہی کی طرف جائے گا۔

آدھے گھنٹے بعد شہر پہنچا تو بوکھلا کر رہ گیا۔ سڑکوں کی لائٹیں قبل از وقت جلا دی گئی تھیں کیونکہ شہر کے بیشتر حصے پر غبار چھایا ہوا تھا۔ گویا جھریالی والے غبار نے شہر پر یلغار کر دی تھی۔

...پھر خیال آیا کہ آصف انور کے ساتھ تھا۔ پتا نہیں اب انور کس پوزیشن میں ہو... اُس کی طرف جانے کی بجائے پہلے فون پر حالات سے آگاہی حاصل کر لینی چاہئے۔

...متعلق شہر میں سراسیمگی پائی جاتی تھی کیونکہ محکمہ موسمیات اُس کے بارے ... سے قاصر تھا۔ حمید نے گاڑی ایک ڈرگ اسٹور کے سامنے روکی اور وہیں کے ... سے رابطہ قائم کیا۔ جواب ملنے میں دیر نہیں لگی تھی۔ انور نے کہا۔ ''میں تو سمجھا تھا ... کام آ گئے۔''

''تمہاری زندگی میں میری موت ناممکن ہے۔'' حمید بھنا کر بولا۔

''یہیں آ جاؤ۔'' انور کی آواز آئی۔

''کیا یہ ضروری ہے۔ میں تو صرف یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کہیں بڈھے نے تمہیں بند تو ...''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کیونکہ وہ اس حماقت میں برابر کا شریک تھا۔ اس سلسلے میں سختی ... بند رکھنے کی ہدایت دے گیا ہے۔ تم فوراً آ جاؤ۔ بے حد ضروری ہے۔''

''... آ رہا ہوں۔'' حمید طویل سانس لے کر بولا اور رابطہ منقطع کر دیا۔

...کی جیپ انور کی قیام گاہ کی طرف جا رہی تھی۔ غبار اتنا گہرا تھا کہ ساری گاڑیوں ... پس ابھی سے روشن ہو گئے تھے۔

...اپنے فلیٹ میں تنہا ملا اور حمید کو بغور دیکھتا ہوا بولا۔ ''تمہاری آنکھوں سے خاصی ... اظہار ہو رہا ہے۔''

''...دعوت سے میری واپسی نہیں ہوئی ہے۔''

''تمہاری حماقت کی بناء پر سب کچھ ہوا۔''

''فضول باتیں مت کرو۔ یہ بتاؤ کیوں بلایا ہے۔''

...نے اس کی طرف ایک لفافہ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''کچھ دیر پہلے کی بات ہے کوئی ... کے نیچے سے کمرے میں سرکا گیا تھا۔ اس پر تمہارا نام تحریر ہے۔''

...نے تحریر پر نظر ڈالی اور اُس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ فریدی کئی قسم کے انداز ... سکتا تھا اور یہ انہی میں سے ایک تھا۔ لفافے سے برآمد ہونے والے پرچے کی

تحریر کوڈ ورڈز میں تھی اور یہ کوڈ بھی فریدی ہی کا ایجاد کردہ تھا۔ جسے اُس نے
ذات تک محدود رکھا تھا۔

''کیا تم نے کچھ دیر دوسرے کمرے میں بیٹھ سکو گے۔'' حمید نے انور سے

''ضرور......ضرور......!'' وہ اُسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

''کاغذ اور پنسل بھی چاہئے۔''

''میز پر موجود ہیں۔'' انور کہتا ہوا دوسرے کمرے میں چلا گیا اور حمید
کرنے لگا۔

''حماقتیں کرتے پھر رہے ہو۔ خیر آج ٹھیک گیارہ بجے پرنس اسٹریٹ
بوتھ کے قریب موجود رہنا۔ سبز رنگ کی کورونا مارک ٹو جس کا رجسٹریشن نمبر ایک
نائین ٹو ہوگا۔ تمہیں وہاں سے کہیں لے جائے گی۔ پاسورڈ بلیک کیٹ۔''

حمید نے جیب سے سگریٹ لائٹ نکالا اور دونوں پرچوں کو نذر آتش کر
راکھ ایش ٹرے میں ڈال کر اُٹھتے ہوئے انور کو آواز دی۔ انور واپس آ گیا
نظروں سے حمید کو دیکھے جا رہا تھا۔ ''اس طرح مت دیکھو میں کچھ نہیں جانتا
ہو رہا ہے۔'' حمید بولا۔

''ہوسکتا ہے تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن میں تمہیں ایک خطرے سے آگاہ کرنا
سمجھتا ہوں۔'' انور نے خشک لہجے میں کہا۔

''آگاہ ضرور کردو۔''

انور طویل سانس لے کر بولا۔ ''میں زندہ رہنا چاہتا ہوں اس لئے میں
مجرم چاہتے تھے۔ یعنی اپنی رپورٹ اُسی طرح لکھی جس طرح انہوں نے چاہا

''وہ تو ہم دیکھ ہی چکے ہیں۔'' حمید سر ہلا کر بولا۔

''لیکن شاید تم اُس کا مطلب نہیں سمجھے۔''

''بالکل سمجھا ہوں۔ تم یہی کہنا چاہتے ہو نا کہ اگر پرچھائیوں نے شہر میں
لوگ یہی چاہیں گے کہ کرنل کو پکڑ کر مجرموں کے حوالے کر دیا جائے۔''

''میں یہی کہنا چاہتا تھا۔''

''لیکن میں اس سلسلے میں کیا کرسکتا ہوں۔ یقین کرو میں اُن لوگوں میں سے ہرگز نہ
جو یہ چاہیں گے۔ خواہ ساری دنیا تباہ ہو جائے۔''

''سوال تو یہ ہے کہ وہ محض کرنل کے لئے اس حد تک کیوں جائیں گے۔''

''میرے پاس فی الحال اس کا کوئی جواب نہیں۔''

''ویسے سوچنے کی بات ضرور ہے۔'' انور نے پرتشویش لہجے میں کہا۔ ''کیا اُنہیں صرف
واحد سے خطرہ ہے اور کس قسم کا خطرہ۔ پرچھائیوں کے مسئلے کو راز ہی میں رکھنے کے
لوگ میدان عمل میں آئے تھے لیکن اب خود ہی پرچھائیوں کی پبلسٹی بھی کر رہے ہیں
تلاش بھی کر رہے ہیں۔''

''میرے لئے کوئی نیا سوال نہیں ہے۔'' حمید نے لاپروائی سے کہا۔ ''میں بھی اسی مسئلے
کر رہا ہوں۔''

''کس نتیجے پر پہنچے۔''

''نتیجے پر پہنچنا میرے فرائض میں شامل نہیں ہے میں تو صرف حکم کا غلام ہوں۔ جو کہا
کرتا رہتا ہوں۔''

''اب کیا کہا گیا ہے۔'' انور نے اُس ایش ٹرے کو گھورتے ہوئے پوچھا جس میں جلے
کاغذ کے ٹکڑے نظر آرہے تھے۔

''قبض کشا گولیاں کھاؤ اور انتظار کرو۔''

''کیا تم کبھی سنجیدہ نہیں ہوسکتے۔''

''میں جس ڈکشنری سے استفادہ کرتا ہوں اُس میں سنجیدگی کے معنی ذہنی موت درج ہے۔''

انور برا سا منہ بناتے ہوئے دوسری طرف مڑ گیا اور حمید نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔ ''اور
بات؟''

''کچھ نہیں۔''

''اچھا شب بخیر۔'' کہتا ہوا حمید اُس کے فلیٹ سے نکل آیا۔ فضا اب بھی غبار آلود تھی
گہرا نہیں تھا۔ اُسے یہ بھی تو دیکھنا تھا کہ اُس کا تعاقب تو نہیں کیا جا رہا اور اس وقت
مشکل کام تھا۔ شہر کی بھری پُری سڑکوں پر تو ناممکن ہی کہا جاسکتا تھا۔ گیارہ بجنے میں بھی

بہت دیر تھی۔ اُس نے ایک پٹرول پمپ سے جیپ کی ٹنکی بھروائی اور مڑ گشتی پر نکل
پڑا۔ اس کا اندازہ کرنے کے لئے کہ تعاقب تو نہیں کیا جارہا شہری آبادی سے نکلنا
تھوڑی دیر بعد یہ خواہش بھی پوری ہوگئی۔ یعنی ایک ایسی سڑک پکڑ لی جس سے
سڑکیں بھی مختلف جگہوں پر آملتی تھیں اور یہ سڑکیں زیادہ تر ویران رہتی تھیں۔ لہٰذا
سے کسی پر بہ آسانی یہ معلوم کیا جاسکتا تھا کہ تعاقب تو نہیں کیا جارہا۔ کچھ دیر بعد
درست ثابت ہوا۔ ایک گاڑی مسلسل پیچھے لگی رہی تھی۔

اس نے طویل سانس لی اور سوچنے لگا کہ اب کیا کیا جائے۔ اُسے ڈوج دے کر
پرنس اسٹریٹ میں داخل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔ تو پھر کہاں اور کس طرح
ڈوج دیا جائے۔ پھر اسی مرحلے پر تعاقب کرنے والے کو یہ بھی باور کرانا ضروری تھا
یونہی بلامقصد ڈرائیونگ نہیں کرتا پھر رہا۔ لہٰذا اُس نے ایک عمارت کے پھاٹک پر گاڑی
اور اُتر کر کال بل کا بٹن دبانے لگا۔ پچھلی گاڑی آگے نکل چلی گئی لیکن اُس عمارت کے
سے گزرتے وقت اُس کی رفتار کسی قدر کم ہوگئی تھی۔ پھاٹک کی ذیلی کھڑکی کھلی اور چوکیدار
سر باہر نکال کر پوچھا۔ ''کون صاحب ہیں۔''

''کیا اسد فاروقی صاحب یہیں رہتے ہیں۔''

''جی نہیں صاحب۔'' جواب ملا۔

''اس کوٹھی کا نمبر کیا ہے؟''

''چھ سو باسٹھ جناب۔''

''اوہ...... غلطی ہوئی۔ پانچ سو باسٹھ نمبر کدھر ہوگا۔''

''دور تک جانا پڑے گا آپ کو۔'' وہ انگلیوں پر کچھ شمار کرتا ہوا بولا۔ اُدھر حمید نے
کیا جیسے تعاقب کرنے والی گاڑی دوبارہ اُسی طرف پلٹ رہی ہے۔

''ایسا کیجئے جناب۔'' چوکیدار کھڑکی سے باہر نکل کر بولا۔ ''واپس جایئے اور یہاں
سے پانچویں گلی میں مڑ جایئے۔ پانچ سو باسٹھ نمبر اُدھر ہی ملے گا۔''

''بہت بہت شکریہ۔''

''کوئی بات نہیں جناب۔''

تعاقب کرنے والی گاڑی کچھ فاصلے پر رکی تھی اور اُس کے ہیڈلیمپس بجھا دیئے گئے
نے جیپ کا انجن اسٹارٹ کیا اور واپسی کے لئے موڑنے لگا۔ دوسری گاڑی اب بھی
رہی تھی۔ ہوسکتا تھا کہ تعاقب انور کے فلیٹ ہی سے شروع ہوا ہو۔ بہرحال اب
تھی کہ شہر پہنچ کر تعاقب کرنے والے کو کس طرح ڈوج دیا جائے۔ جلد ہی تدبیر بھی
اور وہ مطمئن ہوگیا۔ خاصی تیز رفتاری سے شہر پہنچا تھا اور ایک گھنی آبادی والی پبلک
کے سامنے جیپ روک کر اس طرح اُترا تھا جیسے بے اختیاری میں کچھ خطا ہوجانے کا
رہا ہو۔

اُسے علم تھا کہ راہداری کے دوسرے سرے پر بھی ایک دروازہ ہے جس سے گزر کر وہ
طرف نکل سکے گا۔ پھر اُدھر کی متعدد تنگ پتلی گلیوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کر لینے
نہیں لگے گی۔ بڑی پھرتی سے اُس نے سارے مراحل طے کئے اور دوسری جانب کی
پیچ گلیوں میں گم ہوگیا۔

ٹھیک گیارہ بجے سبز رنگ کی کرولا مارک ٹو وہاں آرکی۔ حمید نے اُس کے رجسٹریشن نمبر
وہی تھے جن کا حوالہ فریدی کی کوڈ تحریر میں دیا گیا تھا۔ وہ گاڑی کے قریب پہنچا۔

''پاسورڈ پلیز......!'' ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمی نے پوچھا۔

''بلیک کیٹ۔''

''ہاپ ان پلیز......!''

حمید پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا اور گاڑی چل پڑی۔ اب اطمینان نصیب ہوا
اُس نے پشت گاہ سے ٹک کر آنکھیں بند کرلیں اور اونگھنے لگا۔ پتا نہیں کتنی راتوں سے
پوری نہیں ہوئی تھی۔ ذرا ہی سی دیر میں بے خبر ہوگیا۔ پھر جگایا گیا تو اندازہ لگانا مشکل تھا
دیر سویا ہوگا کیونکہ گھڑی تو تھی ہی نہیں۔ گاڑی ایک سنسان جگہ پر رکی تھی اور قریب ہی
کی چھاؤں میں ایک چھوٹی سی عمارت کے آثار نظر آرہے تھے۔ ڈرائیور نے اُس سے
اترنے کو کہا اور اُس نے خاموشی سے تعمیل کی۔ ایک کمرے میں جہاں کیروسین لیمپ کی
روشنی پھیلی ہوئی تھی فریدی اُس کا منتظر تھا۔

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔'' حمید آہستہ سے بولا۔

''لیٹ جاؤ اور دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کردو۔'' فریدی نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''اس طرح طلبی کا مقصد۔''

''ایک تجربہ کرنا ہے۔''

''مجھ پر۔''

''براہِ راست تم پر تو نہیں لیکن تم اس کا ایک لازمی جزو ضرور بنو گے۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''بہت تھکے ہوئے معلوم ہوتے ہو۔ اس وقت سو جاؤ۔ صبح باتیں ہوں گی۔'' فریدی نے

''آخر آپ کیا کرتے پھر رہے ہیں؟''

''فی الحال صرف تجربات۔''

''انور کی کہانی دیکھی۔''

''دیکھ چکا ہوں اور تم چاہو تو اپنی کہانی بھی اسی وقت سنا سکتے ہو۔''

''میری کون سی کہانی۔''

''یہی کہ تمہیں کب اور کہاں اُس پرچھائیں کا تجربہ ہوا تھا۔''

حمید نے طویل سانس لے کر بتانا شروع کیا کہ اُس پر اور جیروم پر کیا گزری تھی او کس طرح فرار ہونے میں کامیاب ہوئے تھے اور اُس کے بعد ہی وہ پرچھائیں اس ہمزاد کی حیثیت سے نمودار ہوئی تھی۔

''اور پھر تم دونوں نے جھریالی کے میدان میں پرچھائیں بازی کر ڈالی تھی۔'' فرید نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''میں نے سوچا یہ تجربہ بھی سہی۔''

''جانتے ہو اُس کا کیا انجام ہوا۔''

''قطعی نہیں جانتا کیونکہ انہیں جھریالی میں چھوڑ کر خود بھاگ کھڑا ہوا تھا۔''

''وہاں کئی بڑے بڑے غار ہو گئے ہیں جن سے پانی اُبل پڑا ہے۔''

''محکمہ زراعت والے بغلیں بجائیں گے۔''

غبار بھی مسلط ہو گیا ہے۔'' فریدی اُسے گھورتا ہوا بولا۔ ''تمہارا بچپن بھی کبھی ہے۔''

بچوں کی تعداد رخصت کرتی ہے۔ یہاں سرے ہی سے اللہ کا فضل ہے۔''

بکواس بند کرو اور دوسرے کمرے میں جا کر سو جاؤ۔''

رپورٹ نہیں چھاپنی چاہئے تھی۔ اگر اب پرچھائیوں نے شہر میں توڑ پھوڑ مچائی کا دشمن ہو جائے گا۔''

ہوئی ہے۔'' فریدی خشک لہجے میں بولا۔ ''یہ کام اسی طرح بن سکتا ہے جس طرح دوسری صورت میں اُس سے بھی زیادہ تباہی کا سامنا کرنا پڑے گا۔''

یہ تو ڈر ہے کہ کہیں محکمہ ہی آپ کے خلاف کوئی چارج لگا کر آپ کے وارنٹ حاصل کرلے۔''

بھی ہو۔'' فریدی نے لاپرواہی کے اظہار میں شانوں کو جنبش دی اور پھر طرف بڑھتا ہوا بولا۔ ''سو جاؤ۔'' وہ چلا گیا اور حمید بُرا سا منہ بنائے ہوئے ازے کی طرف مڑا۔ دوبارہ بھی نیند جلد ہی آئی تھی۔ صبح تک بے خبر سوتا رہا۔ لئے جگایا گیا تھا۔

ت میں کئی آدمی موجود تھے لیکن حمید نے اُن سے کسی قسم کی گفتگو کرنا مناسب نہ کسی سے یہ بھی نہ پوچھا کہ فریدی کہاں ہے، ناشتے کے بعد ایک آدمی نے کہا۔

اپنا لباس تبدیل کر لیجئے۔''

اس سے کرلوں۔ سوٹ کیس ساتھ نہیں لایا۔''

یہاں موجود ہے جناب۔''

دہقانوں کا سا لباس تھا۔ سر پر اُلٹی سیدھی پگڑی بھی باندھنی پڑی۔ غالباً اب کہیں اور جانا تھا لیکن سواری کے لئے کرونا مارک ٹو نہیں تھی۔ ایک بیل گاڑی نظر آئی جس پر دو عدد دہقان پہلے سے موجود تھے۔ حمید بھی طوعاً و کرہاً اُن بیٹھ گیا اور بیل گاڑی چل پڑی۔ آخر یہ حضرت کرنا کیا چاہتے ہیں۔ وہ سوچتا م کا تجربہ ہے جس کے لئے دہقان بننا ضروری ہو گیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد

چاروں طرف دھوپ پھیل گئی۔ مطلع صاف تھا۔ دھوپ دیکھ کر حمید کو پرچھائیں
سوچنے لگا کہیں کم بخت نمودار ہی نہ ہو جائے۔ تقریباً دو ڈھائی میل چل کر بیل
ایک گھنے درخت کے سائے میں رک گئی اور حمید چاروں طرف دیکھنے لگا۔

''اب اس درخت پر چڑھ جائیے جناب۔'' دہقانوں میں سے ایک بولا۔

''کیوں چڑھ جاؤں۔ تمہارا دماغ تو نہیں الٹ گیا۔''

''نہیں جناب۔'' اُس نے بڑی سعادت مندی سے کہا۔

دفعتاً درخت کے اوپر سے آواز آئی۔ ''کیوں بکواس کر رہے ہو۔ اوپر آجاؤ
فریدی کی آواز تھی۔ حمید کے تلوؤں سے لگی اور سر پر بجھی۔ منہ اوپر اٹھا
فریدی ایک بڑی سی مچان پر بیٹھا دکھائی دیا۔

''یہ پھل دار درخت بھی نہیں ہے پھر آپ اوپر کیا کر رہے ہیں۔'' حمید نے

''وقت نہ ضائع کرو...... آجاؤ۔''

حمید نے جھلا کر جوتے اُتارے گاڑی سے کودا اور درخت پر چڑھنے لگا۔
اُس نے اُلوؤں کی طرح دیدے نچائے کیونکہ وہاں عجیب قسم کا سامان موجود تھا۔
عجیب نہیں تھا لیکن وہاں اُس کی موجودگی عجیب لگ رہی تھی۔ ایک طرف ایک
بیٹری رکھی ہوئی تھی اس کے ساتھ مائیکروفون بھی تھا۔ ایک جانب دوربین لگی ہوئی
بھی نظر آئی۔ اس کے علاوہ ایک جگہ فیلڈ گلاسز بھی رکھے دکھائی دیئے۔

''اس تجربے کی تیاری رات بھر ہوتی رہی تھی۔'' فریدی بولا۔

''لیکن یہ بیل گاڑی کہاں جا رہی ہے۔ اُس پر میرے جوتے ہیں۔''

''پھر بکواس شروع کر دی۔ سنجیدگی اختیار کرو۔''

حمید نے مائیکروفون اور بیٹری کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔ ''کیا درخت
چندہ مانگنے کا تجربہ ہے۔''

فریدی نے دوربین اٹھائی اور ایک جانب دیکھنے لگا اور حمید ہنس کر بولا۔ ''میں
پاس کوئی سوئمنگ پول پایا جاتا ہے شاید آج کی گوپیاں تو دوربین ہی سے دیکھی جا

''تم بکواس بند نہیں کرو گے۔'' فریدی نے آنکھوں پر سے دوربین ہٹا

''میں نے کہا تھا کہ تم اس تجربے کا لازمی جزو ہو۔''

''یعنی خود یہیں بیٹھے رہیں گے اور مجھے گوپیوں کے کپڑے چرالانے کے لئے بھیجیں
گے۔ نہیں جناب۔ میں دورِ جدید میں اس قسم کا کوئی خطرہ مول لینے کو تیار نہیں۔ آج کل کی
گوپیاں والدین سمیت سوئمنگ پول میں تیرتی ہیں۔''

''میں تمہیں اُٹھا کر نیچے پھینک دوں گا۔''

''اور میں اُنہیں بتا دوں گا کہ اصلی ماکھن چور صاحب درخت پر تشریف فرما ہیں۔''

فریدی نے اُس کی گردن دبوچ کر دوربین تھماتے ہوئے کہا۔ ''دیکھو...... اُدھر دیکھو۔''

شاید ایک یا ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلے پر ایک آدمی کھڑا نظر آیا جس کی پشت اُن کی
جانب تھی۔ عمدہ قسم کا سوٹ پہن رکھا تھا اور سر پر فلٹ ہیٹ تھا۔ دور دور تک اس کے علاوہ اور
کوئی نہ دکھائی دیا۔ حمید نے دوربین آنکھوں پر سے ہٹاتے ہوئے پوچھا۔ ''آپ کی تعریف۔''

''پھر بتاؤں گا۔ اب تم سنو۔ ابھی میں یہ تار بیٹری سے اٹیچ کر دوں گا اور تم مائیک سے
وہی الفاظ دہراؤ گے جو ہمزاد کو طلب کرنے کے لئے کہتے ہو۔''

''کک...... کیا مطلب......!''

''اس بار ہمزاد کو مائیک کے ذریعے طلب کرو گے۔''

''تاکہ اس کی گونج دور دور تک سنائی دے۔'' حمید بولا۔ ''آپ کی اطلاع کے لئے
عرض ہے کہ میں وہ الفاظ بہت دھیمی آواز میں ادا کرتا ہوں۔''

''یہ تو اور بھی اچھا ہے۔ اتنی ہی دھیمی آواز میں بولنا اور ہاں جب میں بیٹری کے تار اٹیچ
کروں تو تم بالکل خاموش رہو گے اور جب تک دوبارہ تار الگ نہ کر دوں کوئی فالتو بات نہیں
کرو گے۔''

''یعنی آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جب تک تار بیٹری سے لگے رہے صرف ہمزاد کو طلب
کرنے ہی والا جملہ ادا کروں اور کچھ نہ بولوں۔''

''یہی بات ہے۔'' فریدی سر ہلا کر بولا۔

''آخر آپ کرنا کیا چاہتے ہیں۔''

''ابھی دیکھ لو گے۔''

''کہیں ویسی ہی کوئی حماقت آپ سے بھی نہ سرزد ہو جائے جیسی اُن پر چھائیوں کو اُڑا کر مجھ سے ہوئی تھی۔''

''تم اس کی فکر نہ کرو۔''

''درخت سے کود کر بھاگنا میرے بس سے باہر ہوگا۔''

''اچھے بچوں کی طرح بحث مت کرو۔ اس کے بعد تمہیں کسی اچھے سے سوئمنگ پول پر لے چلوں گا۔'' فریدی چمکار کر بولا۔

حمید طویل سانس لے کر رہ گیا۔ ظاہر ہے جس تجربے کی تیاری رات بھر جاری رہی ہو اُسے محض دو چار باتوں سے کس طرح روکا جا سکتا۔ لہٰذا وہ تن بہ تقدیر ہو بیٹھا۔ لیکن آخر فریدی کرنا کیا چاہتا تھا۔ اس نے بیٹری سے تار اٹیچ کئے اور پھر حمید کو اشارہ کیا اور حمید مائیک کی طرف جھک کر معمول کے مطابق بولا۔ ''اے میرے ہمزاد حاضر ہو۔ اے میرے ہمزاد حاضر ہو۔'' فریدی نے پھر تار بیٹری سے الگ کر دیا اور حمید نے ہنس کر کہا۔ ''اس کے لئے میرا دھوپ میں کھڑا ہونا بھی ضروری ہے۔''

فریدی نے دوربین اُٹھا کر اسی سمت دیکھنا شروع کر دیا جہاں وہ نامعلوم آدمی کھڑا تھا۔ حمید کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ حمید بُرا سا منہ بنائے بیٹھا رہا۔ کئی منٹ گزر گئے۔ پھر اچانک اُس نے دوربین حمید کو تھما کر رائفل کی نال کے زاویئے کے مطابق اُسے اٹھا کر دیکھنے لگا۔ میدان میں کھڑے ہوئے آدمی کے عین سر پر فضا میں ایک سیاہ رنگ کی چڑیا معلق نظر آئی۔ کسی کنگ فشر کے سے انداز میں اُس کے ڈینے بھی ہل رہے تھے۔ فریدی شاید اُسی پرندے کا نشانہ لے رہا تھا۔ حمید نے پھر دوربین اُسی آدمی کی طرف جھکائی جو اب بھی اُن ہی کی جانب پشت کئے کھڑا تھا۔ خدا کی پناہ۔ دو پرچھائیاں ایک شاید اُس کی اپنی اور دوسری وہ جو ہمزاد کہلاتی تھی۔ دونوں کسی قدر فاصلے سے ایک دوسری کے متوازی پڑ رہی تھیں۔ اچانک فریدی نے فائر کیا۔ بجلی کا سا کڑکا ہوا اور ساتھ ہی کوندے کی لپک سے آنکھیں چندھیا گئیں۔ ادھر میدان میں کھڑا آدمی دھڑا دھڑ جل رہا تھا۔ دفعتاً فریدی نے حمید کا شانہ جھنجھوڑ کر کہا۔ ''اب بھاگو یہاں سے۔ ورنہ ہو سکتا ہے کہ تھوڑی دیر میں یہاں پرچھائیں ہی پرچھائیں نظر آئیں۔ تم دوربین اُٹھا لو۔''

اس نے وہاں سے صرف رائفل اُٹھائی اور برگد کی جٹا تھام کر جھولتا ہوا نیچے کود گیا۔ حمید نے بھی اس کی تقلید کی لیکن تھوڑی ہی دور دوڑا تھا کہ جوتے یاد آ گئے۔

''خدا کیلئے ٹھہریئے۔'' وہ ہاتھ اُٹھا کر چیخا۔ ''ورنہ میرے تلوے زخمی ہو جائیں گے۔''

فریدی رک گیا۔ اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر تھا۔

''میں ننگے پیر نہیں دوڑ سکتا۔'' حمید جھنجھلا کر بولا۔

''بس تھوڑی دور۔ ہم وہاں محفوظ ہوں گے۔'' فریدی نے کہا اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر پھر دوڑنے لگا۔ درختوں کے جھنڈ کے پیچھے ایک چھوٹا سا تالاب تھا۔ فریدی نے اس کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ''ہم یہیں ٹھہریں گے۔''

''آخر یہ سب کیا تھا۔'' حمید ہانپتا ہوا بولا۔ ''وہ بیچارہ کون تھا جو مفت میں مارا گیا۔''

''کوئی بھی نہیں۔ ڈمی تھی۔ کپڑے کا ایک مجسمہ۔'' فریدی تالاب کے کنارے بیٹھتا ہوا بولا۔ ''جس کی کلائی پر تمہاری گھڑی بندھی ہوئی تھی۔''

''گ.....کیا مطلب......میری گھڑی۔''

''وہ میرا ہی آدمی تھا جس نے تمہاری گھڑی حاصل کرنے کے لئے تم سے تارجام والی ٹرک پر لفٹ لی تھی۔''

''اس کی ضرورت ہی کیا تھی۔ آپ ویسے ہی منگوا بھیجتے۔''

''انہیں علم ہو جاتا۔''

''میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ رہا۔''

''ہمزاد تمہاری گھڑی میں بند تھا۔ فی الحال اتنا ہی سمجھ لو جس مائیک کے ذریعے تم نے بوقت ہمزاد کو طلب کیا تھا اُس کا اسپیکر اُس ڈمی کے ساتھ تھا۔ لہٰذا تمہاری ہی آواز جب گھڑی کے توسط سے اُن لوگوں تک پہنچی تو اُنہوں نے وہ فلائنگ کنٹرول روانہ کر دیا جسے تم نے فائر کر کے تباہ کیا تھا۔''

''فف.....فلائنگ کنٹرول۔''

''فلائنگ کنٹرول جو خود لاسلکی سے کنٹرول کیا جاتا ہے۔ تمہاری گھڑی میں کوئی ایسی چیز رکھ دی گئی تھی جو نہ صرف تمہاری آواز اُن لوگوں تک پہنچاتی تھی بلکہ پرچھائیں کے

لئے ریسیور کا کام بھی کرتی تھی۔ یعنی پرندہ نما فلائنگ کنٹرول ٹھیک اُسی کی طرف آتا تھا۔

''خدا کی پناہ۔'' لیکن میری گھڑی تک اُس ڈیوائیس کی رسائی کیسے ہوئی۔

''سامنے کی بات ہے۔ تم اسی لئے پکڑے گئے تھے کہ ایک عدد ہمزاد کے مالک بنا دیئے جاؤ ورنہ اتنی آسانی سے فرار نہ ہو سکتے۔ وہ محض ڈراما تھا۔''

''میں بھی اس مسئلے پر مطمئن نہیں تھا۔ آخر انہوں نے جیروم کو بھی میری ہی طرح دوسرے ستون سے کیوں نہیں جکڑ دیا تھا۔ غالباً اسی لئے کہ میں اپنی رہائی کے لئے اُس کے دانتوں سے کام لے سکوں لیکن ٹھہریئے۔ آخر اس وقت آپ کی بلیک فورس کے آدمی کہاں تھے جب اُن لوگوں نے ہمیں پکڑا تھا۔''

''محض اتفاق تھا کہ وہ لوگ اُسی وقت اپنا کام کر گئے جب تمہاری نگرانی کرنے والا تھوڑی دیر کے لئے عمارت کے قریب سے ہٹ گیا تھا۔ اُسے اطمینان تھا کہ تم عمارت کے اندر موجود ہو۔ لیکن جھریالی کے میدان میں تم پر نظر رکھی گئی تھی۔ مغرب کی طرف والے ٹیلوں پر میرے آدمی موجود تھے اور تم لوگوں کا دوربینی جائزہ لیا جاتا رہا تھا۔ اُس کے بعد ہی میں نے تمہاری کلائی سے گھڑی اُتروالی تھی۔ اس طرح حیران ہو کر نہ دیکھو۔ اس سے پہلے بھی ایسے ہی ایک کیس سے میرا سابقہ پڑ چکا ہے۔ ورنہ اتنی تیزی سے اس نتیجے پر نہ پہنچ سکتا کہ وہ ڈیوائس گھڑی ہی میں چھپائی گئی ہوگی۔''

''بہرحال یہ کہنا چاہئے کہ اُن پرچھائیوں کو تباہ بھی کیا جا سکتا ہے۔'' حمید طویل سانس لے کر بولا۔

''لیکن یہ کیسے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ پرچھائیں کب اور کہاں نمودار ہونے والی ہے۔ جتنی دیر میں اُس کا سراغ ملے گا وہ خاصی تباہی لا چکی ہوگی۔ فی الحال میں صرف دو ایسے افراد کو جانتا ہوں جن سے یہ ہمزاد چمٹا ہوا ہے۔ اُنہی پر نظر رکھی جا سکتی ہے۔''

''دو کون......؟''

''ہے ایک آدمی انور کے علاوہ۔''

''اب آیئے جیروم کی طرف۔ وہ میری جان کو چمٹ گیا ہے۔'' حمید نے کہا اور جیروم کے بارے میں بتانے لگا کہ وہ کسی طرح بھی اُس کا پیچھا چھوڑنے پر تیار نہیں۔

''میں سمجھتا ہوں۔'' فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''اُسے الجھائے رکھو۔''

''مجھے تو وہ بھی فراڈ معلوم ہونے لگا ہے۔ اب آپ کے توجہ دلانے پر یاد آیا کہ فرار کے لئے اُسی نے وہ جگہ دکھائی تھی جہاں سے ہم بہ آسانی نقب لگا سکتے تھے۔''

''کچھ بھی ہو اُسے الجھائے رکھو۔''

''اور جوڈیتھ گراہم کے بارے میں کیا خیال ہے۔''

''اُسے بھی اُس کے حال پر چھوڑ دو۔ فی الحال میں ان پرچھائیوں کے علاوہ اور کسی مسئلے پر نہیں کر سکتا۔ پوری طرح ہوشیار رہو۔ ہو سکتا ہے اب پرچھائیاں دکھائی ہی نہ دیں اور تباہ کاری ع ہو جائے۔ جھریالی کے میدان میں جو کچھ بھی ہوا تھا اسی کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''فی الحال پرچھائیں اُس پرندہ نما کنٹرول کی علامت ہے۔ پرچھائیں دیکھ کر ہی میں نے ے فضا میں تلاش کیا تھا۔ ورنہ عام حالات میں اُس کی طرف توجہ بھی نہ دیتا کیونکہ بلندی پر وہ ف ایک معمولی سا پرندہ لگتا ہے۔ بہرحال وہ اس علامت کو غائب کر سکتے ہیں تاکہ اُس کی ناندہی نہ ہو سکے اور وہ اپنا کام کرتا چلا جائے۔ میری دانست میں پرچھائیں محض دکھاوا ہے۔''

''شاید وہ اسی لئے آپ پر ہاتھ ڈالنا چاہتے تھے کہ آپ پرچھائیں کا معمہ حل کر لیں گے۔''

''بچوں کی سی باتیں نہ کرو۔ کوئی بھی سوچتا ہوا ذہن فلائنگ کنٹرول تک پہنچ سکتا تھا۔ ایسا کوئی پیچیدہ مسئلہ نہیں ہے۔ محض اتنی سی بات کے لئے وہ مجھ پر قابو پانا چاہتے ہیں۔ یہ سوچ بھی نہیں سکتا کوئی اور چکر ہے۔'' فریدی نے کہا اور کسی سوچ میں گم ہو گیا۔ پھر حمید کو گاڑی تالاب ہی کی طرف آتی دکھائی دی جس پر اُس کے جوتے رہ گئے تھے۔ وہ یل سانس لے کر بولا۔ ''سب کچھ ہے میرے جوتے کی نوک پر۔ میں اب اپنے ذہن کو آزاد چھوڑ دینا چاہتا ہوں۔ آپ ہی سوچے جایئے۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ حقیقتاً کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

ختم شد

جاسوسی دنیا نمبر 124

ہمزاد کا مسکن

(چوتھا حصہ)

پیشرس

جاسوسی دنیا کا خاص نمبر یعنی پرچھائیوں کے سلسلے کا آخری ناول ''ہمزاد کا مسکن'' پیش خدمت ہے۔ کتاب بہت لیٹ ہوگئی۔ اس سلسلے میں کچھ کہوں گا تو ڈھیروں عتاب نامے نازل ہوجائیں گے۔ کیونکہ میرے پڑھنے والے مجھے بھی فریدی ہی کی طرح کا آئرن مین دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ تصور بھی نہیں کرسکتے کہ میں اونگھتا اور چھینکتا بھی ہوں گا۔ بحالت دردِ دنداں بینگن سامنہ بنائے پھرتا ہوں گا یا چوٹ لگنے پر سسکیاں بھی لیتا ہوں گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا کتاب لیٹ ہوجانے کے سلسلے میں کسی قسم کا دُکھڑا لے بیٹھنے کی بجائے صرف اتنا ہی کہنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ اللہ کی مرضی!

اس بار کئی جواب طلب خطوط ہیں جن میں ایک بہت ہی اہم ہے۔ بلکہ اہم ترین کہنا چاہئے۔ کیونکہ اس کا تعلق ایک اہم ترین قومی مسئلے سے ہے۔ یعنی یہ کرنسی کا مسئلہ ہے۔ ایک صاحب لکھتے ہیں۔

''جناب عالی! ایک بہت ہی اہم مسئلے کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ وہ بھی اس لئے کہ ایک غیر ملکی سیاح سے شرمندگی اُٹھانی پڑی۔ کہنے لگا تم بہت مالدار قوم ہو۔ اتنے مالدار کہ اپنے کرنسی نوٹوں کو ٹوائیلٹ پیپر کی طرح استعمال کرکے پھینک دیتے ہو جنہیں حکومت اپنے طور پر چنوا کر بینکوں میں بجھوا دیتی ہے۔ کیا

آپ نے کبھی غور فرمایا صفی صاحب کہ ہمارے کرنسی نوٹ کتنے گندے ہوتے ہیں۔ کٹے پھٹے، سڑے بُسے کہ جیب میں رکھتے ہوئے گھن آتی ہے۔ آخر ایسا کیوں ہے۔ شاید دنیا کے کسی ملک کی کرنسی اتنی گندی نہ ہوتی ہو۔ آخر اُس کا شکوہ کس سے کیا جائے۔ کس سے کہیں کہ ہماری یہ شکایت بھی رفع کی جائے۔''

''برادرم، کیا عرض کروں۔ ایک کہاوت ہمارے معاشرے میں صدہا سال سے چلی رہی ہے۔ روپیہ پیسہ تو ہاتھ کا میل ہے۔''

لہٰذا اس سلسلے میں کچھ نہ کہئے۔ یہ ہمارا قومی مزاج ہے۔ کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔ اس کی ذمہ داری نہ حکومت پر ہے اور نہ کسی دوسرے ادارے پر اس کے ذمہ دار سراسر ہم خود ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ جو قوم کرنسی جیسی نعمت کی حفاظت نہ کرسکے اُس کی لاپرواہیوں کا کیا پوچھنا۔ زندگی کا کوئی بھی شعبہ اس کی لاپرواہیوں کا شکار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

بہرحال پھٹے ہوئے نوٹ اُس وقت سے زیادہ نظر آنے لگے ہیں جب سے ''ربربینڈ سسٹم'' رائج ہوا ہے۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ لوگ ربر بینڈ چڑھی ہوئی گڈیوں سے نوٹ اس طرح کھینچتے ہیں کہ اُن کا پھٹ جانا لازمی ہوتا ہے۔ ہم سے اتنا نہیں ہوسکتا کہ پہلے ربربینڈ اتاریں پھر جتنے نوٹوں کی ضرورت ہو گڈی سے الگ کرلیں۔ دو تین سکنڈ کی کاہلی کی بناء پر ایک قومی نقصان کر بیٹھتے ہیں۔ خدا کے لئے ہوش میں آیئے۔ یہی چھوٹی چھوٹی فروگذاشتیں اکٹھا ہوکر پہاڑ بن جاتی ہیں اور پھر ہم بیٹھے سوچا کرتے ہیں۔ کاش آسمان سے کوئی فرشتہ اُترے اور اس پہاڑ کو ڈھادے۔

والسلام

ابنِ صفی

۳رجولائی ۷۸

پُراسرار عمارت ڈربی ہاؤز تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ کسی کھڑکی یا روشندان میں ہلکی سی بھی روشنی دکھائی نہیں دیتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے برسوں سے ویران پڑی ہو۔

رات کے دو بجے تھے۔ عمارت کے آس پاس بھی گہرا سناٹا طاری تھا۔ اس علاقے میں ساری ہی عمارتیں ایک دوسری سے خاصے فاصلے پر واقع تھیں۔ اس لئے یہاں کے سناٹے کا کیا پوچھنا۔ کبھی کبھی کسی عمارت کی کمپاؤنڈ سے رکھوالی کے کتوں کے بھونکنے کی آواز فضا میں ارتعاش پیدا کرتی اور پھر پہلے ہی کا سا سکوت طاری ہوجاتا۔

وہ دونوں عمارت کے عقب میں زمین سے لگے ہوئے چھپکلیوں کی طرح آہستہ آہستہ رینگ رہے تھے۔ اس کے اردگرد بھی دور تک ایسی ہی حرکت جاری تھی۔ یعنی متعدد افراد معینہ فاصلوں سے اُن کی تقلید کررہے تھے۔

دفعتاً فریدی آہستہ سے بولا۔ ''ٹھہر جاؤ۔'' اور حمید جہاں تھا وہیں رک گیا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ اگر اس عمارت کی تلاشی ہی لینی تھی تو یہ کام پولیس فورس کے ذریعے بہ آسانی ہوسکتا تھا۔ اُٹھائی گیروں کے سے میک اپ میں یہ مہم کیوں سر کی جارہی ہے۔ حمید کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ اس عمارت کی اہمیت کیا ہے۔ پرچھائیوں کے سلسلے میں آخری تجربے کے بعد سے فریدی نے اُسے اپنے ہی ساتھ رکھا تھا۔ وہ بھی اس

طرح کہ حمید زیادہ تر پڑا اونگھتا رہتا تھا اور شام کو وہ سب مل بیٹھتے تھے۔ فریدی کے ساتھ چند اور لوگ بھی تھے جنہیں حمید نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اسی طرح دو دن گزر گئے تھے۔ پھر اچانک فریدی نے اس عمارت میں داخل ہونے کا پروگرام بنالیا تھا۔ لیکن اسکی غرض و غایت نہیں بتائی تھی۔ ویسے جس حلیئے میں وہ سب تھے اُس سے تو یہی ظاہر ہوتا تھا جیسے نقب زنی کی واردات ڈرامیٹائز کرنے جارہے ہوں۔ بہرحال وہ فریدی اور حمید کی حیثیت سے نہیں پہچانے جاسکتے تھے۔

دفعتاً کچھ دور پر ایک شعلہ سا لپکا اور بجھ گیا۔ دوسرے ہی لمحے میں حمید نے فریدی کی آواز سنی۔ "آؤ......!" اور وہ پھر اُسی طرف رینگنے لگے جدھر شعلے کی لپک دکھائی دی تھی۔

ذرا ہی سی دیر میں دیوار کے قریب جاپہنچے۔ غالباً یہیں کہیں نقب لگائی گئی تھی اور شعلے کی لپک وہ اشارہ تھی کہ پہلا مرحلہ طے ہوگیا ہے۔ حمید کا اندازہ غلط نہیں نکلا تھا۔ وہ نقب کا دہانہ ہی تھا جس سے گزر کر وہ عمارت میں داخل ہونے والے تھے۔

سب سے پہلے فریدی نے اپنی ہی ٹانگیں نقب کے مہرے میں ڈالی تھیں اور اندر پہنچ کر سرگوشی کی تھی۔ "آجاؤ۔"

"حمید چھپکلی ہی کی طرح مہرے میں رینگ گیا۔ لیکن یہاں تو ہاتھ کو ہاتھ نہیں سجھائی دیتا تھا۔ پھر وہ کیسے فیصلہ کرسکتا کہ اب کدھر جانا ہے۔

دفعتاً فریدی کا ہاتھ اس کے بازو سے لگا اور وہ اچھل پڑا۔

"ہوش میں رہو۔" فریدی نے سرگوشی کی۔

پھر اس نے پنسل ٹارچ کی روشنی کی باریک سی لکیر دیکھی جو ایک بند دروازے کے نچلے حصے پر جاپڑی تھی۔

فریدی نے آگے بڑھ کر آہستگی سے اس کا ہینڈل گھمایا اور دروازہ کھل گیا۔ لیکن دوسری طرف بھی اتنی ہی گہری تاریکی تھی۔

پنسل ٹارچ بجھا دی گئی اور وہ وہیں ٹھہر کر سن گن لینے لگے لیکن کسی قسم کی بھی آواز نہ سنائی دی۔ فریدی نے اُسکا بازو چھو کر آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ پنسل ٹارچ پھر روشن ہوگئی تھی۔

حمید کی الجھن بڑھتی رہی۔ ہرچند کہ ایسی کوئی سچویشن اُس کے لئے نئی نہیں تھی لیکن

انداز ہی الگ تھا اور یہی انداز الجھن کا باعث تھا۔

پنسل ٹارچ کی روشنی میں وہ آگے بڑھتے رہے۔ یہ بھی ایک کمرہ ہی تھا۔ لیکن پہلے ہی کی طرح خالی تھا۔ یعنی یہاں کسی قسم کا بھی کوئی سامان نہ دکھائی دیا۔

اسی طرح وہ متعدد کمروں سے گزرے تھے کہیں فرنیچر دکھائی دیا تھا اور کہیں ویرانی نظر آئی لیکن سارے ہی کمرے تاریک تھے۔ پھر جیسے ہی انہوں نے ایک دروازہ کھولا ہلکی سی روشنی دکھائی دی۔ حمید کا ہاتھ بغلی ہولسٹر پر جاپڑا تھا۔

فریدی تھوڑا تھوڑا کرکے دروازہ کھول رہا تھا لیکن اندر سے کوئی ردعمل ظاہر نہ ہوا۔

پھر اس نے پورا دروازہ کھول دیا اور کمرے میں داخل ہونے کی بجائے اُسی طرح کھڑا رہا۔ کمرے میں ہلکی سی روشنی پھیلی ہوئی تھی اور یہ روشنی ایک میز پر رکھی ہوئی ایک بہت بڑی بلوری گیند سے پھوٹ رہی تھی۔

"کیا خیال ہے......؟" حمید نے آہستہ سے پوچھا۔

"خاموش رہو۔"

دفعتاً دوسرے کمرے میں ایسی ہی آوازیں گونجنے لگیں جیسے کوئی بہت تیزی سے کسی ٹائپ رائٹر پر ٹائپ کررہا ہو اور پھر حمید نے فریدی کا ہاتھ دبایا۔ کیونکہ بلوری گیند کی روشن سطح پر تحریر دکھائی دی تھی۔

"سورج زحل کے خانے سے مریخ کے خانے میں داخل ہوچکا ہے۔ اس لئے تمہیں بہت محتاط رہنا پڑے گا۔ ہر قدم سوچ سمجھ کر اُٹھاؤ ورنہ بڑے خسارے میں رہو گے۔"

"کیا یہ اطلاع ہمارے لئے ہے۔" حمید نے آہستہ سے پوچھا۔

"اگر ہو بھی تو اس سے کیا فرق پڑے گا۔" فریدی نے بدلی ہوئی اور کسی قدر اونچی آواز میں کہا۔ ساتھ ہی اُس کے ہولسٹر سے ریوالور بھی نکل آیا۔

"بہت فرق پڑے گا۔" کمرے میں ایک نسوانی آواز گونجی۔ لیکن یہ جملہ انگلش میں ادا ہوا تھا۔

اور پھر انہوں نے دیکھا کہ روشن گیند والی میز کے عقب سے ایک بے حد دلکش چہرہ

اُبھر رہا ہے۔ حمید کے پھیپھڑوں سے ایک طویل سانس آزاد ہوئی۔

عورت اب سیدھی کھڑی پلکیں جھپکائے بغیر دروازے کی جانب گھورے جا
پھر اس نے بے حد نرم لہجے میں کہا۔ ''اندر آ جاؤ۔''

فریدی نے قدم آگے بڑھایا۔ حمید نے بھی اُس کی تقلید کی۔ اس کے بعد دو
بھی کمرے میں داخل ہوئے۔ یہ بھی فریدی کے ساتھیوں ہی میں سے تھے۔ شاید فر
دو ہی کو اپنے ساتھ عمارت میں داخل ہونے کی اجازت دی تھی اور بقیہ اپنی اپنی پوزیشن
پر رہے تھے۔

''میں پامیلا ہوں؟'' عورت مسکرا کر بولی۔ ''اور تم لوگ؟''

''ہم لوگ بس ہم لوگ ہی ہیں۔'' فریدی نے جواب دیا۔

''یہ کیا بات ہوئی؟''

''ہم جیسے اپنے نام نہیں بتایا کرتے۔ بس تجوری کی نشاندہی کرو اور اُس کی کنجی
حوالے کردو۔''

''یہاں کوئی تجوری نہیں ہے۔ تمہارے مخبر نے تمہیں غلط اطلاع دی ہے۔''

''تو پھر جتنی نقدی موجود ہے وہی نکالو۔''

''بڑی عجیب بات ہے۔'' عورت ہنس پڑی۔

''کیا عجیب بات نظر آئی ہے تمہیں؟''

''یہی کہ ہم پیشہ لوگ ایک دوسرے کو لوٹا نہیں کرتے۔''

''اپنے اس جملے کی وضاحت کرو۔''

''میں بھی لٹیری ہوں۔''

''دل لوٹتی ہیں۔'' حمید بول پڑا۔

''ایسی بات بھی نہیں ہے۔'' اس بار عورت کا لہجہ بے حد خشک تھا۔

''پھر کیا بات ہے؟'' فریدی نے پوچھا۔

''میں بے وقوف بنا کر جیبیں خالی کرتی ہوں۔''

''وہ کس طرح؟''

''اپنے اس کمپیوٹر کے ذریعے۔'' وہ بلوری گیند کی طرف اشارہ کرتی ہوئی بولی۔

''اوہ.....تو یہ کمپیوٹر ہے۔''

''ایک مخصوص وضع کا کمپیوٹر۔'' وہ سر ہلا کر بولی۔ ''لیکن یہاں کے سادہ لوح باشندے
جادو کی گیند سمجھتے ہیں جو اُن کے مستقبل کے بارے میں پیش گوئی کرتی ہے۔''

''کیا پولیس والے اس طرف متوجہ نہیں ہوئے۔''

''ضرور ہوتے اگر میں کوئی گری پڑی عورت ہوتی۔''

''اوہو.....تو کیا تم کیرو کی اولاد ہو؟'' حمید نے سوال کیا۔

''نہیں.....بس ایک معزز سرکاری آفیسر سمجھ لو۔ کیونکہ میں ایٹمی تحقیقاتی ادارے کی
ایک مشیر ہوں۔''

''بہت خوب۔'' فریدی طویل سانس لے کر بولا۔ ''تو اب تم ہمیں دھمکیاں بھی دو گی۔''

''میں نے تو نہیں دی دھمکی۔''

''تو پھر یہ سرکاری افسر والی بات۔''

''یہ حقیقت ہے۔ جب چاہو اس کی تصدیق کر سکتے ہو۔''

''تم ہمیں باتوں میں اُلجھا کر کیا کرنا چاہتی ہو؟''

''یہ بھی تمہاری غلط فہمی ہے۔'' وہ ہنس کر بولی۔ ''یہاں میں تنہا رہتی ہوں۔ میری مدد کو
آئے گا۔''

''میں نے کہا تھا کہ جتنا کیش موجود ہو میرے حوالے کردو اور ہاں زیورات بھی۔''

''زیادہ کیش کبھی نہیں رکھتی۔ زیورات کا شوق کبھی نہیں تھا۔''

''تو پھر ہم خود تلاش کرلیں گے۔''

''اور میں اس تلاش میں تمہارا ساتھ دوں گی۔''

''اگر کچھ بھی ہاتھ نہ لگا تو میں تمہارا یہ کمپیوٹر اُٹھا لے جاؤں گا۔'' فریدی نے بلوری گیند
اشارہ کیا۔

''اسے تو تم میری لاش ہی پر سے گزر کر لے جاسکو گے۔''

''ارے نہیں۔'' حمید جلدی سے بولا۔ ''تمہاری لاش کا تو میں تصور بھی نہیں کرسکتا۔''

"تم نے دیکھا؟" پامیلا نے فریدی کی طرف دیکھ کر کہا۔

فریدی نے حمید پر قہر آلود نظر ڈالی۔

"اس طرح غرا کر مت دیکھو باس۔" حمید نے کہا۔ "کیا تم خود بھی اتنے دلکش ا
بے جان دیکھنا گوارا کرلو گے؟"

"خاموش رہو۔" فریدی دھاڑا۔

"شور مت مچاؤ۔" پامیلا ہاتھ اُٹھا کر بولی۔ "کمپیوٹر کے علاوہ اور جو کچھ بھی چاہو
سے لے جاسکتے ہو۔ مجھے ذرہ برابر بھی پرواہ نہ ہوگی۔"

"تم خود ہی ہمارے حوالے کردو۔"

"کیش ڈیڑھ سو روپے سے زیادہ نہیں ہے۔"

"میں یقین نہیں کرسکتا۔ یہاں تجوری ضرور ہوگی۔" فریدی نے حمید سے کہا۔ "
ٹھہرو اور اسے کور کیئے رکھو۔ ہم خود تلاش کرلیں گے۔"

پامیلا نے لاپرواہی کے اظہار میں شانے سکوڑے اور دوسری طرف دیکھنے لگی۔

فریدی اپنے دونوں آدمیوں سمیت کمرے سے چلا گیا۔ حمید پامیلا کی طرف
اُٹھائے کھڑا رہا۔

تھوڑی دیر بعد اُس نے کہا۔ "تم نے ابھی تک اپنے ایک جملے کی وضاحت نہیں

"کس جملے کی؟" پامیلا نے پُرسکون آواز میں پوچھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے
سچویشن سے قطعی متاثر نہ ہوئی ہو۔

"یہی کہ ہم پیشہ لوگ ایک دوسرے کو لوٹا نہیں کرتے اور یہ کہ تم لٹیری ہو۔"

"میں نے کہا تھا کہ میں لوگوں کو بیوقوف بنا کر ٹھگتی ہوں۔"

"کس طرح؟"

"اسی کمپیوٹر کے ذریعے۔ وہ اسے جادو کی گیند سمجھتے ہیں۔ اپنے مستقبل کے با
معلوم کرنے آتے ہیں اور خاصی بڑی رقمیں دے جاتے ہیں۔"

"اور تم ان رقومات کو بینک میں جمع کرادیتی ہو۔"

"عادت سے مجبور ہوں۔"

"یہ کمپیوٹر کس قسم کا ہے؟"

"آسانی سے سمجھ میں آنے والی چیز نہیں ہے ورنہ سمجھا دیتی۔"

"خیر مجھے اس سے کیا۔"

"ایک بات بتاؤ۔" وہ ہاتھ اُٹھا کر بولی۔ "آخر تم لوگ اس طرح کتنا کما لیتے ہو گے؟"

"یہ کیوں بتاؤں۔"

"میرا خیال ہے کہ اس طرح ایڈونچر تمہارے ہاتھ آتا ہوگا۔ تمہاری مفلوک الحالی بتاتی
تمہیں اس پیشے سے کچھ زیادہ فائدہ نہیں پہنچ رہا۔"

"تمہیں اس سے کیا؟" حمید نے بگڑ کر کہا۔

"مجھے رحم آرہا ہے تم لوگوں پر اور افسوس ہو رہا ہے کہ میرے پاس اس وقت ڈیڑھ سو
ے زیادہ رقم نہیں ہے۔"

"بس بس......!" حمید ہاتھ اُٹھا کر زور سے بگڑا۔ "کیا ہم بھکاری ہیں۔"

"شکلوں سے تو ایسے ہی لگتے ہو جیسے دن بھر بھیک نہ ملنے کی وجہ سے رات کو چوری کی
بت سے نکل کھڑے ہوئے ہو۔"

"میں کہتا ہوں خاموش رہو۔" حمید فرش پر پاؤں مار کر بولا۔

"اوہ نہیں۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "میرا مقصد تمہارا مضحکہ اڑانا نہیں ہے۔ میں تو یہ چاہتی
م کوئی ایسا کام کرو جو باعزت بھی ہو اور منفعت بخش بھی۔ ساتھ ہی پولیس کا دھڑکا بھی
لگا رہے۔"

"میں نہیں سمجھا تم کیا کہنا چاہتی ہو۔"

"مجھے ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو میری پبلسٹی کرسکیں۔"

"اچھا تو پھر......!"

"میری پبلسٹی کرو۔ اتنا معاوضہ ملے گا کہ تم تصور بھی نہیں کرسکتے۔"

"اخبارات میں مشتہر کیوں نہیں کرادیتیں؟"

"سرکاری ملازم ہوں اس لئے یہ حرکت غیر قانونی ہوگی۔"

"کس ملک سے تعلق ہے تمہارا......؟"

''میں فلپینی ہوں۔''

''خوش قسمت ملک معلوم ہوتا ہے فلپائن۔''

''کیوں......؟''

''کیا وہاں کی زیادہ تر عورتیں اتنی ہی خوبصورت ہوتی ہیں جتنی تم خود ہو۔''

''میں تم سے بزنس کی بات کر رہی ہوں اور تم نے شاعری شروع کر دی۔''

''خوب صورت عورتوں سے میں صرف ایک ہی بات کرتا ہوں۔''

''اول درجے کے بے وقوف معلوم ہوتے ہو۔ خیر میں تمہارے سردار سے بات کروں گی اسے آنے دو۔''

''محترمہ! ہم یہاں چوری کرنے آئے ہیں بزنس کرنے نہیں آئے۔''

''بزنس اور چوری کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔''

''تم مجھے ورغلانے کی کوشش کر رہی ہو۔ ٹھیک ہے میرے باس ہی سے بات کر لینا۔''

''ہاں یہی بہتر ہوگا۔ لیکن اتنی دیر تک بے کار کیوں بیٹھا جائے۔ تم مجھے اپنی تاریخ پیدائش بتاؤ تا کہ میں تمہارے مستقبل کے بارے میں اپنے کمپیوٹر سے معلومات حاصل کر سکوں۔''

''ٹھہرو۔'' حمید ریوالور کو جنبش دے کر بولا۔ ''تم یونہی کھڑی رہو گی۔''

''کھڑے کھڑے کمپیوٹر کو آپریٹ نہیں کر سکوں گی۔''

''کون کہتا ہے کہ آپریٹ کرو۔''

''دیکھو بے وقوف آدمی کیا میں اُس وقت تم سبھوں کا صفایا نہیں کر سکتی تھی جب تم حیرت سے میری میجک بال کی تحریر پڑھ رہے تھے۔ کیا میں تمہیں نظر آئی تھی؟''

حمید کچھ نہ بولا۔ سوچنے لگا تھا کہ ٹھیک ہی کہہ رہی ہے۔ اُس وقت وہ ہمیں نظر نہیں آئی تھی۔ ہمارے خلاف بہت کچھ کر سکتی تھی اور پھر وہ اس کے حسن سے بھی خاصا متاثر ہوا تھا۔

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔'' وہ مسکرا کر بولا اور ریوالور کو بغلی ہولسٹر میں رکھتے ہوئے ''کبھی کبھی میں واقعی احمقوں کی طرح سوچنے لگتا ہوں۔''

پھر اس نے پامیلا کو اپنی صحیح تاریخ پیدائش بتائی تھی۔ وہ میز کی عقب والی کرسی پر بیٹھ گئی اور ٹائپ رائٹر کی ''کھٹا کھٹ'' کمرے میں گونجنے لگی۔ حمید کی نظریں بلوری گیند پر جمی تھیں

بس پر نمودار ہونے والی تحریر کچھ یوں تھی۔

''بچپن سے جوانی تک کا زمانہ ذہنی کرب میں گزارا۔ گھر کا ماحول پسندیدہ نہیں تھا۔ پھر گھر چھوڑ دینا پڑا اور ایک خطرناک پیشے سے منسلک ہو گئے۔ اُس پیشے کو خیر باد کہنے کے بعد ایک ہمدرد اور مخلص آدمی تمہاری زندگی میں داخل ہوتا ہے اور پھر تم اپنی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے کے قابل ہو جاتے ہو۔ موجودہ پیشہ بھی خطرات سے بھرا ہوا ہے۔ کئی بار مرتے مرتے بچے ہو۔ آئندہ بھی انہی خطرات میں گھرے رہو گے۔ لیکن تمہیں یہ زندگی پسند ہے۔ دلیر اور باہمت آدمی ہو۔ شادی کے مسئلے پر اگر سنجیدگی سے غور نہ کیا تو زندگی بھر بھی کنوارے رہ سکتے ہو۔ کسی اچھی پیش کش کو کبھی رد نہ کرنا۔ اس میں تمہاری بھلائی ہے۔''

تحریر غائب ہو گئی اور بلوری گیند کی روشنی بھی پہلے ہی کی طرح مدھم پڑ گئی۔

''کیا خیال ہے؟'' پامیلا میز کے عقب سے اُبھرتی ہوئی بولی۔

''کمال ہے!'' حمید نے حیرت سے کہا۔ ''ایک بات بھی غلط نہیں ہے۔''

''آخری جملے کو ذہن میں رکھتے ہوئے میری پیش کش پر ضرور غور کرنا۔''

''اوہ......میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں معلوم کیا جواب دوں۔ باس سے بات کرو۔''

''اگر اُس کی تاریخ پیدائش تمہیں معلوم ہو تو بتاؤ۔ اس کے بارے میں بھی دیکھے لیتے ہیں'' پامیلا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''وہ اپنی تاریخ پیدائش کسی کو بھی نہیں بتاتا۔''

''اچھا تو نام ہی بتاؤ۔ اس سے بھی کام چل جائے گا۔''

''گروہ میں ہارڈ اسٹون کہلاتا ہے۔ اصل نام سے کوئی بھی واقف نہیں۔''

''ہارڈ اسٹون۔'' وہ طویل سانس لے کر رہ گئی۔ ایسا لگتا تھا جیسے کسی سوچ میں پڑ گئی ہو۔ تھوڑی دیر بعد بولی۔ ''چلو ہارڈ اسٹون ہی کو آزماتے ہیں۔''

وہ پھر بیٹھ گئی۔ کی بورڈ پر اُس کی انگلیاں دوڑنے لگیں اور بلوری گیند کی سطح پر تحریر

اُبھرنے لگی۔

''ناقابل شکست۔ ماضی، حال مستقبل، ہنگاموں سے بھرپور۔ ذہنی صلاحیتیں قابل رشک۔ نڈر بے باک بے جگر۔ اپنے فیصلوں کے آگے کسی کو بھی خاطر میں نہ لانے والا۔ مخلص اور ایماندار۔ کمزور دشمن سے پہلو بچانے والا۔ طاقت ور دشمن کی گردن توڑے بغیر چین سے نہ بیٹھنے والا۔''

تحریر غائب ہوگئی اور پامیلا کرسی سے اُٹھتی ہوئی بڑبڑائی۔

''مخلص اور ایماندار......!''

''کیا تمہیں اس پر حیرت ہے؟''

''نہ ہونی چاہئے؟'' پامیلا نے سوال کیا۔

''وہ سچ مچ مخلص اور ایماندار ہے۔ لوٹ کے مال میں سے اپنے حصے سے زیادہ نہیں لیتا۔''

''لٹیرے اور ایماندار۔'' پامیلا کا لہجہ طنزیہ تھا۔

''تو پھر تمہارا کمپیوٹر ہی جھوٹا ہوگا۔''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔''

''کھل کر کہو کیا کہنا چاہتی ہو۔''

''کچھ بھی نہیں۔ میں تو صرف حیرت ظاہر کر رہی ہوں۔''

''یہ عمارت آخر کتنی بڑی ہے۔ وہ لوگ ابھی تک واپس نہیں آئے۔'' حمید نے کہا

وہ لاپرواہی سے شانے سکوڑ کر رہ گئی۔ کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ حمید بغور دیکھتا رہا۔ خود وہ اُس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔

حمید کو سچ مچ تشویش تھی کہ اب تک فریدی کی واپسی کیوں نہیں ہوئی۔ کیا وہاں وہاں کسی تجوری کی تلاش تھی۔ وہ تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ فریدی نے کوئی لاحاصل قدم اٹھایا ہوگا۔ یہاں اس طرح داخل ہونا بے مقصد نہیں ہوسکتا اور فی الحال پرچھائیوں والے کے علاوہ اس کے لئے اور کوئی دردِ سر نہیں تھا۔ تو پھر یہ عورت......؟''

حمید نے کھنکار کر پامیلا کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی۔ وہ چونک پڑی

اور اس طرح اُس کی طرف دیکھنے لگی جیسے وہاں اس کی موجودگی کو فراموش ہی کر بیٹھی ہو۔ پھر غصیلے لہجے میں بولی۔ ''جاؤ......تم بھی جاؤ۔ تم یہاں کھڑے کیا کر رہے ہو۔''

''کیا مطلب......؟''

''وہ لوگ چلے گئے۔''

''یہ کیسے ممکن ہے؟''

''کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں؟'' اس نے غضب ناک ہو کر کہا۔

''میں یہ نہیں کہتا۔ بھلا تم یہاں کھڑے کھڑے دیوار کے پیچھے کا حال کیسے جان سکتی ہو۔''

''خاموش رہو۔ میرا کمپیوٹر تم پر یہ حقیقت بھی واضح کرسکتا ہے۔''

وہ پھر بیٹھ گئی اور کی بورڈ والا شغل دوبارہ جاری ہوگیا۔ بلوری گیند پر تحریر اُبھرنے لگی۔

''انہوں نے عمارت کا چپہ چپہ دیکھا اور اسی راستے سے واپس چلے گئے جو اُنہوں نے شمال کی جانب والی دیوار میں بنایا تھا۔''

حمید سناٹے میں آ گیا اور پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''میں تصور بھی نہیں کرسکتا کہ مجھے یہاں چھوڑ کر خود چلے گئے ہوں گے۔''

''اگر تم نے میرے کمپیوٹر کو جھٹلانے کی کوشش کی تو اچھا نہ ہوگا۔'' وہ غرائی۔

''میری تو عقل ہی خبط ہو کر رہ گئی ہے۔'' حمید بے بسی سے بولا۔

''چلو......!'' وہ میز کے پیچھے سے نکلتی ہوئی بولی۔ ''اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔''

اب اس کا پورا سراپا حمید کی نظروں کے سامنے تھا۔ دل ہی دل میں تعریف کئے بغیر نہ رہ سکا۔ بہت دنوں کے بعد کوئی ایسی عورت نظر سے گزری تھی جو اُسے پوری طرح اپنی طرف متوجہ کرسکی۔ وہ کسی بت کی طرح خاموش کھڑا رہا۔

''ہلتے کیوں نہیں اپنی جگہ سے۔ چلو میرے ساتھ۔'' وہ پھر بولی۔

حمید طوعاً وکرہاً اُس کے ساتھ چل پڑا۔

اب عمارت کا ہر کمرہ روشن نظر آ رہا تھا۔ اُنہوں نے عمارت کا گوشہ گوشہ چھان مارا اور اُس جگہ جا پہنچے جہاں فریدی کے آدمیوں نے نقب لگائی تھی۔

پامیلا وہیں رک کر نقب کے مہرے کو گھورتی رہی۔ پھر تھوڑی دیر بعد حمید کی طرف مڑ کر

بولی۔

''تم لوگوں کی یہ آمد و رفت میری سمجھ میں تو نہیں آ سکی۔''

''اب تو میری سمجھ میں بھی نہیں آ رہی۔'' حمید نے آہستہ سے کہا اور اپنی گردن سہلانے لگا۔

''وہ آخر تمہیں کیوں چھوڑ گئے۔''

''نہ سمجھ میں آنے والی بات یہی ہے۔''

''تمہاری کیا پوزیشن ہے اس گروہ میں۔''

''وہی جو باس کے بعد سب کی ہے۔''

''میں یقین نہیں کر سکتی۔'' وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی۔ ''تم اُن میں سے کمترین آدمی ہو ورنہ اس طرح یہاں کیوں چھوڑ دیئے جاتے۔''

حمید کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ پھر بھی کچھ کہنا چاہا لیکن آخر کار سختی سے ہونٹ بھینچ کر رہ گیا۔

''جاؤ...... کھڑے منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ دفع ہو جاؤ۔'' وہ ہاتھ ہلا کر بولی۔

''میں اس طرح نہیں جاؤں گا۔'' حمید نے تیکھے لہجے میں کہا۔

''کیا مطلب......؟''

''پولیس کو فون کرو اور مجھے گرفتار کرا دو۔''

''میں کہتی ہوں جاؤ۔''

''یقین کرو......اب مجھے یہاں سے پولیس ہی لے جائے گی۔''

''پتا نہیں تم کیسی اُلٹی سیدھی باتیں کر رہے ہو۔''

''بالکل سیدھی بات ہے۔ پولیس کو مطلع کرو۔ وہ مجھے یہاں سے لے جائے۔''

''میں ایسا نہیں کر سکتی۔''

''کیوں......؟'' حمید اُسے گھورتا ہوا بولا۔

''اس لئے کہ میں بھی ایک غیر قانونی کام میں ملوث ہوں۔''

''یہ کوئی ایسا غیر قانونی کام نہیں ہے جو قابل دست اندازی پولیس ہو۔ بہتیرے سرکاری

ملازم سائیڈ بزنس کرتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا ہے کہ محکمہ جواب طلب کر لیتا ہے۔''

''بحث کرنے کے لئے میرے پاس وقت نہیں ہے۔''

''پھر میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔''

''جاؤ یہاں سے۔'' وہ دانت پیس کر بولی۔

''سنو محترمہ! اب یہاں سے مجھے یا تو میرا باس ہٹا سکتا ہے یا پھر پولیس لے جا سکتی ہے۔'' حمید نے نتھنے پھلا کر کہا۔

''پچھتاؤ گے؟''

''پھر دوسری وجہ بھی ہے۔''

''وہ کیا ہے؟''

''جتنی دیر تمہیں دیکھ سکوں اچھا ہے۔''

''بہت ضدی ہو۔'' وہ آنکھوں میں شوخی پیدا کر کے مسکرائی۔

''پامیلا......بہت خوبصورت نام ہے۔''

''لیکن تم اپنا نام نہیں بتاؤ گے؟''

''باس اگر اجازت دے تو نام بھی بتا سکتا ہوں۔''

''تم اُس بھگوڑے کو اب بھی باس کہہ رہے ہو۔''

''بھگوڑا مت کہو۔ ورنہ تمہارا کمپیوٹر جھوٹا ٹھہرے گا۔''

''دراصل میں خود بھی نہیں سمجھ سکتی کہ آخر ہوا کیا؟''

''ویسے کیا تم رات بھر جاگتی رہتی ہو؟''

''یہ سوال تم نے کیوں کیا ہے؟''

''دو بج کر دس منٹ پر ہم اس عمارت میں داخل ہوئے تھے اور تم اپنے کمپیوٹر کے قریب بیٹھی ہوئی ملی تھیں۔''

''مجھے چار بجے سے پہلے نیند نہیں آتی اور صبح نو بجے تک سوتی ہوں۔''

''اور تم ہم سے خائف بھی نہیں تھیں؟''

''خائف کیوں ہوتی تم آدمی ہی تو تھے۔ بھیڑیئے تو نہیں تھے۔''

''پھر بھی یہاں کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔ دوسری طرف یہ بھی سوچ رہی ہوں کہ آخر باس نے اس عمارت کا انتخاب کیوں کیا تھا۔ پھر اس طرح مجھے یہیں چھوڑ کر کیوں ہو گیا۔''

''ہے نا سوچنے کی بات۔''

''بالکل ہے......لیکن میرے پاس کسی بات کا بھی جواب نہیں ہے۔''

وہ پھر اُسی کمرے میں واپس آ گئے جہاں بلوری گیند رکھی ہوئی تھی۔ پاملیا نے اُس سے کہا۔ ''دنیا کے بہتیرے معاملات ہماری سمجھ میں نہیں آتے لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں ہم اُن کی صداقت سے انکار کر دیں۔''

''تم غالباً مجھے یہی باور کرانا چاہتی ہو کہ میرا باس اپنے آدمیوں کی پرواہ نہیں کرتا۔''

وہ کچھ نہ بولی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اُس نے پیشِ نظر معاملات کی طرف سے توجہ ہٹا لی ہو۔ کچھ اور سوچ رہی ہو۔

یہ حقیقت تھی کہ فریدی اور اس کے ساتھیوں نے عمارت کی تلاشی نہیں لی تھی۔ پاملیا والے کمرے سے نکل کر سیدھے اُس حصے کی طرف آئے تھے جہاں نقب لگائی تھی۔ فریدی کے ساتھیوں کو علم نہیں ہو سکا تھا کہ فریدی اس کمرے میں کس قسم کی کارروائی کر آیا جہاں اُنہوں نے بلوری گیند دیکھی تھی۔

وہ نقب کے دہانے سے باہر بھی آ گئے اور پہلے ہی کے سے انداز میں زمین سے لگے ہوئے ایک جانب بڑھنے لگے۔ تاریکی اور سناٹے کا وہی عالم تھا۔ کچھ دور چلنے کے بعد فریدی نے اپنے برابر والے کا بازو دبایا اور وہ دوسرے آدمی سمیت بائیں جانب مڑ گیا۔

فریدی اب تنہا رہ گیا تھا۔ تھوڑی دیر اُسی جگہ رکا رہا پھر تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔

اتنا ہی تھی جیسے سچ مچ کوئی بہت بڑی چھپکلی دوڑی جا رہی ہو اور کیا مجال کہ اس حرکت پر ذرا سی بھی آواز پیدا ہوئی ہو۔

کافی لمبی دوڑ کے بعد وہ بالآخر قد آدم جھاڑیوں کے ایک جھنڈ کے قریب جا پہنچا۔

''ہارڈ اسٹون۔'' وہ تھوڑی دیر بعد آہستہ سے بولا۔

''نو وان سر......'' جھاڑیوں کے اندر سے آواز آئی اور فریدی بڑی احتیاط سے شاخیں ہٹا کر اندر داخل ہوا۔

''کیا رہی؟'' اس نے کسی سے سوال کیا۔

''ٹھیک ہے جناب۔ آلات کام کر رہے ہیں۔ دیر سے ریکارڈنگ کر رہا ہوں۔ ان کی گفتگو اب بھی جاری ہے۔'' قریب ہی سے آواز آئی۔

''ہیڈ فون مجھے دو۔'' اس نے آواز کی جانب ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

دوسرے ہی لمحے میں وہ ہیڈ فون اپنے کانوں پر لگا رہا تھا۔ پاملیا اور حمید کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ پھر کچھ دیر کے لئے بالکل سناٹا چھا گیا۔ پھر قدموں کی چاپ سنائی دینے لگی اس کے اندازے کے مطابق شاید وہ دونوں عمارت میں اُسے اور اُس کے ساتھیوں کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔

کچھ دیر بعد دونوں پھر گفتگو کرنے لگے۔ پاملیا حمید سے کہہ رہی تھی۔ ''تمہارا باس اچھا آدمی نہیں معلوم ہوتا۔''

''ظاہر ہے۔'' حمید کی آواز آئی۔ ''ہم اچھے لوگ ہوتے تو یہ پیشہ کیوں اختیار کرتے۔''

''برے پیشے بھی چند اصولوں ہی کے تحت چلتے ہیں لیکن تمہارا باس صرف اپنا اُلو سیدھا کرنے کا ماہر معلوم ہوتا ہے۔''

''اگر ہو بھی تو مجھے اس سے کیا پریشانی ہو سکتی ہے۔'' حمید کی آواز آئی۔ ''میں خود بھی اُلو سیدھا کرنے کی فکر میں رہتا ہوں۔ اب یہی دیکھو کہ میں تمہیں یہاں چھوڑ کر باہر نہیں گیا۔ لیکن اس میں میری کمینگی کو دخل نہیں ہے۔ بس تمہارے لئے ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو گیا ہے میرے دل میں۔''

''بہت خوب۔'' پاملیا کا قہقہہ سنائی دیا۔

''میرا مذاق مت اُڑاؤ۔'' حمید کی آواز آئی۔ ''اتنی بڑی عمارت میں تمہاری ...
قابل رحم نظر آتی ہے۔''

''اچھا تو پھر......؟'' پامیلا کی آواز آئی۔

''میں تمہیں اس شہرِ غدار میں تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔''

پامیلا کا قہقہہ پھر سنائی دیا اور وہ بولی۔ ''اب تمہیں میری قوت کا اندازہ ہوگیا ہو...

''کیا مطلب......؟'' حمید کی آواز آئی۔

''میں یہی چاہتی تھی کہ تم اپنے اس باس سے کنارہ کشی اختیار کرلو۔''

''اوہ......میرے خدا۔ یہ کیا ہوگیا۔'' حمید کے لہجے میں ندامت کا عنصر شامل تھ...

''اسی میں تمہاری بہتری ہے۔''

''اگر میں خود ہی اُس سے روگردانی کروں تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔''

''میری پناہ میں آئے ہوئے لوگوں کو گزند پہنچانے والے زندہ نہیں رہتے۔ ... میرا کمپیوٹر بتائے گا کہ وہ اس وقت کہاں ہے اور کیا کررہا ہے۔''

فریدی بڑی پھرتی سے ہیڈفون اُتارتا ہوا بولا۔ ''وائینڈ اپ کرو اور جلدی سے نکل...

پھر اُس نے ایک بحری پرندے کی سی تیز آواز نکالی تھی۔ غالباً یہ دوسروں... اشارہ تھا کہ وہ بھی اپنی جگہیں چھوڑ دیں۔ جھاڑیوں کے اندر تاروں کی چھاؤں کی گ... نہیں تھی۔ کیونکہ اُن پر ایک گھنیرا درخت بھی چھایا ہوا تھا۔ لہٰذا گہرے اندھیرے م... ممکن نہیں تھا کہ اس کا ساتھی کیا کررہا ہے۔ بہرحال وہ خود جھاڑیوں سے نکل کر ایک تیزی سے دوڑنے لگا۔

اس طرح وہ ایک واٹر کول انجن والی موٹر سائیکل تک جا پہنچا تھا۔ موٹر سائیکل... ہوئی اور وہ اُسے سڑک پر نکال لایا۔ اُس کے پیچھے اور کوئی گاڑی نہیں تھی۔ اس کا مطلب... تھا کہ اُس کے دوسرے ساتھی پہلے ہی سے متعین کئے ہوئے دوسرے راستوں پر... ہوں گے۔ قریباً آدھے گھنٹے تک تیز رفتاری سے چلتے رہنے کے بعد اُس نے ایک... سائیکل روکی اور پھر اُسے سڑک کے کنارے والی جھاڑیوں میں دھکیل لے گیا۔

تھوڑی دیر بعد جھاڑیوں سے نکلا اور سڑک پار کرکے ڈھلان میں اُترنے لگا۔

41

...جیبی ٹرانسمیٹر بھی نکال لیا تھا۔ اُس کا سوئچ آن کرکے منہ کے قریب لاتا ہوا بولا۔ ''بی سکسٹین......ہیلو بی سکسٹین......ایچ ایس کالنگ......بی سکسٹین۔''

''بی سکسٹین سر......!'' ریسیور سے آواز آئی۔

''رپورٹ۔''

''سب بہ آسانی نکل آئے ہیں اور اپنے ٹھکانوں پر ہیں۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''عمارت پر نظر رکھنے والوں کو مطلع کردو کہ کسی وقت بھی غافل نہ ہوں اور یہ بھی بتا دو ...ت میں اب ایک فرد کا اضافہ ہوگیا ہے۔''

''اوکے سر۔''

''اوور اینڈ آل۔'' کہہ کر فریدی نے سوئچ آف کردیا۔ یہاں راستہ کسی قدر دشوار گزار ...لئے اُس نے پنسل ٹارچ روشن کرلی۔ ڈھلان کے اختتام پر بائیں جانب مڑا اور کچھ ...رہنے کے بعد ایسی جگہ جا پہنچا جہاں تین چار جھونپڑیاں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر نظر ...ں۔

...تا کسی کتے کی غراہٹ سنائی دی اور فریدی بڑے شفقت آمیز لہجے میں بولا۔ ''شٹ

...تا چوں چوں کرتا ہوا قریب آگیا اور اُس کے گرد چکر لگانے لگا۔

...ہ کی نظر بلوری گیند پر جمی ہوئی تھی اور وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں یہ حیرت انگیز کمپیوٹر سچ ...اور اُس کے ساتھیوں کی نشاندہی نہ کردے۔

...یلا میز کی دوسری جانب بیٹھی کی بورڈ سے شغل کرتی رہی۔ لیکن بلوری گیند کی سطح پر ...ن روشنی نظر آرہی تھی۔ کسی قسم کی تحریر نہ دکھائی دی۔

تھوڑی دیر بعد پامیلا نے مایوسانہ انداز میں کہا۔ ''پتہ نہیں وہ آسمان کی طرف
کر گئے یا اُنہیں زمین نے نگل لیا۔''

''ایک منٹ۔'' حمید ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ ''کہیں وہ اسی عمارت ہی کے کسی جنجال م
پھنس گئے ہوں۔''

''میں نہیں سمجھی۔''

''ہوسکتا ہے کسی کمرے کے فرش نے اُنہیں نگل لیا ہو۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے ای
ہم ایسے ہی حالات سے دوچار ہو چکے ہیں۔''

''کس طرح؟''

''کمرے کا فرش بڑی تیزی سے نیچے دھنسنے لگا تھا اور ہم دیکھتے ہی دیکھتے تیس چا
فٹ کی گہرائی میں چلے گئے تھے۔''

''تم کس وہم میں مبتلا ہو۔ یہاں ایسا کوئی گورکھ دھندا موجود نہیں ہے۔''

''تم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتیں۔''

''کیوں یقین کے ساتھ کیوں نہیں کہہ سکتی۔''

''کیا یہ عمارت تم نے بنوائی تھی۔''

''نہیں......میں کرایہ دار ہوں۔''

''کرایہ داری کی مدت......؟'' حمید نے سوال کیا۔

''یہی کوئی دو ماہ ہوئے ہیں۔''

''بس تو پھر تم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتیں کہ اس فرش کے نیچے کیا ہے۔''

''اگر ہو بھی تو مجھے اس کا کوئی علم نہیں۔'' وہ کسی قدر جھنجھلا کر بولی۔ ''اور دوسری
کہ اس قسم کی حرکتیں اُس وقت ہو سکتی ہیں جب میرے ساتھ یہاں کوئی اور بھی ہو
میں یہاں تنہا ہوں اور تمہارے ساتھیوں کی عدم موجودگی میں بھی یہیں تمہارے سا
رہی تھی۔''

''میں سمجھ گیا تم کیا باور کرانا چاہتی ہو۔''

''کیا سمجھ گئے۔''

''یہی کہ یہاں تمہارے علاوہ اور کوئی موجود نہیں ہے۔''

''میں غلط نہیں کہہ رہی۔'' وہ غضب ناک ہو کر بولی۔

''تو پھر میرا باس ایسا نہیں ہے کہ کسی قسم کے خطرے کی بو سونگھے بغیر کہیں سے فرار
جائے اور پھر ایسی صورت میں جبکہ اُس کا کوئی آدمی پیچھے رہ گیا ہو۔''

''یعنی تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ تمہیں یہاں چھوڑ کر خود فرار نہیں ہو سکتا۔''

''ہاں میں یہی کہنا چاہتا ہوں۔ وہ اُسے قطعی پسند نہیں کرتا کہ اس کا کوئی آدمی پولیس
ہتھے چڑھ جائے۔ یہاں مجھے چھوڑ جانے میں اس کا خطرہ پایا جاتا ہے۔''

''تمہارا باس بھی جہنم میں جائے اور تم بھی۔ جاؤ نکلو یہاں سے۔''

''لیکن میں نہایت خلوص سے پولیس کے ہتھے چڑھ جانا چاہتا ہوں۔''

''میری طرف سے کنوئیں میں کود پڑو۔''

''اور میں یہ بھی دیکھنا چاہتا تھا کہ تم غصے میں کیسی لگتی ہو۔''

''بہت ڈھیٹ ہو۔''

''اتنا ڈھیٹ کہ فوجی ملازمت کے دوران میں لیفٹیننٹ سے سارجنٹ بنا دیا گیا تھا۔''

''اوہو......تو فوج سے نکالے گئے تھے۔''

''نکالا نہیں گیا تھا......ذہنی مریض بن کر چھٹی کرالی تھی۔''

''بہت خوب! تب تو واقعی کام کے آدمی معلوم ہوتے ہو۔ لیکن کیا پتا یونہی بکواس
ے ہو۔''

''کیا تمہارا کمپیوٹر اس کی تصدیق نہیں کر سکے گا۔''

''نہیں۔'' اس میں یہ خوبی نہیں ہے کہ سچ اور جھوٹ کو پرکھ سکے۔

''تب پھر مجبوری ہے۔''

''اگر تم اپنا صحیح نام بتا دو تو تاریخ پیدائش کی مدد سے جواب مل سکتا ہے۔''

''زیٹو نام ہے۔''

''پورا نام......!''

''زیٹو چرخی والا۔''

وہ پھر میز کے عقب میں چلی گئی اور کی بورڈ کی کھٹا کھٹ کمرے میں گونجنے لگی۔ پھر نمودار ہونے والی تحریر تھی۔

"یا تو نام غلط ہے یا تاریخ پیدائش صحیح نہیں ہے۔"

"اب بتاؤ کیا کہتے ہو......؟" میز کے عقب سے پامیلا کی آواز آئی۔

"تمہارا کمپیوٹر سچا اور میں جھوٹا ہوں۔ لیکن کسی حال میں بھی تمہیں اپنا اصل نام نہیں بتا سکتا"

"بس تو پھر میں تم پر اعتماد نہیں کر سکتی۔ یہاں سے فوراً چلے جاؤ اور اُسی راستے سے جدھر سے آئے تھے۔"

"واپسی تو باعزت طور پر ہونے دو۔ صدر دروازے سے رخصت کرو۔"

"ناممکن......!"

"آخر اس میں کیا حرج ہے۔"

"میری مرضی۔"

"میں تنہا عمارت کے عقب والے ویرانے سے نہیں گزر سکتا۔"

"آئے کیسے تھے؟"

"اس وقت تنہا نہیں تھا۔"

"کچھ بھی ہو تمہیں اُدھر ہی سے جانا ہوگا۔"

"ابھی تو میں نے یہی فیصلہ نہیں کیا کہ میں واپس جاؤں گا بھی یا نہیں۔" حمید بولا۔ "تم بہت ڈرپوک معلوم ہوتی ہو۔"

"فضول باتیں مت کرو۔" وہ بگڑ کر بولی۔ "تم کیا چیز ہو۔ تم جیسے دس افراد بھی میرا نہیں بگاڑ سکتے۔"

"مجھے اس دعوے کا ثبوت چاہئے۔"

وہ اُسے غور سے دیکھتی رہی پھر ہنس کر بولی۔ "کتنی بار کہوں کہ بہت ڈھیٹ ہو بیٹھ جاؤ۔"

اُس نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا تھا۔ حمید سر ہلا کر بولا۔ "خدا کا شکر ہے تمہیں تو آیا کہ اخلاقیات کی بھی کوئی حیثیت ہے زندگی میں۔" اور پھر وہ بیٹھ کر پشت گاہ

جیب سے تمباکو اور سگریٹ رول کرنے کے لئے کاغذ کا پیکٹ نکالنے لگا۔ ٹھیک اُسی وقت لرز کر رہ گئی اور وہ اپنے ہاتھوں کو جنبش بھی نہ دے سکا۔ وہ جہاں تھے وہیں رہ گئے کیونکہ نے اُسے چاروں طرف سے جکڑ لیا تھا۔ اس کے اطراف سے باریک باریک تار نکلے اور وہ خود کو کسی مکڑی کے جالے میں پھنسی ہوئی مکھی محسوس کرنے لگا تھا۔ انتہائی قوت کرنے کے باوجود بھی وہ اپنے بازوؤں کو آزاد نہ کرا سکا۔

پامیلا اب کسی بھوکی شیرنی کی طرح اُسے گھورے جا رہی تھی۔ آخر سانپ کی طرح کاری۔ "اب بتاؤ۔ کیا میں تمہاری گردن نہیں کاٹ سکتی؟"

"یہ میرے قول کی تصدیق ہے۔" حمید جی کڑا کر کے مسکرایا۔ اُس کی آنکھوں میں ے جا رہا تھا۔

"کس قول کی۔"

"اسی قول کی کہ میرے باس کو بھی اس عمارت میں ایسا ہی کوئی حادثہ پیش آیا ہوگا۔ تم ہیں بیٹھے بیٹھے کوئی کارروائی کی ہوگی اور وہ پیوند زمین ہو گیا ہوگا۔"

"اپنے بارے میں سوچو کہ اب تمہارا کیا حشر ہوگا۔"

"اپنے بارے میں اس کے علاوہ کبھی کچھ نہیں سوچتا کہ کب کسی خوبصورت عورت کی ہم نصیب ہوتی ہے۔ میں تمہارے ساتھ قبر میں بھی دفن ہو سکتا ہوں۔"

وہ اُسے پھر غور سے دیکھنے لگی اور آہستہ آہستہ چہرے سے غصے کے آثار زائل ہو گئے۔

"میں تمہیں صرف یہ دکھانا چاہتی تھی کہ تنہا ہونے کے باوجود بھی خود کو بے بس نہیں ا کر سکتی۔"

"جو دل میں چاہے دکھاؤ...... میں بھی صرف ایک تماشائی ہوں۔"

"تمہارا باس یہاں کچھ الیکٹرونک ڈیوائیسز چھوڑ گیا ہے جن کے ذریعے ہماری گفتگو سن گا۔"

"اوہو......!" حمید کے انداز میں حیرت تھی۔

"بہر حال تمہیں اُس نے چارے کے طور پر استعمال کیا ہے۔ خواہ تمہارا حشر کچھ ہی انہ ہو۔"

''گروہ میں میرا یہی مصرف ہے۔ میرے لئے یہ کوئی نئی اطلاع نہیں ہے۔''

''واقعی تم بہت وفادار ہو۔''

''اس میں وفاداری کی کوئی بات نہیں۔ یہی میری ڈیوٹی ہے۔''

''خیر...... میں تمہیں آزاد کررہی ہوں۔'' پامیلا نے کہا اور میز کی بائیں جانب لے جاکر کوئی حرکت کی اور حمید کے جکڑے ہوئے بازو آزاد ہوگئے۔ تارکرسی ہی کے میں واپس چلے گئے تھے۔ لیکن حمید پہلے ہی کے سے انداز میں بیٹھا رہا۔

''کیا تم اب بھی نہیں جاؤ گے۔'' پامیلا نے حیرت سے پوچھا اور حمید اپنے جنبش دے کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔

''تمہیں کیونکر معلوم ہوا کہ میرا باس یہاں کوئی ایسی چیز چھوڑ گیا ہے جس کے ہماری گفتگو اس تک پہنچ سکے۔''

''میرے کمپیوٹر نے اطلاع دی ہے۔ ایک چھوٹا سا الیکٹرونک بگ تو اسی کمرے موجود ہے، دو اور دوسرے مقامات پر ہیں اور میں یہ بھی بتا سکتی ہوں کہ اس ساخت کے صرف تین میل کے رقبے میں کارآمد ہوتے ہیں۔''

''لیکن تمہارا کمپیوٹر اس کی نشاندہی نہیں کرسکا۔''

''ہوسکتا ہے جب میں نے معلوم کرنے کی کوشش کی ہو وہ بگس کے دائرہ کار نکل گیا ہو۔''

''یہ کمپیوٹر ہے یا شیطان کی کھوپڑی۔''

''اگر میں یہ کہوں کہ میں تمہارے سیارے کی مخلوق نہیں ہوں تو......؟''

''تو میں یہ سمجھوں گا کہ ٹوئینٹتھ سینچری فوکس کی کوئی فلم دیکھ رہا ہوں۔''

''میں تمہیں دکھادوں گی اور تمہیں یقین کرنا پڑے گا۔''

''چلو یقین کرلیا۔ لیکن اس سیارے پر تشریف آوری کا مقصد بھی بتادو۔'' حمید مسکرایا۔

''مقصد تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔''

''وہ تو میں نے یونہی کہہ دیا تھا حسن بذات خود ایک مقصد ہے۔ تم حسین مقصدیت ظاہر ہے۔''

''بکواس مت کرو۔ یہاں یہ خانہ خالی ہے۔''

حمید نے اپنے سر کی طرف اشارہ کرکے پوچھا۔ ''اس کی بات کررہی ہو۔''

''نہیں...... اس میں تو ایک دنیا آباد ہے۔ میں نے تمہاری بکواس کے سلسلے میں یہ کہی تھی۔''

''گویا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ مرد کے سلسلے میں کوئی خانہ خالی ہے۔''

''بالکل یہی بات ہے۔''

''تو سنو! ہمارے سیارے پر ایک ایسی چیز بھی پائی جاتی ہے جسے بے غرض وابستگی کہتے ہیں۔''

''ناممکن...... جب تم وابستگی کہتے ہو تو غرض سامنے آکھڑی ہوتی ہے۔ بے غرض...... دو متضاد الفاظ کا مرکب کہلائے گا۔ جس کے کوئی معنی نہ ہوں گے۔''

''اس لگاؤ کو منطق سے بھی کوئی سروکار نہیں۔''

''میں کہتی ہوں تم میرا وقت کیوں برباد کررہے ہو۔ جاؤ یہاں سے۔''

''اگر میں اس کا حکم ملنے سے پہلے یہاں سے ہلا بھی تو وہ مجھے گولی ماردے گا۔''

''یہ میرا مسئلہ نہیں ہے۔'' پامیلا نے خشک لہجے میں کہا۔

''لیکن ابھی کچھ ہی دیر پہلے تم اس پر مصر تھیں کہ میں تمہارا شریک بن کر تمہاری پبلسٹی کروں۔''

''مجھے یاد ہے۔ لیکن کمپیوٹر اس کی اجازت نہیں دیتا۔ تم خود دیکھ لو۔''

وہ پھر میز کے عقب میں جاکر کمپیوٹر کو آپریٹ کرنے لگی اس بار گیند پر نمودار ہونے والی یہ تھی۔

''ناقابل اعتماد۔ البتہ اگر یہ موجودہ وفاداریاں ترک کردے
تو اس پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔ کسی ایک کے تابع رہ کر
دوسرے کو نقصان پہنچائے گا۔''

حمید نے سر کو جنبش دی اور اونچی آواز میں بولا۔ ''اب یہ معلوم کرو کہ اگر کسی پر عاشق ہوجائے تو اس نانہجار کا رویہ کیا ہوگا۔''

''فضول ہے۔'' وہ میز کے عقب سے اُبھرتی ہوئی بولی۔ ''تاوقتیکہ تم اپنے باس کو نہیں چھوڑتے میرے لئے بے کار ہو۔''

''مجھے سوچنا پڑے گا۔ کیونکہ اب تو تمہیں بھی چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔''

''محض زبانی جمع خرچ! ثبوت پیش کرو۔''

''کس طرح پیش کروں۔''

''یہاں سے چلے جاؤ۔ تاکہ میں باور کرسکوں کہ تم نے اپنے باس کے حکم کی تعمیل نہیں

''کیا تم اس مسئلے کو صبح تک ملتوی نہیں کرسکتیں؟''

''ہرگز نہیں!''

''اگر اندھیرے میں مارا گیا تو۔''

''مجھے یقین آجائے گا کہ میری محبت کا دعویٰ سچا تھا۔''

''قدیم داستان کی محبوبہ نہ بنو۔''

''تم وقت ضائع کررہے ہو۔''

''خیر میں چلا جاؤں گا۔ لیکن اس سے پہلے میں بھی تمہارے ایک دعوے کا ثبوت چاہتا ہوں''

''کس دعوے کا......؟''

''تم نے کہا تھا کہ تم اس سیارے کی مخلوق نہیں ہو۔ اسے ثابت کرو۔''

''میں عام آدمیوں سے مختلف ہوں۔ کیا تم دیکھ نہیں رہے؟''

''چلو تسلیم کرلیا۔ لیکن تم اس سیارے پر پہنچیں کس طرح اور تمہیں ایٹمی ریسرچ انسٹیٹیوٹ میں ملازمت کس طرح مل گئی۔''

''یہ تو میں بھی نہیں جانتی۔''

''خوب تو یہ نفسیات کا کیس ہے۔'' حمید اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

''تم کچھ بھی کہو لیکن یہ حقیقت ہے کہ ایٹمی ریسرچ انسٹیٹیوٹ میں ملازمت زندگی کا مجھے کوئی علم نہیں۔''

''لیکن تم نے تو کہا تھا کہ تم فلپینی ہو۔''

''اس لئے کہا تھا کہ میرے کاغذات یہی بتاتے ہیں لیکن مجھے یاد نہیں فلپائن گئی بھی ہوں۔''

''تمہارے خاندان کے دوسرے افراد کہاں ہیں؟''

''میں نہیں جانتی۔ ایٹمی ریسرچ انسٹیٹیوٹ سے پہلے کی زندگی کا مجھے کوئی علم نہیں۔''

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ لوگ اپنی یادداشت کھو بیٹھنے کے بعد سیدھے یہیں کیوں آتے ہیں۔'' حمید نے پُرتشویش لہجے میں کہا۔

''بہرحال مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکی۔ تم یقین کرو یا نہ کرو۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ بس اب تم یہاں سے چلے ہی جاؤ۔''

''مجھے بھی تو نہ بھول جاؤ گی۔''

''تم میں یاد رکھنے کی کوئی بات ہی نہیں ہے۔''

''مجھے یہ رات یہیں بسر کرلینے دو۔''

''اگر تم نے میرا کہنا نہ مانا تو واقعی کسی مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔''

''اچھا تو صدر دروازے کی طرف سے جانے دو۔''

''نہیں......تم ادھر ہی سے جاؤ گے جدھر سے آئے تھے۔'' پامیلا سخت لہجے میں بولی۔

''اُدھر بہت اندھیرا ہے اور اب میں بالکل تنہا ہوں۔''

''ڈرپوک آدمی مجھے پسند نہیں ہیں۔ اگر اپنے باس کے ہاتھوں مار نہ دیئے گئے تو صبح نو بجے صدر دروازے ہی سے یہاں چلے آنا۔''

حمید اُٹھ گیا۔ شدید الجھن میں مبتلا تھا جس کا اظہار اس نے کسی طرح بھی نہ ہونے دیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ پھر اُسی تاریک میدان میں کھڑا تھا۔ ہر طرف سناٹے کی حکمرانی تھی اور اب تو اُس کی سمجھ میں یہ بھی نہیں آرہا تھا کہ اسے جانا کدھر ہے۔ اُسے حیرت تھی کہ آخر فریدی نے اُس کے ساتھ ایسا برتاؤ کیوں کیا؟ اگر اس طرح چھوڑ کر چل دینا پہلے سے طے تھا تو اُسے کم از کم آگاہ تو کردینا چاہئے تھا۔ پھر ایسی صورت میں یہ بھی ضروری نہیں تھا کہ فریدی وہیں مل جاتا جہاں سے اُن کی روانگی ہوئی تھی۔ لہٰذا اس کا بھی فیصلہ کرنا تھا کہ اب اُسے جانا کہاں ہے۔ جیروم کی قیام گاہ کی طرف جانے کے لئے ضروری ہوتا کہ وہ ایک بار پھر منان خلیلی کا میک اپ کرتا اور ان حالات میں یہ دشوار تھا۔ بہرحال وہ تن بہ تقدیر ہو کر ایک جانب چل پڑا۔ پھر یک بیک خیال آیا کہ اس طرح کہاں بھٹکتا پھرے گا۔ آخر عمارت کے صدر دروازے کی طرف پہنچنے کی کوشش کیوں نہ کرے۔ اُدھر ہی سے صحیح طور پر راستے کا تعین

ہو سکے گا۔

عمارت سے دور ہٹ کر چلنے لگا اور اُس طرف جا پہنچا جدھر عمارت کا صدر دروازہ تھا۔ یہاں اُسے وہ سڑک مل گئی جو شہری آبادی کی طرف جاتی تھی اور اسے اندازہ ہو گیا کہ وہاں وقت کہاں ہے۔ لیکن کیا سات آٹھ میل پیدل چل سکے گا۔ تھکن سے نڈھال ہو رہا تھا۔ اس وقت ادھر سے کسی سواری کا مل جانا ناممکنات ہی میں سے تھا۔

بہرحال چل پڑا خدا کا نام لے کر۔ شاید چار ہی فرلانگ چلا ہوگا کہ ایک گھوڑا گاڑی دکھائی دی جس پر دودھ کے برتن بار تھے اور وہ شہر ہی کی طرف جا رہی تھی۔ گاڑی بان مناسب معاوضے پر اُسے شہر لے جانے پر تیار ہو گیا۔ اس طرح اُس کی جان میں جان آئی تھی۔

اوزاکا بے خبر سو رہا تھا۔ صبح کے پانچ بجے تھے۔ کھیتوں پر کہر مسلط تھی اور سناٹے کی چادر دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔

اچانک کسی نے اوزاکا کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور وہ جگانے والے کی گرفت سے تڑپ کر اس طرح نکل گیا جیسے کوئی لیس دار مچھلی شکاری کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔

وہ تین تھے اور اُن میں سے ایک کے ہاتھ میں ریوالور بھی تھا جس کی نال اُس کے سینے کی طرف اُٹھی ہوئی تھی۔

"اپنا لاکٹ اُتار کر ہمارے حوالے کر دو۔" ان میں سے ایک بولا۔ یہ تینوں سفید فام تھے۔ اوزاکا نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں اور بولا۔ "اس لاکٹ کی قیمت ہی کیا ہے؟ یہاں بہتیری قیمتی چیزیں موجود ہیں۔"

"ہمیں صرف لاکٹ چاہئے۔"

"میری موت کے بعد ہی تم اسے ہاتھ لگا سکو گے۔"

"یہ بھی ممکن ہے۔" ریوالور والے نے دھمکی دی۔

"بس تو پھر مجھے گولی مارو اور اسے لے جاؤ۔"

"لیکن تم تو ابھی کہہ رہے تھے کہ اس کی کوئی قیمت ہی نہیں ہے۔" دوسرا بولا۔

"تمہارے لئے...... میرے لئے تو یہ لاکھوں کی مالیت رکھتا ہے۔"

"اوہو...... کوئی جذباتی لگاؤ۔"

"ہاں...... اس میں میری ماں کی تصویر ہے۔"

"اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس میں تمہاری ماں کی تصویر نہیں ہے تو۔"

"تو پھر یہ میرے لئے بالکل بے معنی ہوگا۔"

"یقین کرو کہ اس میں تمہاری ماں کی تصویر نہیں ہے۔"

"جاؤ۔" وہ ہاتھ ہلا کر بولا۔ "اپنا اور میرا وقت برباد نہ کرو۔"

"تمہارا وہ لاکٹ ہمارے پاس ہے۔" تیسرے آدمی نے کہا۔ "یہ دیکھو۔" اس نے لاکٹ جیب سے نکال کر کھولا تھا اور اُسے اُس کی ماں کی تصویر دکھانے لگا تھا۔

"تت...... تو پھر یہ لاکٹ۔" اوزاکا ہکلا کر رہ گیا۔ پھر اچھل پڑا اور غرا کر بولا۔ "تنظیم کے افراد کے علاوہ اور کس میں جرأت ہے کہ میری چیزوں پر ہاتھ ڈال سکے۔"

"تمہارا خیال درست ہے۔" ریوالور والے نے کہا۔

"میرا شناختی کارڈ اُدھر میز پر موجود ہے۔"

"ہم جانتے ہیں۔"

"تو پھر اس برتاؤ کا کیا مطلب ہے؟"

"کیا تم اس سے بہتر برتاؤ کے مستحق ہو؟"

"تمہیں مجھ سے اس انداز میں گفتگو کرنے کا حق کس نے دیا ہے۔"

"تنظیم کا ہر فرد اس کا حق رکھتا ہے کہ کسی غدار سے جواب طلب کر سکے۔"

"اپنی زبان کو لگام دو۔ کس بناء پر مجھ کو غدار کہہ رہے ہو۔"

"تم نے ڈربی ہاؤز کے بارے میں پولیس کو آگاہ کر دیا ہے۔"

"یہ سراسر بکواس ہے۔"

''تم کرنل فریدی سے ملتے رہتے ہو اور تم ہی نے اسے ڈربی ہاؤز کے بارے میں بتایا تھا۔''

''سراسر اتہام ہے۔ میری اُس سے صرف ایک بار مڈبھیڑ ہوئی تھی۔ بڑا آدمی ہے... طرح جانتا ہے۔ میں نے اُسے آگاہ کردیا تھا۔''

''چلو لاکٹ اُتارو اور اپنا لاکٹ رکھو۔''

اوزاکا نے لاکٹ اُتار کر فرش پر ڈال دیا اور اُسے دوسرا لاکٹ دے دیا گیا۔

پھر ریوالور والے نے اپنے ایک ساتھی سے کہا۔ ''میز پر سے اس کا شناختی کارڈ اُٹھالو۔''

''کک...... کیوں......؟'' اوزاکا نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

''اس لئے کہ اب تمہارا تنظیم سے کوئی تعلق نہیں رہا اور ڈربی ہاؤز بھی اب تنظیم سے... نہیں ہے۔''

''وہاں ایک عورت رہتی ہے۔''

''رہتی ہوگی۔ اس عمارت کو جو چاہے کرائے پر حاصل کرسکتا ہے۔''

''تو اب میں آزاد ہوں؟''

''بالکل آزاد ہو......؟'' ریوالور والے نے خشک لہجے میں کہا۔ دوسرے آدمی نے میز پر سے وہ کارڈ اُٹھایا تھا جس پر دو آنکھیں بنی ہوئی تھیں اور پھر وہ باہر نکل گئے تھے۔

اوزاکا تھوڑی دیر تک بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ پھر زور سے ہنس پڑا تو گویا فریدی کا خیال درست تھا۔ اُس لاکٹ کے بارے میں یعنی اُس میں کوئی ایسی ڈیوائس موجود تھی جس کا تعلق پرچھائیں سے تھا۔ وہ شخص دور سے بھی یہی نتائج اخذ کرسکتا ہے۔ بہرحال اب وہ ہمزاد سے محروم ہوگیا جسکے بارے میں پامیلا نے بتایا تھا کہ اب وہ اُسکے تابع فرمان رہے گا۔ اچھا ہی ہوا کہ اُس بلا سے نجات مل گئی اور اب اس کا تعلق بھی تنظیم سے نہیں رہا۔ لیکن انہونی بات تھی کہ وہ اُسے زندہ چھوڑ گئے تھے۔ پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ تنظیم سے الگ ہو جانے والا کوئی فرد زندہ بچا ہو۔ کیا اس میں بھی کوئی چال تھی؟ وہ سوچتا اور الجھتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد کچن میں پہنچ کر کافی بنائی۔ دو سلائیس لئے اور شراب کی بوتل بھی رکھ لی۔ پھر اس طرح پینے لگا کہ ایک گھونٹ کافی کا لیتا تھا اور ایک گھونٹ شراب کا۔

دماغ کچھ گرم ہوا تو دو ہستیاں بیک وقت یاد آئیں۔ فیمی اور پامیلا۔ فیمی

...بھالی تھی۔ پامیلا پُراسرار اور بے پناہ سکس اپیل رکھنے والی تھی۔ دونوں ہی خوب تھیں۔

...اوزاکا بھی عجیب تھا۔ کہاں تو فیمی کے لئے سردھڑ کی بازی لگائی تھی اور اپنی دانست میں ...سے بھی ٹکرا گیا تھا اور اب فیمی کی شبیہ دھندلا کر بیک گراؤنڈ میں چلی گئی تھی اور پیش ...میں پامیلا کا چہرہ جگمگا رہا تھا۔ اُسے یہ سن کر بے حد خوشی ہوئی تھی کہ پامیلا کا تعلق تنظیم ...نہیں ہے ورنہ وہ تو سمجھا تھا کہ پامیلا دروغ گوئی سے کام لے رہی ہے اور خود اُسے کسی طرح استعمال کرنے کے لئے پامیلا تک تنظیم ہی نے اس کی رہنمائی کی ہے۔ لیکن پھر ...پامیلا نے پرچھائیں سے متعلق یہ کیوں کہا تھا کہ وہ کسی دوسرے سیارے کی مخلوق ہے اور اس ...توسط سے زمین پر وارد ہونا چاہتی ہے۔

''اونہہ جہنم میں جائے۔'' وہ سر جھٹک کر بڑبڑایا اور پوری بوتل اُٹھا کر ہونٹوں سے ...اس وقت وہ خودکلامی کے موڈ میں تھا۔ بوتل کو دوبارہ میز پر رکھ کر بڑبڑایا۔

''پرچھائیں بھی رخصت ہوگئی آخر کار۔ کاش وہ کچھ دیر اور صبر کرتے۔ صرف آج شام ...وہ لاکٹ میرے قبضے میں رہنے دیتے۔ میں جمشید سے تو نپٹ لیتا۔ حکم دیتا ہمزاد کو کہ اس ...بتر پر چڑھائی کردے۔''

اس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ چند لمحے خاموش رہا اور پھر بولا۔ ''وہ آج ملبے کے ...میں دبا ہوا چیخ رہا ہوتا۔ فریاد کررہا ہوتا۔ کاش آج بھی وہ ہمزاد میرا تابع رہا ہوتا۔ ......میں ویسے بھی اُس ناہنجار کو للکار سکتا ہوں۔ دیکھا جائے گا۔''

کچن سے نکل کر باتھ روم کا راستہ لیا۔ سورج طلوع ہوچکا تھا اور کھیتوں پر چھائی ہوئی ...چھٹ گئی تھی۔ آج سردی بھی زیادہ نہیں تھی۔ بڑی خوش گوار صبح تھی۔

باتھ روم سے نکل کر اوزاکا نے فون پر ڈربی ہاؤز کے نمبر ڈائیل کئے اور دوسری طرف ...فوراً ہی جواب ملا۔ آواز پامیلا کی تھی۔

''میں اوزاکا بول رہا ہوں مادام......!''

''صبح بخیر مسٹر اوزاکا۔''

''میں ایک بُری خبر سنانے والا ہوں۔''

''اوہ...... خبر بس خبر ہوتی ہے نہ اچھی ہوتی ہے اور نہ بُری۔''

''بہر حال وہ ہمزاد رخصت ہوگیا جس کی نشاندہی تم نے کی تھی۔''

''اوہ...... یہ کیسے ہوا......؟''

''پتا نہیں۔ بس اب وہ میرے طلب کرنے پر حاضر نہیں ہوتا۔''

''ہوسکتا ہے کہ اس زمین پر مادی شکل اختیار کرنے میں ناکام رہا ہو اور پھر سیارے پر واپس چلا گیا ہو۔''

''میں بہت اُداس ہوں۔ ایک قوت میرے قبضے میں آ کر نکل گئی۔''

دوسری طرف سے پامیلا کا قہقہہ سنائی دیا پھر وہ بولی۔ ''تم غلط فہمی میں مبتلا ہو۔ تمہارے قبضے میں نہیں تھا بلکہ تم اُسکے قبضے میں تھے اور تمہاری زندگی بھی خطرے میں تھی۔''

''کیوں؟ میری زندگی خطرے میں کیوں تھی۔''

''وہ تمہارے جسم میں داخل ہوکر تمہاری روح کو باہر نکال پھینکتا۔ یعنی تم اوزاکا کی حیثیت سے مرجاتے اور وہ تمہارے جسم سے کام لیتا رہتا۔ تم دیکھ لینا اُس کا دوسرا تجربہ کس قسم کا ہوگا۔ لیکن خدا کرے اس بار اُس کی توجہ تمہاری طرف نہ ہو۔ کوئی اور میڈیم تلاش کرے۔ اخبارات میں کسی کرائم رپورٹر کا تجربہ بھی شائع ہوا تھا۔ تم نے دیکھا۔''

''اوہ...... وہ اسٹار کے کرائم رپورٹر والی بات، ہاں میں نے پڑھا تھا اور سوچا تھا کہ اُس سیارے کے باشندے زمین پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔''

''خدا جانے کیا ہوگا۔''

''کاش میں امپائر اسٹیٹ بلڈنگ کا حشر دیکھ سکوں۔''

''اُن ممالک سے تو ایسی کوئی خبر نہیں آئی۔''

''نہیں آئے گی۔'' اوزاکا نے تلخ لہجے میں کہا۔ ''اُس نامعلوم سیارے کی مردود مخلوق نے بھی رنگ دار قوم ہی کو تاک لیا ہے۔''

''بہت بھرے بیٹھے ہو۔''

''تم بھی رنگ دار ہی نسل سے تعلق رکھتی ہو۔''

''لیکن میں تنگ نظر نہیں ہوں۔ اسی سچائی پر میری نظر رہتی ہے کہ لہو کا رنگ ایک ہے۔ بعض غلط فہمیوں نے رنگ و نسل کی دیواریں آدمیوں کے درمیان کھڑی کررکھی ہیں۔''

''محض الفاظ۔'' اوزاکا کے لہجے میں بیزاری تھی۔

''بہت ستم رسیدہ معلوم ہوتے ہو۔''

''ہیروشیما کا ماتم گسار ہوں۔''

''مجھے افسوس ہے لیکن پرانی بات ہوئی۔ اس کے بعد سے اب تک لاکھوں انسان قحط، زلزلوں اور طوفانوں کے شکار ہوگئے ہوں گے۔''

''آدمی کے ہاتھوں لائی ہوئی تباہی اُن سے مختلف ہوتی ہے۔ وہ جذبہ انتقام کو اُبھارتی ہے۔''

''اس مسئلے پر اطمینان سے کبھی گفتگو کریں گے۔ اس وقت معافی چاہتی ہوں۔''

''اچھا...... اچھا......!''

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور ڈیوٹی پر جانے کے لئے تیاری کرنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ پامیلا حقیقتاً تنظیم سے تعلق رکھتی ہیں ورنہ ایسی باتیں نہ کرتی۔ جب سے پامیلا سے ملاقات ہوئی تھی اوزاکا نے فیمی کے بارے میں کچھ سوچنا چھوڑ دیا تھا۔ وہ اسٹیل ملز کے لئے روانہ ہوگیا اور وہاں پہنچ کر اپنی نشست پر بیٹھنے بھی نہیں پایا تھا کہ منیجر کے پرسنل اسسٹنٹ نے آ کر طلبی کا حکم سنایا۔

''کہہ دو کہ ابھی آیا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد آؤں گا۔'' اوزاکا نے لاپرواہی سے کہا اور اسسٹنٹ اُسے حیرت سے دیکھنے لگا۔

''کھڑے میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو...... جاؤ کہہ دو۔''

''بہت بُرے آدمی سے سابقہ پڑگیا ہے صاحب۔'' اسسٹنٹ نے کہا۔

''یعنی تم میرا یہ جواب اُس تک نہیں پہنچانا چاہتے۔'' اوزاکا مسکرا کر بولا۔

''میں اسٹاف کا ہمدرد ہوں...... مسٹر اوزاکا۔''

''سنو دوست! وہ مجھے ملازمت سے برخواست نہیں کرسکتا۔ میں ٹیکنیکل ایڈوائزر ہوں اور تمہاری حکومت کی درخواست پر یہاں آیا ہوں۔ مجھے ہاتھ لگانے والے بہت اوپر کے لوگ ہلا گے۔''

''لیکن وہ بے عزتی تو کرسکتا ہے۔''

''اور میں گھونسہ مار کر اس کے دانت بھی توڑ سکتا ہوں۔''

''بہر حال میں جا کر کہے دیتا ہوں کہ آپ باتھ روم میں ہیں۔ میں ٹیبل پر پیغام چھوڑ آیا ہوں۔''

''جیسا تمہارا دل چاہے۔'' اوزاکا نے بیزاری سے کہا اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔

اتنے میں اُس کا چپڑاسی چائے لے آیا اور اسسٹنٹ رخصت ہو گیا۔ اوزاکا چائے کپ خالی کر کے اُٹھا تھا۔

جمشید اپنے آفس میں اس کا منتظر تھا۔ دیکھتے ہی بولا۔ ''غالباً تم نے اپنے حق میں بہ ہی سوچا ہوگا۔''

''میں زیادہ تر اپنے حق میں بہتر ہی سوچتا ہوں۔'' اوزاکا نے جواب دیا۔ اُس کا لہ اہانت آمیز تھا۔

جمشید میز پر گھونسہ مار کر غرایا۔ ''گڈ...... بیٹھ جاؤ۔''

اوزاکا نے بے تکلفی سے کرسی کھینچی اور بیٹھ گیا۔ پھر جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا تھا کہ جمشید بولا۔ ''یہاں ڈسپلن مین ٹین کرو۔''

''اگر میں براہِ راست تمہارا ماتحت ہوتا تو تمہارے سامنے سگریٹ ہرگز نہ پیتا۔''

''میرے آفس میں چیئر مین بھی سگریٹ نہیں پی سکتا۔''

''اچھا تو پھر آفس سے باہر نکل کر بات کرو۔ میں سگریٹ ضرور پیؤں گا۔'' اوزاکا نے کہا۔

''اُٹھو اور باہر نکل جاؤ۔'' جمشید نے اُسے للکارا اور وہ اُٹھ کر باہر جانے لگا۔ دروازے کے قریب پہنچا ہی تھا کہ اُس نے جمشید کو کہتے سنا۔ ''غبن کے سلسلے میں آج بورڈ کی میٹنگ بھی ہو رہی ہے۔ میں وہاں تمہاری رسیدیں بھجوا رہا ہوں جو تم نے سابق منیجر کو دی تھیں۔''

اُوزاکا باہر نکلا چلا گیا۔ تھوڑی دور چل کر رُکا اور سگریٹ سلگانے لگا۔ ٹھیک اسی وقت اُسے خیال آیا کہ وہ تنظیم سے الگ کر دیا گیا ہے۔ گویا بالکل تنہا رہ گیا ہے۔ لہٰذا کیا یہ بہتر ہو کہ ایسی صورت میں وہ مقامی لوگوں سے جھگڑا کرتا پھرے۔ جمشید کے معاملے میں اُسے ہو جانا چاہئے۔ ہر چند کہ وہ اس سے ایک ایسی بات معلوم کرنا چاہتا ہے جس کے سلسلے میں اس کے پاس کوئی جواب نہیں ہے اور وہ اس پر یقین نہیں کر رہا کہ وہ اس سے لاعلم ہے پھر اُسے کیا کرنا چاہئے۔ آخر جمشید کو کس طرح راہ پر لے آئے جبکہ وہ زیادہ تر اُسے غصہ

اتار رہا ہے۔ عجیب انداز ہے اُس شخص کا بھی۔ مقابل کو اس طرح دیکھتا ہے جیسے اُسے کچھ سمجھتا ہی نہ ہو۔ خیر بیٹے جمشید تم بھی کیا یاد کرو گے۔ میں تمہیں تھکا ماروں گا اور تمہیں میرے بارے میں اپنے خیالات بھی تبدیل کر دینے پڑیں گے۔

دفعتاً وہ پھر جمشید کے آفس کی طرف مڑ گیا اور قریب پہنچ کر سگریٹ بھی بجھائی اور اُسے ڈسٹ بن میں ڈال کر دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔

''کم اِن......!'' اندر سے جمشید غرایا۔

اوزاکا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اور جمشید نے عجیب نظروں سے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے سر کو جنبش دی۔ شاید اشارہ کیا تھا کہ وہ سامنے والی کرسی پر بیٹھ جائے۔

''مجھے اپنے رویئے پر ندامت ہے مسٹر جمشید۔''

''کوئی بات نہیں۔'' جمشید سر ہلا کر بولا۔ ''ہم آدمی ہیں۔ مشین نہیں کہ صرف بندھے ٹکے اصولوں ہی کے تحت چلتے رہیں۔''

''میں حتی الامکان آپ کی مدد کرنے کی کوشش کروں گا۔''

''بے خوفی اور بے فکری سے تم ایسا کر سکتے ہو۔''

''کیا آپ نے سابق منیجر کے مکان کو پوری طرح دیکھ لیا تھا۔''

''اپنی دانست میں تو میں نے کوئی جگہ نظر انداز نہیں کی۔''

''کیا تہہ خانہ بھی دیکھا تھا......؟''

''تہہ خانہ......!'' جمشید کے لہجے میں حیرت تھی۔

''جی ہاں......تہہ خانہ۔ وہاں ایک تہہ خانہ بھی ہے۔''

''کمال ہے۔ اس کی طرف تو میں نے توجہ ہی نہیں دی تھی۔''

''میں جانتا ہوں اور اس جگہ کی نشاندہی بھی کر سکتا ہوں جہاں سے راستہ نیچے گیا ہے۔ لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ وہاں آپ کو کیا ملے گا۔ خود بھی کبھی نیچے نہیں اُترا۔''

''کیا تم میرے ساتھ وہاں چل سکو گے؟''

''آدھے گھنٹے بعد میں روانگی کے لئے تیار ملوں گا۔''

''ٹھیک ہے!''

حمید نے ٹھیک گیارہ بجے ڈربی ہاؤز کے گیٹ پر لگی ہوئی کال بل کا بٹن دبایا تھا۔ وقت پچھلی رات سے بہتر حالت میں تھا۔ یعنی لباس ڈھنگ کا پہن رکھا تھا اور میک اپ تو تھا جس میں پامیلا سے پچھلی رات کو ملاقات ہوئی تھی۔

"کون ہے؟" گھنٹی کے سوئچ کے اوپر والے اسپیکر سے آواز آئی۔ "اپنا چہرہ اوپر اٹھاؤ"

آواز پامیلا ہی کی تھی۔ حمید نے گردن کھجاتے ہوئے چہرہ اوپر اٹھایا۔

"اوہو...... تو تم ہو؟" اسپیکر سے آواز آئی۔ "اب کیوں آئے ہو؟"

"اپنا وعدہ یاد کرو۔" حمید نے بڑے رومینٹک انداز میں کہا۔

"ہاں ٹھیک ہے ...... یاد آیا۔ میں نے کہا تھا کہ دن میں آنا۔ تم آ گئے۔ بہت ہوئی۔ اب واپس جاؤ۔"

"کیا بات ہوئی؟" حمید بھنا کر بولا۔

"میں نے کہا ہے کہ واپس جاؤ۔"

"بلایا کیوں تھا......؟"

"یہ دیکھنے کے لئے کہ زندہ ہو یا مر گئے۔"

"اچھی بات ہے تو میں پچھواڑے ہی کی طرف سے آ رہا ہوں۔"

"دیوار کی مرمت کرا دی گئی ہے۔ اُدھر سے اب نہ آ سکو گے۔"

"اچھا تو ادھر ہی سے پھاٹک پر چڑھوں گا اور کمپاؤنڈ میں کود جاؤں گا۔"

"سلاخوں میں بجلی کا کرنٹ دوڑ رہا ہے۔ کباب بن جائے گا تمہارا۔"

"آخر تمہیں مجھ سے ضد کیوں ہو گئی ہے۔"

"تمہاری صورت ہی ایسی ہے۔"

"یعنی کیا محسوس کیا کرتی ہو میری شکل دیکھ کر۔"

"وہی جو ایک بے مغز آدمی کی شکل دیکھ کر محسوس کیا جا سکتا ہے۔"

"بہت ضروری بات کرنی ہے۔ پھاٹک کھلوا دو۔"

"اوہو...... تو اب کوئی ضروری بات بھی ہے۔"

"اشد ضروری۔"

"اچھی بات ہے...... آ جاؤ۔"

پھاٹک کے دونوں حصے کھسکتے ہوئے ادھر ادھر دیواروں میں غائب ہو گئے۔ حمید نے ہتی انداز میں سر کو جنبش دی اور کمپاؤنڈ میں داخل ہو گیا۔

پورچ میں پہنچا ہی تھا کہ پامیلا برآمدے میں کھڑی دکھائی دی۔ اُسے دیکھ کر مسکرائی۔ ید بھی جواباً مسکرایا۔

"ضروری بات یہیں برآمدے میں ہو گی اور تم رخصت ہو جاؤ گے۔" اس نے بدستور سکراتے ہوئے کہا۔

"میں ضروری باتیں ایسی جگہوں پر کرتا ہوں جہاں سے آسمان نہ دکھائی دیتا ہو۔" حمید بولا۔

"تم فضول باتوں میں بہت وقت ضائع کرا دیتے ہو۔"

"حالانکہ وہ فضول نہیں ہوتیں۔"

"صرف تمہارے نزدیک۔"

"دیکھو میں زندہ ہوں۔" حمید نے خوش ہو کر کہا۔

"اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ تم اپنے باس کے سلسلے میں جھوٹ بولتے رہے تھے۔"

"کیا مطلب......؟"

"یہ میرے خلاف کوئی گہری سازش ہے اور تم لوگ بھی میرے کاروباری حریفوں میں ے معلوم ہوتے ہو۔ پچھلی رات کی نقب زنی محض ایک ڈرامہ تھی تاکہ تم میں سے کم از کم ایک میرا قرب حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔"

"یہ تم نے بالکل ہی نیا چکر چلا دیا ہے۔" حمید سر کھجاتا ہوا بولا۔

"تم میرا راز جاننا چاہتے ہو۔" پامیلا اُسے گھورتی ہوئی بولی۔

"آہا...... تو تمہارا کوئی راز بھی ہے۔"

"میں خود ہی سراپا راز ہوں۔"

''شاعری بھی کرتی ہو۔''

''میں خود ہی ایک خوبصورت سا شعر بھی ہوں۔''

''یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے۔'' حمید مسکرا کر بولا۔

''اصل موضوع سے ہٹنے کی کوشش کر رہے ہو۔''

''اگر کچھ دیر اور یہیں کھڑا رہا تو......!''

''واقعی بہت ڈھیٹ ہو......چلو اندر چلو۔'' وہ ہاتھ ہلا کر بولی۔

وہ اُسے ایک کمرے میں لے آئی جہاں بہت ہی اعلیٰ قسم کا فرنیچر موجود تھا۔ خود کھ رہی اور اُسے بیٹھنے کا اشارہ کرتی ہوئی بولی۔ ''تمہیں میری کسی بات کا اعتبار نہیں کرنا چاہئے۔''

''میں جانتا ہوں۔ ہماری شاعری کے محبوب کا بھی یہی حال ہے۔ میرے لئے کوئی بات نہیں ہے۔''

''یہاں شاعری کی بات نہیں ہو رہی۔''

''پھر میں اس جملے کی وضاحت ضرور چاہوں گی۔''

''میں نے تمہیں اپنے بارے میں سچی بات نہیں بتائی۔''

''کوئی بات نہیں۔ اب بتا دو۔''

''تم یقین نہیں کرو گے۔''

''یقین تو میں نے اس پر بھی کر لیا تھا کہ تم کسی دوسرے سیارے کی مخلوق ہو۔ پھر اِ بھی غلط نہیں سمجھا تھا کہ تم اپنی یادداشت کھو بیٹھی ہو۔''

''یہ دونوں ہی باتیں جھوٹ تھیں۔''

''تو چلو اب تیسری سناؤ۔'' حمید سر ہلا کر بولا۔

''میں اب کچھ نہیں کہوں گی۔ صرف سنوں گی۔''

''کیا سننا چاہتی ہو......؟''

''تم لوگ پچھلی رات یہاں کیوں آئے تھے؟''

''میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ اصل مقصد کا علم باس کے علاوہ اور کسی کو بھی نہ تھا اور میں یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ مجھے یہاں کیوں چھوڑ گیا تھا۔''

''یہی مسئلہ میرے لئے مصیبت بن گیا ہے۔''

''کیا بات ہے؟'' حمید اُسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ ''تمہارے انداز سے ایسا معلوم ے جیسے تم بھی خود مختار نہ ہو۔''

''تمہارا اندازہ غلط نہیں ہے۔ میں بھی کسی کی آلۂ کار ہوں اور مجھ سے جو کچھ کہا جاتا تی رہتی ہوں۔ البتہ پچھلی رات میں اپنی حدود سے نکل گئی تھی۔ اپنے طور پر تم لوگوں سے کر ڈالی تھی جس کا خمیازہ مجھے ضرور بھگتنا پڑے گا۔ وارننگ مل چکی ہے۔''

''کس سے وارننگ ملی ہے۔''

''کاش میں یہ جانتی ہوتی۔''

''غالباً تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ جن لوگوں کی آلۂ کار ہو اُنہیں شناخت نہیں کر سکتیں۔''

''تمہارا یہ خیال بھی درست ہے۔''

پھر حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اُس نے ہاتھ اُٹھا کر اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور کے چہرے پر ایسے تاثرات نظر آئے جیسے کچھ سننے کی کوشش کر رہی ہو۔

حمید بھی چوکنا ہو گیا۔ پھر اُٹھ ہی رہا تھا کہ عقب سے غراہٹ سنائی دی۔ ''اپنی جگہ سے نہ کرنا۔''

حمید نے پامیلا کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر مردنی چھا گئی تھی۔

''یہ کس نامعقول نے مجھے للکارا ہے؟'' اس نے پامیلا سے سوال کیا۔

''م......میں نہیں جانتی۔ اُس کے ہاتھ میں پستول ہے۔''

''اُسے چاہئے کہ سامنے آ کر بات کرے۔'' حمید کے لہجے میں تلخی تھی۔ لیکن اس نے یا کہ پامیلا پہلے سے بھی زیادہ خائف نظر آنے لگی ہے۔

عقب سے بولنے والا سامنے آ گیا۔ پستول کا رخ حمید کی طرف تھا۔

''اس کا مطلب؟'' حمید آنکھیں نکال کر بولا۔

''تم کون ہو......؟''

''پہلے تم اپنے بارے میں بتاؤ۔'' حمید کا لہجہ مذاق اُڑانے کا سا تھا۔

''میں اس عمارت کا مالک ہوں۔''

"تو تم اس طرح کرایہ وصول کرتے ہو۔"

"خاموش رہو۔ خدا کے لئے خاموش رہو۔" پامیلا خوفزدہ لہجے میں بولی۔

"تمہارا اس شخص سے کیا تعلق ہے؟" حمید نے پامیلا سے سوال کیا۔

"یہ مجھے بتاتا ہے کہ مجھے کیا کرنا ہے۔"

"تو پھر تمہیں کچھ بتانے کی بجائے مجھے کیوں پستول دکھا رہا ہے۔"

"میں نہیں جانتی۔"

"یہاں سے چلے جاؤ اور آئندہ ادھر کا رخ بھی نہ کرنا۔" نووارد نے پستول کو جنبش دے کر کہا۔

"سرے سے کوئی بات ہی سمجھ میں نہیں آ رہی۔" حمید سر جھٹک کر بولا۔

"پچ چلے...... جاؤ...... خدا کے لئے۔" پامیلا گھگھیائی۔

"تم کہتی ہو تو جا رہا ہوں۔" حمید اُٹھتا ہوا بولا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے دروازے کی طرف جائے گا لیکن اچانک اس نے نووارد کے پستول والے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور پستول فرش پر جا پڑا۔ پھر جیسے ہی نووارد پستول اُٹھانے کے لئے جھکا حمید کی بھرپور ٹھوکر اس کی ٹھوڑی پڑی اور وہ دونوں ہاتھوں سے منہ دبائے ہوئے الٹ گیا۔

دوسرے ہی لمحے میں پستول حمید کی گرفت میں تھا۔ اُدھر پامیلا بوکھلا کر نووارد پر جھک پڑی جو شاید بے ہوش ہو گیا تھا اور دہانے کے بائیں گوشے سے خون کی پتلی سی لکیر باہر آ گئی تھی۔

"یہ کیا غضب کیا تم نے۔" وہ سیدھی کھڑی ہو کر ہانپتی ہوئی بولی۔

"پھر اور کیا کرتا۔ آج تک کوئی مرد میری توہین کر کے ٹوٹ پھوٹ سے نہیں بچ سکا۔"

"تم نے مجھے کہیں کا نہ رکھا۔ اب بھاگو یہاں سے۔" وہ اُس کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کی طرف کھینچتی ہوئی بولی۔

باہر نکل کر بھی وہ اُسے ایک جانب دوڑاتی رہی اور پھر عمارت کے سرے پر رک کر جلدی جلدی بولی۔ "وہ گیراج ہے...... کیا تم ڈرائیو کر سکتے ہو۔"

"کر سکتا ہوں!"

"اسپورٹس کار نکال لو۔ کنجی اگنیشن ہی میں موجود ہوگی۔ جلدی کرو۔"

حمید سوچ رہا تھا کہ کیا یہ دانش مندی ہوگی کہ بے چون و چرا اس کے مشوروں پر عمل کرتا

"اوہ...... تم کیا سوچ رہے ہو۔ جلدی کرو۔ اگر اُسے ہوش آ گیا تو دونوں یہیں مار جائیں گے۔" وہ دانت پیس کر بولی۔

نووارد کا پستول حمید کی جیب میں موجود تھا۔ وہ اُسے ٹٹولتا ہوا گیراج میں داخل ہو گیا۔ ...ں کار شاندار تھی۔ دو گاڑیاں اور بھی موجود تھیں۔ اس نے بڑی پھرتی سے اسپورٹس کار ...ن اور ہاتھ ہلا کر بولا۔ "آؤ۔"

دوسری طرف کا دروازہ اس کے لئے کھول دیا تھا۔ پامیلا اُس کے برابر بیٹھتی ہوئی "پھاٹک کی طرف۔"

پھاٹک سے گزر کر سڑک پر آ جانے کے بعد حمید نے اُس سے پوچھا۔ "تم مجھے کہیں ...رہی ہو یا مجھے تم کو کہیں لے جانا پڑے گا۔"

"میں کہاں لے جاؤں گی۔ میرا تو اس عمارت کے علاوہ اور کہیں ٹھکانہ نہیں۔"

"خیر میں ہی بھگتوں گا۔ لیکن اب جلدی سے بتا دو کہ قصہ کیا تھا؟"

"میں نہیں جانتی تھی کہ ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر گفتگو کرنا بھی خطرے سے خالی نہیں ہوگا۔"

"تو تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ پوری عمارت بگڈ ہے۔"

"ہاں...... میرا اب یہی خیال ہے۔ پہلے میں سمجھتی تھی کہ صرف کمپیوٹر والا کمرہ بگڈ ہے۔"

"اگر یہ بات ہے تو پھر پچھلی رات ہمیں کسی قسم کی مزاحمت کا سامنا کیوں نہیں کرنا پڑتا تھا۔"

"ہو سکتا ہے تمہارا باس اسی خطرے کو بھانپ کر وہاں سے نکل گیا ہو اور اتنی جلدی میں کہ تمہیں بھی مطلع نہ کر سکا ہو۔"

"ہاں...... یہ بات سوچنے کی ہے۔"

"بہر حال میں اب بالکل قلاش ہوں۔" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

"اس کی فکر نہ کرو۔"

"تم مجھے کہاں لے جاؤ گے؟"

"کسی محفوظ جگہ۔"

"وہ مجھے تلاش کر کے مار ڈالیں گے۔ اُن کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔"

"میں ہمیشہ لمبے ہی ہاتھوں پر کلہاڑے چلاتا رہا ہوں۔"

"تب پھر وہ بات درست معلوم ہوتی ہے۔"

"کون سی بات۔"

"یہی کہ تم محکمہ سراغ رسانی کے ایک آفیسر ہو۔ کل تمہارے چلے جانے کے بعد مجھے یہ اطلاع ملی تھی۔"

"ساتھ ہی ہدایت بھی ملی ہوگی کہ اُسے پھانسنے کی کوشش کرو۔"

"نہیں صرف محتاط رہنے کو کہا گیا تھا۔ اسی لئے میں نہیں چاہتی تھی کہ دوبارہ تم سے ملاقات ہو۔ میں نے اس وقت تمہیں باہر ہی سے رخصت کر دینے کی کوشش کی تھی لیکن تم نہیں مانے۔"

"تو پھر پچھلی رات تم نے وہ سارے ڈائیلاگ اپنی طرف سے بولے تھے۔"

"ظاہر ہے۔ ورنہ مجھے کب علم تھا کہ کسی سے ہدایات لیتی تم لوگوں کے سلسلے میں اور اُس کی کہی ہوئی باتیں دہراتی۔"

"تمہارا مصرف کیا تھا؟"

"مختلف اوقات میں مختلف لوگ میرے پاس بھیجے جاتے تھے اور میں بعض معاملات میں اُنہیں وہی مشورے دیتی تھی جو پہلے سے مجھے ذہن نشین کرا دیے جاتے تھے۔"

"تمہارے پاس تمہارا کوئی شناختی کارڈ بھی ہے جو تمہیں اُن لوگوں کیطرف سے ملا ہو؟"

"ہے تو.....!"

"مجھے دکھاؤ۔"

"ڈربی ہاؤز ہی میں رہ گیا۔ کچھ بھی تو نہیں لا سکی۔ بس تن پر جو کپڑے ہیں ان کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔"

"شناختی علامت کیا تھی؟"

"دو آنکھیں۔"

حمید نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔

اوزاکا سوچ رہا تھا کہ جمشید تنظیم ہی کا آدمی معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے سابق منیجر کی میں کوئی ایسی چیز رہی ہو جسے تنظیم کے سربراہ تک پہنچانے سے پہلے ہی وہ مر گیا ہو اور جمشید اُس کی تلاش میں ہو۔ خود اوزاکا چونکہ سربراہ کی نظروں میں مشتبہ ہو چکا تھا اس لئے جمشید کی اصل حیثیت سے آگاہ نہ کیا گیا ہوگا۔

اس وقت وہ جمشید ہی کی گاڑی میں سابق منیجر کی قیام گاہ کی طرف جا رہا تھا اور جمشید کے مشورے پر اُس نے اپنی گاڑی اسٹیل ملز ہی کی حدود میں چھوڑ دی تھی۔

گاڑی جمشید ہی ڈرائیو کر رہا تھا اور اوزاکا کو اپنے برابر ہی والی سیٹ پر جگہ دی تھی۔ اُس ابھی اس وقت خاصا خوش گوار تھا۔

"میں دوستوں اور دوستی کی قدر کرتا ہوں۔" اُس نے دیر خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"دوستی کے بغیر یہ دنیا تاریک ہوتی۔" اوزاکا نے بھی ٹکڑا لگایا۔ ویسے وہ اب بھی دل میں جمشید کو گالیاں دے رہا تھا۔

"تم بہت سمجھ دار آدمی ہو لیکن ساتھ ہی جذباتی بھی ہو۔ خیر یہ کوئی ایسی بُری بات بھی جذباتی آدمی کسی قدر مخلص بھی ہوتا ہے اور ٹھنڈے دماغ کے لوگ مصلحت کوش اور خود ہوتے ہیں۔"

"میں اپنے بارے میں بہت کم جانتا ہوں۔" اوزاکا بولا۔

"ضرورت ہی کیا ہے۔ خود شناسی جہنم کے دہانے کھول دیتی ہے۔ خوش وہی ہیں جو جبلتوں کے تحت زندگی بسر کر رہے ہیں۔"

"آپ کی باتیں مشکل سے سمجھ میں آتی ہیں مسٹر جمشید۔"

جمشید صرف مسکرا کر رہ گیا اور اوزاکا نے دل ہی دل میں اُسے پھر ایک گندی سی گالی وہ اُسے پہلے ہی سے ناپسند کرتا تھا اور اس کے ذہن میں اس خیال کے جڑ پکڑتے ہی کہ وہ

بھی تنظیم ہی کا کوئی فرد ہے یہ نفرت دو چند ہوگئی تھی۔

گاڑی سابق منیجر کے بنگلے کے سامنے رکی تھی۔ یہاں وہ تنہا رہتا تھا۔ اُس کے متعلقین کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں معلوم تھا کہ وہ کہاں ہیں۔ مقامی پولیس اُن کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس بنگلے کو بھی بند کر کے سیل کر دیا گیا ہوتا لیکن اسٹیل ملز کی انتظامیہ نے ایسا نہیں ہونے دیا تھا۔ انتظامیہ کی طرف سے یہ عذر پیش کیا گیا تھا کہ بعض اہم کاغذات جو سابق منیجر کی تحویل میں تھے اُن کی تلاش کے سلسلے میں یہ ضروری ہے کہ اس کا بنگلہ پولیس کی تحویل میں نہ دیا جائے۔ انتظامیہ اُنہیں اپنے طور پر تلاش کرائے گی۔

وہ دونوں بنگلے میں داخل ہوئے اور جمشید چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔ ''جبار خوش مزاج آدمی تھا لیکن حیرت ہے کہ تنہا تھا۔ کیا تم نے کبھی اُس کے کسی عزیز کو بھی دیکھا تھا۔''

''مجھے تو نہیں یاد پڑتا کہ کبھی ایسا ہوا ہو۔''

''خیر......اب بتاؤ کہ وہ تہہ خانہ کہاں ہے۔''

''لائبریری کی طرف چلئے۔'' اوزاکا نے کہا۔

اوزاکا جمشید سے وہ رسیدیں حاصل کرنا چاہتا تھا جو سابق منیجر نے نجی طور پر اُس سے لی تھیں اور یہ اُن ادائیگیوں کی رسیدیں تھیں جو تنظیم کی طرف سے اپنے کارکنوں کو دی جاتی تھیں۔ دراصل ابھی تک اوزاکا کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ جمشید چاہتا کیا ہے۔ کبھی وہ اُسے تنظیم ہی کا کوئی فرد سمجھنے لگتا تھا اور کبھی ایک غیر متعلق آدمی جو صرف اسٹیل ملز کی منیجری ہی تک محدود تھا۔

کچھ بھی ہو، اُسے وہ رسیدیں اُس سے حاصل کرنی تھیں۔ اسی لئے وہ اسے اس بنگلے تک لایا تھا۔ تہہ خانے کی بات بھی اسی لئے چھیڑی تھی۔ ورنہ اُسے کیا پڑی تھی کہ وہ کسی کو اس بنگلے کے رازوں سے آگاہ کرتا۔ لیکن اب جبکہ وہ تنظیم سے بھی الگ کیا جا چکا تھا اُسے اپنی دوسری حیثیت کا تحفظ کرنا تھا۔ اگر وہ رسیدیں بورڈ کے سامنے پیش ہو جاتیں تو اُس کی دوسری حیثیت بھی خطرے میں پڑ جاتی۔ اُس نے سوچا تھا کہ جمشید کو تہہ خانے میں داخل ہونے کا طریقہ تو بتا دے گا لیکن واپسی کی تدبیر سے لاعلم رکھے گا۔

لائبریری میں داخل ہو کر جمشید اُس کی طرف مڑا۔

''لیکن مسٹر جمشید۔'' اوزاکا اس سے نظر ملائے بغیر بولا۔ ''نہ میں پہلے کبھی تہہ خانے میں گیا ہوں اور نہ اس وقت آپ کا ساتھ دے سکوں گا۔''

''میں تمہیں اس پر مجبور نہیں کروں گا۔ بس تم راستے کی نشاندہی کر دو۔''

اوزاکا نے دیوار پر ایک تصویری فریم کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ''اس کے پیچھے ایک خانہ ہے جس میں تہہ خانے کے دروازے کا ہینڈل موجود ہے۔''

''دروازہ کہاں ہے؟''

''وہ اُس طرف دیوار کے قریب فرش پر۔''

جمشید اُس کے قریب آ کھڑا ہوا اور اُس کا شانہ تھپک کر بولا۔ ''تم خود ہی ہینڈل گھما کر کھولو۔''

اوزاکا نے اُس کی یہ فرمائش بھی پوری کر دی۔ ہینڈل گھماتے ہی ہلکی سی سرسراہٹ لائبریری میں گونجی تھی اور بتائی ہوئی جگہ پر تہہ خانے کا راستہ نمودار ہو گیا تھا۔

اوزاکا جانتا تھا کہ جیسے ہی وہ تہہ خانے کی آخری سیڑھی سے اُترے تھے یہ راستہ خود بخود بند ہو جائے گا اور پھر جمشید اُس وقت تک باہر نہیں آ سکے گا جب تک کہ اُسے تہہ خانے کے راستہ بنانے کا طریقہ نہ معلوم ہو جائے۔

''کیا حرج ہے اگر تم بھی میرے ساتھ چلو۔'' دفعتاً جمشید بولا۔

''میں پہلے ہی معذرت کر چکا ہوں مسٹر جمشید۔''

''کوئی خاص وجہ۔''

''مجھے تہہ خانوں سے وحشت ہوتی ہے۔''

''تم تنہا تو نہیں ہو۔''

''مسٹر جمشید۔''

''خیر فی الحال اس راستے کو بند کر دو...... پھر دیکھوں گا۔''

''لیکن مسٹر جمشید وہ رسیدیں۔''

''اپنے مشن میں کامیاب ہو جانے کے بعد ہی ایسا کوئی قدم اُٹھا سکوں گا۔''

''لیکن آپ نے تو کہا تھا کہ......!''

''بات کو طول دینے کی ضرورت نہیں۔'' جمشید ہاتھ اُٹھا کر خشک لہجے میں بولا۔ ''فی الحال میں اس معاملے کو آگے نہیں بڑھانا چاہتا۔ پوری طرح تحقیق کئے بغیر اسے بورڈ کے سامنے نہیں لے جاؤں گا۔''

اوزاکا دانت پیس کر رہ گیا۔ اب وہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ جمشید جسمانی قوت میں اُس سے کتنا زیادہ ہوگا۔ لیکن اس سے کیا؟ ظاہر ہے کہ وہ اُن رسیدوں کو جیب میں تو لئے نہ پھرتا ہوگا۔ اگر ایک بار اُس سے لپٹ پڑنے کی حماقت سرزد ہوگئی تو پھر اُسے مار ڈالنا ہی پڑے گا لیکن اس طرح وہ رسیدیں تو حاصل نہ ہوسکیں گی۔

''اگر تم میرے ساتھ چلو تو اسی وقت اُس تہہ خانے کو دیکھا جاسکتا ہے۔'' جمشید نے پھر اُسے ترغیب دینے کی کوشش کی۔

''میں کہہ چکا ہوں مسٹر جمشید۔'' اوزاکا جھنجھلا کر بولا۔ ''آخر آپ تنہا کیوں نہیں جاتے۔ کیا آپ خائف ہیں۔''

''تم پر اس حد تک اعتماد کر لینے کو جی نہیں چاہتا کہ تم یہیں کھڑے رہو اور میں تہہ خانے میں اُتر جاؤں۔ یہ پچاس لاکھ کے غبن کا معاملہ ہے مسٹر اوزاکا اور تم جبار کے دست راست تھے۔''

''تو پھر ہمیں یہاں رکنا ہی چاہئے۔'' اوزاکا نے خشک لہجے میں کہا۔

''اور کیا..... راستے بند کر دو۔'' جمشید نے کہا۔

اچانک اوزاکا کے ذہن میں ایک نئے خیال نے سر اُبھارا۔ کہیں سچ مچ غبن والی رقم تہہ خانے ہی میں نہ موجود ہو۔

''مسٹر جمشید اگر وہ رقم تہہ خانے ہی سے مل گئی تو؟'' اس نے سوال کیا۔

''کیا خیال ہے تمہارا..... میں کیا کروں گا۔''

''وہی جو ایک عقلمند آدمی کو کرنا چاہئے۔'' اوزاکا مسکرا کر بولا۔ ''غبن تو ہو چکا اور غبن کرنے والا اب اس دنیا میں موجود نہیں۔''

''تم کیا کہنا چاہتے ہو.....؟''

''اگر آپ وہ پچاس لاکھ دبا لیں تو کوئی آپ کا کیا بگاڑ لے گا۔''

''تمہیں گواہ کر کے دباؤں گا.....؟'' جمشید نے طنزیہ لہجے میں سوال کیا۔

''میری زبان بند بھی تو کی جاسکتی ہے۔'' اوزاکا مسکرا کر بولا۔

''میں صرف ہڈیاں توڑتا ہوں۔ قتل نہیں کر سکتا۔''

''آپ میرا مطلب نہیں سمجھے۔'' اوزاکا نے ہنس کر کہا۔

''تو سمجھاؤ۔''

''صرف پانچ لاکھ میری زبان بند رکھنے کے لئے کافی ہوں گے۔''

''بہت خوب.....!'' جمشید نے زہریلا سا قہقہہ لگایا۔

''کیا میں نے کوئی نامناسب بات کہہ دی۔''

''نہیں..... نامناسب بھی نہیں کہی جاسکتی۔'' جمشید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''اگر پارٹنر ہی بننا ہے تو پھر چلو میرے ساتھ تہہ خانے میں۔''

''یہ ناممکن ہے۔''

''اچھا تو پھر واپس چلتے ہیں۔''

لیکن واپسی کے لئے مڑنے بھی نہ پائے تھے کہ ایک زبردست دھماکہ سنائی دیا۔ بالکل ایسا معلوم ہوا تھا جیسے عمارت کا کوئی حصہ اچانک گر پڑا ہو۔

''بھاگئے..... پرچھائیں۔'' اوزاکا چیختا ہوا دروازے کی طرف بھاگا۔ دھماکے کی آواز سنائی اور وہ اُچھل کر ایک طرف ہٹ گیا۔ ورنہ دیوار اُسی پر آ گئی ہوتی۔ وہ دیوانہ وار نکاسی کا راستہ بناتا ہوا دوڑتا رہا۔ دھماکے کی آواز پھر آئی۔ اُسے قطعی ہوش نہیں تھا کہ جمشید کا کیا ہوا۔ بس وہ تو کسی ایسے آدمی کی طرح دوڑا جا رہا تھا جس کے تعاقب میں ملک الموت ہو۔ منہدم شدہ حصوں کو پھلانگتا ہوا کسی نہ کسی طرح اُس جگہ پہنچ گیا جہاں جمشید نے گاڑی روکی تھی اور پھر اوزاکا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ کیونکہ جمشید اگلی سیٹ پر بیٹھا اطمینان سے پائپ کے ہلکے ہلکے کش لے رہا تھا۔

دوسری طرف عمارت ملبے کے ڈھیر میں تبدیل ہو چکی تھی اور گہرا غبار فضا میں بلند ہو رہا

جمشید نے آنکھوں کی جنبش سے گاڑی میں بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ اوزاکا کے جسم کا

ریشہ ریشہ کانپ رہا تھا۔ بہزار دقت وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ سکا تھا۔

دوسرے ہی لمحے میں گاڑی سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی۔ پائپ جمشید کے دانتو دبا ہوا تھا۔ اُس کے انداز سے ایسا لگتا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

''مم...... مسٹر جمشید۔'' تھوڑی دیر بعد اوزاکا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔''آخر ا ضرورت تھی۔ اگر میں مشتبہ ہوں تو مجھے سابقہ روایات کے مطابق گولی کیوں نہیں ماردی جا

''تم کہنا کیا چاہتے ہو؟''

''مجھ سے شناختی کارڈ واپس لے لیا گیا ہے۔''

''تو پھر میں کیا کروں؟''

''اب مجھے اپنی حیثیت معلوم ہونی چاہئے۔''

''میں اسکے علاوہ اور کچھ نہیں جانتا کہ تمہاری اس وقت کی ضد نے سارا کھیل بگاڑ

''میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آخر میرے ساتھ چوہے بلی کا یہ کھیل کیوں ہو رہا ہ آپ کو تہہ خانے کے راستے کا علم نہ رہا ہوگا۔ آخر یہ غبن وغیرہ کی کہانی کیوں تراشی گئی ہ

''تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔''

''خیر...... خیر میں بھی سر ہتھیلی پر لئے پھر رہا ہوں۔ میرا اُس قوم سے تعلق ہ جمشید جس کے افراد کی نظروں میں موت کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔''

''میں تمہاری قوم سے بخوبی واقف ہوں۔'' جمشید نے عقب نما آئینے کا زاویہ ہوئے کہا۔ وہ ایک پولیس کار کو اپنی گاڑی کے تعاقب میں دیکھ رہا تھا۔ اوزاکا سائرن رہا تھا۔ جمشید نے گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔

''پولیس ہے مسٹر جمشید۔ آپ دشواری میں پڑ جائیں گے۔'' اوزاکا بولا۔

''پولیس براہِ راست آسمان سے نہیں اُتری ہے۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''ارے بھئی ہو گی پولیس۔ اُس میں ہمارے ہی جیسے لوگ ہیں۔ ان کے جسم بناوٹ بھی ہم سے مختلف نہیں ہے۔ البتہ عقل میں ہم سے کچھ زیادہ ہی تیز ہوتے ہیں

''مسٹر جمشید۔ رفتار کم کیجئے۔ وہ گاڑی ہمارے ہی لئے آ رہی ہے۔''

''میں جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ اُن سے کس طرح نپٹا جاتا ہے۔''

جمشید گاڑی کی رفتار بڑھاتا ہی رہا۔ اس دوران میں شاید پولیس کی گاڑی سے کسی پٹرول کار کو پیغام پہنچا دیا گیا تھا۔ وہ اُسے آگے سے روکنے کی کوشش کرے کیونکہ ڑی ہی دیر بعد جمشید کو راستہ مسدود نظر آیا۔ ایک ٹرک اور ایک پٹرول کار نے سڑک روک ھی تھی۔ جمشید نے رفتار کم کر دی اور ٹھیک اُنہی گاڑیوں کے قریب جا رکا جنہوں نے سڑک کی تھی اور اسی دوران میں تعاقب کرنے والی گاڑی بھی قریب پہنچ گئی۔ دونوں گاڑیوں باوردی جوانوں نے اُتر کر جمشید کی گاڑی گھیر لی۔

''کیوں؟ کیا بات ہے؟'' جمشید اُنہیں گھورتا ہوا غرایا۔

''آپ کی گاڑی یاسمین کاٹیج کے سامنے کھڑی تھی۔'' ایک پولیس مین نے کہا۔

''یقیناً کھڑی تھی۔''

''وہ منہدم ہوگیا۔''

''مجھے علم ہے۔ ہم اس وقت اندر ہی تھے جب عمارت کا ایک حصہ گرا تھا۔''

''آپ کون ہیں جناب۔''

جمشید نے اپنا کارڈ نکال کر اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔''میں سابق منیجر جبار م کے کاغذات دیکھ رہا تھا۔''

''لیکن جناب...... عمارت کا انہدام......!''

''پرچھائیں۔'' جمشید نے لاپرواہی سے کہا۔

''آپ کو نظر آئی تھی؟''

''بالکل نظر آئی تھی۔''

''اور کیا دیکھا تھا آپ نے؟''

''پرچھائیں دیکھ لینے کے بعد وہاں ٹھہرا کب تھا کہ کچھ اور بھی دیکھ سکتا۔''

''معاف کیجئے گا ہمیں علم نہیں تھا کہ آپ اسٹیل ملز سے تعلق رکھتے ہیں۔'' جوان نے کہا وہ سب اپنی اپنی گاڑیوں کی طرف پلٹ گئے۔ راستہ بھی صاف ہوگیا اور جمشید کی گاڑی بڑھ گئی۔

"میں تو سمجھا تھا کہ آپ مارے گئے۔" اوزاکا ہانپتا ہوا بولا۔

"ہونہہ...... مذاق ہے۔" جمشید نے شانے اُچکائے۔

اسٹیل ملز کے قریب پہنچ کر اوزاکا نے کہا۔ "اب کیا خیال ہے۔ مسٹر جمشید
رسیدیں ملیں گی یا نہیں۔"

"سنو...... اب مجھ سے رسیدوں کی بات مت کرنا۔ محض تمہاری وجہ سے وہ کام
وقت نہ ہوسکا جب اُسے ہوجانا چاہئے تھا۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"اگر تم میرے ساتھ تہہ خانے میں چلے چلتے تو......!"

"مسٹر جمشید اگر ایسا ہوا ہوتا تو وہ تہہ خانہ ہی ہماری قبر بن گیا ہوتا۔ وہاں پہنچ کر ہما
فرشتوں کو بھی اس کی خبر نہ ہوسکتی کہ اوپر کیا ہو رہا ہے اور مسٹر جمشید غالباً اب آپ نے دیکھ
لیا ہوگا کہ تنظیم کو افراد کی زندگیوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ وہ صرف اپنا اُلو سیدھا کرتا
ہے۔"

"غیر متعلق باتیں مت چھیڑو۔ یہ صرف میری اور تمہاری بات ہے۔ پچاس لاکھ
دونوں کے درمیان تقسیم ہوں گے۔ اُن کا اور کسی سے کوئی تعلق نہیں۔"

"شاید اسی لئے پرچھائیں وہاں آئی تھی کہ دو بے ایمانوں کا نام و نشان تک مٹ
جائے مسٹر جمشید۔ آپ بھی خطرے میں ہیں۔ شاید اس لئے کہ پچاس لاکھ کی سن گن تنظیم
سربراہ کو بھی مل گئی ہے۔"

جمشید کچھ نہ بولا۔ اوزاکا نے اُسے کنکھیوں سے دیکھا تھا اور اُسے اُس کی آنکھیں
گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی نظر آئی تھیں۔ ملز کے پارکنگ لاٹ پر جمشید نے گاڑی روک دی
ٹھیک اُسی وقت اوزاکا کے سینے پر کھجلی ہوئی تھی اور جیسے ہی اُس نے کھجانا شروع
اُسے احساس ہوا کہ گلے میں لاکٹ موجود نہیں ہے۔ بوکھلا کر پورا جسم ٹٹولنے لگا۔ اُس کی
کیفیت جمشید نے بھی محسوس کی اور اُسے حیرت سے دیکھنے لگا۔

"کیا بات ہے......؟" اس نے بالآخر پوچھا۔

"میرا لاکٹ......!"

"کیسا لاکٹ......؟"

"میرے گلے میں ایک لاکٹ تھا۔"

"بھاگ دوڑ میں کہیں گر گیا ہوگا۔"

"ناممکن...... میں نے بوشرٹ نہیں پہن رکھی۔ قمیض ہے اور پتلون کے اندر ہے۔ زنجیر
ٹوٹی تو لاکٹ نیچے نہ گر سکتا۔"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"میرا لاکٹ مسٹر جمشید......!"

"تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔ تم مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو۔"

"تم مجھے وہاں لے گئے تھے میں وہ لاکٹ تم سے لوں گا۔"

"چلو اُترو، بچوں کی سی باتیں مت کرو۔"

"اُس میں میری ماں کی تصویر تھی۔" اوزاکا بھرائی ہوئی آواز میں بولا اور پھر بچوں کی
طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تھا۔ جمشید حیرت سے اُسے دیکھتا رہا۔

اب تک شہر میں کئی عمارتیں ڈھیر ہوچکی تھیں اور ایک جمِ غفیر کرائم رپورٹر انور کو تلاش کرتا
رہا تھا۔ چونکہ وہ خود اعتراف کرچکا تھا کہ تباہ کار پرچھائیں اُس کی اپنی پرچھائیں سے نکلتی
تھی۔ کچھ جھلائے ہوئے لوگ اسی پر تل گئے تھے کہ انور ہی کو ختم کردیا جائے۔ ایک بار وہ
اُس کے دفتر پر بھی دھاوا بول چکے تھے لیکن وہ اُن کے ہاتھ نہیں لگا تھا۔ شہری آبادی میں تھا
کب کہ اُن کے ہاتھ لگتا۔

ویرانوں میں بھٹکتا پھر رہا تھا۔ دراصل اس دوران میں پولیس بھی اُس کے پیچھے لگی رہی
کیونکہ اُس نے اپنے تجربے کی روداد چھپوانے کے بعد ایک اور تجربے کی روداد بھی چھاپی

تھی اور یہ کرنل فریدی کا تجربہ تھا جو اُس نے پرچھائیں کے سلسلے میں کیا تھا اور اُس نے پوری تفصیل انور کو ڈاک کے ذریعے سے بھجوائی تھی۔ انور نے اُسے من وعن چھاپ دیا تو پھر کیا تھا۔ فریدی کے محکمے کے ڈی۔ آئی۔ جی نے اُسے پھر طلب کر لیا اور اس بار انور ہی پڑا تھا۔ اُس نے فریدی کی اصل تحریر ڈی۔ آئی۔ جی کے حوالے کر دی۔ پھر ڈی آئی جی نے اُس سے فریدی کا پتہ معلوم کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن انور کو علم ہی کہاں تھا کہ وہ بتا دیتا اور وہ اپنی لاعلمی کا یقین ڈی۔ آئی۔ جی کو نہیں دلا سکا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کے محکمے کے تین آدمی انور کی نگرانی پر لگا دیئے گئے۔ انور اس سے آگاہ تھا کہ ہر وقت اس کا تعاقب کیا جاتا ہے اور فلیٹ کی نگرانی بھی ہوتی رہتی ہے۔ اُسے اس کی پرواہ بھی نہ تھی۔ پریشانی تو اس وقت ہوئی تھی جب شہریوں نے اُس کا گھیراؤ کرنے کی کوشش کی تھی بھی یہی چاہتے تھے کہ وہ اُنہیں کرنل فریدی کا پتہ بتا دے۔ اُس نے فریدی کے خط کی اشاعت اس لئے کی تھی کہ اُس میں پرچھائیوں سے نپٹنے کی تدبیر درج تھی ورنہ شاید وہ اس بار اس قسم کا کوئی خطرہ مول نہ لیتا۔

بہر حال اُسے شہر سے بھاگنا ہی پڑا تھا اور اس بھاگنے کے سلسلے میں اُس سے ایک بھی سرزد ہو گیا تھا۔ ہوا یہ کہ جس وقت شہریوں کے ایک ہجوم نے اسٹار کے دفتر پر دھاوا بولا دفتر ہی میں موجود تھا۔ پچھلے دروازے سے گلی میں کود گیا اور وہاں سے ایک قصاب کی گاڑی لے بھاگا۔ قصاب شاید قریب ہی کے ایک عوامی بیت الخلاء میں چلا گیا تھا۔ ورنہ اتنی آسانی سے فرار نہ ہو سکتا۔

گھوڑا بڑا جاندار تھا۔ گاڑی تیز رفتاری سے راستہ طے کرتی رہی حتیٰ کہ وہ شہر سے باہر پہنچ گیا اور اب سوچ رہا تھا کہ کدھر کا رخ کیا جائے۔

یہاں سے دس بارہ میل کے فاصلے پر ایک قصبہ تھا وہاں کی سرکاری ڈسپنسری کے سے اُس کی شناسائی تھی۔ اُس نے سوچا کہ وقتی طور پر اُس کے ہاں پناہ لے سکے گا۔

بس پھر گھوڑا گاڑی اُسی قصبے کے راستے پر ڈال دی گئی۔ لیکن زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ راستہ رکا ہوا نظر آیا۔ ایک لمبی سی سیاہ گاڑی راہ میں حائل ہو گئی تھی۔ پھر انور سنبھلنے بھی نہیں پایا تھا کہ گاڑی کی ایک کھڑکی سے اسٹین گن کی نال جھانکنے لگی اور پھر ایک آدمی گاڑی سے

اُسی طرف بڑھتا نظر آیا۔ قریب پہنچ کر اس نے گھوڑا گاڑی سے اُترنے کا اشارہ کیا تھا۔

"کیوں؟ کون ہو تم......؟" انور اُسے گھورتا ہوا بولا۔ لیکن کنکھیوں سے اسٹین گن کی طرف بھی دیکھ لیتا تھا۔ جواب بھی اُس کی جانب اُٹھی ہوئی تھی۔

اجنبی نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اُسے خاموش رہنے کا بھی اشارہ کیا اور انور کی آنکھوں سے الجھن جھانکنے لگی۔ لیکن اُسے گھوڑا گاڑی سے اُترنا ہی پڑا۔

اجنبی نے کالی گاڑی کی طرف اشارہ کیا۔ انور کی نظر پھر اسٹین گن پر جا پڑی۔ وہ آدمی بھی چوکس ہی معلوم ہوتا تھا جس کا چہرہ اسٹین گن کے پس منظر میں دکھائی دے رہا تھا۔ وہ چپ چاپ گاڑی کی طرف چل پڑا۔ نظر بدستور اسٹین گن پر تھی۔ اچانک اسٹین گن کا زاویہ بدلتا ہوا دکھائی دیا۔ ساتھ ہی اس سے برسٹ بھی مارا گیا۔ گولیاں انور سے دو فٹ کے فاصلے سے گزری تھیں۔ پھر بھی وہ بے ساختہ زمین پر گر گیا۔ اجنبی پر بھی یہی ردِعمل ہوا تھا۔

"سب ٹھیک ہے۔" گاڑی سے آواز آئی۔ "اب اُٹھ جاؤ۔" انور نے مڑ کر دیکھا کہ آخر برسٹ کس پر مارا گیا تھا۔ گھوڑا گاڑی کے عقب میں سفید رنگ کی ایک کار نظر آئی جس کی ونڈ اسکرین کی کرچیاں اُڑ گئی تھیں اور اندر دو عدد بے حس و حرکت جسم بھی دکھائی دیئے۔ آخر یہ لوگ کون ہیں اور انہوں نے کن لوگوں کو مار ڈالا۔ تیزی سے یہ سوال ذہن میں اُبھرے اور جواب کے لئے ذہن کو کسی ڈگر پر ڈالنے ہی والا تھا کہ اچانک اجنبی اس پر ٹوٹ پڑا۔ ساتھ ہی حیرتوں کے پہاڑ بھی ٹوٹ پڑے کیونکہ اجنبی اُس کی کلائی سے گھڑی اُتار لینے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ارے.....ارے.....اس کی کیا ضرورت ہے۔ میں خود ہی اتارے دیتا ہوں۔" وہ ہانپتا ہوا بولا۔

اُس نے اُس کی گھڑی اُتاری اور دور پھینک دی۔

"تم پاگل تو نہیں ہو......!" انور حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

"نہیں فرزند، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" گاڑی کے اندر سے آواز آئی۔ "چپ چاپ چلے آؤ۔"

انور کے ذہن کو جھٹکا سا لگا۔ کیونکہ یہ آواز کرنل فریدی کی تھی۔

وہ تیزی سے آگے بڑھا اور گاڑی میں بیٹھ گیا۔ دوسرا آدمی اُس کے برابر بیٹھا تھا۔ اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے دونوں آدمیوں میں سے ایک یقیناً فریدی تھا لیکن انور شناخت نہ کر سکا کیونکہ تن و توش کے اعتبار سے دونوں یکساں تھے۔ ایک گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا اور دوسرے نے اسٹین گن سنبھال رکھی تھی۔ گاڑی تیزی سے کسی نامعلوم منزل کی طرف بڑھتی رہی ساتھ ہی انور کی الجھن میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔ چاہتا تھا کہ فریدی کسی طرح پھر بولے تا کہ اس کی شناخت ہو جائے۔ پھر کھلے شکووں کا دفتر۔

"آخر میری گھڑی......؟" انور جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا۔

"چپ چاپ بیٹھے رہو۔ سب ٹھیک ہے۔ اس سے زیادہ قیمتی گھڑی بدلے میں مل جائے گی۔" اس آدمی نے کہا جس کے ہاتھ میں اسٹین گن تھی اور یہ فریدی تھا۔

"آپ کا خط چھاپتے ہی شامت آ گئی۔"

"مجھے علم ہے۔"

"اور گھوڑا گاڑی......!"

"اور تمہاری موٹر سائیکل جواب بھی دفتر کے سامنے موجود ہوگی۔" فریدی نے کسی قدر طنزیہ لہجے میں کہا۔

"وہ تو محفوظ ہی رہے گی لیکن گھوڑا گاڑی۔"

"جب تم اُسے لے بھاگے تھے اُسی وقت گم ہو چکی تھی۔"

"سفید گاڑی میں کون لوگ تھے؟"

"بچکانہ سوالات مت کرو۔ کیا تم اندازہ نہیں لگا سکتے۔"

"فی الحال میں اپنے نقصانات کا اندازہ لگا رہا ہوں۔"

"سب کا ازالہ ہو جائے گا۔ کیا یہ کم نہیں ہے کہ تمہاری جان بچ گئی ہے۔"

"اس میں تو شک نہیں۔ میرا خیال ہے کہ شہر والے آپ کے خون کے بھی پیاسے ہو رہے ہیں۔"

"ایسی صورت میں وہ حق بجانب ہیں جبکہ اپنی ان پریشانیوں کا باعث مجھے سمجھتے ہیں اور یہ بھی تمہاری ہی عنایت سے ہوا ہے۔"

"مم......میں نہیں سمجھا۔"

"تمہارے اپنے تجربے کی رپورٹنگ نے یہ گل کھلایا تھا۔"

"پرچھائیں نے مجھے بدحواس کر دیا تھا ورنہ میں بہت سوچ سمجھ کر کوئی قدم اُٹھاتا۔"

"لیکن وہ لوگ تو یہی چاہتے تھے کہ تم کچھ سوچے سمجھے بغیر قدم اُٹھاؤ۔"

"اسکے باوجود بھی آپ کا خط شائع کرنے سے پہلے کوئی میرے قریب بھی نہیں آیا تھا۔"

"خط چھاپ دینے کی بناء پر لوگوں کو گمان ہوا ہوگا کہ تم میرا پتہ جانتے ہو۔ کیا میرے محکمے کے لوگ بھی تمہاری نگرانی نہیں کر رہے تھے۔"

"کر تو رہے تھے!"

"ڈی۔ آئی۔ جی صاحب کا بھی یہی خیال تھا کہ تم میرے پتے سے واقف ہو۔"

"لیکن اب کیا ہوگا......؟"

"بس یہ سمجھ لو کہ اب تم بھی میری ہی طرح مفقود الخبر ہو گئے۔"

انور کچھ نہ بولا۔ یہ سفر مزید آدھے گھنٹے تک جاری رہا۔ پھر گاڑی ایک ایسے میدان میں رکی جہاں متعدد خیمے نصب تھے اور اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک نہر کی کھدائی کا کام جاری تھا۔

گاڑی سے اُتر کر فریدی نے انور کو اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا اور وہ دونوں ایک خیمے میں آئے۔ گاڑی وہاں سے کہیں اور چلی گئی تھی۔ فریدی نے انور سے بیٹھنے کو کہا اور خود اُسے غور سے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "گھڑی کا مسئلہ؟ کیوں؟"

"جی ہاں......ظاہر ہے۔"

"میں نے تمہیں جو خط لکھا تھا اُس میں ایک بات رہ گئی تھی۔ میں نے یہ نہیں ظاہر کیا تھا کہ اُس ڈمی کی کلائی پر حمید کی گھڑی بندھی ہوئی تھی۔"

"کیا مطلب......؟"

"تم دونوں کی گھڑیوں میں پرچھائیں کے ریسیور پوشیدہ تھے۔ یقین نہ آیا ہو تو اب دھوپ میں کھڑے ہو کر تجربہ کر لو۔"

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

''اب وہ پرچھائیں تمہارے طلب کرنے پر حاضری نہیں دے سکے گی۔''

''ابھی دیکھے لیتے ہیں۔'' انور اُٹھتا ہوا بولا۔

خیمے سے نکل کر دھوپ میں کھڑا ہو گیا اور وہ الفاظ دہرائے جو پرچھائیں کو طلب کرنے کے لئے ادا کرتا تھا۔

فریدی خیمے کے در سے لگا کھڑا عجیب سی مسکراہٹ کے ساتھ اُسے دیکھے جا رہا تھا۔ کئی منٹ گزر جانے کے باوجود بھی کچھ نہ ہوا۔

''کیا خیال ہے؟'' اُس نے انور کو اپنی طرف متوجہ کر کے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ واقعی پیچھا چھوٹ گیا۔'' انور کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ بولا۔

''واپس آ جاؤ......کافی تیار ہے۔'' فریدی مڑ کر خیمے میں داخل ہوتا ہوا بولا۔

''آخر آپ ان لوگوں کے لئے اتنی اہمیت کے حامل کیوں ہو گئے ہیں جبکہ پرچھائیوں کا راز بھی ظاہر ہو چکا ہے؟'' انور نے سوال کیا۔

''میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے میں خود بھی متحیر ہوں۔''

''کہیں نانوتہ اور ریما کا قصہ پھر تو نہیں شروع ہو گیا؟''

''اوہ......نہیں......اگر یہ بات ہوتی تو وہ بے خبری ہی میں مجھ پر قابو پانے کی کوشش کرتے۔ اتنا ہنگامہ کر کے مجھے ہوشیار کر دینے کی کیا ضرورت تھی۔''

''یہ بھی درست ہے۔'' انور سر ہلا کر بولا۔

''کچھ اور ہی قصہ ہے۔''

''لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کیا آپ کا محکمہ آپ کو ان کے حوالے کر دے گا؟''

''احمقانہ سوال ہے۔''

''فرض کیجئے، یہ پرچھائیاں بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانا شروع کر دیں تو! اور یہ بات تو مجرم پہلے ہی سے واضح کر چکے ہیں کہ اگر آپ اُن کے ہاتھ نہ لگے تو وہ بڑے پیمانے پر تباہی پھیلائیں گے۔''

''بڑی دلچسپ پچویشن ہے۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''حکومت کے لئے چیلنج ہے۔''

''آخر کتنے بڑے مجرم ہیں۔ کتنے طاقت ور ہیں۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے کوئی بہت

ایک لشکرِ جرار سمیت ہمارے درمیان آ چھپا ہو۔''

''کئی غنیم ہمارے درمیان موجود ہیں۔ ہم اُنہیں پہچانتے بھی ہیں لیکن ان کے گریبان نہیں پکڑ سکتے۔''

''آخر یہ لوگ کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔''

''ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔''

''بہرحال آپ کے خط کی اشاعت کے بعد سے نشانہ باز ٹولیاں پرچھائیوں کی تلاش میں نکل پڑی ہیں۔ فوج بھی شہر میں گشت کر رہی ہے۔''

''یہ اچھا ہی ہوا ہے۔ اب میں سکون سے کام کر سکوں گا۔'' فریدی نے کہا اور اسٹوو سے کافی پاٹ اُٹھا کر پیالیوں میں کافی انڈیلنے لگا۔

حمید نے اسپورٹس کار ایک ایسی عمارت کے سامنے روکی جو پہلے بھی اس کی پناہ گاہ رہ چکی تھی۔

پامیلا کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔ ''یہ کہاں لے آئے۔ یہ تو شہری ہی آبادی معلوم ہوتی ہے۔''

''تو کیا جنگل میں رہنا چاہتی تھیں۔''

''میرا مطلب تھا یہاں تو خطرہ ہے۔''

''چلو اُترو......اندر چل کر سوچیں گے کہ اب کیا کرنا چاہئے۔''

''اندر چلنے سے پہلے میری ایک بات سن لو۔''

''دس باتیں سناؤ، میرے کان کھلے ہوئے ہیں۔''

''اپنی ذات کے لئے اپنی مرضی کے خلاف کچھ بھی پسند نہیں کرتی۔''

''یہ تو اقلیدس کے کسی مسئلے کا دعویٰ عام معلوم ہوتا ہے۔''

''میں سنجیدگی سے کہہ رہی ہوں۔''

''اور میں نے سنجیدگی سے سن لیا ہے۔ میں ایک ذمہ دار پولیس آفیسر ہوں۔''

''اوہ.....تو کیا سچ مچ تم محکمہ سراغ رسانی کے کوئی آفیسر ہو......؟''

''ظاہر ہے کہ جب تمہیں پہلے ہی اس کی اطلاع مل چکی ہے تو پھر میں کیوں چھپاؤں۔''

''حیرت ہے تم چوروں کی طرح نقب لگا کر ڈربی ہاؤز میں داخل ہوئے تھے۔''

''تمہارا گروہ بہت طاقتور ہے اُسکا سربراہ مجھے اور میرے باس کو گھیر کر مار ڈالنا چاہتا ہے۔''

''آہا..... میں سمجھ گئی۔ یہ وہی چکر ہے شاید۔ اخبارات میں کسی آفیسر کا نام آتا ہے، ہاں ٹھیک یاد.....کرنل فریدی......اُف فوہ......تو تم کرنل فریدی ہو؟''

''نہیں اُن کا اسسٹنٹ......!''

''تمہارا نام کیا ہے؟''

''عبدالخواتین۔''

وہ عجیب سے انداز میں مسکرا کر رہ گئی اور حمید کو ایسا لگا تھا جیسے وہ اس کا مطلب سمجھتی ہو۔

وہ اندر آئے اور پامیلا چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ ''اچھی خاصی جگہ ہے۔ لیکن...... ہاں تم نے اپنا کیا نام بتایا تھا......؟''

''عبدالخواتین......!''

''بہت مشکل نام ہے۔ کوئی عرفیت بھی تو ہوگی۔''

''پیارے......!'' حمید چٹخارہ لے کر بولا۔

''اچھا تو پیارے اب یہ بتاؤ کہ جان کیسے بچے گی۔ وہ اتنے ہی خطرناک لوگ ہیں۔ تمہارا باس اُن سے چھپتا پھر رہا ہے۔''

''فی الحال آرام کرو۔''

''کیا میں یہاں خود کو محفوظ تصور کر سکتی ہوں۔''

''بالکل......میں راستے بھر دیکھتا آیا ہوں۔ ہمارا تعاقب نہیں کیا گیا۔''

''اچھا تو پیارے تمہارے اور کیا مشاغل ہیں۔''

''اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ گولیوں کی بوچھاڑ میں بھی خوب صورت عورتوں کے بارے سوچتا رہتا ہوں۔''

''شاید آج تک کسی نے تمہیں منہ نہیں لگایا۔''

''ہمیشہ میک اپ میں رہتا ہوں۔ اس لئے آج تک کسی نے اصلی منہ دیکھا ہی نہیں۔''

''خیر......خیر...... مجھے اس سے کیا بحث......یہ بتاؤ کہ خورد ونوش کا کیا ہوگا۔ مجھے باورچی خانے کا تجربہ نہیں ہے۔''

''ڈربی ہاؤز میں تنہا رہتی تھیں وہاں کیا ہوتا تھا۔''

''ہوٹل سے کام چلتا تھا۔''

''یہاں بھی چل سکتا ہے۔''

''لیکن پیارے۔ میں اب کسی ہوٹل تک جانے کی جرأت نہیں کر سکتی۔''

''ایسا میک اپ کروں گا کہ کوئی قریب سے بھی تمہیں نہ پہچان سکے گا۔''

''اگر ایسا ہو جائے تو ٹھیک ہے۔''

''ایسا ہی ہوگا۔ ہم دونوں نہایت سکون سے زندگی بسر کر سکیں گے۔''

''لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں ایٹمی تحقیقاتی ادارے سے تعلق رکھتی ہوں۔''

''ایک ماہ کی میڈیکل چھٹی لے لو۔''

''ہر مسئلے کا حل تمہاری نوک زبان پر رکھا رہتا ہے۔'' وہ کسی قدر جھنجھلا کر بولی۔

''اسی لئے ہر عورت وقتی طور پر مجھے بے حد پسند کرتی ہے۔''

''بیوقوف مرد ہر عورت کی کمزوری ہے اور تم تو احمقوں کے سرتاج معلوم ہوتے ہو پیارے۔''

''شکریہ......!''

''کیا بُرا مان گئے؟''

''قطعی نہیں۔ احمق ہونا میری دانست میں شرافت کی معراج ہے۔''

''کسی قدر فلسفی بھی لگتے ہو۔''

''صرف عورت کی حد تک...... بقیہ معاملات میں آتش فشاں کا دہانہ سمجھ لو۔''

''مجھے یقین ہے۔ میں دیکھ چکی ہوں جس بے دردی سے تم نے اسے مارا تھا۔ خیر ہا

تو میں کہنا چاہتی تھی کہ کیا مجھے بھی اپنی اصلی شکل نہیں دکھاؤ گے؟''

''ضرور دکھاؤں گا۔ لیکن اس سے پہلے تمہاری اسپورٹ کار کا کچھ کرنا ہے۔''

''کیا مطلب......؟''

''اس کی وجہ سے تم پہچانی جا سکو گی۔''

''لیکن تم اس کا کیا کرو گے؟''

''اندر لا کر گیراج میں بند کر دوں گا۔''

''پھر پیدل مارے مارے پھریں گے۔''

''یہاں دوسری گاڑی بھی موجود ہے۔''

''آہا تو خاصے مال دار بھی معلوم ہوتے ہو۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس صورت حال کو کس زاویئے سے دیکھا جائے۔ کہیں یہ بھی ڈرامہ تو نہیں تھا۔ یہ عورت اس لئے تو پیچھے نہیں لگی کہ اُس کے ذریعے سے فریدی تک پہنچ جائے۔

''کیا سوچنے لگے؟'' پامیلا تھوڑی دیر بعد بولی۔

''سوچ رہا تھا کہ تمہیں الزبتھ ٹیلر کی ہم شکل کیوں نہ بنا دوں۔''

''خوش ذوق معلوم ہوتے ہو۔'' وہ طنزیہ انداز میں بولی۔

''ابھی تم نے دیکھا ہی کیا ہے۔''

''میرا خیال ہے کہ لنچ کا وقت ہو رہا ہے۔'' وہ گھڑی پر نظر ڈالتی ہوئی بولی۔

''اس وقت تو میں یہیں لنچ لے آؤں گا۔ کیونکہ تمہارے میک اپ میں وقت لگے گا۔''

پھر حمید نے اسپورٹس کار گیراج میں کھڑی کی تھی اور گیراج میں پہلے سے موجود فوکسی باہر نکالی تھی۔

پھاٹک سے گاڑی نکل ہی رہی تھی کہ بائیں جانب سے آنے والی ایک گاڑی پھاٹک ہی میں داخل ہونے کے لئے مڑی۔ اس طرح فوکسی کا راستہ رک گیا۔ گاڑی میں صرف ایک ہی فرد تھا جس پر نظر پڑتے ہی اسٹیئرنگ پر حمید کے ہاتھ کانپ گئے۔ لیکن اس نے گاڑی کو ریورس گیئر میں ڈال کر بڑی پھرتی سے پیچھے ہٹا لیا۔

دوسری گاڑی سر پر چڑھی آ رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے ٹکراؤ ہو کر رہے گا۔ کیونکہ گاڑی چلانے والے کے چہرے پر آنکھیں نہیں تھیں، آنکھوں کی جگہ دو تاریک گڑھے تھے۔

حمید نے فوکسی کا دروازہ کھولا اور لان پر کود گیا۔ دوسری گاڑی فوکسی کے بمپر سے ایک بالشت کے فاصلے پر رکی تھی اور پھر حمید نے ڈرائیور کا قہقہہ سنا۔

اس کا ہاتھ ریوالور کے بغلی ہولسٹر کی طرف جا ہی رہا تھا کہ آواز آئی۔ ''نہیں کیپٹن اس کی ضرورت نہیں۔ یہ امن کا مشن ہے اور میں صرف ایک روبوٹ ہوں۔ تم اپنی گولی ضائع کرو گے۔ باس تمہیں صرف یہ بتانا چاہتا ہے کہ تم اُس کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہو۔''

''مجھے بھی یقین نہیں تھا کہ میں خود کو پوشیدہ رکھنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔'' حمید نے کہا۔

''باس کہتا ہے کہ اگر پامیلا تمہیں پسند ہے تو تم اُسے اپنے ساتھ رکھ سکتے ہو۔''

''باس کا بہت بہت شکریہ! پامیلا مجھے پسند ہے۔''

''اب ذرا مجھ پر سے نظر ہٹا کر اپنے چاروں طرف دیکھو۔'' روبوٹ سے آواز آئی۔

حمید نے بوکھلا کر اُس پر سے نظر ہٹائی ہی تھی کہ چکرا کر رہ گیا۔ کئی پرچھائیاں اُسے گھیرے کھڑی تھیں...... حمید تھوک نگل کر رہ گیا۔

''لیکن کیپٹن حمید۔'' روبوٹ سے آواز آئی۔ ''اس وقت یہ پرچھائیاں امن کے مشن پر ہیں۔''

''تم...... میں نہیں سمجھا۔'' حمید بدقت بولا۔

''ایک تجربہ تم نے اور کرائم رپورٹر انور نے جھریالی کے میدان میں کیا تھا۔ دوسرا تجربہ تمہارے چیف نے تمہاری گھڑی کی مدد سے کیا تھا۔

اب اگر تم چاہو تو ایک بار پھر اپنے چیف ہی کی طرح پرچھائیوں کے مخرج پر گولی چلا دو۔''

''مجھے اس قسم کی غیر شاعرانہ حرکتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔''

''تمہاری اطلاع کے لئے اب اُن کا ایئر کرافٹ گنیں بھی کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی۔ اپنے ملک کی پوری فوج کو بھی ہمارے خلاف حرکت میں لے آؤ۔ پھر دیکھو کیا ہوتا ہے۔''

''فوج میرے اختیار میں نہیں ہے۔'' حمید نے جواب دیا۔

''کیپٹن حمید، صرف تین دن کی مہلت دی جارہی ہے۔ تمہارے چیف کو

دن ہم تباہی مچادیں گے۔''

''کس بات کی مہلت...... وضاحت کرو۔''

''اگر تمہارا چیف تین دن کے اندر اندر خود کو ہمارے حوالے نہیں کر دیتا تو تم

کر سکتے کہ کیا ہوگا۔''

''آخر میرے چیف کے کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں کہ تم لوگ

کر رہے ہو۔ کسی فلمی ہیروئن کو تاکا ہوتا۔''

''کیپٹن حمید! یہ ایک عالمی مسئلہ ہے۔ تمہارا چیف عالمی مسائل میں ٹانگ اڑا

ہے۔ ہم اُسے سبق دیں گے۔''

''یہ کھیل ایک فلم کی شوٹنگ سے شروع ہوا تھا۔''

''اُس کی اہمیت نہیں ہے۔ ہم نے صرف اس خیال سے وہ فلم تم لوگوں کے قبضہ

نکالنے کی کوشش کی تھی کہ ہم فی الحال پرچھائیوں کی پبلسٹی نہیں چاہتے تھے۔''

''بہر حال پبلسٹی ہوگئی...... اور تم نے خود کی۔ جس کے نتیجے میں اس وقت میں

پرچھائیوں کے نرغے میں ہوں۔ اگر میرے چیف سے کوئی شکائت تھی تو تم نے اُس پر

واقعات سے پہلے ہی کیوں نہیں ہاتھ ڈال دیا تھا۔ اُس وقت وہ بے خبری میں چوٹ کھا جا

ظاہر ہے کہ تنظیم یہاں بہت عرصہ سے کام کر رہی ہوگی۔''

''اس سوال کا جواب صرف کرنل فریدی کو دیا جا سکتا ہے۔ تمہیں نہیں۔''

''خیر...... لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کرنل کو کیسے مطلع کروں۔''

''کوئی بہانہ کارگر نہیں ہوگا۔ تم کرنل فریدی کیساتھ ہی ڈربی ہاؤز میں داخل ہوئے تھے

''تمہیں علم تھا تو وہیں ہاتھ ڈال دیا ہوتا۔''

''اُس کے فرار ہو جانے کے بعد ہمیں علم ہو سکا تھا۔''

''یقین کرو اس وقت مجھے علم نہیں ہے کہ کرنل کہاں ہوں گے۔ وہ جگہیں تبدیل کر

رہتے ہیں۔''

''ہم کچھ نہیں جانتے صرف تین دن کی مہلت دی جاتی ہے۔''

''یہ پرچھائیاں مجھے کب تک گھیرے رہیں گی۔''

''اوہ...... اچھا...... یہ لو...... غائب ہوگئیں۔''

جیسے ہی اس نے جملہ پورا کیا سچ مچ پرچھائیاں غائب ہوگئیں اور حمید منہ اُٹھا کر اوپر

ا۔

فضول ہے کیپٹن حمید۔ اب تمہیں پرچھائیوں کے مخرج مشکل ہی سے نظر آئیں

رہاں تو یہ گاڑی بھی تمہارے لئے ہے۔''

''کک...... کون سی۔''

یہی...... جس پر میں بیٹھا ہوا ہوں۔ یہ شمسی بیٹری سے چلتی ہے۔ پٹرول کی ضرورت

ں آئے گی اور یہ صرف اس لئے تمہیں دی جارہی ہے کہ تم اپنے چیف کو تلاش کرو۔''

اس کی ضرورت نہیں ہے۔ بہت گاڑیاں ہیں۔''

کیپٹن حمید بچوں کی سی باتیں نہ کرو۔ تمہارے محکمے نے بھی تم دونوں کو مفرور قرار دے

اگر دھر لئے گئے تو اپنے چیف تک نہیں پہنچ سکو گے۔''

یہ بات تو ہے۔'' حمید سر ہلا کر بولا۔ ''لیکن اگر میں نے یہ گاڑی لے لی تو تم کیسے

اؤ گے؟''

میری فکر نہ کرو...... قریب آؤ اور گاڑی کو چلانے کا طریقہ سمجھ لو...... آؤ...... آؤ ڈرو نہیں۔''

ڈر کس بات کا۔'' حمید اکڑ کر بولا اور کھڑکی کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔

''یہ دیکھو...... اس میں ایکسیلریٹر نہیں ہے۔ اسپیڈ کنٹرولر ہے۔ جو ہاتھ ہی سے آپریٹ

ے گا۔ آٹو میٹک گیئرز۔ بس تمہیں صرف اسٹیئرنگ اور بریک سے سروکار ہوگا۔ اب

جاؤ۔''

پھر پیچھے ہٹ آیا اور روبوٹ نے گاڑی کا دروازہ کھولا۔ حمید پوری طرح تیار تھا۔ کسی

گڑبڑ کی صورت میں اپنے بچاؤ کی کوشش تو کرنی ہی پڑتی۔ روبوٹ گاڑی سے اُترا

آہستہ چلتا ہوا لان کے وسط میں آ کھڑا ہوا۔ حمید حیرت سے اُسے دیکھے جا رہا تھا۔

کے جسم سے چٹ چٹ کی آوازوں کے ساتھ چنگاریاں نکلنے لگیں پھر پورے سراپے

سلگ گئی۔ حمید جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ جلتے ہوئے حصوں سے کولتار سے مشابہ کوئی

چیز پگھل پگھل کر زمین پر ڈھیر ہوتی رہی اور پھر وہ پورا کا پورا اُسی قسم کے ڈھیر میں
ہو گیا۔

حمید نے عمارت کی طرف دوڑ لگائی۔ برآمدے کے ایک ستون کے پیچھے پامیلا
کھڑی تھی۔

"مجھے کچھ نہ بتاؤ" وہ ہانپتی ہوئی بولی۔ "سب کچھ دیکھ اور سن چکی ہوں۔"

"وہ گاڑی۔"

"کیا تم اُسے استعمال کرو گے؟"

"کیوں نہ کروں؟"

"اول درجے کی بے وقوفی سرزد ہوگی تم سے۔"

"اور تمہیں بھی معاف کردیا گیا ہے۔ تم آزادی سے میرے ساتھ باہر نکل سکتی ہو"

"اور تمہارے چیف کو تلاش کرسکتی ہوں۔" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ضروری نہیں ہے کہ میں اس مہم پر بھی تمہیں ساتھ لے جاؤں۔"

"میں کہیں بھی تنہا نہیں رہ سکتی۔"

"تو پھر ہمہ وقت ساتھ رہے گا۔"

"اس چکر میں نہ پڑو۔ خاموشی سے ایک طرف بیٹھو۔"

"آخر کیوں؟"

"میں اُن لوگوں کو تم سے زیادہ جانتی ہوں۔ اُن کی کسی بات پر اعتبار نہیں ک
اوہ......وہ کون آرہا ہے؟" دفعتاً پامیلا چونک کر بولی اور حمید تیزی سے مڑ کر پھاٹک کی
دیکھنے لگا۔ دل کی دھڑکن تیز ہوگئی کیونکہ جیروم پھاٹک سے گزر کر عمارت کی طرف بڑ
تھا۔ اُس کی آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک تھی اور وہ اُسی میک اپ میں تھا جس میں
نے اُسے چھوڑا تھا۔

"کک......کون ہے؟" پامیلا ہکلائی۔

"فکر نہ کرو......اپنا ہی آدمی ہے۔ لیکن مجھے اس میک اپ میں نہیں پہچان سکے گا"
جیروم پورچ میں پہنچ کر رک گیا۔ وہ دونوں برآمدے میں کچھ اور آگے بڑھ آئے

"مجھے مسٹر عدنان خلیلی سے ملنا ہے۔" جیروم نے کہا۔

"تم کون ہو؟" حمید نے آواز بدل کر سوال کیا۔

"ان کا ایک دوست۔"

"یہاں کوئی عدنان خلیلی نہیں رہتا۔"

"یہ ناممکن ہے۔"

"بڑے وثوق سے کہہ رہے ہو۔" اس بار حمید نے اپنی اصل آواز میں کہا تھا۔

جیروم اُچھل پڑا اور پھر ہذیانی انداز میں قہقہہ لگا کر بولا۔ "دیکھا تم نے۔ میں غلط تو
ں کہہ رہا تھا۔"

"لیکن تمہیں پتا کیسے معلوم ہوا۔"

"مجھے معاف کردیا گیا ہے اور تمہاری حقیقت بھی مجھ پر ظاہر کردی گئی ہے۔ تم ایک
ں آفیسر ہو اور کیپٹن حمید کہلاتے ہو۔ مجھ سے کہا گیا ہے کہ تمہارے پاس جاؤں اور تمہاری
کروں۔"

"کس سلسلے میں؟"

"تمہارے چیف کو تلاش کرنے کے سلسلے میں۔"

حمید چکرا کر رہ گیا۔ آخر مقصد کیا ہے ان حرکتوں کا؟ یہ کیسے لوگ ہیں؟ ان کا انداز تو بچ
ایسا ہی ہے جیسے حقیقتاً یہ خود ہی یہاں کے حکمران ہوں اور صرف کرنل فریدی کو اپنا حریف
تے ہوں۔

تھوڑی دیر بعد بے حد نرم لہجے میں جیروم سے بولا۔ "اچھی بات ہے۔ اندر جاؤ اور
کرو۔ فی الحال ہم ذرا باہر جا رہے ہیں۔"

"آپ کی تعریف!" جیروم نے پامیلا کی طرف ہاتھ اُٹھا کر پوچھا۔

"اپنے کام سے کام رکھو۔ حمید نے بگڑ کر کہا اور پامیلا کا ہاتھ پکڑ کر روبوٹ والی گاڑی
طرف بڑھ گیا۔"

جیروم جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ حمید پامیلا سمیت گاڑی کے قریب پہنچ گیا۔

"یہ آخر ہے کون؟" پامیلا نے آہستہ سے پوچھا۔

"تمہارے ہی گروہ کا ایک آدمی جسے حکم دیا گیا تھا کہ اپنی محبوبہ کو قتل کردے۔ مگر میں وقت پر پہنچ گیا اور اُس بیچاری کی جان بچ گئی۔"

"تو یہ اُسے قتل کرنے جارہا تھا۔"

"ادھ مری تو کر ہی چکا تھا۔ جب میں پہنچا۔"

"میں سچ مچ پاگل ہو جاؤں گی۔"

"دماغ کو ٹھنڈا رکھنے کی کوشش کرو۔ ایسے دیدہ دلیر مجرم آج تک میری نظر سے نہیں گزرے۔ چلو بیٹھو اُدھر......!"

"پھر کہتی ہوں کہیں کسی اور دشواری میں نہ پڑ جاؤ۔"

"دیکھا جائے گا......چلو بیٹھ جاؤ۔"

اپنے انداز سے ہچکچاہٹ ظاہر کرتی ہوئی وہ بیٹھ گئی۔ حمید نے اسٹارٹر کے پش سوئچ کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن جیسے ہی اُس پر انگلی رکھی اسٹیئرنگ کے وسط سے تیز قسم کی روشنی نکل کر اس کے چہرے پر پڑی اور اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے اُس کے حواس خمسہ معطل ہو گئے ہوں۔ روشنی کے ساتھ ہی اسٹیئرنگ کے وسط سے عجیب طرح کی آواز کا بھی اخراج ہونے لگا۔ ایک آواز جو تیز نہیں تھی لیکن کانوں کے راستے اس طرح ذہن میں اُتر رہی تھی جیسے اُس نے ساری آوازوں کو دبالیا ہو۔ اس آواز کے علاوہ وہ اور کچھ سن ہی نہیں سکتا تھا۔ قریباً ایک منٹ تک یہی کیفیت رہی اور اُسکا ذہن شل ہو کر رہ گیا۔ پھر پامیلا نے ڈیش بورڈ کے کسی دوسرے میکنزم پر ہاتھ ڈالا اور وہ روشنی آواز سمیت اسٹیئرنگ کے وسطی حصے سے غائب ہو گئی۔

حمید بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ اس کا ذہن کسی سلیٹ کی سطح کی طرح صاف ہو گیا تھا۔ وہ کچھ بھی نہیں سوچ سکتا تھا۔ حتیٰ کہ اس وقوعے کا نقش بھی ذہن سے مٹ گیا تھا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں لیکن وہ دیکھ نہیں سکتا تھا۔ پامیلا نے کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالی اور گاڑی سے اُتر کر برآمدے کی طرف بڑھ گئی۔ جہاں جیروم کھڑا ہوا تھا۔ اُسے اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ برآمدے سے پورچ میں اُتر آیا۔

دونوں کچھ دیر تک آپس میں سرگوشیاں کرتے رہے۔ پھر پامیلا نے اُسے اندر جانے کا اشارہ کیا۔ اس دوران میں اُس کی نظر بار بار گھڑی پر پڑتی رہی تھی۔ جیروم کے اندر

41

جانے کے بعد وہ پھر گاڑی کی طرف پلٹ آئی۔ دروازہ کھولا اور حمید کے برابر بیٹھ گئی۔ اب اُس کی نظر گھڑی ہی پر تھی۔ حمید پہلے ہی کی طرح بے حس و حرکت بیٹھا ہوا تھا۔ آنکھیں کھلی ہوئی تھیں لیکن پلکیں نہیں جھپک رہی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد پامیلا نے کہا۔ "کیپٹن حمید! کیا تم میری آواز سن رہے ہو۔"

"ہاں سن رہا ہوں۔" حمید کے صرف ہونٹ ہلے تھے۔ پلکیں اب بھی نہیں جھپکی تھیں۔

"تمہیں میری ہدایات پر عمل کرنا ہے۔ بائیں جانب اپنے دیدے گھماؤ۔"

حمید کی آنکھیں ڈیش بورڈ کی بائیں جانب نگراں ہو گئیں اور اُس سمت ایک گوشے میں ننھا سا اسکرین روشن ہوتا نظر آیا۔

"کیپٹن حمید......کیا تمہیں یہ روشن اسکرین دکھائی دے رہا ہے؟" پامیلا نے سوال کیا۔

"ہاں دکھائی دے رہا ہے۔"

"اس پر تمہیں جو تحریر نظر آئے اُسے اس طرح پڑھنا جیسے کوئی اعلان کر رہے ہو۔ کیا تم سمجھ گئے؟"

"تم کہو گی تو ضرور کروں گا۔"

پامیلا نے پھر ڈیش بورڈ کا ایک بٹن دبا کر کہا۔ "اچھی بات ہے۔ تو اسی اعلان کو بار بار دہراتے رہو۔"

اسکرین پر تحریر نظر آنے لگی اور حمید نے اعلان کرنے کے سے انداز میں اُسے پڑھنا شروع کر دیا۔

"خواتین و حضرات! مجھے افسوس ہے کہ آپ کی تفریح میں مخل ہو رہا ہوں۔ میں کیپٹن حمید، کرنل فریدی کا اسسٹنٹ آپ سے مخاطب ہوں۔ پرچھائیوں والے خوف ناک لوگ چاہتے ہیں کہ کرنل فریدی کو اُن کے حوالے کر دیا جائے۔ لیکن کرنل فریدی کا سراغ نہیں مل رہا۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہا کہ آپ لوگ شہر خالی کر دیں۔ اُن خوف ناک لوگوں نے صرف تین دن کی مہلت دی ہے۔ چوتھے دن پرچھائیاں شہر کی عمارت کو مسمار کرنا شروع کر دیں گی۔ خدا کیلئے شہر چھوڑ دیجئے۔ بہت بڑے پیمانے پر تباہی پھیلنے والی ہے۔"

اس کے بعد فوراً ہی اسکرین تاریک ہو گیا اور پامیلا نے ڈیش بورڈ کے کئی سوئچ آف

کئے اور گاڑی سے اُتر کر اُس کے دروازے پر آئی جدھر حمید بیٹھا ہوا تھا۔ دروازہ کھول کر
ہاتھ پکڑتی ہوئی بولی۔ ''اب اُتر آؤ......اور میرے ساتھ اندر چلو۔''

حمید نے چپ چاپ تعمیل کی اور وہ اُس کا ہاتھ پکڑے ہوئے اندر لائی۔ جیروم نشہ
کے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے اُسے باہر جانے کا اشارہ کیا اور حمید کو دیوان پر
ہوئی بولی۔ ''اب تم سوجاؤ گے اور جب سو کر اُٹھو گے تو تمہیں روبوٹ ......گاڑی اور
کیفیت کے بارے میں کچھ بھی یاد نہیں رہے گا۔ لیٹو اور سوجاؤ۔''

حمید دیوان پر لیٹ گیا اور دوسرے ہی لمحے میں اُس کی آنکھیں بند ہوگئیں۔ باہر
نے وہ عجیب وغریب گاڑی اسٹارٹ کی تھی اور اُسے پھاٹک کی طرف موڑ رہا تھا۔

ریڈیو پر ایک مقبول پروگرام ہو رہا تھا۔ یہ پروگرام اتنا ہی پسندیدہ تھا کہ لوگ اپنے
چھوڑ کر اُس کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔ اچانک پروگرام کے دوران ہی میں آواز
غائب ہوگئی جیسے ٹرانسمیشن میں کوئی گڑبڑ ہوئی ہو۔ پھر سیٹیاں سی بجنے لگیں اس کے
آواز آئی تھی اُس کا اس پروگرام سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ کوئی کہہ رہا تھا۔

''خواتین وحضرات! مجھے بے حد افسوس ہے کہ آپ کی تفریح میں مخل
ہو رہا ہوں۔ میں کیپٹن حمید، کرنل فریدی کا اسسٹنٹ آپ سے مخاطب
ہوں۔ پرچھائیوں والے خوف ناک لوگ چاہتے ہیں کہ کرنل فریدی کو
اُن کے حوالے کردیا جائے۔ لیکن کرنل فریدی کا سراغ نہیں مل رہا۔
اب اُس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہا کہ آپ لوگ شہر خالی
کردیں۔ ان خوف ناک لوگوں نے صرف تین دن کی مہلت دی ہے
چوتھے دن پرچھائیاں شہر کی عمارات کو مسمار کرنا شروع کردیں گی۔ خدا

کے لئے شہر چھوڑ دیجئے۔ بڑے پیمانے پر تباہی پھیلنے والی ہے۔''

لوگ سناٹے میں آگئے۔ چہرے دھواں ہو گئے تھے۔ پھر سیٹیاں سی بجی تھیں اور وہی
ل پروگرام شروع ہو گیا تھا۔

لیکن اب کسے ہوش تھا کہ اس پروگرام کو سنتا۔ ریڈیو بند کردیئے گئے، لوگ گھروں سے
پڑے۔ سڑکوں پر جگہ جگہ ہجوم نظر آنے لگے۔ ذرا ہی سی دیر میں ایسا معلوم ہونے لگا جیسے
ہر نہیں آدمیوں کا جنگل ہو۔

''پولیس کی گاڑیاں ریڈیو اسٹیشن کی طرف دوڑی تھیں۔ ہوم سیکریٹری آئی جی پر برس رہا
اور فریدی کے محکمے پر تو جیسے بجلی گری تھی۔ بڑے آفیسر چیخ رہے تھے کہ آخر کیپٹن حمید
ھارے ریڈیو اسٹیشن کیوں دوڑا گیا اور ریڈیو کے حکام اس پر کیسے آمادہ ہوگئے کہ اوپر سے ملے
ئے کسی آرڈر کے بغیر اُسے اس قسم کا کوئی اعلان کرنے دیا۔ آخر ہوم سیکریٹری نے ریڈیو
ن کے ذمہ داران سے جواب طلب کرلیا اور تب یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ ریڈیو والے
یران ہیں۔ پروگرام کے دوران میں اُن کا ٹرانسمیٹر اچانک ناکارہ ہوگیا تھا۔ وہ نہیں
تے کہ وہ حیرت انگیز اعلان کہاں سے ہوا تھا۔ پھر ہوم سیکریٹری نے پولیس کے بڑے حکام
یٹنگ طلب کرلی۔ ان میں فریدی کے محکمے کا ڈی آئی جی بھی تھا۔ وہ خاموشی سے میٹنگ
ارروائی دیکھتا اور سنتا رہا تھا۔ آخر ضبط نہ کرسکا اور اُسے بولنا ہی پڑا۔

''میرا خیال ہے کہ کیپٹن حمید مجرموں کے ہتھے چڑھ گیا ہے اور اُنہوں نے اُسے اس
پر مجبور کردیا ہوگا۔ جو لوگ ایسی تباہ کار پرچھائیاں تخلیق کرسکتے ہیں ان کے لئے ہمارے
ن پر اثر انداز ہونا کیا مشکل ہوگا۔''

''کرنل فریدی محکمے سے رابطہ کیوں نہیں قائم کرتا۔'' ہوم سیکریٹری میز پر ہاتھ مار کر دھاڑا۔

''اس کا جواب تو وہی دے سکے گا۔''

''محکمے میں اس بدنظمی کے ذمہ دار آپ ہیں۔''

''ہوسکتا ہے آپ درست کہہ رہے ہوں۔ لیکن شاید آپ کو علم نہیں کہ فریدی نے اس
ے سے پہلے ہی آگاہ کردیا تھا اور اُس کا مشورہ تھا کہ اس کیس کو آئی ایس آئی کے
ے کردیا جائے کیونکہ یہ دفاعی نوعیت کا مسئلہ بھی بن سکتا ہے۔ لیکن آئی ایس آئی کے

ڈائریکٹر جنرل نے اس مشورے کو قابل اعتبار نہیں سمجھا تھا اور ہمارے محکمے کے ڈائریکٹر جنرل صاحب نے بھی فریدی کی رائے سے اتفاق نہیں کیا تھا۔''

ہوم سیکریٹری ڈائریکٹر جنرل کی طرف مڑا۔

''جی ہاں! یہ درست ہے۔'' ڈائریکٹر جنرل نے مردہ سی آواز میں کہا۔

''لیکن میں نے تو صرف آئی ایس آئی کے ڈائریکٹر جنرل کی رائے سے اتفاق کیا تھا محض اس لئے کہ وہ دفاع کے معاملات کو ہم سے بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔''

''میں آپ کے محکمے کی بے ضابطگیوں کی بات کر رہا ہوں۔''

''جناب عالی! نوٹس مشتہر کرا دیا گیا ہے۔ اگر وہ ایک ہفتے کے اندر اندر اصالتاً جواب دہی نہیں کرتا تو یک طرفہ کارروائی کی جائے گی۔''

''اور وہ کارروائی کیا ہوگی؟''

''ملازمت سے برطرفی۔''

''میں بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔'' ڈی آئی جی بولا اور ڈائریکٹر اُسے اس طرح گھورنے لگا جیسے کچا چبا جائے گا۔

''کہئے...... کیا کہنا چاہتے ہیں؟'' ہوم سیکریٹری نے کہا۔

''وہ ملازمت برائے ملازمت نہیں کر رہا۔ ملازمت سے برطرف ہو جانے کے بعد بھی وہ اپنا کام جاری رکھے گا۔''

''میں اُس کی بیک گراؤنڈ سے واقف ہوں۔'' ہوم سیکریٹری بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

''بہرحال میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اُسے حاضری پر مجبور کرنا موت کے منہ میں جھونکنے کے مترادف ہوگا۔''

''اور جو یہ تباہی پھیل رہی ہے اُس کی وجہ سے؟''

''تو گویا اس تباہی سے بچنے کیلئے اُس مخلص ترین آدمی کو مجرموں کے حوالے کر دیا جائے گا۔''

''یہ میٹنگ آپ کا وعظ سننے کے لئے طلب نہیں کی گئی۔''

''مجھے افسوس ہے۔'' کہہ کر ڈی آئی جی بیٹھ گیا۔

حقیقت تو یہ تھی کہ کسی کی سمجھ ہی میں نہیں آ رہا تھا کہ میٹنگ کیوں طلب کی گئی؟ اس

میں کیا طے پانا ہے۔

''سوال تو یہ ہے کہ کیا مجرم صرف یہی چاہتے ہیں کہ فریدی اُن کے ہاتھ آ جائے۔'' ڈائریکٹر جنرل نے کہا۔

''مجھے صرف اس سے غرض ہے کہ وہ رپورٹ کیوں نہیں دیتا۔'' ہوم سیکریٹری نے میز پر ہاتھ مار کر کہا۔

''میں پھر کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔'' ڈی آئی جی بولا۔

''کہئے؟''

''جب بھی معاملہ غیر ملکیوں کا ہوتا ہے تو وہ اسی طرح محتاط ہو جاتا ہے۔ اُس کا خیال ہے کہ ایسے مواقع پر نہیں کہا جا سکتا کہ کون کون پہلے ہی سے بکا ہوا ہے۔ مثال کے طور پر میں راشا-ستری والے کیس کو پیش کر سکتا ہوں۔''

''میں اُس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ یہاں نہیں تھا۔''

''جبیر اللہ ہمارے آپریشن روم سے اپنے گروہ کو ہدایت دیا کرتا تھا اور بالآخر فریدی ہی نے اسے پہچان کر پکڑا تھا اور اُس نے خودکشی کر لی تھی۔ بہرحال کہنے کا مطلب یہ کہ وہ ہمارے ہی کسی آدمی کی غفلت یا سازش سے آپریشن روم تک پہنچا ہوگا اور اس کیس میں ہم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ یہ کسی بڑی طاقت کا کھیل ہے یا کسی خبیث ذہن کی انفرادی کوشش۔''

''تو آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنی کارگزاریوں کو پوشیدہ رکھنے کے لئے خود غائب ہو گیا ہے۔''

''میرا یہی خیال ہے جناب۔''

''اُس کے اس تجربے سے کس حد تک فائدہ اٹھایا گیا جو اُس نے کرائم رپورٹر...... کیا نام تھا اُس کا......؟''

''انور...... جناب! اسٹار کا کرائم رپورٹر۔''

''ہاں ہاں تو انور کے توسط سے پہنچنے والے تجربے سے کیا فائدہ اٹھایا آپ لوگوں نے۔''

''صد فی صد کامیابی ہوئی تھی۔ ہمارے نشانہ بازوں نے کئی مخرجوں کو نشانہ بنایا اور وہ ہانڈیاں غائب ہو گئیں۔ لیکن اب انہوں نے اس کا انتظام بھی کر لیا ہے۔ جیسے ہی کسی مخرج

کی طرف رائفل کی نال اٹھتی ہے اُس میں سے اتنی تیز روشنی خارج ہوتی ہے کہ نشانہ باز کی آنکھیں بند ہوجاتی ہیں اور مخرج اپنا راستہ بدل دیتا ہے۔''

''اب دیکھو نا اسے کہتے ہیں حماقت۔'' ہوم سیکریٹری ہاتھ جھٹک کر بولا۔''آخر ا تجربے کی پبلسٹی کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر خاموشی سے یہ کام ہوتا تو وہ لوگ اتنی جلد اس اڑنے والی شے میں کوئی تبدیلی نہ کرسکتے۔''

''میری دانست میں اُس نے پبلک کو تیار کرنے کی کوشش کی تھی کہ وہ خود ہی ا حالات سے نپٹنے کے قابل ہوجائے۔ کیونکہ یہ تو معلوم ہی نہیں ہوپاتا کہ وہ پرچھائیاں کر اور کہاں نظر آئیں گی۔''

''میں شروع سے محسوس کررہا ہوں کہ آپ اس کے طرف دار ہیں۔''

''میں اس کا طرف دار نہیں بلکہ اُسے اچھی طرح جانتا ہوں اور اب آخری بات چاہتا ہوں۔''

''وہ بھی کہہ ڈالئے۔'' ہوم سیکریٹری نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

''فریدی زیادہ سے زیادہ وجہ جرم معلوم کرسکے گا۔ اس کے آگے اُس کے بس کا روگ نہیں۔ مناسب یہی ہوگا کہ یہ معاملہ کلی طور پر فریدی کے سپرد کردیا جائے۔''

''میں اس رائے سے متفق ہوں۔'' ڈائریکٹر جنرل نے کہا۔''اور مجھے بے حد افسو ہے کہ میں نے اُسی وقت فریدی کی رائے سے اتفاق کیوں نہیں کیا تھا۔''

''اُوہ......تو اسے ایک طرح سے نااہلی کا اعتراف کیوں نہ سمجھا جائے۔'' ہوم سیکر نے ڈائریکٹر جنرل کو گھورتے ہوئے کہا۔

''لیکن اس نااہلی کا تعلق کارکردگی سے نہیں ہے۔ ہمارے پاس وہ وسائل نہیں ہیں ان حالات سے نپٹنے کے لئے ضروری ہیں۔ دوربینوں سے کہاں تک تلاش کیا جاسکتا ہے فلائنگ ڈیوائسز کو۔ اور پھر ہم اس سے بھی لاعلم رہتے ہیں کہ وہ کب نمودار ہوتی ہیں۔''

''اگر وہ بے آواز ہیں تو ریڈار بھی اُن کا پتا نہیں لگاسکے گا۔'' ہوم سیکریٹری نے کہا۔

''بس تو پھر آپ ہی خیال فرمائیے۔''

''تو کیا ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہیں۔''

''ایسا بھی نہیں ہے۔ ہم سے جو کچھ بھی ممکن ہے کررہے ہیں۔''

میٹنگ بس ایسی ہی تھی کہ وہ کسی حتمی فیصلے پر نہیں پہنچ سکے تھے کہ انہیں کیا کرنا چاہئے۔

دن میں کئی بار ریڈیو کی نشریات میں فرق پڑچکا تھا۔ اچانک اُسی فریکوئینسی پر کوئی اور بہت طاقتور ٹرانسمیٹر غالب آجاتا تھا۔ یعنی ریڈیو اسٹیشن کی نشریات کی بجائے ہید کا اعلان سنائی دینے لگتا تھا۔

خود حمید نے بھی اُسے سنا اور بھونچکا رہ گیا۔ اس وقت وہ پامیلا کے ساتھ کیرم کھیل رہا ریڈیو پر فلمی نغموں کا فرمائشی پروگرام سن رہا تھا کہ اچانک ایک نغمے کی آواز مدھم ہوکر اؤنڈ میں چلی گئی اور خود اس کی آواز اُبھر آئی۔

اسٹرائیکر اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

''یہ کیا چکر ہے۔'' بالآخر وہ پامیلا کو گھورتا ہوا بولا۔

''کیا بات ہے! میں نہیں سمجھی۔''

حمید نے اُسے اعلان کا مفہوم سمجھاتے ہوئے کہا۔''مجھے نہیں یاد پڑتا کہ میں نے کبھی یسا اعلان ریکارڈ کرایا ہو۔''

''لیکن تم مجھے ایسی بے اعتمادی سے کیوں دیکھ رہے ہو۔ میں نے کیا کیا ہے؟''

''یہی تو سمجھ میں نہیں آرہا کہ تم نے کیا کیا ہے۔''

وہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ دوسرا اعلان شروع ہوا۔

''خواتین حضرات! ابھی تک نہیں معلوم ہوسکا کہ یہ اعلان کہاں سے ہورہا ہے۔ بہرحال یہ ہماری نشریات پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ہم اسے کسی طرح بھی نہیں روک سکتے۔ اب آپ سے ایریا کمانڈر صاحب

خطاب فرمائیں گے۔''

حمید نے طویل سانس لی اور سوچنے لگا۔ تو فوج نے شہر کا انتظام سنبھال لیا۔ یہ بہ
پہلے ہو جانا چاہئے تھا۔

''خواتین حضرات!'' ریڈیو سے آواز آئی۔ ''میں ایریا کمانڈر آپ سے مخاطب ہوں۔ مجرموں کو جلد از جلد گرفتار کرلیا جائے گا۔ آپ ہراساں نہ ہوں۔ مجرم انتشار برپا کر کے لوٹ مار کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نظم وضبط برقرار رکھ کر اُن کے اس منصوبے کو خاک میں ملا سکتے ہیں۔ کوئی سائنسی شعبدہ چالاک مجرموں کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ آپ کی فوج اُسے نیست و نابود کردینے کی پوری پوری صلاحیت رکھتی ہے۔ جہاں بھی کوئی ایسی پرچھائیں نظر آئے فون نمبر ایک تین ایک پر اطلاع دیجئے۔ شکریہ! ایک بار پھر گزارش ہے کہ نظم وضبط برقرار رکھنے کی کوشش کیجئے۔ اگر آپ نے شہر خالی کرنے کا ارادہ کیا تو اس سے مجرموں کو فائدہ پہنچے گا۔ قومی وقار کا تقاضا ہے کہ آپ اپنی جگہوں پر جمے رہیں۔ خدا حافظ۔''

حمید کی پیشانی پر پسینے کی ننھی ننھی بوندیں پھوٹ آئی تھیں۔ لیکن وہ سوچ رہا تھا
اب ان پرچھائیوں کا طلسم ٹوٹ جائے۔ اوہ...... مگر خود اُس کی کیا پوزیشن ہے۔
بارے میں کس قسم کی قیاس آرائیاں ہو رہی ہوں گی۔ کیا وہ خود کو اپنے آفیسرز کے سا
کر دے۔ لیکن وہ بھی اسکی لاعلمی پر یقین نہیں کریں گے کیونکہ وہ صد فیصد اُسی کی آواز تھ
وہ پھر پامیلا کو گھورنے لگا۔ اس دوران میں ریڈیو کے معمول کے پروگرام دوبا
ہو گئے تھے۔ اُس نے ہاتھ بڑھا کر ریڈیو بند کر دیا۔

''پھر کہتی ہوں...... مجھے اس طرح نہ دیکھو۔ میں کچھ نہیں جانتی۔'' پامیلا نے ک

''جو کچھ بھی ہوا ہے بہت بُرا ہوا ہے۔''

''یقیناً بُرا ہوا ہے۔ لیکن اسکی ذمہ داری مجھ پر نہیں۔ میں تو خود ہی اُن کی ستائی ہوئی

''مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں کب سویا تھا۔ دن میں کبھی سوتا ہی نہیں۔''

''رات جاگے بھی تو تھے۔ میں تمہیں یاد دلاتی ہوں کہ تم کب اور کس طرح سوئے
ے۔ مجھ سے کہا تھا کہ کسی ہوٹل سے لنچ خریدنے جا رہے ہو۔ پھر دیوان پر لیٹ گئے تھے اور
ہنا شروع کر دیا تھا۔ میں نے بھی جگانا مناسب نہیں سمجھا۔ بھوکی بیٹھی رہی۔''

''کوئی اور بھی یہاں آیا تھا۔''

''کون آتا۔''

''پتا نہیں کیوں ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی بھی یہاں رہا ہو۔''

''شاید اب بھی تمہارا ذہن صاف نہیں ہوا۔ نیند برابر حملے کئے جا رہی ہے۔''

''خدا جانے کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ میں خود کو اپنے محکمے کے حوالے کرنے جا رہا ہوں۔''

''اور میرا کیا ہوگا؟'' وہ خوفزدہ آواز میں بولی۔

''یہی تو سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر اُنہیں معلوم ہو گیا کہ تمہارا تعلق بھی اس گروہ سے رہ چکا ہے تو تمہاری شامت آجائے گی۔''

''اور میں اس پر خودکشی کو ترجیح دوں گی۔''

''خودکشی......!'' حمید اُسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ ''ہرگز نہیں۔ تم بہت خوبصورت ہو۔
ں تمہیں مرنے نہیں دوں گا۔''

''کیا کرو گے میرا......؟''

''یہ بتانا مشکل ہے!''

''عورت کے معاملے میں بالکل اناڑی معلوم ہوتے ہو۔ آخر خوبصورتی کا مصرف کیا ہے۔''

''اُسے دیکھا جائے۔ جی بھر کے دیکھا جائے۔''

''غالباً تم کسی عورت کے مجسمے کی بات کر رہے ہو۔'' پامیلا نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''نہیں میں تمہاری بات کر رہا ہوں۔''

''میرا خیال ہے کہ میں دن رات کسی سڑک کے کنارے کھڑی رہا کروں اس طرح
زاروں آدمی مجھے دیکھ لیں گے۔''

''میں سمجھ گیا۔ تم کیا کہنا چاہتی ہو۔ لیکن میں اپنے چیف سے پوچھے بغیر اس سلسلے میں
بھی کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔''

''مجھے غصہ نہ دلاؤ۔ ورنہ بہت گندی گندی گالیاں سنو گے۔''

''دراصل تم مجھے اپنے چیف کے لئے بے حد خوبصورت لگتی ہو۔''

''یہ کیا بکواس ہے۔''

''میں اس سے کہوں گا کہ تم سے محبت کرے۔''

''خاموش رہو!'' وہ آنکھیں نکال کر دھاڑی اور حمید بھلا دانت نکال دینے کے علاوہ اور کیا کرتا۔

پھر وہ وہاں سے اُٹھ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی اور حمید دوبارہ اپنی یادداشت پر زور دینے لگا۔ آخر وہ سویا کیسے تھا اور سونے سے قبل اس نے وہاں کس تیسرے فرد کو دیکھا تھا۔ سوچتے سوچتے سر چکرانے لگا لیکن بات نہ بنی۔

تھوڑی دیر بعد وہ بھی اُٹھا اور برآمدے میں نکل آیا۔ گیراج کا دروازہ کھلا دیکھ کر چونک پڑا۔ پھر گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز بھی سنی۔ فوکسی تو گیراج کے باہر پہلے ہی سے موجود تھی۔

اس نے دیکھا کہ پامیلا والی اسپورٹس کار ریورس گیئر میں باہر نکل رہی ہے۔ خود پامیلا ہی ڈرائیونگ سیٹ پر نظر آئی۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا اور قبل اس کے کہ وہ گاڑی کو کمپاؤنڈ سے نکال لے جاتی اس نے اُسے جالیا۔

''ٹھہرو...... ٹھہرو۔ یہ کیا کر رہی ہو؟'' وہ مضطربانہ انداز میں بولا۔

''خود کو پولیس کے حوالے کرنے جا رہی ہوں۔''

''کیا مطلب......؟''

''گھٹن کی زندگی سے یہی بہتر ہے کہ جیل میں پناہ لوں۔''

''اگر تم اپنے ساتھیوں کی نشاندہی نہ کر سکیں تو بڑی اذیتوں سے گزرنا پڑے گا۔ وہ یہی سمجھیں گے کہ تم کوئی نیا جال پھیلانا چاہتی ہو۔''

''پھر میں کیا کروں۔ تمہارے ساتھ رہنا بھی جہنم کی زندگی سے کم نہیں۔''

''سنو! اس قسم کی باتیں صرف شوہروں سے کی جاتی ہیں۔''

''اگر پولیس تک پہنچنے سے قبل اپنے ہی آدمیوں کے ہتھے چڑھ گئیں تو کیا ہوگا؟''

''کچھ بھی ہو، تم سے تو نجات مل ہی جائے گی۔''

''کیا میں نے تمہارے ساتھ کوئی بُرا برتاؤ کیا ہے۔''

''اس سے بُرا برتاؤ اور کیا ہوگا کہ مجھے پتھر سمجھتے ہو۔''

''شاید میری عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں۔''

''مجھے جانے دو۔''

''مفت میں ماری جاؤ گی۔''

''میں نے کہہ دیا کہ تمہاری ہم نشینی سے موت بہتر ہے اور اب میں تمہارے چیف کو ں کروں گی۔''

''کیوں، چیف کو کیوں تلاش کرو گی؟''

''تمہارے لئے اجازت نامہ حاصل کروں گی۔''

حمید کو ہنسی آ گئی اور وہ دوسری طرف کا دروازہ کھول کر اُس کے برابر بیٹھتا ہوا بولا۔ ں صورت میں میرا تمہارے ساتھ ہونا اشد ضروری ہے۔''

''کیوں؟'' وہ بھنویں چڑھا کر بولی۔

''تاکہ اجازت ملتے ہی......!''

''میرا مذاق مت اُڑاؤ ورنہ گولی مار دوں گی۔'' وہ حمید کی بات کاٹ کر بولی۔ ساتھ ہی یلریٹر پر دباؤ بھی ڈالا۔ گاڑی پھاٹک سے نکلی چلی آئی۔

حمید نے سیٹ کی پشت گاہ سے ٹک کر تمباکو کا پاؤچ اور سگریٹ رول کرنے کا کاغذ نکالا۔

''تم بنے بنائے سگریٹ کیوں نہیں استعمال کرتے۔''

''اُن میں وہ تمباکو نہیں ملتا جو میں استعمال کرتا ہوں۔''

''تو پھر پائپ پیا کرو۔''

''پائپ ہی پیتا ہوں۔ لیکن میک اپ میں ہونے کی صورت میں سارے معمولات اور ئما ترک کر دیتا ہوں۔''

''عقلمندی کی بات ہے۔''

''لیکن تم میرے چیف کو کہاں تلاش کرو گی۔''

''کسی ویرانے میں۔''

اس جواب پر حمید چونک پڑا۔ لیکن فوری طور پر کچھ بولا نہیں۔ وہ خود ہی کہتی رہی۔

''تمہارے کہنے پر میں نے اس کمپیوٹر پر ہارڈ اسٹون کے نام سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ یہ اشارہ کمپیوٹر ہی نے دیا تھا کہ وہ زیادہ تر ویرانوں میں رہتا ہے۔''

حمید اس بکواس پر یقین کرنے کو تیار نہیں تھا۔ دفعتاً وہ واقعہ یاد آیا جس کے بعد وہ اس کے ساتھ فرار ہوئی تھی اور اب اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ محض ایک ڈرامہ رہا ہو اور پھر یہ جسارت کہ اُس کے بعد بھی اسپورٹس کار لے کر سڑک پر نکل آئی ہے۔ حمید کا ذہن ایک بار پھر اُسی اعلان کی طرف بھٹکنے لگا جو ریڈیو سے ہوا تھا۔ ساتھ ہی وہ موقع بھی یاد آ گیا جب اُسے ان لوگوں نے جیروم سمیت پکڑا تھا اور اُسے خبر تک نہیں ہوئی تھی۔ تو پھر یہ عورت بھی ایسے ہی کسی معاملے میں ملوث معلوم ہوتی ہے۔ آخر وہ کب اور کیسے سویا تھا۔ تو اب یہ عورت اُسے کہاں لے جا رہی ہے؟ اگر وہ سچ مچ اپنے ساتھیوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے اُس کے ساتھ فرار ہوئی تھی تو اب اس طرح سڑک پر کیوں نکل آئی ہے۔ لاکھ اُس نے اُس کی شکل میں بھی تبدیلی کر دی ہو لیکن یہ اسپورٹس کار جس کے رجسٹریشن نمبر کی پلیٹ بھی نہیں بدلی گئی، اس کے لئے پریشانی کا باعث ضرور بن سکتی ہے۔ پھر آخر وہ اس کی طرف سے اتنی لاپرواہ کیوں ہو گئی ہے۔

''آخر تم کہاں جا رہی ہو۔ سنجیدگی سے گفتگو کرو۔'' حمید نے اچانک اُس سے سوال کیا۔

''میں اس شہر ہی میں نہیں رہنا چاہتی۔ کیا تمہیں اُن پرچھائیوں سے خوف نہیں معلوم ہوتا۔''

''معلوم تو ہوتا ہے لیکن ہم جائیں گے کہاں؟''

''کہیں اور...... قریب ترین شہر تارجام ہے۔ وہیں کیوں نہ چلیں۔ دھمکی تو صرف اس شہر والوں کو دی گئی ہے۔''

''تو تم نے فوکسی کیوں نہیں استعمال کی۔ یہ گاڑی کیوں نکال لائیں جو کسی وقت بھی گردن کٹوا سکتی ہے۔''

''اوہ...... میری تو عقل ہی خبط ہو کر رہ گئی ہے۔ جہنم میں جائے جو کچھ بھی ہوگا۔ دیکھا جائے گا۔ میں تو اس شہر کے ماحول سے تنگ آ گئی ہوں۔''

''بہر حال تم پرچھائیوں سے خوفزدہ ہو کر بھاگ رہی ہو۔''

''کیا یہ غیر فطری ہے؟'' وہ پھاڑ کھانے والے لہجے میں بولی۔ ''پورا شہر خوفزدہ ہے۔''

''معلوم تو ہوتا ہے۔'' حمید سر ہلا کر بولا۔

دفعتاً پامیلا نے گاڑی کی رفتار کم کر دی اور پھر اُسے سڑک کے کنارے لگا کر روکتے ہوئے کہا۔ ''تم آ ؤ اسٹیرنگ پر۔ میں دیر تک ڈرائیو نہیں کر سکوں گی۔''

وہ دروازہ کھول کر اُتر گئی اور حمید اسٹیرنگ کی جانب کھسک آیا۔ وہ دوسری طرف سے آ کر اس کے برابر آ بیٹھی۔

''تو پھر تارجام ہی کی طرف۔'' اس نے پامیلا کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں...... تارجام ہی کی طرف۔''

حمید نے ایکسلریٹر پر دباؤ ڈالا اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر اس بھاگ دوڑ کا نتیجہ کیا نکلے گا اور اب وہ کیا چاہتی ہے۔

''تم ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آ سکیں۔'' اُس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

''خود اپنی سمجھ میں کب آئی ہوں کہ تمہاری سمجھ میں آ جاؤں گی۔''

حمید نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے اور ونڈ اسکرین پر نظر جمائے رہا۔ شام کے چار بجے تھے اور گاڑی مغرب کی سمت جا رہی تھی۔ سڑک پر زیادہ ٹریفک نہیں تھا۔ حمید عقب نما آئینے کو ایسے زاویے پر لایا کہ پیچھے دور تک نظر رکھ سکے۔ اُسے یقین تھا کہ تعاقب ضرور ہو رہا ہوگا خواہ تعاقب کرنے والے مجرم ہوں خواہ فریدی کے ساتھی۔

''کیا کوئی مختصر راستہ نہیں ہے تارجام تک پہنچنے کا۔'' پامیلا نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

''ہے کیوں نہیں!''

''تو پھر اُدھر ہی چلو۔ میں جلد از جلد خود کو محفوظ سمجھنا چاہتی ہوں۔''

''یہاں اس گاڑی میں بھی تم غیر محفوظ نہیں ہو۔'' حمید نے کہا اور سوچا کہ شارٹ کٹ ہی مناسب رہے گا۔ اس طرح رات ہونے سے قبل ہی تارجام پہنچ جائیں گے۔

مزید دو میل چلنے کے بعد اُس نے گاڑی ایک کچے راستے پر موڑ دی۔

''ہاں یہ ٹھیک ہے۔'' پامیلا طویل سانس لے کر بولی۔ ''اس طرح ہمیں معلوم ہو سکے گا

کہ تعاقب تو نہیں کیا جا رہا۔"

"بہرحال تم اپنے آدمیوں سے خائف بھی ہو اور اس طرح دندناتی بھی پھر رہی ہو۔"

"آخر تم کہنا کیا چاہتے ہو۔ کیا مجھ پر اعتماد نہیں ہے۔"

"اُس اعلان نے مجھ کو الجھن میں ڈال رکھا ہے جو میری آواز میں نشر کیا جا رہا ہے۔"

"یقین کرو کہ میں اُس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔" اس نے کہا اور دفعتاً چیخ پڑی

"وہ دیکھو۔"

ایک پرچھائیں گاڑی کی بائیں جانب برابر سے دوڑ رہی تھی۔ حمید کے ہاتھ اسٹیئرنگ کانپ کر رہ گئے۔ پھر وہ پرچھائیں گاڑی سے آگے نکل گئی۔ اس کے بعد اچانک اس طرح کہ حمید کو گاڑی دوسری طرف موڑ دینی پڑی۔ وہ گاڑی کو پرچھائیں سے بچانے کی کو کر رہا تھا اور پرچھائیں تھی کہ بار بار اس طرح جھپٹتی تھی جیسے گاڑی ہی اُس کا نشانہ ہو۔ اس طرح ایک بار پھر گاڑی اُسی راستے پر لگ گئی جدھر سے آئی تھی۔ پرچھائی حرکتوں نے اُسے سڑک پر بھی تارجام کی جانب نہ مڑنے دیا۔

گاڑی اب پھر شہر ہی کی طرف واپس جا رہی تھی۔ حمید بُری طرح ہانپ رہا تھا اور کی تو گھگھی بندھ گئی تھی۔ حمید نے اُسے کنکھیوں سے دیکھا لیکن کچھ بولا نہیں۔

تھوڑی دیر بعد خود ہی بولی۔ "ہم کہیں بھی نہیں بچ سکتے۔"

"بچ سکتے تھے۔" حمید جھلا کر بولا۔ "اگر تم سے اس گاڑی کو استعمال کرنے کی سرزد نہ ہوئی ہوتی۔"

"گاڑی سے کیا ہوا؟"

"اس گاڑی میں کہیں نہ کہیں پرچھائیوں کی ریسیونگ ڈیوائیس ضرور موجود ہے۔"

"خدا جانے میرا تو سر چکرا رہا ہے۔"

"دنیا کی ساری عورتوں کی زبان سے آخر کار یہی جملہ نکلتا ہے۔"

"دیکھو اس وقت جھگڑا مت کرو۔ ورنہ میرا ہارٹ فیلیور ہو جائے گا۔"

"تو اب کہاں چلیں؟" حمید نے بُرا سا منہ بنا کر پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ ہم اُن سے نہیں بھاگ سکتے۔" وہ تھکی سی آواز میں بولی۔

ب میں تمہیں بتاتی ہوں کہ جس طرح تم سو گئے تھے اُسی طرح مجھ پر بھی نیند کا غلبہ ہوا تھا اور یں بھی سو گئی تھی۔"

"تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا۔"

"تم ہرگز یقین نہ کرتے۔"

"شاید۔ ہاں تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ مجھے تو اب بھی یقین نہیں ہے۔"

"تو پھر اس سلسلے میں مزید گفتگو ہی فضول ہے۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔ "ہاں تو میں ہ رہی تھی کہ ہم ان سے نہیں بھاگ سکتے۔ ثبوت کے طور پر ابھی کا واقعہ لے لو۔ تارجام نا چاہتے تھے۔ نہیں جا سکے۔ محض ایک پرچھائیں نے ہمارا رخ دوبارہ شہر کی طرف پھیر یا۔"

"ہاں ہاں مجھے اعتراف ہے۔ لیکن تم کہنا کیا چاہتی ہو۔"

"کیوں نہ ہم ڈربی ہاؤز واپس چلیں۔"

"بہت خوب۔ گویا سیدھے موت کے منہ میں۔"

"نہیں کیپٹن حمید یہ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے۔" دفعتاً ڈیش بورڈ کے ایک خانے سے واز آئی۔ "حالات بدل چکے ہیں۔ تم ڈربی ہاؤز ہی میں محفوظ رہ سکتے ہو۔"

حمید نے گاڑی کی رفتار کم کر دی اور پھر سڑک سے نیچے اُتر کر انجن بند کر دیا۔

"یہ کیا کر رہے ہو۔" پامیلا مضطربانہ انداز میں بولی۔

"پاگل ہونے جا رہا ہوں۔ سنبھل کر بیٹھنا۔" حمید اُسے گھورتا ہوا بولا۔ "تم نے دیدہ انستہ یہ اسپورٹس کار گیراج سے نکالی تھی۔"

"یہ سراسر الزام ہے۔ میں اس سازش میں شریک نہیں ہوں۔"

ڈیش بورڈ کے خانے سے آواز آئی۔ "کیپٹن حمید اس کا بیان درست ہے۔ یہ ہماری توب ہے لیکن فی الحال اسے بھی معافی دی جا رہی ہے۔ ڈربی ہاؤز پہنچ جاؤ۔ ورنہ سچ مچ ہرا راستہ تمہیں موت ہی کی طرف لے جائے گا۔ بدلے ہوئے حالات سے تم لاعلم ہو۔"

"کیسے حالات؟" حمید جھلا کر بولا۔

"یہ بھی ڈربی ہاؤز ہی پہنچنے پر معلوم ہوگا۔"

"اب تم ڈرائیو کرو گی۔" حمید پامیلا کی طرف دیکھ کر پھاڑ کھانے والے لہجے میں بولا۔

"فی الحال میرے اعصاب اس قابل نہیں ہیں۔"

"میرے بھی نہیں ہیں۔"

"بس تو پھر کچھ دیر یہیں ٹھہرو۔" پامیلا نے کہا۔

حمید تمباکو کا پاؤچ نکال کر سگریٹ رول کرنے لگا۔ اس دوران میں پامیلا نے اپنے ہینڈ بیگ سے ایک چھوٹی سی نوٹ بک نکالی اور اُس کے ایک سادہ صفحے پر پنسل سے لکھنے لگی۔

"اب کوئی ایسی بات نہ کرنا جو اُن کے خلاف ہو۔ ہماری آواز کہیں اور بھی پہنچ سکتی ہیں۔ تم دیکھ ہی چکے ہو۔"

پھر اُس نے نوٹ بک حمید کی طرف بڑھا دی۔ حمید نے صفحے پر نظر ڈالی اور بُرا سا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

سگریٹ ختم کر کے اُس نے انجن اسٹارٹ کیا۔ گاڑی آگے بڑھ گئی۔ شہر پہنچ کر حمید نے ہر طرف سراسیمگی کے آثار پائے۔ جگہ جگہ لوگ مجمع لگائے کھڑے تھے۔ کئی بار اُس کا دل چاہا کہ کسی مجمع میں شامل ہو کر اُن لوگوں کی گفتگو بھی سنے لیکن پامیلا جو شاید اُس کے اس خیال کو بھانپ چکی تھی برابر چلتے رہنے کا اشارہ کئے جا رہی تھی۔

بالآخر وہ ڈربی ہاؤز تک جا پہنچے۔ داخلے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی۔ پھاٹک خود بخود کھلا تھا اور گاڑی کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو جانے کے بعد بند بھی ہو گیا تھا۔

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ عمارت ویران نہیں ہے۔" پامیلا آہستہ سے بولی۔

حمید خاموش ہی رہا۔ گاڑی کو گیراج کی طرف لیتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ عمارت کے اندر داخل ہو رہے تھے اور پامیلا کو اُس کمرے میں پہنچنے کی جلدی تھی جہاں کمپیوٹر رکھا ہوا تھا۔

حمید سختی سے ہونٹ پر ہونٹ جمائے اُسے دیکھتا رہا۔ اگر اداکارہ تھی تو غضب کی تھی۔ انداز سے ذرہ برابر تصنع ظاہر نہیں ہوتا۔ اُسے کمپیوٹر والے کمرے میں چھوڑ کر حمید نے پوری عمارت چھان ماری لیکن کہیں کسی تیسرے وجود کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس عمارت میں تہہ خانے ضرور ہوں گے۔ خیر دیکھا جائے گا۔

پھر وہ کمپیوٹر والے کمرے کی طرف جانے کے لئے ایک درمیانی کمرے سے گزر رہا تھا

اچانک اُس کے دونوں دروازے بند ہو گئے۔ حمید جہاں تھا وہیں رک گیا۔ حیرت سے دروازوں کو باری باری سے دیکھا اور پھر چونک کر ایک دروازے کی طرف بڑھا۔ وہ اُن میں سے کسی دروازے کو بھی کھول لینے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔ دفعتاً کمرے کی آواز گونجی۔

"کیپٹن حمید، پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ تمہارا یہاں روک لیا جانا ایک طرح ہمارا احسان ہے۔"

"تم کون ہو! سامنے آؤ۔" حمید فرش پر پیر پٹخ کر دہاڑا۔

"ناممکن ہے کیونکہ میں تم سے میلوں دور ہوں۔"

"اس حرکت کا مطلب؟"

"تمہاری جان بچانا مقصود ہے؟ تم اپنے محکمے کو رپورٹ دینے جا رہے تھے شائد۔"

"تمہیں اس سے کیا۔"

"سلاخوں کے پیچھے ہوتے تم۔ محکمے نے تم دونوں کو مفرور قرار دے دیا ہے۔"

"ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔"

"پبلک تم دونوں کے خون کی پیاسی ہو رہی ہے۔ پولیس پر سے اُس کا اعتماد اُٹھ گیا۔ جہاں بھی کوئی پولیس والا نظر آ جاتا ہے اُس پر پتھراؤ کیا جاتا ہے۔"

"اس کا ذمہ دار کون ہے؟"

"تم دونوں۔"

"بکواس ہے۔"

"جو دل چاہے سمجھو۔ لیکن ہم نہیں چاہتے کہ تم مار ڈالے جاؤ۔"

"صرف میں یا میرا چیف بھی تمہاری ہمدردیوں کے دائرے میں آتا ہے۔"

"اس سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں۔"

"مجھ میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں؟"

"تمہاری وجہ سے ہمارا آدھا مشن کامیاب ہو چکا ہے۔"

"یعنی تم چاہتے ہو کہ پبلک پولیس والوں پر پتھراؤ کرے۔"

''ہم بہت کچھ چاہتے ہیں کیپٹن حمید۔ کہو کیسی رہے گی اگر تم اچانک اپنے ملک کے ڈائریکٹر جنرل بنا دیئے جاؤ۔''

''آخر کیا چاہتے ہو تم لوگ؟''

''تمہاری ترقی!''

''اور اس کے عوض مجھ سے کیا چاہو گے؟''

''وقتاً فوقتاً تمہیں کچھ پیغامات ریکارڈ کرنے ہوں گے۔''

''کیا ابھی کچھ اور باقی ہے؟''

''بہت کچھ کیپٹن حمید۔ ابھی تم نے دیکھا ہی کیا ہے۔''

''آخر کرنل فریدی سے تم لوگ کیا چاہتے ہو؟''

''وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں۔''

''میں تم لوگوں کے قبضے میں ہوں اور اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ تم سے بھاگ کر نہیں جا سکتا۔ مجھ سے جو کام بھی لینا چاہو گے مجھے اس پر مجبور کر دو گے۔ لہٰذا کم از کم ایک الجھن تو رفع ہی کر دو۔''

''کیا بات ہے پوچھو......!''

''جب کرنل تم لوگوں کی طرف متوجہ نہیں تھے اُسی وقت تم نے اُن پر ہاتھ کیوں نہ ڈال دیا۔ اس وقت تو وہ نہایت آسانی سے تمہارے دام میں آ جاتے۔''

''ہنڈرڈ ملین ڈالر کا سوال کیا ہے تم نے۔'' دوسری طرف سے جواب ملا۔

''چلو یہ تو معلوم ہوا کہ تم لوگ ڈالر کے زیرِ اثر ہو۔'' حمید خوش ہو کر بولا۔ ''ڈالر بھی یار ہے۔''

''نتائج اخذ کرنے میں جلدی نہ کرو کیپٹن۔ ڈالر کی بات محاورۃً ہوئی تھی۔''

''خیر...... میرے اصل سوال کا جواب ابھی تک نہیں ملا۔''

''ہم جب بھی چاہتے فریدی کو قابو کر سکتے تھے لیکن پرچھائیوں کا راز ظاہر ہونے سے پہلے ہم نے اس کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔''

''میں دراصل اُس ضرورت ہی کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔''

''کیپٹن حمید! میں صرف ایک پیغام رساں ہوں۔ اصل حالات کا علم مجھے بھی نہیں ہے۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہاں سے نکل بھاگنے کی کوشش لاحاصل ہوگی۔''

''میں سمجھتا ہوں۔ بہت تھک گیا ہوں۔ خود بھی یہی خواہش رکھتا ہوں کہ کوئی گوشہ پکڑ کر تھوڑا آرام بھی کر لوں۔ ہاں...... کیا وہ یک چشم بھی تمہاری نظر میں ہے؟''

''بالکل ہے کیپٹن حمید اور کسی خاص نظریئے ہی کے تحت ہم نے اُسے ڈھیل دے رکھی ہے۔''

''تو اس کا یہ مطلب ہے کہ شروع ہی سے تمہاری نظر ہم پر رہی ہے۔''

''تمہارا یہ خیال بھی درست ہے۔''

''اب ایک بات اور بتاؤ۔'' حمید نے کہا۔ لیکن اس بار دوسری آواز نہیں آئی تھی اور دروازے بھی خود بخود کھل گئے۔

حمید تیزی سے چلتا ہوا کمپیوٹر والے کمرے میں پہنچا۔ پامیلا سامنے ہی کھڑی تھی۔ بے حرکت۔ پلکیں تک نہیں جھپکا رہی تھی۔ چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔

حمید نے اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرایا اور وہ چونک کر پلکیں جھپکانے لگی۔ وہ ہڑبڑانے والے انداز میں بولا۔ ''یہ کیا ہو گیا ہے تمہیں۔''

''اُوہ...... مم...... میں کیا بتاؤں...... یہ کمپیوٹر...... بیکار ہو گیا ہے۔''

''لیکن تمہاری شکل پر تو ایسی ویرانی چھائی ہوئی ہے جیسے تمہارا معدہ بے کار ہو گیا ہو۔''

''مجھے اس سے ایک طرح کا ذہنی لگاؤ تھا۔''

''کیا تم نے میری اور اس نامعلوم آدمی کی گفتگو سنی تھی؟''

''نہیں، میں نے تو کچھ بھی نہیں سنا۔ کیا بات تھی۔''

''کچھ بھی نہیں! میں اُن کا قیدی ہوں۔''

''اور میں بھی......!''

حمید کچھ نہ بولا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب اُسے کیا کرنا چاہئے۔

حمید کی آواز میں کیا جانے والا اعلان فریدی نے بھی سنا اور صرف سر ہلا کر رہ گیا۔ اُ
کے بعد ایریا کمانڈر کا اعلان بھی سنا۔

"اگر پہلے ہی میری بات مان لی جاتی......!" وہ طویل سانس لے کر بولا۔

"کیا آپ نے ایسی کوئی تجویز پیش کی تھی۔" انور نے پوچھا۔

"بہت پہلے کی بات ہے جب میں نے اُنہیں وہ فلم دکھائی تھی۔"

"لیکن کیا فوج اس فتنے پر قابو پا سکے گی۔"

"قابو پا سکے یا نہیں۔ لیکن کم از کم ابتری اور بدنظمی تو نہ پھیلنے دے گی۔"

"اور پرچھائیاں بدستور عمارتوں کو ڈھاتی پھریں گی۔"

"اس کا تدارک تو اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب وہ جگہ تباہ کردی جائے جہاں سے وہ مصنوعی پرندے پرواز کرتے ہیں۔"

"اور اب تو اُنہیں آپ کی دریافت کردہ تدبیر سے بھی ختم نہیں کیا جاسکتا۔"

"ہاں انہوں نے بھی بچاؤ کی تدبیر کرلی ہے۔ جیسے ہی رائفل کی نال اُس کی طرف اٹھتی ہے اس سے اتنی تیز روشنی خارج ہوتی ہے کہ نشانہ باز کی آنکھیں خیرہ ہوجاتی ہیں اور ٹھیک نشانہ نہیں لگا سکتا۔"

"مجھے حیرت ہے کہ انہوں نے اتنی جلدی اس میں یہ تبدیلی کیسے کرلی۔"

"ہوسکتا ہے اُس میں وہ خصوصیت پہلے ہی سے موجود رہی ہو۔ بغیر ضرورت اُس سے کیا کام لیتے۔ ضرورت پڑنے پر اُسے بھی بروئے کار لائے۔"

"ہاں یہی ہوسکتا ہے لیکن اب کیا ہوگا۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ اس وقت یہ دونوں شہر ہی کی ایک عمارت میں مقیم تھے۔ فریدی نے انور کی شکل میں بھی کسی قدر تبدیلی کردی تھی اور اُسے بہ آسانی پہچانا نہیں جاسکتا تھا۔ شہر میں ہونے والے ہنگامے اُنہوں نے خود دیکھے تھے۔

"عبرت کا مقام ہے۔" انور ٹھنڈی سانس لے کر بولا اور فریدی اُس کی طرف متوجہ ... انور کہتا رہا۔ "بات ایک فلمی اداکار کی موت سے شروع ہوئی تھی۔"

"یہی ہوتا ہے۔" فریدی نے سرد لہجے میں کہا۔ "کوئی معمولی سی بات کسی بہت بڑے ...ٹے کا شاخسانہ بن جاتی ہے۔ اگر پٹاری کی پہاڑیوں پر وہ واقعہ نہ ہوتا تب بھی یہی ہوتا ... بات کسی اور طرح شروع ہوتی اور ہم اس مرحلے سے ضرور گزرتے۔"

"آخر وہ چاہتے کیا ہیں؟"

"تم کئی بار یہ سوال کر چکے ہو، اور میں سوچ رہا ہوں کہ تم کیسے صحافی ہو۔ اتنی سی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی۔ وہ لوگ عوام کے ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ موجودہ حکومت ...کارہ ہے۔ وہ اتنا بھی نہیں کرسکتی کہ شہریوں کو جان و مال کا تحفظ دے سکے۔ تم دیکھ رہے ہو پولیس پر کس بُری طرح پتھراؤ کیا جاتا ہے۔"

انور سیدھا ہو بیٹھا۔ آنکھیں پھاڑے فریدی کو دیکھے جارہا تھا۔

فریدی کسی قدر توقف کے ساتھ بولا۔ "حمید کی آواز میں اس اعلان کے بعد سے ...ات مزید خراب ہوگئے ہیں۔ اس سے اُن کا مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ میں کہیں غائب نہیں بلکہ خود بھی اُن کا ساتھ دے رہا ہوں۔ دوسری طرف محکمے نے ہمیں مفرور قرار دے کر اُن ...ن کے اس پروپیگنڈے کی توثیق کردی ہے۔"

"خدا کی قسم بڑی بھیانک سچویشن ہے۔"

فون کی گھنٹی بجی اور فریدی نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اُٹھا لیا۔

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "بلیک تھرٹین سر۔ آئی ایس آئی کے ڈائریکٹر جنرل کوئی ...لان کرنے والے ہیں۔"

"اچھا شکریہ۔" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا اور انور سے بولا۔ "ریڈیو آن کردو۔"

تھوڑی دیر بعد وہ آئی ایس آئی کے ڈائریکٹر جنرل کا اعلان سن رہے تھے۔

"خواتین و حضرات! ایک ضروری بات آپ تک پہنچانی ہے۔

مجرم یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ قانون کے کچھ محافظ اُن سے مل گئے ہیں۔ یہ سراسر غلط ہے۔ ہمیں علم ہے کہ کرنل فریدی کہاں ہیں اور کیا

کر رہے ہیں۔ آپ نظم و ضبط قائم رکھئے۔ بینکوں اور دوسرے مالیاتی اداروں کا تحفظ کیجئے۔ مجرموں کا مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے کہ شہروں میں ہیجان برپا کر کے لوٹ مار کریں۔ کرنل فریدی کے محکمے کی طرف سے وہ نوٹس واپس لے لیا گیا ہے جو اُن کے خلاف جاری کیا گیا تھا اور کیپٹن حمید کی طرف سے آپ جو اعلان کسی نامعلوم ریڈیو اسٹیشن سے سن رہے ہیں اس کے پیچھے مجرموں کا تشدد کارفرما ہے۔ کیپٹن حمید مجرموں کے قیدی ہیں۔ ایک بار پھر درخواست ہے کہ اپنی صفوں میں نظم و ضبط قائم رکھئے اور......!''

بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ نشریئے میں خلل اندازی ہوئی اور ڈائریکٹر جنرل کی آ غائب ہوگئی۔ پھر دوسری آواز اُبھری

''آزاد ریڈیو آپ سے مخاطب ہے۔ یہ سراسر دروغ گوئی ہے کہ کیپٹن حمید ہمارا قیدی ہے۔ اُس نے برضا و رغبت یہ پیغام ریکارڈ کرایا ہے۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ اگر کرنل فریدی ہمارے ہاتھ نہ لگا تو پورے ملک میں تباہی پھیلے گی۔ فوج بھی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ جتنے مہلک ہتھیار ہمارے پاس ہیں آپ کی فوج نے خواب میں بھی نہ دیکھے ہوں گے۔ ہمیں فریدی چاہئے۔ صرف فریدی۔ اس کے علاوہ اور ہمیں کچھ نہیں چاہئے۔ یہ بھی غلط ہے کہ شہر کے ہیجان سے فائدہ اُٹھا کر ہمارے آدمی لوٹ مار کریں گے۔ ہم آپ کو آگاہ کرتے ہیں کہ افراتفری سے فائدہ اُٹھانے والے معمولی لٹیرے اور مجرم ہوں گے۔ آپ اُن پر کڑی نظر رکھیں۔ ہمارے اس بیان کی تصدیق ہو جائے گی۔ جانی نقصان سے بچنے کے لئے شہر فوراً خالی کر دیجئے۔ عمارتیں ضرور ڈھائی جائیں گی۔ اگر فریدی ہاتھ نہ لگا۔ آپ سوچ رہے ہوں گے کہ آخر محض فریدی کے لئے اس قدر ہنگامہ کیوں برپا کیا جا رہا ہے؟ بہت جلد آپ کو اس سے بھی آگاہ کر دیا جائے گا اور آپ ہمارے شکر گزار ہوں گے۔ بس ہمیں فی الحال اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہنا۔''

فریدی کی پیشانی پر شکنیں اُبھر آئی تھیں اور انور ہونقوں کی طرح اُس کی شکل تک رہا تھ

''بلف......!'' فریدی اُس کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔

''میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔''

''سامنے کی بات ہے۔ اب وہ عوام کو فوج سے بھی بددل کرنا چاہتے ہیں۔''

''آخر کیوں؟ وہ کیا چاہتے ہیں۔''

''آخری ٹکڑے پر غور کرو۔ اگر میں اُن کے ہاتھ آ جاؤں تو وہ اصل معاملہ عوام پر ظاہر ں گے اور عوام اُن کے شکر گزار ہوں گے۔''

''اس میں کیا رکھا ہے۔''

''احمق! ذہن پر زور دو۔ وہ عوام کو باور کرانا چاہتے ہیں کہ میں عوام کے خلاف کسی ں میں ملوث ہوں۔ یعنی میں کسی بڑی طاقت کا ایجنٹ بن گیا ہوں اور دوسری بڑی طاقت ل ہمدردی میں مجھ پر قابو پانا چاہتی ہے۔''

''خدا کی پناہ......!''

''یہ ایک کثیر المفاسد منصوبہ ہے جس کی ابتداء ایک معمولی قتل سے ہوئی تھی اور وہ بھی ربے کا تجربہ کرنے کے سلسلے میں ہوئی تھی۔ پھر وہ اس کی طرف سے توجہ ہٹانے کے یرالڈ شاستری والا اسٹنٹ سامنے لائے اور پھر پرچھائیوں کا راز ظاہر ہو جانے کے بعد کر سامنے آ گئے۔ یقین کرو کہ میں اصل معاملے کی تہہ تک پہنچ چکا ہوں لیکن فی الحال یہی ل ہے کہ میں اُس جگہ تک پہنچ جاؤں جہاں سے وہ پرندے پرواز کرتے ہیں۔''

فون کی گھنٹی پھر بجی اور فریدی نے ریسیور اُٹھا لیا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''بی ٹن سر!''

''کیا خبر ہے؟''

''کیپٹن اور پامیلا پھر ڈربی ہاؤز میں داخل ہوئے ہیں۔''

''عمارت کی نگرانی جاری رکھو۔''

''بہت بہتر جناب۔''

''تمہارے ساتھ اور کتنے آدمی ہیں۔''

''دو اور ہیں جناب۔''

"بہت ہوشیاری سے۔" کہہ کر فریدی نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"کوئی خاص خبر......!" انور نے پوچھا۔

"حمید پھر ڈربی ہاؤز پہنچ گیا ہے اور وہ عورت اُس کے ساتھ ہے۔"

"اگر وہ گروہ سے کٹ گئی تھی تو پھر دوبارہ وہاں کیوں گئی ہے۔"

"کون کہتا ہے کہ وہ گروہ سے کٹ گئی تھی۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ محض
تھا اور حمید کے ساتھ پہلے جو آدمی تھا وہ بھی گروہ سے کٹا نہیں ہے۔ ابھی تک صرف اید
فرد گروہ سے علیحدہ ہوا ہے اور اس کیلئے مجھے بڑی محنت کرنی پڑی تھی۔ اوزا کا ایک جاپانی

"کوئی اہم آدمی ہے؟"

"پہلے تو اہم ہی معلوم ہوا تھا لیکن پھر ثابت ہوا کہ اُس کے الگ ہو جانے سے
کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔"

"کیا اب بھی اُس سے آپ کا رابطہ ہے؟"

"ہاں...... میں نے اُس سے رابطہ رکھا ہے۔ ہوسکتا ہے کسی مرحلے پر اُس کی ضر
پیش آجائے۔"

"اور وہ بھی اُس جگہ کی نشاندہی نہیں کر سکا۔"

"نہیں......!"

"اسٹیل ملز کے بارے میں کیا خیال ہے۔" انور نے پوچھا۔

"ہوسکتا ہے اُن پرندوں کے ڈھانچے وہیں ڈھالے گئے ہوں لیکن وہ وہاں سے
نہیں کرتے۔ وہاں کا چپہ چپہ دیکھ لیا گیا ہے۔"

"تب پھر اُس جگہ کی تلاش کر لینا آسان نہ ہوگا۔"

"میرے پاس صرف دو دن ہیں۔ اگر اس دوران میں اُس جگہ کی تلاش کر کے
کر دیا گیا تو......" فریدی جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہوگیا۔ انور سگریٹ سلگانے لگا۔
کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر فریدی اتنے اطمینان سے کیوں بیٹھا ہوا ہے۔ کیا ا
معجزے کا انتظار ہے۔ آخر دو دن میں یہ مرحلہ کیسے طے ہوگا اور پھر وہ اس کے بار
سوال بھی کر بیٹھا۔

"اُن کی پسپائی کی سمت کا تعین کر لیا گیا ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"محض سمت کا تعین کیا گیا ہے۔"

"ایک منزل تو آسان ہوئی اور یہ بھی اُسی وقت ہو سکا ہے جب اُن سے روشنی خارج ہوئی ہے۔ روشنی خارج کرنے کے بعد وہ فلائنگ ڈیوائس اپنے پیچھے فضا میں ایک لکیر چھوڑتی چلی جاتی ہے جسے صرف انفرا ریڈ شعاعوں کی مدد سے دیکھا جا سکتا ہے۔ فوج کے فضائی تحقیق کے یونٹ نے اس سلسلے میں خاصی معلومات فراہم کر لی ہیں۔"

"اور آپ کا اس سے رابطہ ہے۔"

"یقیناً......آئی ایس آئی کے ڈائریکٹر جنرل نے اپنے اعلان میں غلط بیانی نہیں کی تھی۔"

"تب تو بات شاید بن جائے۔"

"میں ناامید نہیں ہوں۔"

"لیکن انفرا ریڈ شعاعوں کی کیسے سوجھی۔"

"تم کیا سمجھتے ہو۔ ہمارے یہاں بہترین دماغوں کی کمی نہیں ہے۔ اگر وسائل ہوں تو ہم بھی کسی سے پیچھے نہیں رہ سکتے۔"

لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ محض سمت معلوم ہونے سے کیا ہوتا ہے جب تک فاصلے کا تعین بھی نہ کر لیا جائے۔

"سمت وہی تھی جو یہاں سے پٹاری کے جنگلوں کی ہے۔"

"اب ہوئی نا بات......لیکن پٹاری سے آگے کا بھی معاملہ ہو سکتا ہے۔"

"دیکھیں گے......اب اُٹھو......اس کمرے میں جاؤ جو وردی جسم پر فٹ آئے پہن لو۔"

"کک......کیا مطلب......؟"

"تم کیپٹن کی وردی میں ہو گے اور میں معمولی سپاہی کی وردی میں۔"

"کمال ہے......کرنل کی وردی میں کیوں نہیں؟"

"بحث مت کرو۔"

انور چپ چاپ اُٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد دونوں باہر نکلے تھے۔ فریدی نے کاندھے سے رائفل لٹکا رکھی تھی۔

اُن کی گاڑی شہر کے باہر نکل آئی تو انور نے پوچھا۔ ''ہم کدھر جارہے ہیں؟''

''لمبا سفر ہے۔''

''اُسی سمت جدھر وہ آہنی پرندے پرواز کرتے ہیں۔'' انور نے پوچھا۔

''ہاں، یہی سمجھ لو۔''

''صرف ہم دونوں۔''

''تم بہت خائف معلوم ہوتے ہو۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ وہ خود ہی جیپ ڈرائیو کررہا تھا اور انور اُس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔

''خائف نہیں ہوں، مجھے صرف تشویش ہے۔''

''فکر نہ کرو جنگل میں منگل دیکھو گے۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''پٹاری کی پہاڑیوں کے آس پاس فوج موجود ہے۔''

''تو کیا اس طرح وہ ہوشیار نہ ہوجائیں گے۔''

''نہیں، اگر پٹاری کی پہاڑیوں کو نظر انداز کردیا جاتا تو ضرور ہوشیار ہوجاتے۔ اب تو ہماری بے وقوفی پر ہنس رہے ہوں گے۔''

''میں نہیں سمجھا......؟''

''پہاڑیوں میں کچھ بھی نہیں ہے۔ وہاں انہوں نے صرف تجربہ کیا تھا۔''

جیپ تیز رفتاری سے راستہ طے کرتی رہی۔ انور نے خاموشی اختیار کرلی تھی اور فریدی بھی کچھ سوچ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے کہا پٹاری کی طرف جانے سے قبل ہم ایک جگہ رک کر ایک فلم دیکھیں گے۔

''انہیں معاملات سے متعلق......!''

''ظاہر ہے۔''

دفعتاً اُس نے ایک جگہ گاڑی روک دی اور انور کو کچھ کاغذات دیتا ہوا بولا۔ ''انہیں اپنے پاس رکھو۔ یہ کیپٹن انور کے کاغذات ہیں۔ کہیں ضرورت پڑنے پر تمہیں صرف کاغذات دکھانے ہوں گے۔ تم سے کچھ پوچھا نہیں جائے گا۔''

''چلئے جھوٹ موٹ سہی۔ کیپٹن بننا تو نصیب ہوا۔''

''اب ہم جہاں جارہے ہیں کاغذات دکھائے بغیر اندر داخل نہیں ہوسکیں گے۔''

''میں سمجھ گیا۔''

جیپ پھر حرکت میں آگئی۔ انور سوچ رہا تھا کہ آخر وہ فلم کس نوعیت کی ہوگی۔

ٹھیک اُسی وقت فریدی بولا۔ ''شاید تم فلم کے بارے میں سوچ رہے ہو۔''

''قدرتی بات ہے جناب۔''

''طیارے سے لی ہوئی اُنہیں لکیروں کی تصاویر ہیں۔''

''کیا وہ اتنی واضح ہوں گی کہ کارآمد ثابت ہوں۔''

''یہی تو دیکھنا ہے۔''

جیپ کینٹونمنٹ علاقے میں داخل ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ایک عمارت کے سامنے ئی جس کے پھاٹک پر دو فوجی پہرہ دے رہے تھے۔

کاغذات دکھا کر وہ اندر داخل ہوئے۔ اسکے بعد بھی مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے یسے کمرے میں پہنچے جو اپنی ہیئت کے اعتبار سے پروجیکشن روم ہی معلوم ہو رہا تھا۔

یہاں کئی افراد موجود تھے۔ انور نے محسوس کیا کہ سارے کام بے حد خاموشی سے ے ہیں۔ کسی نے ابھی تک کوئی غیر ضروری اور فالتو بات نہیں کی تھی۔

کمرے میں اندھیرا کردیا گیا اور پروجیکٹر چلنے کی ہلکی سی آواز محدود فضا میں گونجنے لگی۔ سامنے اسکرین روشن ہوگیا تھا جس پر زمین کے فضائی جائزے کی متحرک تصویر نظر لگی تھی۔

پھر چار متوازی لکیریں نظر آئیں جو کیمرے سے بہت قریب تھیں۔ یہ لکیریں ایک بڑھتی رہیں۔ پھر ایک جگہ زاویہ قائمہ بناتی ہوئی زمین کی طرف مڑ گئیں۔

اب چاروں لکیریں زمین کی جانب جارہی تھیں اور کیمرہ اُن سے دور ہوتا جارہا تھا۔ یک بہ یک چاروں لکیریں غائب ہوگئیں۔ فلم چلتی رہی۔ یہاں طیارے نے چکر لگایا تھا اور ے کو پھر اُسی جگہ مرکوز کردیا گیا تھا جہاں لکیریں غائب ہوئی تھیں۔

فریدی نے وہ فلم کئی بار دیکھی اور مختلف مراحل پر اُسے ''فریز'' کروا کر بھی دیکھا۔ اسی

دوران میں سامنے رکھے ہوئے کاغذ پر ایک نقشہ بھی بناتا رہا تھا۔

انور خاموشی سے سب کچھ دیکھتا رہا۔ پروجیکشن روم میں روشنی ہو جانے کے بعد فریدی اُٹھ گیا۔ دونوں باہر آئے اور جیپ میں بیٹھتے وقت فریدی بولا۔ ''فی الحال پٹاری کی طرف نہیں جا رہے۔ اس فلم نے مزید کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔''

انور کچھ نہ بولا۔ جیپ اُدھر مڑ گئی جدھر سے آئی تھی۔ زیادہ دور نہیں گئے ہوں گے کہ ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ فریدی نے ریسیور کا سوئچ آن کر دیا۔

سپر بی کے نام کی کال ہو رہی تھی۔

''اِٹ از سپر بی۔'' فریدی نے کہا۔

''بی الیون سر! کوڈ میسیج......!''

''چند سیکنڈ ٹھہرو۔'' فریدی نے کہا اور جیپ سڑک کے کنارے روک دی۔ ڈیش بورڈ کے ایک خانے سے نوٹ بک اور پنسل نکالی اور بولا ''ہیلو...... بی الیون۔''

''یس سر!'' ریسیور سے آواز آئی۔

''ڈکٹیٹ......!''

ریسیور سے کوڈ پیغام سنائی دیتا رہا۔ نوٹ بک کے صفحے پر فریدی کی پنسل تیزی سے چل رہی تھی۔ آخر کار ریسیور سے آواز آئی۔ ''اوور اینڈ آل۔''

''ایکنالجڈ......!'' کہہ کر فریدی نے ریسیور کا سوئچ آف کر دیا۔

کسی قدر اندھیرا پھیل گیا تھا۔ اُس نے گاڑی دوبارہ اسٹارٹ کی اور اُسے الیکٹرک پول کے قریب لے جا کر انجن بند کر دیا۔ اب وہ اُس پیغام کو ڈی کوڈ کر رہا تھا۔

''جیروم پر برابر نظر رکھی جا رہی ہے۔ آج وہ دن بھر اُسی گاڑی میں پھرتا رہا جسے اس عمارت سے لایا تھا جہاں کیپٹن حمید اور پامیلا مقیم تھے۔ گاڑی غیر معمولی نوعیت کی معلوم ہوتی ہے۔ ابھی کچھ ہی دیر پہلے اُس نے اُسے سعد آباد والے کرائے کے گیراجوں میں سے ایک میں بند کیا ہے۔ گیراج نمبر تیرہ۔ ایک بار پھر گزارش ہے کہ گاڑی غیر معمولی ساخت کی ہے۔ گاڑی چھوڑ کر وہ پیدل ہی اُس عمارت تک گیا ہے جہاں اُس کا قیام ہے۔''

فریدی نے ڈی کوڈ کیے ہوئے پیغام کو ایک بار پھر پڑھا اور نوٹ بک سے دونوں ورق

ل کر اُن کے پرزے پرزے کر دیئے۔

جیپ پھر آگے بڑھی اور انور نے کہا۔ ''سپر بی سے کیا مراد ہے۔''

''مخصوص شناختی لفظ۔''

''غالباً بلیک فورس سے متعلق ہے۔ کیا آپ اسکے بارے میں کبھی کچھ نہ بتائیں گے؟''

''کسی اخبار کے رپورٹر کو تو ضرور بتاؤں گا۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔

''کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ میں نے آپ کی مرضی کے خلاف کوئی رپورٹنگ کی ہو۔''

''چھوڑو اس قصے کو۔ بہتیرے معاملات صرف میری ذات تک محدود ہیں۔ بلیک فورس کے بارے میں حمید بھی کچھ نہیں جانتا۔''

حمید سنک گیا تھا۔ کسی طرح بھی پامیلا کی بات ماننے پر تیار نہیں تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ اُن کا قیام ڈربی ہاؤز ہی میں ہو لیکن وہ ایک نہیں سن رہا تھا۔

''اگر وہ اس وہم میں مبتلا ہیں کہ میں اُن کا قیدی ہوں تو اُنہیں منہ کی کھانی پڑے گی۔'' وہ پنچ کر دھاڑا۔

''ہم اپنی مرضی سے یہاں آئے ہیں۔ تم یہ کیوں بھول جاتے ہو۔'' پامیلا بولی۔

''ہمارا رخ پرچھائیوں نے شہر کی جانب موڑا تھا۔''

''تو ہم وہاں بھی واپس جا سکتے تھے جہاں ہم مقیم تھے۔''

''میں وہیں جانا چاہتا ہوں۔ یہاں نہیں رکوں گا۔ تم یہاں قیام کرنا چاہتی ہو تو یہیں ٹھہرو۔''

''آخر تم اتنے چڑچڑے کیوں ہو رہے ہو؟''

''غیر ضروری باتیں نہیں۔'' حمید ہاتھ اُٹھا کر بولا۔

''واقعی بے حد بدمزاج ہو گئے ہیں لیکن اب میں یہاں تنہا نہیں رہ سکتی۔''

"تو پھر چلو......؟"

"وہ دونوں باہر نکلے اور پھر وہ اسپورٹ کار نکالی جس سے حمید گریز کرتا رہا تھا لیکن ا صحیح پوزیشن سے آگاہ ہو جانے کے بعد اُسے اس کی بھی پرواہ نہیں تھی۔"

بہر حال وہ اُسی عمارت میں واپس آ گئے جہاں اُن کا قیام تھا۔

"یہاں تمہارا حیرت انگیز کمپیوٹر نہیں ہے لہٰذا میں بور ہونے سے محفوظ رہوں گا۔"

"کبھی کبھی اول درجے کے بے وقوف بھی معلوم ہونے لگتے ہو۔"

"کبھی کبھی کے تکلف کی کیا ضرورت ہے۔ ہمہ وقتی بے وقوف کہہ سکتی ہو۔"

"میرا خیال ہے کہ اب تمہارے پاس کہنے کو کچھ نہیں رہا۔ اس لئے خاموش ہی رہو۔"

ٹھیک اُسی وقت کسی نے باہر سے کال بل کا بٹن دبایا تھا۔ گھنٹی کی آواز سے کمرے گو اُٹھے۔

"یہاں کون آئے گا۔" حمید نے حیرت سے کہا۔

"دیکھو جا کر کون ہے؟"

حمید برآمدے میں آیا اور جیروم کو سامنے کھڑا دیکھ کر متحیر رہ گیا۔

"تت......تم......!"

"دیکھو آخر میں نے پتہ لگا لیا کہ نہیں۔" وہ اُس کے چہرے کے قریب انگلی نچا بولا۔ "تم مجھ سے بھاگتے پھر رہے ہو۔ خوب سمجھتا ہوں۔ تمہیں ڈر ہے کہ کہیں تمہاری عو کو نہ ہتھیا لوں۔"

"شکل دیکھی ہے اپنی۔"

جیروم اُسی میک اپ میں تھا جس پر حمید نے کئی دن پہلے اپنا خاصا وقت صرف کیا تھا آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک تھی۔

"میں اس وقت تم سے بہت ضروری باتیں کرنے آیا ہوں لیکن پہلے تم سنجیدہ ہو جاؤ۔"

"سوال تو یہ ہے کہ تم یہاں پہنچے کس طرح؟"

"اُس وقت سے تمہارا تعاقب کر رہا ہوں جب تم دونوں یہاں سے نکل کر طرف گئے تھے اور پھر شہر کی طرف پلٹ پڑے تھے۔"

"شہر پہنچ کر ہم کہاں گئے تھے؟" حمید نے سوال کیا۔

"ڈربی ہاؤز......؟"

"کیا تم وہ باتیں اُس عورت کی موجودگی میں کرو گے۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"حالانکہ وہ بھی تمہاری ہی طرح تنظیم سے برگشتہ ہو چکی ہے۔"

"مجھے اس میں شبہ ہے۔"

"چلو......لان پر نکل چلو۔"

"نہیں اُسے یہیں چھوڑ کر میرے ساتھ باہر چلو۔"

"اُسے مطلع تو کر دوں۔"

"نہیں جان کو چمٹ جائے گی۔ خود بھی ساتھ چلے گی۔"

"میں اُسے ساتھ لئے بغیر نہیں جاؤں گا اور تم نے یہاں آ کر غلطی کی ہے ہماری نگرانی رہی ہے۔"

"نہیں......!" جیروم اچھل پڑا۔ یک بیک خوف زدہ نظر آنے لگا تھا۔

"تو تمہیں اس کی خبر نہیں ہے کہ ہم دونوں اُن کے آزاد قیدی ہیں۔ یعنی اُن کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ وہ جب چاہیں ہمیں مار ڈالیں۔"

"میں کیا جانوں۔"

"حالانکہ تمہیں اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔"

"کہاں کی ہانک رہے ہو۔"

"وہ رات یاد کرو جب ہم دونوں پکڑے گئے تھے۔ پکڑے گئے تھے اور اُن کی قید سے بھی ہو گئے تھے۔ کیا ہم اپنی کوشش سے فرار ہوئے تھے۔"

"قطعی اپنی کوشش سے فرار ہوئے تھے۔"

"ہرگز نہیں۔ انہوں نے مجھے محض اس لئے پکڑا تھا کہ میری گھڑی میں پرچھائیں ریسیور رکھ دیں۔"

"ہو سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے۔" وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔ بیحد خوفزدہ نظر آنے لگا

تھا۔ پھر وہ برآمدے سے کمرے میں داخل ہوگیا۔ بالکل ایسا ہی لگتا تھا جیسے چھپ جانے کے لئے کوئی مناسب سی جگہ تلاش کررہا ہو۔

"تم جہاں تھے وہیں تمہارا رہنا مناسب تھا۔" حمید نے کہا جو اس کے پیچھے پیچھے کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔ بہرحال وہ اُسے نشست کے کمرے میں لایا جہاں پامیلا اُس کی واپسی کی منتظر تھی۔

حمید اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ دونوں ہی اُسے بے وقوف بنا رہے ہیں لہٰذا وہ خود عقلمند نہیں بنا چاہتا تھا۔ چاروں طرف سے گھر کر رہ گیا تھا اور یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اب فریدی کے آدمیوں کی نظر میں بھی ہے یا نہیں۔

اُس نے احمقانہ انداز میں پامیلا اور جیروم کا تعارف کرایا اور پھر اچانک اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ پہلے بھی کبھی اس مرحلے سے گزر چکا ہو۔ بڑا عجیب سا احساس تھا جیسے کبھی ایسا ہی کوئی خواب دیکھا ہو لیکن وہ فوری طور پر اس احساس کو معنی نہ پہنا سکا۔

"یہ بھی تنظیم کا ایک معتوب ہے۔" اُس نے پامیلا سے کہا۔

"سنو......!" دفعتاً وہ بگڑ کر بولی۔ "میں اب کسی پر بھی اعتماد نہیں کرسکتی۔"

"اُوہو......آدمیت کے جامے میں رہو۔" حمید بولا۔

"تم اسے یہاں کیوں لائے ہو۔"

"میں نہیں لایا......خود آیا ہے۔"

"اس کو کیسے معلوم ہوا کہ ہم یہاں ہیں۔"

"اسی سے پوچھ لو۔"

"محترمہ آپ خواہ مخواہ خفا ہو رہی ہیں۔" جیروم بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "ہم دونوں خاصے عرصے تک ساتھ رہے ہیں پھر میں نے محسوس کیا کہ یہ مجھے چھوڑ بھاگنا چاہتا ہے۔ لہٰذا میں اس کا تعاقب کرنے لگا۔"

"اس میں سچائی کتنے فیصد ہے۔"

"میں جھوٹ نہیں بول رہا۔"

"تب پھر تم اس کے چیف کے ٹھکانے سے بھی واقف ہوگے۔" پامیلا نے

ورتے ہوئے کہا۔

"کون چیف کیسا چیف۔ یہ بھی تو تنظیم ہی کا معتوب ہے۔"

حمید نے پامیلا کو آنکھ ماری۔ گویا اُسے اس معاملے میں خاموش رہنے کا اشارہ کررہا تھا۔

"یہ کسی چیف کی بات کررہی ہیں عدنان خلیلی۔ کیا ہم میں سے کوئی اپنے چیف کی بیت سے واقف ہے۔"

"وہ کوئی اور بات تھی۔ تم نہیں سمجھ سکو گے۔"

"خیر...... مجھے کیا۔ میں تو اس وقت ایک تجویز لے کر تمہارے پاس آیا ہوں، اگر ہاری سمجھ میں آجائے تو اس پر عمل کرنا ورنہ میں نے خود جس امر کا تہیہ کیا ہے اُسے کر زروں گا۔"

"بیٹھ جاؤ اور اطمینان سے گفتگو کرو۔" حمید نے کہا۔ پامیلا بدستور بُرا سا منہ بنائے بیٹھی ی۔

جیروم ایک کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔ "میں اس شہر سے بھاگ رہا ہوں۔ تنظیم کا پھیلاؤ ے ملک میں نہیں ہے۔ انہوں نے صرف دارالحکومت کو گھیر رکھا ہے۔"

حمید نے قہقہہ لگایا اور ہنستا ہی رہا۔ اس پر جیروم بھنا کر بولا۔ "آخر اس میں ہنسنے کی کیا ت ہے۔"

"اسے بتاؤ۔" حمید نے پامیلا کی طرف دیکھ کر کہا۔

"تم خود ہی بتا دو۔ میرا موڈ ٹھیک نہیں ہے۔"

"ارے احمق! ہم نے بھی بھاگنے کی کوشش کی تھی لیکن ایک پرچھائیں ہمیں پھر شہر کی رف دوڑا لائی۔" حمید کراہتا ہوا بولا۔ غالباً ہنسی روکنے کی کوشش میں کراہیں نکلنے لگی تھیں۔

یروم منہ کھولے سنتا رہا پھر بولا۔ "میں نے تو کوئی پرچھائیں نہیں دیکھی تھی۔"

"تم ہم سے اتنے فاصلے پر تھے کہ نہ دیکھ سکے ہوگے۔"

"لیکن اب تو رات ہوگئی ہے۔ پرچھائیوں سے کوئی خطرہ نہیں ہے اور تم نے ابھی پوری بات کہاں سنی ہے۔" جیروم نے کہا اور پامیلا کی طرف دیکھنے لگا جس نے شائد بیزار ہوکر آنکھیں بند کرلی تھیں۔ جیروم نے حمید کو دوسرے کمرے میں چلنے کا اشارہ کیا۔

حمید نے بھی کنکھیوں سے پامیلا کی طرف دیکھا اور جیروم کے ساتھ دوسرے کر
میں چلا آیا۔

''ان کی ایک حیرت انگیز کار پر میں نے قبضہ کرلیا ہے۔'' جیروم آہستہ سے بولا۔

''کس اعتبار سے حیرت انگیز ہے وہ گاڑی۔''

''پوری دنیا کا سفر کرڈالو لیکن ایک قطرہ پٹرول کی بھی ضرورت پیش نہیں آئے گ
بیٹریوں سے چلتی ہے جنہیں دو جنریٹر مسلسل چارج کرتے رہتے ہیں۔''

''اچھا تو پھر......!''

''ہم جدھر چاہیں نکل جائیں گے ورنہ ہوسکتا ہے کہ دو دن بعد کسی عمارت کے ملبے م
دفن ہوجائیں۔''

''بات تو ٹھیک ہے لیکن اس کی کیا ضمانت ہے کہ ہم شہر سے نکل ہی جائیں گے۔''

''کوشش تو کردیکھیں۔''

حمید دل ہی دل میں اس سچویشن پر ہنس پڑا۔ عجیب بے چارگی تھی۔ اچھی طرح جانتا ت
کہ جیروم فراڈ ہے لیکن یہ بات اُس کے منہ پر نہیں مار سکتا تھا۔ فائدہ بھی کیا ہوتا۔ یہی صور
پامیلا کے ساتھ بھی تھی۔

''پامیلا سے پوچھے بغیر میں کوئی قدم نہیں اُٹھا سکتا۔''

''اُسے جہنم میں جھونکو۔''

''اتنی خوب صورت عورت کو میں جہنم میں نہیں جھونک سکتا۔''

''مجھ سے پہلے سے تم اسے نہیں جانتے۔'' جیروم نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

''تم اپنی بات نہ کرو۔ نہ مستانی چال چلتے ہو اور نہ دل لوٹنے والی مسکراہٹ کے مالک ہو۔''

''مارے جاؤ گے۔ دیکھ لینا۔'' وہ اُسے گھونسہ دکھا کر بولا۔

بالآخر یہ تجویز پامیلا کے سامنے پیش کی گئی۔ پہلے تو اُس کی پیشانی پر سلوٹیں پڑ گئی تھ
جن سے ناگواری کا احساس مترشح ہوتا تھا لیکن پھر تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہنے کے بع
بولی۔ ''اچھی بات ہے۔ ایسا بھی کر دیکھتے ہیں۔''

حمید کو پھر کھوپڑی سہلانی پڑی۔ لیکن اب تو خود اپنی ہی تجویز کے جال میں پھنس گ

ے توقع نہیں تھی کہ پامیلا اس پر آمادہ ہوجائے گی۔

روانگی سے پہلے حمید نے ایک رائفل نکالی۔ کارتوسوں کے کئی پیکٹ پتلون اور جیکٹ کی
وں میں ٹھونسنے لگا۔

''یہ کیا کررہے ہو۔'' پامیلا نے کہا جو اُس کے پیچھے آ کھڑی ہوئی تھی۔

''کیا تمہیں اس پر اعتراض ہے۔''

''یقیناً اعتراض ہے۔ تم مجھے ابھی سے سہائے دے رہے ہو۔''

''خالی ہاتھ نہیں چل سکتا۔''

''بے وقوفی کی باتیں نہ کرو۔ ملٹری پورے شہر میں گشت کررہی ہے اور تم اُن پر اپنی
یت بھی ظاہر نہ کرسکو گے۔''

''تم اس کی فکر نہ کرو۔''

''تمہاری وجہ سے ہم بھی خطرے میں پڑیں گے۔''

اس وقت جیروم یہاں موجود نہیں تھا وہ اُسے سٹنگ روم ہی میں انتظار کرنے کو کہہ آئے
۔ بحث طول پکڑ گئی اور آخر کار وہ جیروم کو بھی وہیں بلا لائی۔

''ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہیں یہ خاتون۔'' جیروم نے حمید سے کہا۔ ''رائفل کی بجائے
الور بہتر رہے گا۔''

''ریوالور بھی ہے۔'' حمید سر ہلا کر بولا۔ ''لیکن اُس سے ہم دور کا نشانہ نہیں لے سکیں گے۔''

''اوہ تو کیا تمہیں علم نہیں کہ پرچھائیوں والی فلائینگ ڈیوائیسز کے لئے رائفل بے کار
گی ہے۔''

''مجھے علم ہے۔ اس کے باوجود بھی میں رائفل ضرور ساتھ رکھوں گا۔ ورنہ جانا ہی نہیں
ارے ساتھ۔''

''بہت ضدی ہے۔'' پامیلا جیروم کی طرف دیکھ کر بولی۔

''ہمیں بھی مصیبت میں ڈالو گے لیکن میں تمہیں تنہا بھی نہیں چھوڑ سکتا کیونکہ تمہارا احسان
ہوں اور اب دنیا میں میرا تمہارے علاوہ اور کوئی نہیں ہے؟'' جیروم کی آواز گلوگیر ہوگئی۔

''وہ گاڑی کہاں ہے؟'' حمید نے پوچھا۔

''کرائے کے ایک گیراج میں بند کر آیا ہوں۔'' جیروم نے کہا اور حمید کو اُس علا کے بارے میں بتانے لگا جہاں وہ گیراج واقع تھا۔

حمید سمجھ گیا کہ وہ سعد آباد والے کرائے کے گیراجوں کا ذکر کر رہا ہے۔ یہاں سے خا فاصلہ تھا۔ وہاں تک پہنچنے کے لئے اپنی ہی کوئی گاڑی استعمال کرنی پڑتی۔

اس نے پامیلا سے کہا۔ ''اس وقت تمہاری گاڑی استعمال نہیں کی جائے گی۔''

''مت کرو۔ اپنی فوکسی لے چلو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔''

حمید نے فوکسی گیراج سے نکالی اور وہ سعد آباد کی طرف روانہ ہو گئے۔ حمید ہی ڈرا کر رہا تھا۔ پامیلا برابر والی سیٹ پر تھی اور جیروم پچھلی نشست پر تھا۔ راستے بھر وہ خامو رہے۔ گیراج کے قریب پہنچ کر جیروم نے کہا۔ ''تم اپنی گاڑی یہیں چھوڑ دینا۔ میں نے ای ماہ کا پیشگی کرایہ ادا کر دیا ہے۔''

''تم رات کو بھی تاریک شیشوں کی عینک استعمال کرتے ہو مسٹر جیروم۔'' پامیلا سوال کیا۔

''میری آنکھیں بہت حساس ہیں۔ زیادہ روشنی برداشت نہیں کر سکتیں۔''

پامیلا پھر کوئی سوال کرتے کرتے رک گئی۔ حمید نے گاڑی روک دی تھی۔ پامیلا جیروم اُتر گئے حمید گاڑی ہی میں بیٹھا رہا۔

جیروم نے گیراج کا دروازہ کھول کر گاڑی نکالی اور گاڑی پر نظر پڑتے ہی حمید کے ذ میں پھر جھماکا سا ہوا۔ پتا نہیں کیوں اسے محسوس ہونے لگا تھا جیسے اس سے پہلے بھی وہ کہ اُس گاڑی کو دیکھ چکا ہے۔ پھر وہی خواب کا سا تاثر ذہن پر طاری ہونے لگا اور پھر وہ الجھ ہی خلش میں مبتلا ہو گیا تھا جیسے کوئی خواب یاد آتے آتے رہ جائے۔

''کیا سوچ رہے ہو۔'' دفعتاً جیروم نے اُسے آواز دی۔ ''اپنی گاڑی گیراج میں لیجاؤ۔''

حمید چونک پڑا اور انجن اسٹارٹ کر کے اُس گاڑی کے قریب سے گزرتے ہو رائفل پامیلا کو تھما دی جو فوراً ہی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ڈال دی گئی تھی۔

فوکسی کو گیراج میں کھڑی کر کے وہ اُتر آیا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اُسے کیا چاہئے۔ کیا ان لوگوں کے ساتھ اس طرح نکل کھڑے ہونا مناسب ہوگا۔ پتا نہیں ان

ل اسکیم کیا ہے۔

دفعتاً جیروم گیراج میں داخل ہوا اور اُس کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑتا ہوا بولا۔ ''تم پھر کچھ چنے لگے۔ جلدی کرو۔ بڑی مشکل سے تعاقب کرنے والوں سے پیچھا چھڑا سکا ہوں۔ نہ میری محنت برباد کراؤ گے۔''

''چلو...... چلو......!'' حمید نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

جیروم نے شٹر اُٹھا کر قفل ڈالا اور وہ گاڑی کے قریب آ کھڑے ہوئے اور جیروم بولا۔ ینوں آگے ہی بیٹھیں گے۔ سیٹ خاصی کشادہ ہے۔''

خود اس نے اسٹیئرنگ سنبھالا تھا۔ حمید کو اپنے برابر بٹھاتے ہوئے پامیلا کو دوسرے ارے پر بیٹھنے کو کہا اور پھر گاڑی حرکت میں آ گئی۔ حمید گاڑی کے ڈیش بورڈ کو آنکھیں پھاڑ کر دیکھے جا رہا تھا۔ ذہن میں پھر یادوں کے جھماکے سے ہوئے تھے کب اور کہاں ایسا ہی کوئی واقعہ پیش آیا تھا۔ پامیلا اُسے کنکھیوں سے دیکھتی رہی۔ پھر اچانک بولی۔ ''یہ تمہیں پ کیوں لگ گئی ہے۔ کیا ڈر رہے ہو۔''

''نہیں۔'' حمید چونک کر بولا۔ ''نہ جانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے یہ گاڑی ے لئے نئی نہ ہو۔ لیکن یہ نہیں یاد پڑتا کہ کہاں دیکھی تھی۔''

''ہو سکتا ہے کہیں دیکھی ہی ہو۔ آخر اسی شہر میں تو رہی ہے۔'' جیروم بولا۔

''ان باتوں میں سر کھپانے کی بجائے اس پر نظر رکھو کہ کہیں تعاقب تو نہیں کیا جا رہا۔'' یلا نے کہا۔

''تم ہی رکھو نظر...... میں تو اونگھنے کے موڈ میں ہوں۔'' حمید بولا۔

''واقعی بے حد چڑچڑے ہو رہے ہو۔ پتا نہیں تمہیں کیا ہو گیا ہے۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ گاڑی بے آواز چل رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہیں پرواز رہی ہو۔

جلد ہی وہ شہری آبادی سے باہر نکل آئے۔ اس وقت نیشنل ہائی وے ان سے ے ہوئے ٹرکوں کی حکمرانی تھی اس لئے اندازہ بے حد مشکل تھا کہ اُن کا تع یا جا رہا ہے یا نہیں۔

تھوڑی دیر بعد جیروم کراہتا ہوا بولا۔ ''پتا نہیں کیوں میرے پیٹ میں اینٹھن سی ہو رہی ہے۔''

''گاڑی روکو اور سڑک کنارے کہیں بیٹھ جاؤ۔'' حمید تڑ سے بولا۔

''اوہ...... اُس قسم کی اینٹھن نہیں ہے۔''

''پھر بتاؤ۔ ہم تمہارے لئے کیا کر سکتے ہیں۔''

''تم میں سے کوئی اس کی ڈرائیونگ کا طریقہ سمجھ لے۔ میں تھکا ہوا ہوں پچھلی سیٹ پر آرام کرنا چاہتا ہوں۔'' جیروم نے آہستہ سے کہا۔

''میرے بس سے تو باہر ہے۔'' پامیلا نے کہا۔

''مجھے بتاؤ۔'' حمید بولا۔

''سڑک سے ہٹنا پڑے گا۔'' جیروم نے کہا۔

''ادھر تو کوئی ایسی جگہ نہیں دکھائی دیتی۔''

''تو اب دھیان دینا۔ جہاں ایسی کوئی جگہ دکھائی دے مجھے آگاہ کر دینا۔'' جیروم نے کہا اور بدستور ڈرائیونگ کرتا رہا۔

پھر ایک جگہ حمید نے رفتار کم کرنے کو کہا۔ بائیں جانب ایک لق و دق میدان تھا۔

''بائیں جانب یہیں سے موڑ لو۔''

گاڑی میدان میں اُتر گئی اور حمید نے اُسے سڑک سے دور لے جانے کا مشورہ دیا۔

''یہ کیوں؟ سڑک کے قریب ہی کیوں نہ رہیں۔'' پامیلا بولی۔

''سارے ٹرک سڑک پر رک جائیں گے۔''

''میں نہیں سمجھی۔''

''گاڑی کے سسٹم کو سمجھنے کے لئے اندر روشنی کرنی پڑے گی پھر دو مرد اور ایک عورت نظر پڑتے ہی وہ یہ معلوم کرنے کے لئے بے چین ہو جائیں گے کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔''

''اوہ......!'' وہ طویل سانس لے کر بولی۔ ''ٹھیک ہے۔''

گاڑی دور تک چلی گئی۔ پھر حمید نے روکنے کو کہا۔ انجن بند کر کے اندر کی لائٹ جلا دی گئی اور جیروم نے ہدایات دینی شروع کیں اور حمید سوچنے لگا آخر چکر کیا ہے۔ اُس نے

جیروم کو گاڑی اسٹارٹ کرتے دیکھا تھا۔ لیکن اُس نے وہ بٹن نہیں دبایا تھا جسے اب نے کو کہہ رہا تھا۔

ایک بار پھر اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے ان حالات سے پہلے بھی کبھی گزر چکا ہو۔

وہ پشت گاہ سے ٹک کر باہر اندھیرے میں گھورنے لگا۔ دفعتاً جیروم اس کے شانے پر ھ کر بولا۔ ''کیا بات ہے۔ تم کیا سوچنے لگے۔''

''میری سمجھ میں نہیں آیا...... اسٹارٹ کر کے دکھاؤ۔''

''ارے یہ بٹن۔ کیا تم اسے دبا کر اسٹارٹ نہیں کر سکتے۔''

''دبا کر دکھاؤ۔''

''کیا ہو گیا ہے تمہیں۔''

''میرا سر چکرا رہا ہے۔''

''اچھا تو کچھ دیر آرام کر لو۔''

''تمہارے پیٹ میں اینٹھن ہو رہی ہے اور اس کا سر چکرا رہا ہے۔'' پامیلا بھنا کر ''تو پھر نکلے ہی کیوں تھے۔''

''کیا فرق پڑتا ہے کچھ دیر آرام کر لیں۔''

''سوال تو یہ ہے کہ تم یہ بٹن خود کیوں نہیں دبا رہے۔'' حمید سیدھا ہو کر بیٹھتا ہوا بولا۔

کا داہنا ہاتھ بغلی ہولسٹر پر پہنچ گیا تھا۔ ٹھیک اُسی وقت کوئی سخت سی چیز بائیں پہلو سے چبھی اتھ ہی پامیلا کی سرگوشی سنائی دی۔ ''ہاتھ ہٹاؤ ہولسٹر سے ورنہ فائر کر دوں گی۔''

حمید نے طویل سانس لی اور داہنا ہاتھ زانو پر رکھ لیا۔ اچانک گاڑی کے نیچے دھماکا ہوا بائیں جانب جھک گئی۔

''ٹ...... ٹائر...... فلیٹ ہوا ہے۔'' پامیلا بوکھلا کر بولی۔ ساتھ ہی حمید کے بائیں پہلو نے والا دباؤ مفقود ہو گیا۔

اُدھر جیروم دروازہ کھول کر باہر کود گیا تھا۔ اس کے بعد اچانک وہ کئی گاڑیوں کے ہیڈ ل کی روشنی میں نہا گئے۔ کئی گاڑیاں مختلف اطراف سے ان کی جانب بڑھی آ رہی تھیں۔ نے بھی دوسری طرف کا دروازہ کھول کر اُتر جانا چاہا لیکن دوسرے ہی لمحے میں وہ حمید کی

گرفت میں تھی اور اس کا اعشاریہ دو پانچ کا پستول نیچے گر گیا تھا۔

''یہ...... یہ کیا کر رہے ہو۔'' وہ مچلی۔

''اگر یہ تمہارے ساتھی ہی ہوئے تو سب سے پہلے تمہیں مرنا پڑے گا۔''

مختلف سمتوں سے آنے والی گاڑیاں اُنہیں گھیرے میں لئے ہوئے رک گئیں۔

''خبر دار کوئی جنبش نہ کرے۔ گاڑی رائفلوں کی زد پر ہے۔'' اچانک ایک گاڑی سے آواز آئی اور پھر حمید نے مسلح فوجیوں کو جیپوں سے اُترتے دیکھا۔ پامیلا پر اس کی گرفت اور مضبوط ہوگئی۔

''غیر مسلح ہو کر نیچے اُتر آؤ۔'' کسی نے پھر اُنہیں للکارا۔

حمید پامیلا کو گھسیٹتا ہوا نیچے اُتر آیا اور اُس سے پوچھا گیا۔ ''تیسرا آدمی کہاں ہے؟''

''ٹائر فلیٹ ہوتے ہی نیچے کود گیا تھا۔'' حمید نے جواب دیا۔ اس نے فریدی کی آواز پہچان لی تھی۔

اچانک ایک جانب سے فائرنگ شروع ہوگئی۔ ساری گاڑیوں کی روشنیاں بجھا دی گئیں اور پھر ذرا ہی دیر میں پورا میدان فائروں سے گونجنے لگا۔ حمید پامیلا کو اُسی طرح جکڑے ہوئے زمین پر گرا تھا۔ وہ نکل جانے کے لئے شدید جدوجہد کر رہی تھی۔ اسی دوران میں حمید کی گردن اس کی گرفت میں آ گئی اور اس نے دونوں ہاتھوں سے اُس کا گلا گھونٹنا شروع کر دیا۔ گرفت بے حد سخت تھی۔ حمید نے پہلے تو گردن چھڑانے کی کوشش کی پھر جھلا کر وہ بھی اس کا گلا گھونٹنے لگا۔

فائر برابر ہو رہے تھے۔ پھر کسی جانب سے ہینڈ گرینیڈ پھٹنے کی آواز بھی آئی اور پامیلا حمید کی گردن چھوڑ کر ہانپتی ہوئی بولی۔ ''ہٹو اس گاڑی کے پاس سے...... وہ اسے تباہ کرنا چاہتے ہیں...... تمہارے ہاتھ نہیں لگنے دیں گے۔''

حمید اُس کا ہاتھ پکڑے ہوئے تیزی سے دوسری جانب کھسکنے لگا اور خاصے فاصلے پر جا کر چیخا۔ ''وہ اس گاڑی کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔''

قریب ہی سے فریدی کی آواز آئی۔ ''بائیں جانب مڑو...... دس قدم کے فاصلے پر نالا ہے اُس میں اُتر جاؤ۔''

حمید نے پھرتی سے تعمیل کی اور پامیلا منمنائی۔ ''بے دردی نہ دکھاؤ۔ میں اب بھاگوں گی نہیں۔''

فائروں کی گونج میں شدت پیدا ہوگئی تھی اور پھر وہ نالے میں اُتر ہی رہے تھے کہ ایک زبردست دھماکا ہوا اور وہ اوندھے منہ بدبودار کیچڑ میں جا پڑے۔

کرائم رپورٹر انور انہیں اس حال میں دیکھ کر بوکھلا گیا۔ اُن کے کپڑے کیچڑ میں لت پت تھے اور جسم کے مختلف حصوں سے خون بہہ رہا تھا لیکن وہ فریدی کے علاوہ اور کسی کو بھی نہ پہچان سکا۔ کیونکہ وہ اسی میک اپ میں اس کو کئی دنوں سے دیکھتا رہا تھا۔ خود وہ بھی زخمی معلوم ہوتا تھا اور اس کی وردی بھی کیچڑ میں لتھڑی ہوئی تھی۔

کچھ دیر پہلے کسی مہم پر جاتے وقت وہ انور کو اُسی عمارت میں چھوڑ گیا تھا جس میں اُن کا قیام تھا اور اب واپسی اس طرح ہوئی تھی۔ گندگی میں لتھڑے ہوئے اور زخمی ساتھیوں میں سے ایک عورت تھی اور ایک مرد۔ عورت سفید فام تھی۔ پھر مرد کی آواز سن کر وہ چونک پڑا کیونکہ وہ کیپٹن حمید کے علاوہ اور کسی کی آواز نہیں ہو سکتی تھی۔

وہ خاموشی سے اُنہیں دیکھتا رہا۔ فریدی اُس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ عورت بار بار کہے جا رہی تھی۔ ''مجھے پہلے سے اس کا علم نہیں تھا۔ میں کچھ نہیں جانتی تھی۔''

''اس کے باوجود بھی میرے خلاف تمہارا پستول نکل آیا تھا۔'' حمید کہتا۔

''وہ اضطراری فعل تھا۔ میں اپنی گردن بچانا چاہتی تھی۔''

''باتیں بعد میں ہوں گی۔'' فریدی نرم لہجے میں بولا۔ ''پہلے اپنی حالت درست کرو۔ تمہیں طبی امداد کی ضرورت ہے۔''

تھوڑی دیر بعد جب وہ دوبارہ صاف ستھرے نظر آنے لگے اور اُن کے زخموں کی

ڈریسنگ ہوچکی تو فریدی نے عورت سے کہا۔ ''اب کہو تم کیا کہنا چاہتی تھیں۔''

''جو کچھ بھی پوچھنا ہے اس سے پوچھو۔ میں کچھ بھی نہیں جانتی۔'' اُس نے حمید کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ''یا وہ جانتا ہوگا جو فرار ہوگیا۔''

''پھر یہ بہتر ہوگا کہ تم آرام کرو۔ لیکن اسے اچھی طرح سمجھ لو کہ یہاں سے فرار ہوجانا ممکن نہ ہوگا۔ نگرانی کرنے والے فوراً گولی مار دیتے ہیں۔''

''مم...... میں سمجھتی ہوں۔''

وہ اُسے وہیں چھوڑ کر انور اور حمید سمیت دوسرے کمرے میں چلا آیا۔

''اب تم بتاؤ فرزند۔'' فریدی حمید کو ترحم آمیز نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

''میں کیا بتاؤں۔ بس وہ مجھے شہر سے باہر لے جارہے تھے۔''

''اس گاڑی کے بارے میں کیا جانتے ہو۔''

''کچھ بھی نہیں۔ وہ مجھے اُسے چلانے کا طریقہ سمجھا رہا تھا لیکن خود اس بٹن کو دبانے پر تیار نہیں تھا جسے دبانے کی ہدایت مجھے دی تھی۔ اسی پر بات بڑھی اور پامیلا نے پستول میرے پہلو سے لگا کر دھمکی دی۔ اُسی وقت اچانک ٹائر فلیٹ ہوگیا اور پھر جو کچھ ہوا آپ جانتے ہی ہیں۔''

''اس طرح جانتا ہوں کہ میں اُس گاڑی کا جائزہ پہلے ہی لے چکا تھا اور اس میں اپنا ایک بگ بھی لگا دیا تھا اس لئے تم لوگوں کی گفتگو تعاقب کے دوران میں سنتا رہا تھا۔ تعاقب جاری ہی رکھتا اگر وہ عورت تمہیں دھمکی نہ دیتی۔ بہرحال بے آواز فائر کر کے گاڑی کا ایک ٹائر فلیٹ کرنا پڑا تھا۔''

''کیا وہ گاڑی آپ کے ہاتھ لگ گئی تھی؟''

''نہیں تباہ ہوگئی اور وہ شاید صرف اس کی تباہی پر تلے ہوئے تھے۔ ہمارا ایک آدمی بھی ضائع نہیں ہوا۔ وہ البتہ اپنی دو لاشیں چھوڑ گئے ہیں۔''

''اور جیروم......!''

''نہ اُس کی لاش ملی اور نہ سراغ ہی مل سکا۔''

''پامیلا بھی جانتی تھی کہ وہ گاڑی تباہ کردی جائے گی۔ یہی کہہ کر وہ گاڑی سے

ہونے کی کوشش کرتی رہی تھی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر وہ گاڑی تھی کیا چیز۔''

''میرا خیال ہے اُسی گاڑی سے تمہارا پیغام نشر کیا جاتا تھا۔ اُس میں ایک بہت طاقتور ٹرانسمیٹر بھی نصب تھا اور وہ گاڑی جیروم ہی کی تحویل میں رہتی تھی۔''

''اس کا مطلب یہ ہوا کہ جیروم سے پہلی ملاقات بھی محض ڈرامہ تھی۔''

فریدی کچھ نہ بولا اور حمید نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ ''اور یہ پامیلا بدستور جان کو چمٹی رہے گی؟''

''کوئی کانا مرد تو ہے نہیں کہ بھاگ جائے گا۔'' انور مسکرا کر بولا۔

حمید نے پہلی بار اُس کی آواز پہچانی اور اُسے قہر آلود نظروں سے دیکھنے لگا۔ انور نے ہلا کر کہا۔ ''خاصی طرحدار عورت ہے۔''

''کیا یہ بکواس ضروری ہے؟'' حمید پھاڑ کھانے والے لہجے میں بولا۔

''دماغ ٹھنڈا رکھو ورنہ خون ضائع ہوگا۔'' فریدی نے کہا۔

''اس کو کہاں ساتھ لئے پھر رہے ہیں۔''

''ہماری طرح ہی یہ بھی عوام کے عتاب کا شکار ہوگیا ہے۔''

''عوام......!'' حمید منہ بگاڑ کر رہ گیا۔

فون کی گھنٹی بجی اور فریدی نے ریسیور اُٹھا لیا۔

''بی ایٹ سر'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''دوسرا راستہ تلاش کرلیا گیا ہے جناب۔ شمال مشرق کی جانب سے۔ آپ نے نقشے پر جو نیا نشان لگوایا ہے وہ نئے راستے سے ساٹھ درجے کے زاویئے پر ہے۔''

''بہت خوب تو اسی وقت تیار ہوجاؤ۔ ہم آدھے گھنٹے بعد روانہ ہوجائیں گے۔''

''بہت بہتر جناب۔''

فریدی ریسیور کریڈل پر رکھ کر انور کی طرف مڑا اور بولا۔ ''اسی وقت روانگی ہوگی تاکہ صبح ہونے تک ہم اُس جگہ پہنچ جائیں جہاں سے اصل سفر کا آغاز ہوگا۔''

''آپ زخمی ہیں۔'' انور نے کہا۔

''معمولی سی خراشیں ہیں۔ کوئی خاص بات نہیں لیکن کیا تم چلو گے۔''

''کیوں نہیں...... کہانی کے اختتام کی رپورٹنگ آنکھوں دیکھی ہو تو اُس کی اہمیت بڑھ جائے گی۔''

''تمہاری مرضی۔ لیکن تم اپنی ذمہ داری پر چل رہے ہو۔''

''یقیناً جناب۔''

''اور تم دونوں ملٹری پولیس کی حراست میں رہو گے۔'' فریدی نے حمید سے کہا۔

''میں کیوں؟''

''مجرموں کے ساتھ پکڑے گئے ہو اور میک اپ میں ہو۔''

''اُن سے کہہ دیجئے گا کہ ہم دونوں کو ساتھ ہی رکھیں۔''

فریدی صرف شانوں کو جنبش دے کر رہ گیا۔

ٹھیک آدھے گھنٹے بعد پانچ جیپیں کسی نامعلوم منزل کی طرف روانہ ہوگئی تھیں۔ اگلی جیپ میں فریدی اور انور تھے۔ فریدی ہی ڈرائیو کر رہا تھا۔ پچھلی نشست پر دو افراد بھی تھے ان جیپوں پر فوج کے انجینئرنگ کے شعبے کے نشانات دور سے بھی دیکھے جا سکتے تھے۔

کچھ دیر بعد وہ جیپیں سڑک چھوڑ کر ایک کچے راستے پر ہولیں۔

''کیا خیال ہے۔ ہم کدھر جا رہے ہیں۔'' فریدی نے انور سے پوچھا۔

''پٹاری کی طرف۔''

''لیکن پہاڑیوں کی طرف نہیں۔ رخ کسی اور طرف ہوگا اور ہم ایک ایسے راستے سے جنگل میں داخل ہوں گے جہاں سے وہ جگہ بھی نزدیک ہے۔''

''کون سی جگہ۔''

''جہاں وہ لکیریں نیچے جاتی دکھائی دیتی تھیں۔''

''تو آپ نے اندازہ لگالیا ہے کہ وہ لکیریں کہاں نیچے اتری تھیں۔''

''ظاہر ہے ورنہ اُس راستے کا تعین کیا جاسکتا؟''

جیپیں کچے ہی راستوں سے گزرتی رہیں۔ سفر کئی گھنٹے جاری رہا۔ انور کبھی اونگھنے لگتا اور کبھی چونک کر اس طرح فریدی کی طرف دیکھنے لگتا جیسے اُس کے سر پر سینگ نکل رہے ہوں۔

رات خاصی سرد تھی اور کسی قدر شبنم آلود بھی۔ انور کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے چہرے پر

نمک کی تہہ جم گئی ہو۔

آخر ایک جگہ گاڑیاں رکی تھیں۔ وہ نیچے اُتر گئے۔ اپنے شانوں سے تھیلے لٹکانے لگے۔ صبح کی سفیدی اُفق پر نمودار ہونے لگی تھی۔

''یہاں سے پیدل سفر ہوگا۔'' فریدی نے انور سے کہا۔

''روز روشن میں۔''

''فکر نہ کرو۔ ان اطراف کے جنگل میرے چھانے ہوئے ہیں۔ میں نے ہی اس رخ پر راستے کے امکان کی نشاندہی کی تھی۔ تبھی یہ لوگ تلاش کر سکے ہیں۔''

''یعنی آپکو یقین ہے کہ ہم دن کی روشنی میں بھی اُنکی نظروں سے محفوظ رہ سکیں گے۔''

''تم ابھی دیکھ ہی لو گے۔''

اس طرف جنگل گھنا تھا اور شاید فریدی کے آدمیوں نے جھاڑیوں کو کاٹ کاٹ کر راستہ ایا تھا۔ وہ سب ایک قطار میں چل پڑے۔ اُٹھارہ افراد تھے۔ جنگل میں داخل ہوتے ہی یدی نے انہیں تین ٹکڑیوں میں تقسیم کیا اور ہدایات دینے لگا کہ انہیں کیا کرنا ہے۔ وہ سب ے ہوئے راستوں سے لگ گئے۔ فریدی اور انور کے ساتھ صرف ایک آدمی رہ گیا تھا۔

''ہم چار اطراف سے اُس مقام کی طرف بڑھیں گے۔'' فریدی نے انور سے کہا اور ے جانب اشارہ کر کے بولا۔ ''ہم تینوں ادھر سے چلیں گے۔''

اُن کا ساتھی آگے بڑھا اور ہلکی کلہاڑیوں سے جھاڑیاں کاٹ کاٹ کر راستہ بنانے لگا۔ ما کا ہاتھ جھاڑیوں پر اس طرح پڑتا تھا کہ ہلکی سی آواز بھی نہیں ہوتی تھی اور وہ آہستہ آہستہ گے بڑھ رہے تھے۔

''بس اب خاموشی سے چلنا ہے۔'' فریدی نے مڑ کر انور سے بہ آہستگی کہا اور وہ سر کو ش دے کر رہ گیا تھا۔

جنگل پرندوں کے شور سے گونج رہا تھا اور بھیگی بھیگی سی ہوا اُن کے جسموں کو سہلا رہی ۔ انور کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ذہن سے ہر طرح کا بوجھ اُتر گیا ہو۔ راستہ دشوار گزار تھا لیکن زندگی میں یہ تبدیلی گراں نہیں گزر رہی تھی۔ گھنی جھاڑیوں کی وجہ سے اُن کی ضروری برقرار رہی۔ دو فرلانگ کئی گھنٹوں میں طے ہوئے تھے۔ انور سوچ رہا تھا ضروری تو

نہیں ہے کہ اس طرح وہ ٹھیک اُسی جگہ پہنچ جائیں جہاں کے لئے روانہ ہوئے ہیں۔ تصویر
دیکھ کر نقشے پر کسی جگہ کا تعین کرنے میں غلطی بھی ہوسکتی ہے۔ اس نے اپنے اس شبہے کا اظہار
فریدی پر بھی کیا اور اُس نے مسکرا کر جواب دیا۔ ''بس دیکھتے جاؤ۔ تمہیں مایوسی نہیں ہوگی۔''

''دوسری بات!'' انور بولا۔ ''کیا انہوں نے اس جگہ کو ہر قسم کے خطرات سے محفوظ کر لینے کی کوشش نہ کی ہوگی؟''

''ضرور کی ہوگی۔ ہر سمت کا خیال رکھا ہوگا اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہمارے کسی خاص حد تک پہنچتے ہی وہ ہماری موجودگی سے آگاہ بھی ہوجائیں۔''

''اُس کے بعد کیا ہوگا۔''

''ظاہر ہے کہ اس کے بعد ٹکراؤ ہی ہوسکتا ہے۔''

''ہم صرف اٹھارہ افراد ہیں اور یک جا نہیں ہیں۔ اُن میں سے کچھ راستہ بھٹک کر کسی اور جانب بھی جاسکتے ہیں۔''

''حوصلہ نہ ہارو۔''

''حوصلہ ہارنے کی بات نہیں۔ ہر پہلو پر نظر رکھنی چاہئے۔''

''مشورے کا شکریہ۔ میں ہر پہلو سے غور کر چکا ہوں۔ اس کے باوجود بھی اسے اندھی چال ہی سمجھتا ہوں۔ اگر تم خود کو بہت زیادہ عقلمند محسوس کر رہے ہو تو یہیں سے پلٹ جاؤ۔''

''میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ صرف سچویشن کو سمجھنا چاہتا تھا۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ انور نے محسوس کیا کہ بحث کر کے اس نے اس کا موڈ کسی قدر خراب کر دیا ہے۔

وہ چلتے رہے۔ اچانک ایک جگہ فریدی رک گیا۔ انور نے اُس کی آنکھوں میں شکا
جانوروں کی سی چمک دیکھی۔ وہ ایک جانب دیکھے جارہا تھا۔ پھر اُس نے مڑ کر ان دونو
سے بیٹھ جانے کو کہا اور خود کسی قدر جھک کر جھاڑیاں ہٹاتا ہوا اُسی جانب بڑھنے لگا۔ انو
دوسرے آدمی نے اپنے اپنے ریوالور نکال لئے۔ وہ دونوں برابر ہی سے گھٹنوں کے بل
ہوئے تھے اور ان کے رخ اُسی جانب تھے جدھر فریدی گیا تھا۔ اچانک انور کی آنکھوں
تارے ناچ گئے۔ گردن پر کسی نے ایسی ہی زوردار ضرب لگائی تھی۔

ایک جھٹکے کے ساتھ اس کا سر زمین پر جا لگا۔ اُس کے ساتھی کا بھی یہی حشر تھا۔ اس
ل میں بھی انور کی تمام تر توجہ اُسی طرف رہی تھی کہ وہ ذہنی طور پر ناکارہ نہ ہونے پائے۔
کیفیت سے لڑتا رہا جو اس کے ذہن کو تاریکی کی طرف لے جا رہی تھی۔ ذرا دیر بعد اُس
محسوس کیا کہ کوئی اُس کی بغلوں میں ہاتھ دے کر سیدھا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ وہ
دم پلٹ پڑا۔ دوسرے ہی لمحے میں اس کا مقابل نیچے تھا اور وہ خود اُس کے اوپر۔ ٹھیک
وقت کسی نے اُسے للکارا۔ ''ٹھہرو۔ ورنہ کھوپڑی کے پرخچے اڑ جائیں گے۔ انور جس
یشن میں تھا اُسی میں رہ گیا۔ بائیں جانب ایک اسٹین گن اُس کی طرف اُٹھی ہوئی تھی۔''

''اسے چھوڑ کر ہٹ جاؤ۔'' دوسرا حکم ملا۔ چپ چاپ تعمیل ہی کرتے بنی۔ اُس کا سر اب
چکرا رہا تھا۔ لیکن اتنا زیادہ بھی نہیں کہ اپنے پیروں پر نہ کھڑا ہوسکتا۔

اُس کا مغلوب بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔ دونوں عجیب سے لباس میں تھے۔ سبز رنگ کے ایسے
ے لگ رہے تھے جو پچھلی ٹانگوں پر سیدھے کھڑے ہوگئے ہوں۔ سبز رنگ کا لباس جسموں
ال کی طرح منڈھا ہوا تھا۔ چہروں پر صرف آنکھوں کی جگہ دو سوراخ تھے بقیہ چہرہ اور سر
لباس میں پوشیدہ ہوگئے تھے۔

انور نے اپنے ساتھی کی طرف دیکھا۔ وہ اب بھی زمین پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔ شاید گردن
نے والی ضرب کو نہیں سہار سکا تھا۔

''اسے اُٹھاؤ اور ہمارے ساتھ چلو۔'' ایک سبز پوش نے کہا۔

''وزنی ہے مجھ سے نہیں اُٹھے گا۔'' انور بولا۔

''کیوں نہ دونوں کی ٹانگیں رسیوں سے باندھ کر گھسیٹتے ہوئے لے چلیں۔'' دوسرے
ش نے تجویز پیش کی۔

''کیوں نہ میں کوشش کر دیکھوں۔'' انور جلدی سے بولا۔

''عقلمندی کی بات ہے۔'' پہلا سبز پوش بولا۔

''کتنی دور چلنا ہوگا؟''

''زیادہ دور نہیں۔''

''بہرحال تم لوگ جو کوئی بھی ہو۔ سرکاری کام میں مداخلت کر رہے ہو۔''

"وہ سرکاری کام کیا ہے؟"

"ہم اس جنگل کا سروے کر رہے ہیں۔"

"کس لئے۔"

"ہمارے کور کمانڈر کو معلوم ہوگا۔"

"وہ کہاں ہے؟"

"ہیڈ کوارٹر میں۔"

"ہم اس قسم کی پوچھ گچھ کے مجاز نہیں ہیں۔" دوسرا سبز پوش بولا۔ "چلو اُٹھاؤ۔"

طوعاً و کرہاً انور نے بے ہوش ساتھی کو ہاتھوں پر اُٹھایا اور لڑکھڑاتا ہوا اُن کے ساتھ چلنے لگا۔ ایک سبز پوش اُس کے آگے تھا جو سامنے سے جھاڑیاں ہٹاتا ہوا چل رہا تھا اور دوسرا اُس کے پیچھے تھا۔

کچھ دور ہی چلا تھا کہ ساتھی نے آنکھیں کھول دیں اور احمقوں کی طرح اُس کی شکل تکتا رہا۔ انور نے کہا۔ "کیا خیال ہے۔ سواری ہی برقرار رہے گی یا پیدل بھی چلو گے؟"

اگلا سبز پوش اُس کی آواز سن کر رک گیا۔ انور کو بھی رک جانا پڑا اور اُس نے اپنے ساتھی کو زمین پر کھڑا کر دیا۔

"کیا قصہ ہے؟" ساتھی نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھتے ہوئے پوچھا اور انور آہستہ سے بولا۔ "یہ دونوں مجھے کسی دوسرے سیارے کی مخلوق معلوم ہوتے ہیں۔"

"چلتے رہو۔" پیچھے والا سبز پوش غرایا اور انور نے اپنے ساتھی سے کہا۔ "پتا نہیں کیا ہے۔ ان لوگوں کی سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ ہمارا تعلق فوج کی انجینئرنگ کور سے ہے۔"

"آخر یہ ہیں کون۔"

"خدا ہی جانے۔ اسٹین گن کے زور پر ہمیں زبردستی کہیں لے جا رہے ہیں۔"

"مقصد نہیں بتایا؟"

"نہیں...... حالانکہ میں نے یہاں اپنی موجودگی کی اہمیت واضح کر دی تھی۔"

"ہوسکتا ہے جہاں لے جا رہے ہوں وہاں معلوم ہو جائے۔"

"خاموشی سے چلو۔" سبز پوش نے پھر وارننگ دی۔

مزید آدھے گھنٹے بعد وہ ایک بہت بڑے خیمے میں داخل ہوئے تھے جو باہر سے خیمہ ہیں معلوم ہوتا تھا۔ کیونکہ پورا کا پورا خودرو بیلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ کم از کم فضائی جائزہ لے اُسے قطعی طور پر نظر انداز کر دیتے۔ لیکن انور کو اس معاملے پر مزید غور کرنے کا ل سکا کیونکہ خیمے میں اپنی پارٹی کے آٹھ افراد اور دکھائی دیئے تھے جن کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ خود اُن دونوں کے ساتھ بھی یہی برتاؤ ہوا۔ اب پارٹی کے دس افراد قیدیوں کی حیثیت سے وہاں کھڑے ہوئے نظر آ رہے تھے اور انور سوچ رہا یڈی سمیت آٹھ افراد ابھی ان کے ہاتھ نہیں لگ سکے اس لئے نا اُمیدی کا سوال ہی ہوتا۔

ن دس افراد کے علاوہ وہاں چھ عدد سبز پوش بھی موجود تھے۔ دفعتاً اُن میں سے ایک ل کیا۔ "لیڈر کون ہے۔"

"کوئی بھی نہیں۔" انور کے ساتھی نے کہا۔ "ہم سب چھوٹی چھوٹی ٹولیوں کی شکل میں طراف سے جنگل میں داخل ہوئے تھے۔"

"مقصد کیا ہے؟"

"سروے کر رہے ہیں۔"

"کس لئے۔"

"کمانڈوز کی ٹریننگ کے لئے؟"

"کل کتنے آدمی ہیں۔"

"شائد ہم میں سے کوئی بھی نہ جانتا ہو۔ کیونکہ ہم دو دو اور تین تین کی ٹولیوں میں روانہ تھے۔ لیکن آخر تم لوگ کون ہو اور یہاں کیا کر رہے ہو۔"

"صرف ہمارے سوالوں کے جواب دو۔" سبز پوش گرج کر بولا۔

"پوچھو اور کیا پوچھنا ہے۔" انور کا ساتھی بولا۔

"سچ بولو۔ ورنہ ہم دوسرے طریقے اختیار کریں گے۔"

"میں نے کوئی بات غلط نہیں کی۔"

"ٹاری کی پہاڑیوں کو کیوں گھیرے میں لیا گیا ہے؟"

''میں نہیں جانتا۔ پٹاری کی پہاڑیاں یہاں سے شائد بیس میل کے فاصلے پر ہیں۔''

''سچی بات۔''

''ٹھیک ہے۔ تم کوئی دوسرا طریقہ اختیار کر کے ہمیں سچ بولنے پر مجبور کر سکتے ہو۔'' انور کے ساتھی نے خشک لہجے میں کہا۔

''ہم دیکھیں گے۔ ذرا سب کو اکٹھا ہو لینے دو۔'' اس نے خوف ناک لہجے میں جواب دی اور انور کا ساتھی گردن ٹیڑھی کر کے دوسری طرف دیکھنے لگا۔

شام ہوتے ہوتے تین قیدی اور لائے گئے۔ انور سوچ رہا تھا کیا سب ہی پکڑے جائیں گے۔ لیکن فریدی ان تینوں میں بھی نہیں تھا۔ نئے قیدیوں سے بھی اُسی قسم کے سوالات کیئے گئے جیسے اُن سے کیئے گئے تھے لیکن وہ بھی سبز پوشوں کی معلومات میں مزید اضافہ نہ کر سکے۔

''میں یقین نہیں کر سکتا۔'' آخر کار لیڈر سبز پوش پیر پٹخ کر دھاڑا۔

لیکن وہ سب خاموش ہی رہے۔ ہر ایک اپنے چہرے سے لاتعلقی ظاہر کرنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔

''کیا تم لوگ کسی دوسرے سیارے کی مخلوق ہو؟'' انور اچانک اُس سے پوچھ بیٹھا۔

''تمہارا کیا خیال ہے!'' سبز پوش غرایا۔

''اس سیارے کی مخلوق ہوتے تو کم از کم تمہیں یہاں کے کھانے پینے کے اوقات کا علم بھی ہوتا۔''

سبز پوش اُن کی طرف سے منہ موڑ کر بیٹھ گیا۔ انور سوچ رہا تھا کہ ابھی فریدی اور پانچ افراد آزاد ہیں۔ اگر ان کا سابقہ ابھی تک ان لوگوں سے نہیں پڑا تو اب بھی ان کے ہو جانے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ پھر باہر اندھیرا پھیل گیا۔ خیمے کے ایک پول کا کچھ حصہ ٹیوب کی طرح روشن ہو گیا۔

''واقعی تم لوگ اس سیارے کے باشندے نہیں معلوم ہوتے۔'' انور بولا۔

اور سبز پوشوں کا لیڈر اُسے گھور کر رہ گیا۔ پھر بولا۔ ''اچھا یہی بتا دو کہ ابھی تمہارے کتنے اور ساتھی باقی ہیں۔ تمہیں کھانے پینے کو مل جائے گا۔''

''نہایت آسان سوال ہے۔'' انور نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ''لیکن ہمارے پاس اس کا بھی جواب نہیں ہے۔''

''بس تو پھر ایڑیاں رگڑ کر مر جاؤ۔''

اس کے بعد ہی انور پر غشی سی طاری ہونے لگی تھی۔ اُس کے دوسرے ساتھیوں کا بھی یہی حال تھا۔ پچھلی رات جاگے تھے اور آج دن بھر بھوکے رہے تھے۔ سبز پوشوں نے اُنہیں اُن کے حال پر چھوڑ دیا تھا۔ شائد اس خیمے کی نگرانی کے لئے چھ ہی آدمی تھے۔ اُن میں سے کچھ باہر آتے جاتے رہتے۔ غالباً اس طرح باری باری سے وہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے خیمے سے چلے جاتے تھے۔ لیکن کم از کم دو مسلح افراد ہر وقت موجود رہتے تھے۔ اس وقت بھی دو ہی تھے۔

انور ایک بار پھر اپنے ذہن سے لڑنے لگا۔ ایک پل کے لئے بھی غافل نہیں ہونا چاہتا تھا۔ دونوں سبز پوش پوری طرح چوکس نظر آتے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں نہ ہوتیں تو وہ سب ہاتھ بندھے ہونے کے باوجود بھی اُن پر ٹوٹ پڑتے کیونکہ اُن کے پیر تو آزاد ہی تھے۔ اگر اچانک تیرہ افراد ہاتھ بندھے ہونے کے باوجود بھی اُن دونوں پر گر ہی پڑتے تو اُن کا تیا پانچہ ہو جاتا۔ لیکن اسٹین گنیں۔

''کیا ہم آپس میں گفتگو کر سکتے ہیں۔'' انور نے اچانک پوچھا۔

''کس مسئلے پر؟'' سبز پوش غرایا۔

''ایک دوسرے کی خیریت دریافت کریں گے۔ ورنہ پھر تم ہمیں یہ بتا دو کہ ہمارا کیا حشر ہونے والا ہے۔''

''میں نہیں جانتا۔''

انور کا خیال تھا کہ خاموشی اُن پر سچ مچ غفلت طاری کر دے گی اور وہ کم از کم غافل ہو کر نہیں مرنا چاہتا تھا۔

''پھر کون بتائے گا۔'' انور نے اُس سے پوچھا۔

''میں آخری آدمی نہیں ہوں۔''

''تو پھر ہمیں آخری آدمی کے پاس لے چلو۔''

''میں کہتا ہوں چپ چاپ بیٹھے رہو۔''

''تو پھر آپس میں گفتگو کرنے کی اجازت دے دو۔''

''اجازت ہے۔'' وہ پیر پٹخ کر بولا۔

''ہاں تو دوستو۔'' انور اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہوا۔ ''میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم نے اپنی زندگیوں کا بیمہ کرالیا تھا یا نہیں؟''

کوئی کچھ نہ بولا۔ شائد اُنہیں انور کی بکواس گراں گزر رہی تھی۔

''کوئی بھی گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔ اس لئے تم خاموش رہو۔'' سبز پوش غرایا۔

''خاموشی سے میرا دم گھٹتا ہے۔'' انور نے کہا۔

ٹھیک اُسی وقت تین سبز پوش خیمے میں داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نے اُن دونوں سے انگلش میں کہا۔ ''انہیں یہاں سے وہاں پہنچانا ہے۔'' لہجہ غیر ملکی تھا۔

وہ دونوں اُٹھ گئے۔ نووارد پھر بولا۔ ''کوئی نہیں جانتا کہ ابھی اور کتنے ہیں۔ تلاش جاری ہے۔ تم انہیں بہت احتیاط سے لے چلو گے۔''

''بہت بہتر جناب۔ کیا ہم دونوں چلیں؟''

''ہاں...... یہاں کی فکر نہ کرو۔ انہیں تلاش کر کے یہیں لایا جاتا رہے گا۔''

انور نے سوچا اب کوئی نئی مصیبت نازل ہونے والی ہے۔ پتا نہیں اب کہاں لے جائیں اور کس طرح پیش آئیں۔ اُسے اور اُس کے ساتھیوں کو اُٹھا کر ایک قطار میں کھڑا کردیا گیا۔ دونوں سبز پوش خیمے ہی میں ایک جانب بڑھے اور قیدیوں کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ انور جو سب سے آگے تھا فوراً ہی چل پڑا۔ وہ دونوں ایک دراڑ میں اُتر رہے تھے اور محدود روشنی والی ٹارچیں اُن کے ہاتھوں میں روشن ہوگئی تھیں۔ یکے بعد دیگرے وہ سب دراڑ میں اُتر گئے۔ نووارد سبز پوش اُن کے پیچھے چل رہے تھے۔ وہ دراڑ ایک سرنگ ثابت ہوئی کیونکہ اُنہیں آسمان نہیں دکھائی دیا تھا۔ وہ چلتے رہے۔ محدود روشنی والی ٹارچوں کی چمک یہاں اتنی بڑھ گئی تھی۔ وہ سب بخوبی راستہ دیکھ سکتے تھے۔

اس سرنگ کا اختتام ایسی جگہ ہوا تھا جس کو ایک بہت بڑے گنبد کا اندرونی حصہ ہی کہا جاسکتا۔ تیز قسم کی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی اور ایک خاصے وسیع دائرے میں ال

مشینیں نصب تھیں جن کی بنا پر اُسے کسی نظام کا کنٹرول روم ہی سمجھا جاسکتا تھا۔

یہاں صرف تین افراد نظر آئے لیکن وہ سبز رنگ کے چست ملبوسات میں نہیں تھے اور اُن کے چہرے بھی کھلے ہوئے تھے۔

وہ حیرت سے اس قافلے کو دیکھنے لگے۔ دفعتاً انگلش میں گفتگو کرنے والے سبز پوش نے اُن دونوں سبز پوشوں سے کہا جنہیں خیمے سے ساتھ لایا تھا۔

''اب تم دونوں وہیں واپس جاؤ اور نئے قیدیوں کے منتظر رہو۔''

وہ تیزی سے واپسی کے لئے مڑ گئے۔

اُن تینوں حیرت زدہ آدمیوں میں سے ایک آگے بڑھ کر بولا۔ ''یہ لوگ کون ہیں اور انہیں یہاں کیوں لایا گیا ہے۔''

''یہ مقامی فوج کے لوگ ہیں جنہیں آج ہی پکڑا گیا ہے۔'' سبز پوش نے جواب دیا۔

''لیکن یہاں کیوں لایا گیا ہے۔''

''میں نہیں جانتا۔ مجھے یہی حکم ملا ہے۔''

''بات سمجھ میں نہیں آئی؟'' وہ اپنے دونوں ساتھیوں کی طرف مڑ کر بولا۔

انہوں نے بھی عجیب انداز میں سروں کو جنبش دی اور قیدیوں کو دیکھنے لگے۔ سبز پوش اپنے دونوں ساتھیوں کے قریب پہنچ کر آہستہ آہستہ کچھ کہتا رہا اور پھر انور نے دیکھا کہ ان میں سے ایک اُسی راستے سے واپس چلا گیا جس سے وہ اس گنبد نما عمارت میں داخل ہوئے تھے اور دوسرے نے آگے بڑھ کر قیدیوں کے ہاتھ کھولنے شروع کردیئے۔

''آخر یہ سب کیا ہے؟'' حیرت زدہ آدمیوں میں سے ایک بولا۔ ''ٹھہرو! میں خود معلوم کرتا ہوں۔''

پھر وہ ایک جانب بڑھا ہی تھا کہ تیسرے سبز پوش نے اپنی اسٹین گن سیدھی کرتے ہوئے کہا۔ ''ٹھہرو! جہاں کھڑے ہو وہاں سے ہلے بھی تو تمہارے پرخچے اڑ جائیں گے۔ تم تینوں سن لو۔''

تینوں نے بوکھلا کر اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔

''بس یونہی کھڑے رہو۔ کچھ بولنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ سب کچھ بعد میں بتا دیا

جائے گا۔'' سبز پوش نے اسٹین گن کو جنبش دے کر کہا۔

ادھر ان تیرہ عدد قیدیوں کے ہاتھ کھل چکے تھے۔ اچانک سبز پوش نے ان سبھوں کو ا میں مخاطب کیا۔'' کھڑے ایک دوسرے کی شکلیں کیا دیکھ رہے ہو۔ یہاں کی ہر شے تباہ کر دو، جتنی جلد ممکن ہو سکے۔''

''خدا کی پناہ۔'' انور اچھل پڑا۔ اب اُس نے فریدی کی آواز پہچانی تھی۔

''کوئی ایسی تدبیر کرو کہ جنریٹر بند کئے بغیر ہی یہ کام ہو جائے ورنہ اندھیرا ہو جائے گا۔''

فریدی نے پھر اپنے آدمیوں کو ہدایت دی۔ ''اور ان تینوں کے ہاتھ باندھ دو۔''

پھر فریدی کے ساتھی وہاں توڑ پھوڑ مچاتے رہے تھے اور وہ تینوں غیر ملکی بُری طرح چیخ رہے تھے اور اُن کی اس حرکت پر احتجاج کرتے رہے تھے۔

''آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ اس سارے سازوسامان پر قبضہ کر لیجئے اسے تباہ کرنے سے کیا فائدہ۔'' انور نے کہا جو فریدی کے قریب ہی کھڑا ہوا تھا۔

''میں کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ پتہ نہیں وہ کتنے ہیں اور کہاں کہاں ہیں۔ مجھے تو فی الحال پرچھائیوں کا مسکن تباہ کر دینے دو۔ کچھ دیر بعد تم کئی دھماکے بھی سنو گے۔ ہمیں جلد از جلد یہاں سے نکل جانا چاہئے۔''

''ان تینوں کا کیا ہوگا۔''

''فی الحال یہیں باندھ کر ڈال جائیں گے۔ ان کے پیر بھی بندھوا دو۔''

تھوڑی دیر بعد وہ سب اُسی سرنگ میں داخل ہوئے جو اُنہیں خیمے تک لے جاتی۔ دراڑ کے قریب پہنچ کر فریدی نے اُنہیں رک جانے کو کہا۔ وہیں اُس کا تیسرا سبز پوش ساتھی بھی ملا تھا۔ غالباً اُس نے اُسے دراڑ کی نگرانی ہی کے لئے واپس کر دیا تھا۔ انور نے آہستہ سے کہا۔

''اس وقت ہم سولہ عدد ہیں حالانکہ روانگی کے وقت اُٹھارہ تھے۔''

''فکر نہ کرو۔'' فریدی بولا۔ ''وہ زندہ ہیں اور خیمے کے دروازے کے آس پاس ہی موجود ہیں۔ خیمے میں داخل ہوتے وقت نگرانی کے لئے اُنہیں باہر ہی چھوڑ آیا تھا۔ فی الحال خاموش رہو۔ بعد میں سب کچھ بتا دوں گا۔ صرف دس منٹ اور باقی ہیں دھماکے ہونے میں۔ اور اس وقت ہمیں خیمے ہی میں ہونا چاہئے۔ تم سب یہیں ٹھہرو۔ صرف میں خیمے میں جاؤں

جب بلاؤں تو تم سب بھی آ جانا۔''

اور پھر جب تھوڑی دیر بعد وہ اُس کے بلانے پر خیمے میں داخل ہوئے تو ان دونوں سبز کو فرش پر اوندھا پڑا پایا جو اُن کی نگرانی کرتے رہے تھے۔ فریدی نے اُنہیں اُٹھوا کر ہیں ڈلوا دیا اور اپنے باوردی ساتھیوں سے بولا۔ ''تم سب اسی طرح بیٹھ جاؤ جیسے دن بھر ہے تھے۔ ہاتھ پشت پر رکھو۔''

انور سمیت سب نے تعمیل کی۔ انور بڑی بے چینی محسوس کر رہا تھا۔ جلد از جلد سب کچھ کر لینا چاہتا تھا۔ دفعتاً فریدی اتنی اونچی آواز میں بولا کہ خیمے کے باہر بھی سنی جا سکے۔

''تم سب سینے کے بل لیٹ جاؤ۔ کانوں میں انگلیاں دے لو اور دانتوں میں کپڑا دبا لو۔''

اُنہوں نے بڑی پھرتی سے تعمیل کی تھی۔ اچانک اتنا زبردست دھماکہ ہوا کہ زمین لرز گئی مناتے ہوئے کانوں تک فریدی کا دوسرا حکم بھی پہنچا۔ ''ابھی اسی طرح پڑے رہو۔ دو ں گے۔''

اُس کے خاموش ہوتے ہی پے در پے دو دھماکے اور ہوئے اور اس کے بعد فریدی کا خیمے کی محدود فضا میں گونجا تھا ساتھ ہی انور نے اُسے کہتے سنا۔ ''الحمدللہ کہ اب انہیں دن دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔ اُن کی ڈ لیاں بھی اُسی دھماکے میں دفن ہو گئیں اور اب ہم لیں گے۔'' وہ اُن سبھوں کو باہر نکال لایا۔ اس سے قبل انہوں نے اپنے اسلحے بھی لئے تھے جو وہیں خیمے میں ایک طرف ڈھیر تھے۔

فریدی نے اُنہیں خیمے کے آس پاس والی جھاڑیوں میں چھپاتے ہوئے کہا۔ ''اب جتنے بھی ہیں سیدھے ادھر ہی آئیں گے تاکہ کنٹرول روم کی حفاظت کر سکیں۔''

پھر زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں جو اُسی بڑھتی چلی آ رہی تھیں۔

خیمے کے قریب پہنچتے ہی اُن کے ہیولے واضح ہونے لگے۔ بس پھر کیا تھا جیسے ہی نے اسٹین گن سے برسٹ مارا اُس کے ساتھیوں نے بھی اُن پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ لاتعداد چیخیں اور کراہیں سنائی دیں۔ پھر سناٹا چھا گیا۔

وہ تھوڑی دیر تک انتظار کرتے رہے۔ لیکن پھر کوئی ادھر نہ آیا۔ انور لاشوں کا شمار کرنا

چاہتا تھا لیکن فریدی اُسے روکتا ہوا بولا۔ ''بس اب نکل چلو۔ بقیہ کام فوج کے ذمہ ہے۔ ہوا... کے بعد پٹاری کی پہاڑیوں کے قریب والا کیمپ ادھر متوجہ ہو گیا ہوگا۔ ذرا ہی دیر میں ہیلی... پرواز کریں گے۔''

پھر اس نے اپنے سبز پوش ساتھیوں کو مزید کچھ ہدایات دی تھیں اور وہ سب ایک... جانب نکلے چلے گئے تھے۔ سائیں سائیں کرتے ہوئے جنگل کی تاریکی گویا سسکیاں لے... رہی تھی۔ انور فریدی کے ساتھ تھا۔ محدود روشنی والی ٹارچ رہنمائی کر رہی تھی۔ ورنہ اندھیرے... میں یہ جھاڑ جھنکاڑ والا جنگل مصیبت بن گیا ہوتا۔ ویسے انور محسوس کر رہا تھا کہ راستہ دشوار نہیں... ہے۔ شاید پہلے ہی سے ساری رکاوٹیں دور کر دی گئی تھیں۔ انور نے استفسار پر فریدی نے... کہ یہ مجرموں ہی کا بنایا ہوا راستہ ہے جسے وہ اپنے استعمال میں لاتے تھے۔

''آپ اچانک ہم دونوں کو چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے۔'' انور سوال کر بیٹھا۔

''مجھے بے حد افسوس ہے۔ اگر اس وقت خود غرضی کا مظاہرہ نہ کرتا تو اتنی جلدی کامیا... ممکن نہ ہوتی۔ میں نے اُن دونوں سبز پوشوں کو دیکھ لیا تھا لیکن اُن کی نظر مجھ پر نہیں پڑ... تھی۔ میں تم دونوں کو وہیں رکنے کو کہہ کر قریب ہی ایک جگہ روپوش ہو گیا جہاں سے تم دونو... پر نظر بھی رکھ سکتا تھا۔ تمہارے پکڑے جانے کا منظر اسی طرح دیکھا تھا جیسے تم لوگ انٹ... فلمیں دیکھتے ہو۔ اُن کے لباس کی بناوٹ نے فوراً ہی میرے لئے راہ عمل متعین کر د... نہایت آسانی سے اُن میں شامل ہو سکتا تھا۔ مناسب مواقع سے سات آٹھ مار گرائے اور ا... کے اسلحہ اور ملبوسات پر قبضہ کر لیا۔ پھر اپنی ہی ٹولی کے چار افراد مل گئے۔ انہیں بھی مل... سبز پوشوں میں تبدیل کر دیا۔ اس کے بعد ہم پانچوں بڑی دل جمعی سے اُن جگہوں کو تلاش... کرتے رہے جن کو تباہ کرنے کے لئے نکلے تھے۔ اسی دوران میں وہ خیمہ بھی دیکھ لیا جہاں تم... لوگ رکھے گئے تھے۔ بہر حال میں نے اسلحہ کے دو ذخیروں کا پتا لگا لیا اور اُس جگہ بھی جہاں... جہاں پرچھائیوں والی ڈیوائسز رکھی جاتی تھیں۔ یہ ساری جگہیں زمین دوز تھیں۔ میں نے ان... ذخیروں میں سے کچھ ٹائم بم نکالے اور ٹائم سیٹ کر کے اُنہیں تینوں جگہوں پر رکھ دیا اور ا... مجھے کنٹرول روم کی تلاش تھی۔ میں چاہتا تھا کہ ذخیروں میں دھماکے ہونے سے قبل ہی کنٹرول... روم تک بھی رسائی ہو جائے۔ آخر میں اُس خیمے میں داخل ہوا جہاں تم لوگ رکھے گئے...

لیکن میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ خیمے ہی سے کنٹرول روم تک جا پہنچوں گا۔ وہ تو محض بلف تھا کہ قیدیوں کو ''وہاں'' پہنچانا ہے۔ بس یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ ''وہاں'' کے نام پر کہاں لے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جہاں کے محافظ وہ تھے وہیں لے گئے۔''

وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا پھر بولا۔ ''سرغنہ یہاں نہیں مل سکا اور تمہیں حیرت ہوگی کہ اب مجھے احساس ہوا ہے کہ مجھ سے سرغنہ کے سلسلے میں کتنی زبردست غلطی ہوئی تھی۔''

''کیسی غلطی۔''

''وہ میرے سامنے تھا لیکن میں اُسے ایک غیر اہم آدمی سمجھتا رہا اور تم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ یہ سارا ہنگامہ محض بلف تھا۔ وہ ایک خاص معاملے کی طرف فوج اور پولیس کی توجہ ہٹائے رکھنے کے لئے اس حد تک چلے گئے تھے اور مجھے پکڑ لینے کا چکر چلا کر اس معاملے میں مزید سسپنس پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔''

''آخر کیا معاملہ تھا۔ وہی تو ذہنی خلش کا باعث بنا ہوا ہے۔''

''فکر نہ کرو...... اس کہانی کو من و عن چھاپنے کی سعادت صرف تمہارے ہی اخبار کو نصیب ہوگی اور تم محاذ پر موجود رہنے والے ہیرو جرنلسٹ کہلاؤ گے۔ یہی نہیں بلکہ اس مہم میں حصہ لینے کا اعزاز بھی تمہارے سر تھوپا جائے گا۔''

انور کچھ نہ بولا۔ وہ خاموشی سے راستہ طے کرتے رہے۔

اسٹار کا غیر معمولی ضمیمہ اوزاکا کے ہاتھ میں تھا اور وہ اس طرح فضا میں گھورے جا رہا تھا جیسے آنکھیں پتھرا گئی ہوں۔ صرف ایک خیال اُس کے ذہن کو کچوکے لگا رہا تھا کتنا بڑا فریب کھایا تھا اُس نے۔ تو وہ تنظیم سچ مچ بین الاقوامی ٹھگوں کے ٹولے پر مشتمل تھی اور وہ لوگ مختلف ممالک کے انقلابی ذہن رکھنے والے افراد کو اُن کے کاز کی حمایت کا یقین دلا کر اُن

سے معمولی چوروں اور اُچکوں کے سے کام لیا کرتے تھے اور یہاں سارا قصہ تیل کا تھا۔ اس نے ایک بار پھر اسٹار کے ضمیمے پر نظر جمادی۔

کرائم رپورٹر انور نے تفصیل کے ساتھ رپورٹنگ کی تھی۔

''بالآخر کرنل فریدی نے فوج کی مدد سے ایک تباہ کن فتنے کا سدباب کردیا۔ مجرم عرصہ دراز سے یہاں سرگرم عمل تھے اور اُن کی کوشش تھی کہ ہمارے ملک میں تیل کی تلاش جاری نہ رکھی جاسکے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ دو سال پہلے پٹاری کی پہاڑیوں کے آس پاس ایک غیر ملکی کمپنی کی مدد سے تیل کی تلاش کا کام شروع کیا گیا تھا لیکن پھر کسی وجہ سے بات آگے نہیں بڑھی تھی۔ چھ ماہ پہلے کی بات ہے کہ ایک دوسرے ملک نے تیل کی تلاش کی پیش کش کی اور مجرموں نے سوچا کہ شاید اب دال نہ گلے۔ لہٰذا اس کے امکان ہی کو کیوں نہ ختم کردیا جائے۔ وہ قطعی اتنا ہنگامہ نہ برپا کرتے اگر خود اُن ہی کے ایک آدمی کی غلطی سے پولیس کی توجہ پٹاری کی پہاڑیوں کی طرف مبذول نہ ہوجاتی۔ آپ کو یاد ہوگا کہ یہ قصہ ایک فلمی ہیرو کی حیرت انگیز موت سے شروع ہوا تھا اور کرنل فریدی نے موت کی وجہ معلوم کرلی تھی۔ بس پھر انہوں نے اپنی تمام تر توجہ کرنل فریدی پر مرکوز کردی۔ اُس کے لئے اُنہیں وہ پرچھائیاں استعمال کرنی پڑیں۔ بہرحال مقصد اتنا ہی تھا کہ پولیس کی توجہ پٹاری کی پہاڑیوں اور جنگلات کی طرف سے ہٹ جائے اور وہ اپنے اُس اصل کام کو جاری رکھ سکیں۔ یعنی اُس علاقے کو تیل کی تلاش کے قابل ہی نہ رہنے دیں۔ شہر کو تباہ کردینے کی دھمکیاں دی گئیں۔ اس سلسلے میں کچھ نمونے بھی دکھائے گئے۔ شہر میں خلفشار برپا ہوگیا۔ فوج اور پولیس کو شہر ہی میں الجھائے رکھنے کے لئے یہ حرکت کی گئی تھی اور وہ نہایت اطمینان سے پٹاری کے جنگلوں میں اصل مقصد کے حصول کی کوشش کرتے رہے۔ وہاں انہوں نے ایک بہت بڑا پانی کا ذخیرہ دریافت کرلیا تھا اور زمین کا طبقہ توڑ کر اُسے اوپر لانے کی کوشش کررہے تھے۔ اگر دو دن کی مزید تاخیر کرنل فریدی سے ہوجاتی تو وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہوجاتے۔ پھر ہوتا یہ کہ اُس پانی پر قابو پانا امر محال ہوتا اور تقریباً ڈیڑھ سو میل کا وہ رقبہ جہاں تیل کے لئے کھدائی کی جانے والی تھی اس طرح زیرِ آب آجاتا کہ اس پر کسی بہت بڑی جھیل کا گمان ہوتا اور وہاں تیل کے لئے کھدائی کا کام مشکل ہوجاتا۔ اس حالت میں اُس کام پر دس گناہ زیادہ اخراجات

ے جو ملک کے وسائل کو مدنظر رکھتے ہوئے قریب قریب ناممکن ہی ہوتا۔ بہرحال اب ل فریدی کو تنظیم کے سرغنہ کی تلاش ہے۔ اُمید ہے کہ وہ بھی جلد ہی ہاتھ آجائے گا۔ کیونکہ بندی سخت کردی گئی ہے۔ وہ ملک سے باہر نہیں نکل سکتا۔''

اوزاکا نے اخبار رکھ دیا اور سوچنے لگا۔ سرغنہ! سرغنہ کون ہوسکتا ہے۔ کہیں حقیقتاً جمشید تو سرغنہ نہیں ہے۔ جبار سے پہاڑیوں پر تجربہ کرنے کی حماقت سرزد ہوگئی تھی۔ اس لئے لتا ہے کہ خود سرغنہ ہی نے اسٹیل ملز کی منیجری سنبھالی ہو۔ اس طرح وہ تنظیم کے دوسرے دے قریب رہ کر بھی پوشیدہ رہ سکتا تھا۔ آخر انہوں نے اپنا سارا کام جبار کی مدد سے ملز ہی میں کیا ہوگا۔ وہ فلائنگ ڈیوائیسز یہیں ڈھالی گئی ہوں گی۔ لیکن جبار احمق تھا۔ وہ د کے بارے میں جتنا سوچتا گیا اُسے یقین ہوتا گیا کہ سرغنہ اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ا۔ اُوہ......تو پھر کیا وہ اس کے توسط سے فریدی پر ہاتھ ڈالنا چاہتا ہے۔ ادھر کچھ دنوں وہ اُس پر اس حد تک مہربان ہوگیا تھا کہ اپنے ذاتی کام بھی اُسی کے سپرد کردیتا۔ پچھلے ہفتے سے تو اُس نے اپنے دفتر میں قدم تک نہیں رکھا تھا۔ بہانہ بیماری کا تھا لیکن اصل اُس نے اوزاکا کو بتائی تھی۔ وہ آرام کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے گھر چھوڑ کر ساحل کے ایک ٹ میں قیام کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ ہٹ کے فون نمبر بھی صرف اُوزاکا ہی کو دیئے تھے اور ید کردی تھی کہ وہ اصل بات اپنی ہی ذات تک محدود رکھے اور اشد ضرورت ہی کے تحت ے فون کرے۔ ہٹ تک خود نہ آئے۔ معاملات کو فون ہی تک محدود رکھے ویسے ہٹ کا نمبر بتا دیا تھا۔

اوزاکا کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے۔ کس طرح فریدی تک یہ بات ئے۔ اُس نے گھڑی دیکھی نو بج رہے تھے۔ اُٹھ کھڑا ہوا۔ آدھے گھنٹے کی دیر ہوگئی تھی۔ ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے ڈیوٹی پر روانہ ہوجانا چاہئے تھا۔

باہر نکلا ہی تھا کہ سامنے سے ایک جیپ آتی دکھائی دی اور سیدھی برآمدے کی طرف لا آئی۔ اوزاکا چونک پڑا۔ اُس پر تین مسلح فوجی سوار تھے۔ اُن میں سے ایک میجر تھا اور دو ہٹن۔ میجر کی آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک تھی۔

''تم اوزاکا ہو۔'' میجر نے اُس سے سوال کیا۔

"جی ہاں...... میرا یہی نام ہے۔"

"اسٹیل ملز میں کام کرتے ہو؟"

"جی ہاں۔ میں وہاں انجینئر ہوں۔"

"اور مسٹر جمشید کے خاص آدمی بھی۔"

"کسی حد تک۔"

"ہمیں مسٹر جمشید کا پتہ چاہئے۔"

"وہ تو آپ مل ہی میں کسی سے معلوم کر سکتے تھے۔ یہاں خواہ مخواہ آئے۔"

"وہ گھر پر نہیں ملا۔ مل ہی کے بعض آفیسرز کا خیال ہے کہ تم ہی اُس کا صحیح پتا بتا سکو گے۔"

"اُوہ...... تو کیا اُس نے میرے علاوہ اور کسی کو اپنا پتا نہیں بتایا۔" اوزاکا نے حیر سے کہا۔ "دراصل وہ آرام کرنا چاہتا تھا اسلئے گھر سے ساحل کے ایک ہٹ میں منتقل ہو گیا ہے۔"

"ہٹ کا نمبر بتاؤ۔"

"نمبر تو نہیں معلوم۔" اوزاکا نے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ کہا۔ "لیکن ساتھ چ کر ہٹ کی نشاندہی کر سکتا ہوں۔"

وہ جمشید کا انجام خود اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا تھا۔ اس لئے ہٹ کا نمبر اُنہیں نہ بتایا تھا۔

"چلو بیٹھ جاؤ۔" میجر نے جیپ کی طرف اشارہ کیا۔ اوزاکا عجیب سے ہیجان میں م ہو گیا تھا۔ اُچھل کر جیپ کی پچھلی نشست پر جم گیا۔ خاصی تیز رفتاری سے جیپ روانہ ہو تھی۔ اوزاکا خاموش تھا۔ خود سے کسی قسم کی گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ جمشید کے سلسلے میں مزید پوچھ گچھ کریں گے۔ لیکن انہوں نے بھی خاموشی ہی اختیار کر کے اُ عجیب سی گھٹن میں مبتلا کر دیا تھا۔ پھر جیپ ٹھیک اُسی ہٹ کے سامنے رکی تھی۔ میجر نے نیچے اُتر کر ہٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ دونوں کیپٹن بھی اُتر گئے تھے لیکن اوزاکا اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ ہٹ کا دروازہ کھلا اور جمشید کی شکل دکھائی دی لیکن اُس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار تھے۔ پھر نگاہ جیپ کی طرف اُٹھی۔ اُوزاکا سے آنکھیں چار ہوئیں اور وہ بُرا سا منہ بنا کر میجر کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"ہمیں تجربہ گاہ کے قفل کا کمبی نیشن چاہئے مسٹر جمشید۔" میجر بولا۔

"کس ضابطے کے تحت......؟" جمشید غرایا۔

"ایمرجنسی کے تحت۔"

"ایمرجنسی کے تحت تم مجھے گولی مار سکتے ہو۔ لیکن مجھ سے قفل کا کمبی نیشن نہیں معلوم کر سکتے۔"

"کیا تم جانتے ہو کہ کس سے گفتگو کر رہے ہو؟" میجر نے سخت لہجے میں کہا۔

"غالباً کسی میجر سے۔" وہ اسکے شانے پر نظر دوڑاتا ہوا تلخی سے بولا۔ "میں کمبی نیشن بتا سکتا۔ البتہ خود چل کر تمہارے لئے قفل ضرور کھول سکتا ہوں۔ منیجر کے علاوہ اور کوئی نیشن کا علم رکھنے کا مجاز نہیں ہے۔"

"تو پھر چلو۔ تم خود ہی قفل کھول دو۔"

"مل کا چارج لیتے ہی میں نے اصول کے تحت تجربہ گاہ کا قفل بدلوا دیا تھا۔" جمشید ۔ "ٹھہرو میں لباس تبدیل کر لوں۔"

اُس نے ہٹ کا دروازہ بند کر دیا اور وہ تینوں باہر ہی کھڑے رہے۔ تھوڑی دیر بعد جمشید س تبدیل کر کے باہر نکلا اور منیجر کے برابر ہی اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اوزاکا دونوں کپتانوں درمیان پھنسا بیٹھا تھا۔

اس انداز میں وہ اسٹیل ملز پہنچے تو وہاں سنسنی پھیل گئی۔ جمشید تجربہ گاہ کی طرف بڑھتا ہوا زاکا سے بولا۔ "تم بھی آؤ۔"

"مسٹر جمشید۔" وہ آہستہ سے بولا۔ "میں مجبور تھا۔ انہوں نے مجھے بھی ایمرجنسی کی کی دی تھی۔"

"اُوہ...... اُسے بھول جاؤ۔"

اوزاکا کا دل شدت سے دھڑک رہا تھا۔ پتہ نہیں کیا چکر ہے۔ یہ لوگ تجربہ گاہ کیوں لنا چاہتے ہیں۔ تجربہ گاہ کے صدر دروازے پر پہنچ کر جمشید رک گیا اور اُن سبھوں سے لا۔ "براہ کرم دوسری طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔ میں قفل کھولنے جا رہا ہوں۔"

فوجیوں نے بے چوں و چرا اس مشورے پر عمل کیا۔ خود اوزاکا کو بھی اپنا رخ موڑنا پڑا۔

جمشید نے حروف کے امتزاج سے وہ ترتیب متشکل کی جس سے قفل کھلتا تھا۔

پھر وہ تجربہ گاہ کے اندر داخل ہوئے۔ خاصا کشادہ اور ساؤنڈ پروف ہال تھا۔ جس کے چاروں طرف بڑی بڑی میزیں پڑی ہوئی تھیں اور اُن پر سائنسی آلات رکھے ہوئے تھے۔

میجر اطراف و جوانب کا بغور جائزہ لیتا رہا پھر ایک ٹرالی کے قریب جا کھڑا ہوا۔ یہ ٹرالی نیچے سے اوپر تک ہر طرف سے ڈھکی ہوئی تھی اور اس میں بھی حروف ہی کے امتزاج سے کھلنے والا قفل نصب تھا۔

''ہم یہ ٹرالی اپنے ساتھ لے جائیں گے۔'' میجر نے جمشید سے کہا۔

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔''

''کیا مطلب......؟''

''اسے کھول کر دیکھنا چاہتے ہو تو یہیں ممکن ہے۔ یہاں سے کوئی چیز ہٹائی نہیں جاسکتی۔''

دفعتاً دونوں کپتانوں نے ریوالور نکال لئے۔ وہ دوسری طرف ایک میز کے قریب کھڑے ہوئے تھے۔ جمشید نے کنکھیوں سے ان کی طرف دیکھا اور پھر میجر کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

''ٹرالی جائے گی مسٹر جمشید۔'' میجر ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولا اور دوسرے ہی لمحے میں جمشید کی ایک ٹانگ اُٹھ کر اُس میز کے نیچے گئی جس کی دوسری طرف دونوں فوجی ریوالور تانے کھڑے تھے۔ قبل اس کے کہ وہ کچھ سمجھ سکتے میز اُن پر الٹ گئی اور اُن دونوں کے سر فرش سے ٹکرائے تھے اور پورا ہال گونج اُٹھا تھا۔ پستول ہاتھوں سے نکل کر دور جا پڑے۔ اوزاکا لرز کر رہ گیا۔ اتنی وزنی میز اس آسانی سے الٹ دیا۔ ہر ایک کے بس کا روگ نہیں تھا اور پھر یہ سب کچھ اتنی پھرتی سے ہوا تھا کہ خود اوزاکا کی عقل بھی چکرا گئی تھی۔

میجر نے جمشید پر چھلانگ لگائی اور تیر کی طرح اُس پر آیا۔ لیکن جمشید نے اُسے زمین سے اُکھاڑ کر دوسری طرف الٹ دیا۔ دونوں کیپٹن وزنی میز کے نیچے سے نکل آنے کے لئے پیر مار رہے تھے۔ میجر پھر اُٹھا اور جمشید پر ٹوٹ پڑا۔ اس بار حملہ سخت تھا۔ جمشید کے قدم بھی لڑکھڑا گئے تھے لیکن وہ اُسے گرا نہ سکا۔ دونوں اُرنے بھینسوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے۔ اوزاکا کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے۔ دیوار سے لگا کھڑا ہانپتا رہا۔

دونوں کیپٹن اب بے سدھ پڑے ہوئے تھے شائد وزنی میز نے گہری چوٹیں پہنچائی تھیں۔ اوزاکا سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ ایک ریوالور اُٹھائے اور اُسے جمشید کی کنپٹی سے لگا کر فائر کر دے۔ ٹھیک اُسی وقت اُس نے میجر کی چیخ سنی جسے جمشید دبوچے بیٹھا تھا۔ پھر اُس نے اُسے چھوڑ کر ہٹتے دیکھا۔ میجر کسی مردہ چوہے کی طرح فرش پر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔

جمشید مسکراتا ہوا اوزاکا کی طرف پلٹا اور اوزاکا کو ایسا محسوس ہوا جیسے اُس کے اپنے گھٹنے کانپ رہے ہوں اور اب وہ زیادہ دیر تک کھڑا نہیں رہ سکے گا۔ اگر ہال ساؤنڈ پروف نہ ہوتا تو باہر بھیڑ لگ گئی ہوتی۔

''اوزاکا......!'' دفعتاً جمشید نے بے حد پیار بھرے لہجے میں کہا۔ ''ادھر آؤ۔''

اور وہ کسی سحر زدہ آدمی کی طرح اُس کی طرف کھنچا چلا گیا۔

''ذرا دیکھو'' جمشید بے ہوش میجر کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

''کتنی حیرت انگیز عینک ہے کہ اتنی زبردست کشتی ہونے کے باوجود بھی نہ تو ٹوٹی اور نہ اپنی جگہ سے ہٹی۔''

''ہے تو۔'' اوزاکا احمقانہ انداز میں بولا۔

''تمہارا بہت بہت شکریہ اوزاکا کہ تمہاری وجہ سے میں تنظیم کے سرغنہ پر ہاتھ ڈال سکا۔'' جمشید نے کہا۔ لیکن اس بار اُس کی آواز ایسی نہیں تھی جیسی وہ اب تک سنتا رہا تھا۔ وہ آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھتا رہا۔

''اوہ......کیا اب بھی نہیں پہچانا۔'' جمشید ہنس کر بولا۔

''کک......کرنل فریدی۔'' اوزاکا اُچھل پڑا۔

''ادھر بیٹھو میں تمہیں دکھاؤں۔'' وہ فرش کی طرف اشارہ کر کے بولا اور وہ خود بھی میجر کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ لیکن اوزاکا تو اب بھی ہونقوں کی طرح اُسے ہی دیکھے جارہا تھا۔ نہ اُسے تنظیم کے سرغنہ سے کوئی دلچسپی رہی تھی اور نہ اُس کی حیرت انگیز عینک سے۔

بڑی دشواری سے عینک اُتری اور فریدی اُس کی بائیں آنکھ کی پلک اُٹھا کر بولا۔ ''یہ دیکھو، اسکی ایک آنکھ نقلی ہے۔ فیمی یہی بات جانتی تھی اور اس نے مجھے اس سے آگاہ کر دیا تھا۔''

''تت تو یہ جیرالڈ شاستری......!''

''اس نقلی آنکھ کے سہارے یہ جیرالڈ شاستری کا بہروپ بھرا کرتا تھا۔ یہ بہت دنوں

سے میری نظر میں رہا تھا لیکن میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ یہ اتنا اہم آدمی ہوگا۔ ویسے تھا دلیر آدمی۔ محض اس خیال سے میرے اسسٹنٹ سے آٹکرایا تھا کہ فیمی نے مجھ سے اُس کا ذکر ضرور کیا ہوگا۔ شائد اسی طرح میں اُس کے سامنے آجاؤں اور وہ مجھ پر ہاتھ ڈالنے میں کامیاب ہوجائے۔ بہت دنوں تک اسی اُمید پر میرے اسسٹنٹ کے ساتھ رہا۔''

''تو...... یہ...... وہ جیروم ہے جس کا ذکر آپ نے کیا تھا۔''

''ہاں وہی ہے...... اور اس وقت یہاں سے بہت ہی اہم آلات نکال لے جانے کی کوشش کی تھی۔ شاید ان ہی آلات پر فلائنگ ڈیوائیسز کے دوبارہ بنا لینے کا انحصار تھا۔''

''خدا کی پناہ۔'' اوزاکا اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔ ''میں تو آپ کو تنظیم کا سرغنہ سمجھا تھا۔ اسی لئے اُنہیں آپ تک لے گیا تھا ورنہ ان کے فرشتے بھی آپ کا پتہ مجھ سے نہ معلوم کر سکتے۔''

''میں یہی چاہتا تھا اور مجھے یقین تھا کہ ایک نہ ایک دن ایسا ضرور ہوگا اور میں بالآخر تمہارے ہی توسط سے سرغنہ پر ہاتھ ڈال سکوں گا۔''

''شاید اب میں بے ہوش ہو جاؤں گا۔''

''نہیں...... تمہیں ہوش میں رہنا چاہئے تا کہ تم اپنی قوم کے انقلاب پسندوں کو بتا سکو کہ وہ انقلاب کے نام پر کس کس طرح استعمال کئے جا رہے ہیں۔''

اوزاکا کچھ نہ بولا۔ خالی خالی آنکھوں سے فضا میں گھورے جا رہا تھا۔ اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے زمین کی گردش رک گئی ہو۔

''زیرولینڈ کا نام سنا ہے۔'' فریدی اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

اوزاکا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''یہ اُسی تنظیم سے متعلق ہیں اور ایک ایسے ملک کے لئے یہاں کام کر رہے تھے جو نہیں چاہتا کہ ہم بھی تیل پیدا کرنے والے ملکوں کی صف میں شامل ہو سکیں۔''

اوزاکا پھٹی پھٹی آنکھوں سے اُسے دیکھے جا رہا تھا۔

تمام شد